اغراض جلالین

اردو شرح

تفسیر جلالین

نام مصنف: امام جلال الدین سیوطی وجلال الدین محلی

نام شارح: علامہ ظفر القادری العطاری

مکتبہ

ظفر ملت لاہور پاکستان

نام کتاب: جلالین کلاں

نام مصنف: امام جلال الدین محلی اور امام جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ

نام شرح: اغراض جلالین

نام شارح: علامہ ظفر القادری العطاری

کمپوزر: مولانا محمد وقاص وٹو

عام ہدیہ: 500روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ ظفر ملت لاہور پاکستان

موبائل نمبر: 0333 4841363

عرض مولف

درس نظامی کے نصاب میں پڑھائی جانے والی شہرہ آفاق تفسیر،، تفسیر جلالین،، امام جلال الدین محلی اور امام جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ کی تفسیر ہے، اس جامع اور مختصر تفسیر کا پہلا نصف امام جلال الدین سیوطی اور دوسرا نصف امام جلال الدین محلی کا خوبصورت کارنامہ ہے، دو جلالوں کی تفسیر ہونے کی بناء پر اسے تثنیہ کے صیغے ،،جلالین،، کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دونوں مفسرین کرام نے اس تفسیر میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کیا ہے، لغوی معنی، مرادی معنی، ترکیب نحوی، صیغہ کی تعلیل، اعتراض مقدر کا جواب، شان نزول، قراء کا قرات میں اختلاف، ائمہ کا مذھب وغیرہ۔ میں (ظفر القادری) نے جلالین کی شرح وسط میں جانے کی بجائے اس کی اغراض کو حل کرنے کی کوشش کی اور جہاں مناسب سمجھا مفسر کی غرض کو اعتراض مقدر کا جواب بنا کر پیش کیا ۔موقع ومحل کی مناسبت سے کچھ ضروری تفسیری قاعدے قوانین بھی ذکر کر دیئے ہیں تاکہ آیات میں تعارض محسوس نہ ہو، مفسر علیہ الرحمہ شافعی المذہب ہیں لہذا وہ تفسیر میں بعض اوقات اپنا مذہب بیان کر دیتے ہیں لہذا فقیر نے ایسے مواقع پر احناف کا موقف بھی بیان کیا ہے تاکہ طلباء کنفیوژن کا شکار نہ ہوں۔
دین کا ایک ادنی سا طالب علم ہونے کی حیثیت سے اگر کوئی خطاء سرزد ہو جائے تو وہ میری نادانستہ غلطی ہوگی لہذا علماء ومدرسین سے اصلاح کی درخواست ہے۔

محمد ظفر القادری الکندی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَۃ النُّور

سورہ نور مدنی ہے اس میں نو رکوع چونسٹھ آیتیں ہیں۔

مَدَنِيَّة وَهِيَ اثْنَتَانِ أَوْ أربع وستون آية بسم الله الرحمن الرحيم هٰذِهِ (سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا) مُخَفَّفَة وَمُشَدَّدَة لِكَثْرَةِ الْمَفْرُوض فِيهَا (وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَات بَيِّنَات) وَاضِحَات الدَّلَالَات (لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) بِإِدْغَام التَّاء الثَّانِيَة فِي الذال تتعظون (الزَّانِيَة وَالزَّانِي) أَيْ غَيْر الْمُحْصَنَيْنِ لِرَجْمِهِمَا بِالسُّنَّةِ وَأَلف لام فِيهِمَا ذُكِرَ مَوْصُولَة وَهُوَ مُبْتَدَأ وَلِشَبَهِهِ بِالشَّرْطِ دَخَلَتْ الْفَاء فِي خَبَره وَهُوَ (فَاجْلِدُوا كُلّ وَاحِد مِنْهُمَا مِائَة جَلْدَة) ضَرْبَة يُقَال جَلَدَهُ ضَرَبَ جِلْده وَيُزَاد عَلَى ذَلِكَ بِالسُّنَّةِ تَغْرِيب عَام وَالرَّقِيق عَلَى النِّصْف مِمَّا ذُكِرَ (وَلَا تَأْخُذكُمْ بِهِمَا رَأْفَة فِي دِين اللَّه) أَيْ حُكْمه بِأَنْ تَتْرُكُوا شَيْئًا مِنْ حَدّهمَا (إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاَللَّهِ وَالْيَوْم الْآخِر) أَيْ يَوْم الْبَعْث فِي هَذَا تَحْرِيض عَلَى مَا قَبْل الشَّرْط وَهُوَ جَوَابه أَوْ دَالّ عَلَى جَوَابه (وَلْيَشْهَدْ عَذَابهمَا) الْجَلْد (طَائِفَة مِنْ الْمُؤْمِنِينَ) قيل ثلاثة وقيل أربعة عدد شهود الزنى۔

یہ سورت جسے ہم نے نازل کیا ہے اور ہم نے اسے مقرر کیا ہے اس لفظ کو تخفیف کے ساتھ اور "شد" کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے کیونکہ اس میں موجود فرض حکم کثرت کے ساتھ ہے اور ہم نے اس میں نازل کی ہیں وہ آیات جو واضح ہیں یعنی دلالت کے اعتبار سے واضح ہیں تا کہ تم لوگ نصیحت حاصل کرو۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد یعنی وہ لوگ جو محصن نہ ہوں کیونکہ ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم سنت سے ثابت ہے اس لفظ میں موجود "ال" جو ذکر کیا گیا ہے وہ موصولہ ہے اور یہ مبتداء ہے یہ شرط کے ساتھ بھی مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اس کی خبر پر "ف" داخل ہوئی ہے اور وہ "ف" یہ ہے تو تم ان میں سے ہر ایک کو کوڑے لگاؤ سو کوڑے یعنی ضربیں یہ کہا جاتا ہے۔ "جلدہ" یعنی اس نے اس کی جلد پر مارا اور اس میں ایک سال کی جلاوطنی کا اضافہ کیا جائے گا جو سنت سے ثابت ہے اور غلام کی سزا نصف ہوگی جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور تم ان دونوں کے ساتھ نرمی کا مظاہرہ نہ کرو اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں یعنی اس کے حکم کے بارے میں کہ تم ان کی حد میں سے کوئی چیز ترک کر دو اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور آخرت کے دن پر یعنی دوبارہ زندہ ہونے پر اس میں ترغیب ہے اس چیز کی جو شرط سے پہلے ہے اور یہ اس کا جواب ہے یا اس کے جواب پر دلالت کرتا ہے اور ان دونوں کے عذاب یعنی کوڑے لگانے میں شامل ہو مومنوں کا ایک گروہ ایک قول کے مطابق تین ہوں گے اور ایک قول کے مطابق چار ہوں گے جو

زنا کے گواہوں کی تعداد ہے۔

اغراض مفسر

هٰذِهِ: یہاں سے ترکیبی احتمال نکال کرتا دیا کہ سورہ سے پہلے مبتدا محذوف تھا شارح نے هٰذِهِ نکال کر مبتدا بتا دیا۔

مُخَفَّفَةً وَمُشَدَّدَةً لِكَثْرَةِ الْمَفْرُوضِ فِيهَا: اس طرف اشارہ کیا کہ فرضنا ثلاثی مجرد سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور مزید فیہ باب تفعیل سے بھی پڑھ سکتے ہیں تفعیل سے پڑھنے کی صورت میں اسمیں مبالغہ والا معنی ہوگا۔

وَاضِحَاتِ الدَّلَالَاتِ: آیات بینات کی تفسیر کردی کہ اس سے مراد اللہ کی وحدانیت پر واضح دلائل موجود ہیں۔

بِإِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الذَّالِ: تَذَكَّرُونَ کی صرفی تحقیق نکال کرتا دی کہ یہ اصل میں تتذکرون تھا دوسری تا کو ذال سے بدلا تذذکرون ہو گیا پھر ذال کا ذال میں ادغام کر دیا۔

تتعظون: تَذَكَّرُونَ کا معنی مرادی نکال کرتا دیا۔

أَيْ غَيْرِ الْمُحْصَنَيْنِ لِرَجْمِهِمَا بِالسُّنَّةِ: یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ نے ایک شبہ کا ازالہ کیا شبہ یہ تھا کہ الزانیہ اور الزانی عام ہے اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں شامل تھے تو شارح نے جواب دیا کہ یہاں زانی اور زانیہ سے مراد غیر شادی شدہ ہیں کیونکہ شادی شادہ زانیوں کے لئے حدیث میں سنگساری کا حکم ہے۔

مرد وعورت کے لئے زنا کی حد: آیت میں یہ خطاب حکام کو ہے کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے سو کوڑے لگاؤ، یہ حد آزاد غیر شادی شدہ کی ہے کیونکہ آزاد شادی شدہ کا حکم یہ ہے کہ اس کو رجم کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجم کیا گیا اور محصن (شادی شدہ) وہ آزاد مسلمان ہے جو مکلف ہو اور نکاح صحیح کے ساتھ جماع کر چکا ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً آزاد نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بی بی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو یا جس کے ساتھ کیا ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر محصن (غیر شادی شدہ) میں داخل ہیں اور ان سب کا حکم کوڑے مارنا ہے۔

مرد وعورت کو کوڑے لگانے کا طریقہ: مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوا تہبند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے سر چہرے اور شرم گاہ کے، کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ الم گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا متوسط درجہ کا ہو اور عورت کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اتار دیئے جائیں، یہ حکم حُرّ اور حُرّہ کا ہے یعنی آزاد مرد اور عورت کا اور باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں جیسا کہ سورہ نساء میں مذکور ہو چکا۔

وَأَلْ فِيهِمَا ذُكِرَ مَوْصُولَةٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَلِشِبْهِهِ بِالشَّرْطِ دَخَلَتِ الْفَاءُ فِي خَبَرِهِ: اس عبارت

سے مفسر علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ الزانیۃ اور الزانی پر الف لام اسم موصول کا ہے، اب ترجمہ یہ ہو جائے گا کہ وہ عورت و مرد جو زنا کریں، چونکہ اس صورت میں شرط والا معنی پیدا ہو گیا اس لئے مبتداء متضمن بمعنی الشرط ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی خبر یعنی فاجلدوا پر فاء آ گئی **یُقَالُ جَلَدَهٗ ضَرَبَ جِلْدَه**: یہاں سے شارح نے کوڑے لگانے کے بارے میں عرب کا ایک مقولہ نکال کر بتا دیا

الف لام کی اقسام: الف لام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی

اسمی کی تعریف: وہ الف لام جو اَلَّذِی کے معنی میں ہو جیسے **اَلضَّارِبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضَرَبَ** اور **اَلْمَضْرُوْبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضُرِبَ**۔ یاد رہے کہ یہ الف لام صرف اسم فاعل اور اسم مفعول پر آتا ہے۔

حرفی کی تعریف: وہ الف لام جو اَلَّذِی کے معنی میں نہ ہو جیسے اَلْحَسَن۔

الف لام حرفی کی اقسام: حرفی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) الف لام زائدہ۔ (۲) الف لام غیر زائدہ۔

زائدہ کی تعریف: وہ الف لام جو اپنے مدخول کے معنی میں زیادتی پیدا نہ کرے اور یہ علم یعنی نام وغیرہ پر داخل ہوتا ہے جیسے النعمان، الحسن وغیرہ۔

غیر زائدہ کی تعریف: وہ الف لام جو اپنے مدخول کے معنی میں زیادتی پیدا کرے۔ جیسے اَلرَّجُل (خاص مرد)۔

زائدہ کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لازمی۔ (۲) عارضی۔

لازمی کی تعریف: لازمی وہ الف لام ہے جو اپنے مدخول سے جدا نہ ہوتا ہو۔ جیسے اسم جلالت اللہ کا الف لام۔

عارضی کی تعریف: عارضی وہ الف لام ہے جو اپنے مدخول سے جدا ہو سکتا ہو۔ جیسے اَلْیَزِیْد کا الف لام۔

ال، غیر زائدہ کی اقسام: اسکی پانچ اقسام ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی (۵) عہد حضوری۔

الف لام جنسی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد فقط جنس ہو اور افراد کا اعتبار نہ ہو۔

جیسے **اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَۃِ**، یعنی جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے،،

الف لام استغراقی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد جنس کے تمام افراد ہوں۔ جیسے **اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْر** (بے شک ہر انسان خسارے میں ہے) اس مثال میں اَلْاِنْسَان کا الف لام استغراقی ہے۔ اور اسی کو تفسیر میں مفسر نے جنسی قرار دیا ہے یعنی جنس انسان خسارے میں ہے۔

الف لام عہد خارجی: وہ الف لام جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور اس کا مدخول متکلم اور مخاطب دونوں کے نزدیک متعین ہو۔ جیسے **فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ** (تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی) اس مثال میں اَلرَّسُوْل پر عہد خارجی کا الف لام ہے، اور الرسول سے خاص اور معین رسول ہے اور وہ حضرت موسیٰ ہیں۔

الف لام عہد ذہنی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور وہ بعض کوئی غیر معین فرد ہو۔ جیسے اَخَافُ

أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ (میں خوف کرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھالے)۔ اس مثال میں الذِّئْبُ پر عہد ذہنی کا الف لام ہے۔

الف لام عہد حضوری: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد وہ فرد ہو جو فی الوقت موجود وحاضر ہو۔ جیسے اَلْيَوْمَ۔

وَيُزَادُ عَلَى ذَلِكَ بِالسُّنَّةِ تَغْرِيبُ عَامٍ: یعنی سو کوڑے لگانے کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لئے ان دونوں کو حدیث کی رو سے جلاوطن کیا جائے۔ (یاد رہے کہ مفسر علیہ الرحمہ شافعی المسلک ہیں اس لئے جلاوطنی کی سزا کا ذکر کیا احناف کے نزدیک جلاوطن نہیں کیا جائے گا)۔

ثبوت زنا چار مردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے: ثبوت زنا یا تو چار مردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے پھر بھی امام بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے کہاں کیا، کس سے کیا، کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صراحۃً اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا بغیر اس کے ثبوت نہ ہوگا۔

لواطت کا حکم شرعی: لواطت (مرد کا مرد سے بدفعلی کرنا) زنا میں داخل نہیں لہذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی لیکن تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے چند قول مروی ہیں (۱) آگ میں جلا دینا (۲) غرق کر دینا (۳) بلندی سے گرانا اور اوپر سے پتھر برسانا، فاعل ومفعول دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال:۔ آیت کریمہ میں زانیہ عورت کا ذکر پہلے اور زانی مرد کا ذکر بعد میں کیوں کیا؟ حالانکہ قرآن پاک میں عموماً مذکر کا ذکر پہلے اور مونث کا بعد میں ہوتا ہے بلکہ اکثر مقامات پر مذکر کا صیغہ مرد وعورت دونوں کے لئے استعمال ہوا؟

جواب:۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں ایک وجہ تو یہ ہے کہ زنا ایک انتہائی قبیح فعل ہے اور اس قدر ناپسندیدہ فعل کا صدور عورت سے ہونا اور بھی بے حیائی اور بے غیرتی کا موجب ہے کیونکہ فطرتی طور پر عورت میں شرم وحیاء اور غیرت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اس کے باوجود زناء کا ارتکاب عورت کی طرف سے انتہائی ناپسندیدہ ہے اس لئے اس معاملے میں عورت کا ذکر پہلے ہوا۔

وَالرَّقِيقُ عَلَى النِّصْفِ مِمَّا ذُكِرَ: یعنی غلام کی سزا مذکورہ آزاد لوگوں کی سزا سے آدھی ہے، یعنی پچاس کوڑے۔

أَيْ حُكْمِهِ: لفظ اللہ سے پہلے دین کا معنی نکال کر بتادیا کہ دین حکم کے معنی میں ہے یعنی اللہ کے حکم کے نفاذ میں تمہارے دل میں نرمی نہیں آنی چاہئے۔

بِأَنْ تَتْرُكُوا شَيْئًا مِنْ حَدِّهِمَا: یہاں سے رحم کی صورت نکال کر بتادی کہ ان کی حد میں کچھ کمی مت کر دینا۔

أَيْ يَوْمِ الْبَعْثِ: یوم الآخر کی تفسیر کردی کہ اس سے مراد قیامت کے دن اٹھنا ہے۔

فِي هَذَا تَحْرِيضٌ عَلَى مَا قَبْلَ الشَّرْطِ وَهُوَ جَوَابُهُ أَوْ دَالٌّ عَلَى جَوَابِهِ:۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ آیت کریمہ ،،إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ،، میں اس شرط کا ماقبل یعنی ،،وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ،، پر آمادہ کرتا ہے مطلب یہ کہ ،،اگر تمہارے اندر ایمان کی دولت ہے تو اللہ رب العزت کے احکام پر عمل

درآمد کرنے میں کسی کی رعایت مت کرو۔

الْجَلْد: یعنی آیت میں عذاب سے مراد کوڑے ہیں۔

قيل ثلاثة وقيل أربعة عدد شهود الزنى: یعنی کوڑوں کی سزا کے وقت موجود آدمیوں کی تعداد میں دو احتمال بتا دیئے کہ ایک قول میں تین آدمی ہوں اور دوسرے قول میں چار آدمی موجود ہوں۔

(الزَّانِي لَا يَنْكِح) يَتَزَوَّج (إِلَّا زَانِيَة أَوْ مُشْرِكَة وَالزَّانِيَة لَا يَنْكِحهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِك) أَيْ الْمُنَاسِب لِكُلٍّ مِنْهُمَا مَا ذُكِرَ (وَحُرِّمَ ذَلِكَ) أَيْ نِكَاح الزَّوَانِي (عَلَى الْمُؤْمِنِينَ) الْأَخْيَار نَزَلَ ذَلِكَ لَمَّا هَمَّ فُقَرَاء الْمُهَاجِرِينَ أَنْ يَتَزَوَّجُوا بَغَايَا الْمُشْرِكِينَ وَهُنَّ مُوسِرَات لِيُنْفِقْنَ عَلَيْهِمْ فَقِيلَ التَّحْرِيم خَاصّ بِهِمْ وَقِيلَ عَامّ وَنُسِخَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ)(والذين يرمون المحصنات) العفيفات بالزنى (ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء) عَلَى زِنَاهُنَّ بِرُؤْيَتِهِمْ (فَاجْلِدُوهُمْ) أَيْ كُلّ وَاحِد مِنْهُمْ (ثَمَانِينَ جَلْدَة وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَة) فِي شَيْء (أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمْ الْفَاسِقُونَ) لِإِتْيَانِهِمْ كَبِيرَة(إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْد ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا) عَمَلهمْ (فَإِنَّ اللَّه غَفُور) لَهُمْ قَذْفهمْ (رَحِيم) بهم بإلهامه التَّوْبَة فِيهَا يَنْتَهِي فِسْقهمْ وَتُقْبَل شَهَادَتهمْ وَقِيلَ لَا تُقْبَل رُجُوعًا بِالِاسْتِثْنَاءِ إِلَى الْجُمْلَة الْأَخِيرَة

زنا کرنے والا مرد نکاح نہ کرے یا شادی نہ کرے مگر صرف زنا کرنے والی عورت کے ساتھ یا مشرک عورت کے ساتھ اور زنا کرنے والی عورت کے ساتھ شادی کرے صرف زنا کرنے والا مرد یا مشرک مرد یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے لائق ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے اور اسے حرام کیا گیا ہے یعنی زنا کرنے والوں کے ساتھ شادی کرنے کو مومنین کے لیے یعنی نیک لوگوں کے لیے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بعض غریب مہاجرین نے یہ ارادہ کیا کہ وہ بدکردار مشرک عورتوں کے ساتھ شادی کرلیں تا کہ وہ عورتیں انہیں خرچ دیں ایک قول کے مطابق یہ حرمت خاص ہے ان خواتین کے ساتھ اور ایک قول کے مطابق یہ عام ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ذریعے سے منسوخ کیا گیا "اور تم میں سے غیر شادی شدہ کنیزوں کی شادی کروادو" اور جو لوگ محصنہ عورتوں پر الزام لگاتے ہیں یعنی پاکدامن عورتوں پر زنا کا الزام لگاتے ہیں پھر وہ اس پر چار گواہ پیش نہیں کرتے یعنی ان عورتوں کے زنا کے ارتکاب کے بارے میں: جن کو انہوں نے دیکھا ہو تو تم ان لوگوں کو کوڑے لگاؤ یعنی ان میں سے ہر ایک کو لگاؤ' اسی کوڑے اور تم ان کی شہادت (گواہی) کسی بھی چیز کے بارے میں قبول نہ کرنا ہمیشہ اور یہی وہ لوگ ہیں جو گنہگار ہیں کیونکہ انہوں نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ ماسوائے ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنے عمل کی اصلاح کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے

والا ہے ان کی جو انہوں نے الزام لگایا ہے اور رحم کرنے والا ہے ان پر کہ انہیں توبہ کی توفیق دی اس سے ان کا فسق ختم ہو جائے گا اور ان کی شہادت قبول کی جائے گی ایک قول کے مطابق ان کا رجوع قبول نہیں کیا جائے گا اس صورت میں اس کا استثناء اس کے دوسرے جملے کے ساتھ ہوگا۔

اغراض مفسر

يَتَزَوَّج: نکاح کا معنی جماع بھی ہے لیکن **يتزوج** نکال کر اس طرح اشارہ کر دیا کہ نکاح یہاں شادی کے معنی میں ہے۔

أَيْ الْمُنَاسِب لِكُلٍّ مِنْهُمَا مَا ذُكِرَ: یہاں سے زانی اور زانیہ کو ڈانٹ ڈپٹ کی جارہی ہے کہ زانی زانیہ سے اور زانیہ زانی سے نکاح کرے یہ دونوں کسی پاک دامن سے نکاح کرنے کے قابل نہیں ہیں، یہ دونوں صرف ایک دوسرے کے مناسب ہیں

أَيْ نِكَاح الزَّوَانِي: ذلک کا مشار الیہ نکال کر بتا دیا۔

الْأَخْيَار: المومنین کی صفت نکال کر بتا دی۔

نَزَلَ ذَلِكَ لَمَّا هَمَّ فُقَرَاء الْمُهَاجِرِينَ أَنْ يَتَزَوَّجُوا بَغَايَا الْمُشْرِكِينَ وَهُنَّ مُوسِرَات لِيُنْفِقْنَ عَلَيْهِمْ: یہاں سے شارح آیت کا شان نزول نکال کر بتا رہے ہیں کہ یہ آیت ان تنگ دست مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی جو مشرکہ مالدار عورتوں سے شادی کرتے تھے (جب مشرکہ سے نکاح کی اجازت تھی) تا کہ وہ عورتیں ان کے اخراجات پورے کریں

شانِ نُزول : مہاجرین میں بعضے بالکل نادار تھے نہ ان کے پاس کچھ مال تھا نہ ان کا کوئی عزیز اقارب تھا اور بدکار مشرکہ عورتیں دولت منداور مالدار تھیں یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر ان سے نکاح کر لیا جائے تو ان کی دولت کام میں آئے گی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے اس کی اجازت چاہی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں اس سے روک دیا گیا۔

فَقِيلَ التَّحْرِيم خَاصّ بِهِمْ وَقِيلَ عَامّ وَنُسِخَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: یہاں سے شارح نے نکاح کی حرمت میں دو احتمال نکال کر بتا دیئے کہ مذکورہ حرمت یا تو انہی مہاجرین کے ساتھ خاص تھی یا یہ حرمت عام تھی یعنی ہر مومن کے لئے تھی لیکن اب یہ حرمت اس آیت **وانکحوا الایامی منکم** سے منسوخ ہو چکی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں زانیہ سے نکاح کرنا حرام تھا بعد میں آیت "**وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ**" سے منسوخ ہو گیا۔

العفیفات: محصنات کا معنی نکال کر بتا دیا یعنی پاک باز عورتیں۔ کیونکہ محصنات کا اطلاق شادی شدہ عورت پر بھی ہوتا ہے اور پاکباز پر بھی لہذا شارح نے عفیفات نکال کر بتا دیا کہ مراد پاک باز عورتیں ہیں۔

بالزنی : یرمون کا متعلق محذوف تھا نکال کر بتا دیا کہ جو زنا کی تہمت لگائیں۔

عَلَى زِنَاهُنَّ: مشہود علیہ نکال کر بتا دیا یعنی زنا پر گواہ لے آئیں۔

بِرُؤْيَتِهِمْ: گواہی دو قسم کی ہوتی ہے سمعی (یعنی سن کر) اور عینی (یعنی دیکھ کر) شارح نے **بِرُؤْيَتِهِم** نکال کر بتا دیا کہ عینی گواہی

مراد ہے۔ یعنی انہوں نے زنا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور یہ بھی دیکھا ہو کہ شرم گاہ شرم گاہ میں داخل ہے ورنہ زنا ثابت نہیں ہوگا۔

أي كل واحد منهم: اس کوڑے لگانے میں احتمال تھا کہ دونوں کو مجموعی طور پر اسی کوڑے مارے جائیں یا ہر ایک کو الگ الگ اسی کوڑے مارے جائیں شارح نے دوسرا احتمال اکال کر بتادیا۔

اس آیت سے چند مسائل ثابت ہوئے: مسئلہ (۱) : جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر حد واجب ہو جاتی ہے اسی ۸۰ کوڑے۔

مسئلہ (۲) : اور ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزایاب ہوں اور ان پر حد جاری ہو چکی ہو مردود الشہادۃ ہو جاتے ہیں کبھی ان کی گواہی مقبول نہیں ہوتی۔ پارسا سے مراد وہ ہیں جو مسلمان مکلف آزاد اور زنا سے پاک ہوں۔

مسئلہ (۳) : زنا کی شہادت کا نصاب چار گواہ ہیں۔ اس سے کم میں زنا ثابت نہ ہوگا۔

مسئلہ (۴) : حد قذف مطالبہ پر مشروط ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

مسئلہ (۵) : مطالبہ کا حق اسی کو ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو اس کے بیٹے پوتے کو بھی ہے۔

مسئلہ (۶) : غلام اپنے مولی پر اور بیٹا باپ پر قذف یعنی اپنی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کا دعوی نہیں کر سکتا۔

تہمت کے مندرجہ ذیل الفاظ: قذف کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ صراحۃً کسی کو یا زانی کہے یا یہ کہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے اور ہو اس کی ماں پارسا تو ایسا شخص قاذف ہو جائے گا اور اس پر تہمت کی حد آئے گی۔

غیر شادی شدہ پر تہمت لگانے کا حکم شرعی: اگر غیر محصن کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کسی غلام کو یا کافر کو یا ایسے شخص کو جس کا کبھی زنا کرنا ثابت ہو تو اس پر حد قذف قائم نہ ہوگی بلکہ اس پر تعزیر واجب ہوگی اور یہ تعزیر تین سے انتالیس تک حسب تجویز حاکم شرع کوڑے لگانا ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے زنا کے سوا اور کسی فجور کی تہمت لگائی اور پارسا مسلمان کو اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے مخنث، اے بددیانت، اے لوطی، اے زندیق، اے دیوث، اے شرابی، اے سود خوار، اے بدکار عورت کے بچے، اے حرام زادے، اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر تعزیر واجب ہوگی۔

تہمت لگانے والے کی گواہی کا حکم: تہمت لگانے کے جرم میں جس کو حد لگائی گئی ہو احناف کے نزدیک اس کی گواہی کسی معاملہ میں معتبر نہیں چاہے وہ توبہ کرے لیکن رمضان کا چاند دیکھنے کے باب میں توبہ کرنے اور عادل ہونے کی صورت میں اس کا قول قبول کرلیا جائے گا کیونکہ یہ درحقیقت شہادت نہیں ہے اسی لئے اس میں لفظ شہادت اور نصاب شہادت بھی شرط نہیں۔

في شيء: لا تقبلوا کا متعلق محذوف تھا شارح نے اکال کر بتادیا کہ کسی معاملے میں بھی ان کی گواہی قبول نہ کی جائے۔

لإتيانهم كبيرة: ان کے فاسق ہونے کا سبب بیان کر دیا کہ انہوں نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔

عملهم: مفسر علیہ الرحمہ نے یہاں سے ایک اعتراض مقدر (پوشیدہ اعتراض) کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ اصلحوا فعل متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں تو عملهم سے اصلحوا کا مفعول بتلا کر جواب دیا کہ اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں۔

لهم: غفور کا متعلق نکال کر بتا دیا، یعنی ان کی مغفرت کرنے والا ہے۔

قذفهم: غفور صفت مشبہ کا مفعول نکال کر بتا دیا، یعنی ان کی تہمت کو معاف کرنے والا ہے۔

بهم: رحیم کا متعلق نکال کر بتا دیا، یعنی ان پر رحم کرنے والا ہے۔

بالهامه التوبة: رحم کی صورت نکال کر بتا دی کہ توبہ الہام کرنے کی صورت میں ان پر رحیم ہے۔

فِيمَا يَنْتَهِي فِسقهمْ وَتُقْبَل شَهَادَتهمْ: توبہ کرنے کے دو فائدے نکال کر بتا دیے کہ ایک تو ان کا فسق ختم ہو جائے گا دوسرا یہ کہ ان کی گواہی قبول کی جائے گی، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب ،،**إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ**،، کا استثناء آخری دونوں جملوں سے کیا جائے، یاد رہے کہ یہ مذہب امام شافعی کا ہے۔

وَقِيلَ لَا تُقْبَل رُجُوعًا بِالِاسْتِثْنَاءِ إِلَى الْجُمْلَة الْأَخِيرَة: یہاں سے شارح ایک قول یعنی امام اعظم کا مذہب بتا رہے ہیں کہ آپ کے نزدیک چاہے توبہ بھی کرلیں لیکن ان کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی آخری جملہ ،،**وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ**،، کی وجہ سے امام اعظم کے نزدیک استثناء پہلے جملے کی طرف راجع نہیں ہوگا۔

(والذين يرمون أزواجهم) بالزنى (وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاء) عَلَيْهِ (إِلَّا أَنْفُسهمْ) وَقَعَ ذَلِكَ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَة (فَشَهَادَة أَحَدهمْ) مُبْتَدَأ (أَرْبَع شَهَادَات) نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَر (بِاَللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ) فِيمَا رَمَى بِهِ زَوْجَته من الزنى (وَالْخَامِسَة أَنَّ لَعْنَة اللَّه عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ) فِي ذَلِكَ وَخَبَر الْمُبْتَدَأ تدفع عنه حد القذف (ويدرأ) أي يدفع (عنها العذاب) حد الزنى الذي ثبت بشهادته (أَنْ تَشْهَد أَرْبَع شَهَادَات بِاَللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الكاذبين) فيما رماها به من الزنى (وَالْخَامِسَة أَنَّ غَضَب اللَّه عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ) فِي ذَلِكَ (وَلَوْلَا فَضْل اللَّه عَلَيْكُمْ وَرَحْمَته) بِالسَّتْرِ فِي ذَلِكَ (وَأَنَّ اللَّه تَوَّاب) بِقَبُولِهِ التَّوْبَة فِي ذَلِكَ وَغَيْره (حَكِيم) فِيمَا حَكَمَ بِهِ فِي ذَلِكَ وَغَيْره لَبَيَّنَ الْحَقّ فِي ذَلِكَ وَعَاجَلَ بالعقوبة من يستحقها

وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر زنا کا الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس اس بارے میں چار گواہ نہیں ہوتے صرف ان کی اپنی ذات گواہ ...

[illegible]

نصب دیا گیا ہے وہ اللہ کے نام کی گواہی دے گا کہ وہ سچا ہے اس بارے میں کہ اس نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ (وہ یہ کہے گا) کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو اس بارے میں] یہ مبتداء کی خبر ہے اس صورت میں اس شخص سے حد قذف ختم کردی جائے گی۔ اور اس عورت سے عذاب یعنی زنا کی حد کو ختم کر دیا جائے گا جو اس شخص کی گواہی سے ثابت ہو گی ہے اگر وہ چار مرتبہ اللہ کے نام پر اس بات کی گواہی دے کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو اس نے اس عورت پر زنا کا الزام لگایا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ (وہ کہے گا) کہ اس عورت پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ شخص سچا ہو اس بارے میں۔ اور اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہو اور اس کی رحمت نہ ہو یعنی اس معاملے میں پردہ پوشی کے حوالے سے تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے یعنی اس بارے میں بھی اور دیگر حوالوں سے بھی توبہ قبول کرنے والا ہے اور حکمت والا ہے اس چیز کے بارے میں جو اس نے اس بارے میں حکم دیا ہے یا دیگر جو حکم دیے ہیں تا کہ وہ اس بارے میں حق کو واضح کر دے اور جو اس کا مستحق ہو اسے جلدی سزا دے دے۔

اغراض مفسر

بالزنی: یرمون کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ تہمت لگاتے ہیں وہ زنا کی۔

عَلَيْهِ: شہداء کا متعلق محذوف تھا نکال کر بتا دیا۔

وَقَعَ ذٰلِكَ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ: مفسر علیہ الرحمہ واقعہ قذف کا شان نزول بتا رہے ہیں کہ قذف کا یہ معاملہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ پیش آیا۔ یہ تین صحابہ تھے (۱) ہلال بن امیہ (۲) عویمر عجلانی (۳) عاصم بن عدی۔

مُبْتَدَا: یہاں سے (**فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ**) کا ترکیبی احتمال بتا رہے ہیں کہ یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر **تَدْفَعُ عَنْهُ حَدَّ الْقَذْفِ** ہے جو محذوف ہے۔

نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَرِ: یہاں سے (**أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ**) کا ترکیبی احتمال بتا رہے ہیں کہ یہ مصدریت یعنی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کا فعل محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے "ان **يشهد احدهم اربع شهادات**" **فِيمَا رَمَىٰ بِهِ زَوْجَتَهُ مِنَ الزِّنٰى:** "الصَّادِقِينَ" کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی یہ مرد سچا ہے اس تہمت زنا کے بارے میں جو اس نے اپنی بیوی پر لگائی۔

فِي ذٰلِكَ: "الْكَاذِبِينَ" کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

وَخَبَرُ الْمُبْتَدَا تَدْفَعُ عَنْهُ حَدَّ الْقَذْفِ: ترکیبی احتمال نکال کر بتا دیا کہ پیچھے مبتداء (**فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ**) کی خبر **تَدْفَعُ عَنْهُ حَدَّ الْقَذْفِ** ہے جو محذوف تھی۔ (یعنی ان میں سے ہر ایک کی گواہی حد کو دفع کر دے گی)

اي يدفع: "(ويدرا)" کا معروف اور آسان معنی نکال کر بتا دیا یعنی اس سے عذاب دفع ہو جائے گا۔

حد الزنى الذي ثبت بشهادته: یہ نکال کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آیت میں عذاب سے مراد حد ہے جو شہادت کی

وجہ سے ثابت ہوگئی تھی۔

فیما رماھا به من الزنی: الکاذبین کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی یہ مرد اس تہمت زنا میں جھوٹا ہے جو اس نے عورت پر لگائی۔

فِی ذٰلِکَ: الصادقین کا متعلق نکال کر بتادیا۔

شانِ نزول: یہ آیت ایک صحابی کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ اگر آدمی اپنی عورت کو زنا میں مبتلا دیکھے تو کیا کرے نہ اس وقت گواہوں کے تلاش کرنے کی فرصت ہے اور نہ بغیر گواہی کے وہ یہ بات کہہ سکتا ہے کیونکہ اسے حدِ قذف کا اندیشہ ہے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور لعان کا حکم دیا گیا۔

لعان کا حکم اور اس کا طریقہ: جب مرد اپنی بی بی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں شہادت کے اہل ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لعان واجب ہو جاتا ہے اگر وہ لعان سے انکار کرے تو اس کو اس وقت تک قید رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا مقر ہو اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حدِ قذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لعان کرنا چاہے تو اس کو چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ کی لعنت مجھ پر اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حدِ قذف ساقط ہو جائے گی اور عورت پر لعان واجب ہوگا انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اس کو چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے فرقت واقع ہوگی بغیر اس کے نہیں اور یہ تفریق طلاقِ بائنہ ہوگی اور اگر مرد اہلِ شہادت میں سے نہ ہو مثلاً غلام ہو یا کافر ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لعان نہ ہوگا اور تہمت لگانے سے مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اگر مرد اہلِ شہادت میں سے ہو اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو یا بچی ہو یا مجنونہ ہو یا زانیہ ہو اس صورت میں نہ مرد پر حد ہوگی اور نہ لعان

بِالسَّتْرِ فِی ذٰلِکَ: اللہ کا فضل اور اس کی رحمت کا متعلق نکال کر بتادیا کہ اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کے ساتھ فضل اور رحمت والا ہے۔

بِقَبُولِهِ التَّوْبَةَ: تواب کا سبب نکال کر بتادیا۔

فِی ذٰلِکَ وَغَیْرِہٖ: تواب کا متعلق نکال کر بتادیا۔

فِیمَا حَکَمَ بِهٖ فِی ذٰلِکَ وَغَیْرِہٖ: حکیم کا ظرف نکال کر بتادیا کہ وہ اس معاملے میں اور دیگر تمام امور میں حکمت والا ہے۔

لِیُبَیِّنَ الْحَقَّ فِی ذٰلِکَ وَعَاجَلَ بالعقوبة من یستحقھا: یہاں سے حدِ قذف کا مذکورہ حکم کی علت نکال کر دی کہ اللہ تعالیٰ حق کو واضح کردے اور جو بھی اس سزا کا مستحق ہے اس کو سزا دینے میں وہ جلدی کرے۔

(إن الذين جاؤوا بالإفك) أسوأ الكذب على عائشة رضي الله عنها أم المؤمنين بقذفها (عصبة منكم) جماعة من المؤمنين قالت حسان بن ثابت وعبد الله بن أبي ومسطح وحنمة بنت جحش (لا تحسبوه) أيها المؤمنون غير العصبة (شرا لكم بل هو خير لكم) يأجركم الله به ويظهر براءة عائشة ومن جاء معها منه وهو صفوان۔

بے شک وہ لوگ جنہوں نے افک کا ارتکاب کیا یعنی جو سب سے بڑا جھوٹ تھا جو سیدہ عائشہ کے بارے میں تھا کہ ام المومنین پر جھوٹا الزام لگایا گیا' تم میں سے ایک گروہ نے' یعنی اہل ایمان کی ایک جماعت نے' سیدہ عائشہ فرماتی ہیں یہ حسان بن ثابت' عبداللہ بن ابی' مسطح' حمنہ بنت جحش تھے' تم اسے گمان نہ کرو یعنی اے ایمان والو! جو مذکورہ لوگوں کے علاوہ ہیں' اپنے لیے بڑا' بلکہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے یعنی اللہ تعالی اس پر تمہیں اجر دے گا اور سیدہ عائشہ کی برأت کو ظاہر کردے گا اور اس کی بھی جس پر اس کے ساتھ الزام لگایا اور وہ صفوان ہے۔

اغراض مفسر

أسوأ الكذب: یہاں سے افک کا معنی نکال کر بتادیا کہ اس سے مراد بدترین جھوٹ ہے، جو حق کو باطل سے اور باطل کو حق سے بدل دے۔

على عائشة رضي الله عنها أم المؤمنين: ،،کذب،، کا متعلق نکال کر بتادیا کہ یہ بدترین جھوٹ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ پر باندھا گیا تھا۔

بقذفها: یہاں سے بڑے جھوٹ کی صورت نکال کر بتادی کہ وہ زنا کی تہمت کی صورت میں بولا گیا تھا۔

جماعة من المؤمنين قالت حسان بن ثابت وعبد الله بن أبي ومسطح وحنمة بنت جحش: یہاں سے (عصبة منكم) کی تفسیر کردی کہ اس سے مومنین کی ایک جماعت مراد ہے جس میں (حسّان بن ثابت وعبد الله بن أبي ومسطح وحمنة بنت جحش) شامل تھے بعد میں عبداللہ بن ابی کے سوا سب نے توبہ کرلی تھی۔ یاد رہے کہ عصبہ چھوٹی جماعت کو کہتے ہیں۔

أيها المؤمنون غير العصبة: یہاں سے مخاطب نکال کر بتادیا کہ یہ خطاب ان مومنین سے ہے جو بہتان میں شامل نہیں۔

يأجركم الله به ويظهر براءة عائشة ومن جاء معها منه وهو صفوان: یہاں سے واقعہ افک کے خیر ہونے کا سبب نکال کر بتادیا کہ اس پر صبر کرنے سے تم کو اللہ تعالی اجر عطا فرمائے گا اور حضرت عائشہ اور حضرت صفوان کی پاکدامنی قرآن میں ظاہر کی جائے گی جو ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

واقعہ افک حضرت عائشہ کی زبانی: فإنها قالت كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة

بعد ما أنزل الحجاب فَفَرَغ منها وَرَجعَ وَدنَا مِنَ المَدِينَة وَآذَنَ بِالرَّحِيلِ لَيلَة فَمَشيت وَقَضَيت شَأنِي وَأقبلت إلَى الرَّحل فَإذا عِقدِي انقَطَعَ هُوَ بِكَسرِ المُهمَلَة القِلَادَة فَرَجَعت ألتمِسه وَحَمَلُوا هَودَجِي هُوَ مَا يُركَب فِيهِ عَلَى بَعِيرِي يَحسَبُونَنِي فِيهِ وَكَانَت النِّسَاء خِفَافًا إنَّمَا يَأكُلنَ العُلقَة هُوَ بِضَمِّ المُهمَلَة وَسُكُون اللَّام مِنَ الطَّعَام أي القَلِيل ووجدت عقدي وجئت بعد ما سَارُوا فَجَلَست فِي المَنزِل الَّذِي كُنت فِيهِ وَظَنَنت أنَّ القَوم سَيَفقِدُونَنِي فَيَرجِعُونَ إلَيَّ فَغَلَبَتنِي عَينَايَ فَنِمت وَكَانَ صَفوَان قَد عَرَّسَ مِن وَرَاء الجَيش فَادَّلَجَ هُمَا بِتَشدِيدِ الرَّاء وَالدَّال أي نَزَلَ مِن آخِرِ اللَّيل لِلِاستِرَاحَة فَسَارَ مِنهُ فَأصبَحَ فِي مَنزِله فَرَأى سَوَاد إنسَان نَائِم أي شَخصه فَعَرَفَنِي حِين رَآنِي وَكَانَ يَرَانِي قَبلَ الحِجَاب فَاستَيقَظت بِاستِرجَاعِهِ حِين عَرَفَنِي أي قَوله إنَّا لِلَّهِ وَإنَّا إلَيهِ رَاجِعُونَ فَخَمَّرت وَجهِي بِجِلبَابِي أي غَطَّيته بِالمُلَاءَة وَاللّٰهِ مَا كَلَّمَنِي بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعت مِنهُ كَلِمَة غَير استِرجَاعه حِين أنَاخَ رَاحِلَته وَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا فَرَكِبتهَا فَانطَلَقَ يَقُود بِي الرَّاحِلَة حَتَّى أتَينَا الجَيش بعد مَا نَزَلُوا مُوغِرِينَ فِي نَحرِ الظَّهِيرَة أي مِن أوغَرَ وَاقِفِينَ فِي مَكَان وَغر مِن شِدَّة الحَرّ فَهَلَكَ مَن هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبرَه مِنهُم عَبد اللّٰه بن أُبَيّ بن سلول اه قولها رواه الشيخان۔

سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک ہوئی یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ اس جنگ سے فارغ ہو گئے اور واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے ایک (مقام پر) آپ نے رات کے وقت پڑاؤ کا حکم دیا' میں گئی اپنی حاجت پوری کی جب میں پڑاؤ کی طرف واپس آ رہی تھی تو میرا ہار ٹوٹ گیا میں واپس آئی تاکہ اسے تلاش کروں اسی دوران لوگوں نے میرا ہودج میرے اونٹ پر رکھ دیا وہ یہ سمجھے کہ شاید میں اس کے اندر موجود ہوں ان دنوں میں خواتین دبلی پتلی ہوا کرتی تھیں کیونکہ وہ بہت تھوڑا سا کھانا کھایا کرتی تھیں مجھے اپنا ہار مل گیا اس کے بعد جب میں وہاں آئی تو وہ لوگ وہاں سے جا چکے تھے میں اسی جگہ پر ٹھہر گئی جہاں میں پہلے موجود تھی میں نے یہ گمان کیا عنقریب لوگوں کو میری غیر موجودگی کا پتہ چل جائے گا تو وہ میرے پاس واپس آ جائیں گے اسی دوران میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی صفوان لشکر کے پیچھے رات بسر کیا کرتے تھے انہوں نے ادلاج کیا یعنی رات کے آخری حصے میں پڑاؤ کیا۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ اس جگہ پر پہنچے وہاں انہوں نے کسی کو سوتے ہوئے دیکھا انہوں نے مجھے دیکھا کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے انہوں نے جب یہ کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو میں بیدار ہو گئی میں نے اپنی چادر اپنے سر پر رکھ لی یعنی اسے ڈھانپ لیا اللہ کی قسم! انہوں

نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی اور میں نے بھی ان کی زبانی اناللہ وانا الیہ راجعون کے علاوہ اور کوئی بات نہیں سنی پھر انہوں نے جب اپنی اونٹنی کو بٹھایا اس کے پاؤں کو نیچے رکھا تو میں اس اونٹنی پر سوار ہو گئی وہ اس اونٹنی پر مجھے لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے جو دوپہر کے وقت ایک گرم جگہ پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے یہ لفظ اَوْغَرَ سے ماخوذ ہے اس سے مراد کسی شدید گرمی والی جگہ پر پڑاؤ کرنا ہے تو پھر میری وجہ سے جس نے ہلاکت کا شکار ہونا تھا وہ ہلاکت کا شکار ہوا ان میں جس شخص نے زیادہ جرم کیا وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا (مصنف کہتے ہیں) یہ سیدہ عائشہ کا بیان ہے جسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

واقعہ افک کا مفصل تذکرہ: آیت میں بڑے بہتان سے مراد حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا ہے ہجری میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں ہار آپ کا ٹوٹ گیا اس کی تلاش میں مصروف ہو گئیں، اُدھر قافلہ نے کوچ کیا اور آپ کا محمل شریف اُونٹ پر کس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُم المومنین اس میں ہیں، قافلہ چل دیا آپ آ کر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہوگا، قافلہ کے پیچھے پڑی گری چیز اٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے اس موقع پر حضرت صفوان اس کام پر تھے جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے " اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ " پکارا آپ نے کپڑے سے پردہ کر لیا، انہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقین سیاہ باطن نے اوہام فاسدہ پھیلائے اور آپ کی شان میں بدگوئی شروع کی بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آ گئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی کلمہ بیجا سرزد ہوا، اُم المومنین بیمار ہو گئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں اس زمانہ میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ ان کی نسبت منافقین کیا بک رہے ہیں ایک روز اُم مسطح سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی اور اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمہ میں اس طرح روئیں کہ آپ کا آنسو نہ تھمتا تھا اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی اس حال میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرت اُم المومنین کی طہارت میں یہ آیتیں اتریں اور آپ کا شرف و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں آپ کی طہارت و فضیلت بیان فرمائی گئی اس دوران میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برسر منبر بقسم فرمادیا تھا مجھے اپنے اہل کی پاکی و خوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے ان کے حق میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کر سکتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ منافقین بالیقین جھوٹے ہیں اُم المومنین بالیقین پاک ہیں، اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو بد عورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس طرح آپ کی طہارت بیان کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تا کہ اس سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑے تو جو پروردگار آپ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک جوں کا خون لگنے

سے پروردگار عالم نے آپ کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا جو پروردگار آپ کی نعلین شریف کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے لیکن نہیں کر وہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔ اس طرح بہت سے صحابہ اور بہت سے صحابیات نے قسمیں کھائیں، آیت نازل ہونے سے قبل ہی حضرت ام المومنین کی طرف سے قلوب مطمئن تھے آیت کے نزول نے ان کا عزو شرف اور زیادہ کر دیا تو بدگویوں کی بدگوئی اللہ اور اس کے رسول اور صحابہ کبار کے نزدیک باطل ہے اور بدگوئی کرنے والوں کے لئے سخت ترین معصیت ہے۔

قال تعالی (لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ) أَيْ عَلَيْهِ (مَا اكْتَسَبَ مِنَ الإِثْمِ) فِي ذَلِكَ (وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَه مِنْهُمْ) أَيْ تَحَمَّلَ مُعْظَمه فَبَدأَ بِالْخَوضِ فِيهِ وَأَشَاعَهُ وَهُوَ عَبد الله بن أُبَيّ (لَهُ عَذَاب عَظِيم) هُوَ النَّار فِي الآخِرَة(لَوْلا) هَلَّا (إِذْ) حِين (سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَات بِأَنْفُسِهِمْ) أَيْ ظَنَّ بَعْضهمْ بِبَعْضٍ (خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْك مُبِين) كَذِب بَيِّن فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْخِطَاب أَيْ ظَنَنْتُمْ أَيهَا الْعُصْبَة وقلتم(لولا) هلا (جاؤوا) أَيْ الْعُصْبَة (عَلَيْهِ بِأَرْبَعَة شُهَدَاء) شَاهَدُوهُ (فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْد الله) أَيْ فِي حُكْمه (هُمْ الْكَاذِبُونَ) فِيهِ(وَلَوْلَا فَضْل الله عَلَيْكُمْ وَرَحْمَته فِي الدُّنْيَا والآخرة لمسكم فيما أَفَضْتُمْ) أَيهَا الْعُصْبَة أَيْ خُضْتُمْ (فِيهِ عَذَاب عَظِيم) فِي الآخِرَة۔(إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ) أَيْ يَرْوِيه بَعْضكُمْ عَنْ بَعْض وَحُذِفَ مِنْ الْفِعْل إِحْدَى التَّاءَيْنِ وَإِذْ مَنْصُوب بِمَسَّكُمْ أَوْ بِأَفَضْتُمْ (وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْم وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا) لَا إِثْم فِيهِ (وَهُوَ عِنْد الله عَظِيم) فِي الإِثْم(وَلَوْلَا) هَلَّا (إِذْ) حِين (سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُون) ما ينبغي (لنا أن نتكلم بهذا سبحانك) هو للتعجيب هنا (هذا بهتان) كذب (عظيم)(يَعِظكُمْ الله) يَنْهَاكُمْ (أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ) تَتَّعِظُونَ بِذَلِكَ(وَيُبَيِّن الله لَكُمْ الآيَات) فِي الْأَمْر وَالنَّهْي (وَالله عَلِيم) بِمَا يَأْمُر بِهِ وَيَنْهَى عَنْهُ (حكيم) فيه

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ہر ایک شخص کے لیے ہے اس پر ہوگا وہ جو گناہ اس نے کمایا ہے اس حوالے سے اور جس نے ان میں سے سب سے زیادہ غلطی کی یعنی زیادہ وبال اٹھایا اس نے اس کو شروع کیا اسے پھیلایا وہ عبداللہ بن ابی ہے اس کے لیے عظیم عذاب ہوگا جو آخرت میں جہنم کی شکل میں ہوگا۔ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنی ذات کے بارے میں یہ گمان کیا یعنی انہوں نے ایک دوسرے کے لیے بھلائی کا گمان کیا انہوں نے (یہ کیوں نہیں کہا) کہ یہ واضح جھوٹ ہے یعنی واضح کذب ہے اس میں خطاب کی طرف تبدیل کی گئی ہے یعنی اے لوگو! تم نے یہ کیوں گمان نہیں کیا اور یہ کیوں نہیں

کہا۔ایسا کیوں نہیں ہوا یعنی انہوں نے اس پر چار گواہ کیوں پیش نہیں کیے جنہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہوتا اگر وہ چار گواہ نہیں لے کر آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یعنی اس کے حکم سے جھوٹے ہوں گے اس حوالے سے۔اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو تم نے جو کیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں چھو لیتا عذاب عظیم یعنی آخرت میں۔جب تم اسے اپنی زبانوں سے لے رہے تھے یعنی ایک دوسرے کے حوالے روایت کر رہے تھے اس فعل میں سے ایک "ت" کو حذف کر دیا گیا ہے اور "اذ منصوب" ہوگا لفظ مسکم کیوجہ سے یا لفظ افضتم کی وجہ سے اور جب تم اپنی زبانوں کے ذریعے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہیں ہے اور تم اسے ہلکا سمجھ رہے تھے یعنی اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بڑا ہے یعنی گناہ ہونے کے اعتبار سے۔اور ایسا کیوں نہیں ہوا جب تم نے اسے سنا تو تم نے یہ کیوں نہیں کہا؟ یہ نہیں ہے یعنی ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ ہم اس بارے میں بات کریں تو پاک ہے یہ لفظ یہاں تعجب کے اظہار کے لیے ہے یہ بہتان ہے یعنی جھوٹ ہے عظیم۔

اللہ تعالیٰ تمہیں وعظ کرتا ہے یعنی تمہیں منع کرتا ہے کہ تم اس طرح کی حرکت دوبارہ نہ کرنا اگر تم مومن ہو تو تم اس سے نصیحت حاصل کرو۔اور وہ تمہارے لیے آیات کو بیان کرتا ہے جو "امر" اور "نہی" سے تعلق رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے یا جس چیز سے منع کرتا ہے اور اس بارے میں وہ حکمت والا ہے۔

اغراض مفسر

قال تعالیٰ: اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتا دیا، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

أی علیه: یہ نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ کل پر لام ،علی، کے معنی میں ہے یعنی ان میں سے ہر شخص پر وہی ہے جو اس نے کمایا۔

فی ذٰلك: اکتسب کا متعلق محذوف تھا نکال کر بتا دیا۔کہ اس واقعہ افک کے بارے میں جس نے جو کمایا۔

أی تحمّلَ معظمه فبدأ بالخوضِ فیهِ وَأشاعهُ وَهوَ عبد الله بن أُبی: آیت کی تفسیر کر دی کہ اس میں سب سے زیادہ جس نے اس کو بنیاد بنایا اور اس کو کریدہ اور اسے پھیلایا وہ عبداللہ بن ابی منافق تھا۔

هوَ النّار فِی الآخِرَة: عذاب عظیم کی تفسیر کر دی کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔

هلّا: لولا جب ماضی پر داخل ہو تو یہ توبیخ (یعنی ڈانٹ ڈپٹ) کے لئے آتا ہے اور جب یہ مضارع پر داخل ہو تو تحضیض کے لئے آتا ہے مفسر علیہ الرحمہ نے ھلا نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ لولا تحضیض کے لئے نہیں بلکہ ھلا یعنی توبیخ کے معنی میں ہے۔

حِین: اس طرف اشارہ کیا کہ اذ، یہاں حین یعنی وقت کے معنی میں ہے۔

أی ظنّ بَعضهم بِبَعض: یعنی ایک دوسرے پر اچھا گمان کرتے ،اور جو بہتان ایمان والوں پر لگا تم ایک دوسرے کا دفاع کرتے نہ کہ سنی سنائی بات میں ایک دوسرے پر بدگمانی کرتے ،جیسا کہ تم نے حضرت عائشہ صدیقہ پر بدگمانی کی۔

کَذِب بَیِّن: افک مبین کا معنی نکال کر بتا دیا یعنی واضح اور کھلا جھوٹ۔

فِيهِ التِفَات عَنِ الخِطَاب أَيْ ظَنَنْتُمْ أَيهَا العُصْبَة وقلتم: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ پہلے **سمعتموه** حاضر کا صیغہ استعمال ہوا اور اس کے بعد حاضر کی بجائے غائب کے دو صیغے ،،ظن،، اور ،،قالوا،، ذکر کئے گئے کیوں؟ شارح نے جواب دیا یہاں حاضر سے غائب کی طرف التفات کیا گیا جس کی اصل یہ تھی **سمعتمو ،،ظننتم، ،قلتم** ۔اور حاضر کو غائب کی طرف اس لئے پھیرا گیا تا کہ ان کی توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ ہو اور مومنین کو نصیحت ہو۔

هلا: لولا جب ماضی پر داخل ہو تو یہ توبیخ کے لئے آتا ہے اور جب یہ مضارع پر داخل ہو تو تحضیض کے لئے آتا ہے، اور جب یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو امتناعیہ کے لئے آتا ہے، مفسر نے اس طرف اشارہ کیا کہ لولا حلا یعنی توبیخ کے معنی میں ہے (حلا توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہے)۔بار بار حلا ذکر کرنے کا مقصد مومنین کو بار بار توبیخ کرنا ہے۔

أَيْ العُصْبَة: یہاں سے جاءوا کا فاعل نکال کر بتا دیا

شَاهِدُوهُ: یہاں سے شھداء کی صفت نکال کر بتادی کہ وہ گواہ اس کی گواہی دیتے۔

أَيْ فِي حُكمه: یہاں سے ایک سوال کا جواب دیا سوال یہ ہے کہ آیت میں عند اللہ ارشاد ہوا اب معنی یہ ہوا کہ وہ چار گواہ نہ لا سکے اس لئے اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر گواہ لے آتے تو وہ ظاہرا سچے کہلاتے؟ تو شارح نے فی حکمہ نکال کر بتا دیا کہ وہ صرف اللہ کے نزدیک نہیں بلکہ اس کے حکم شرعی میں بھی جھوٹے ہیں اور ظاہری و باطنی دونوں طرح جھوٹے ہیں۔

فِيهِ: ،،الكاذبون،، کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ وہ اس بہتان میں جھوٹے ہیں۔

أَيهَا العُصْبَة: یہاں سے لمسکم میں کم ضمیر کا مخاطب نکال کر بتا دیا۔

أَيْ خُضْتُمْ: یہ نکال کر افضتم کا آسان معنی نکال کر بتا دیا یعنی جس لہو اور تلاش میں تم پڑے تھے۔

فِي الآخِرَة: عذاب عظیم کا ظرف نکال کر بتا دیا کہ یہ عذاب عظیم آخرت میں ہوگا۔

يَرْوِيهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْض: ،، تلقون، یروی کے معنی میں ہے پھر جملے کی تفسیر کر دی کہ تم میں سے بعض بعض سے روایت کرتا رہا۔

وَحُذِفَ مِنَ الفِعْل إحْدَى التَّاءَيْن: یہاں سے تلقون صیغہ کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی کہ یہ باب تفعل کا فعل مضارع ہے، تتلقون تھا اس کی دو تاؤں میں سے ایک کو حذف کیا گیا ہے۔

وَإِذْ مَنصُوب بِمَسَّكُمْ أَوْ بِأَفَضْتُم: یہاں سے اذ کا ترکیبی احتمال نکال کر بتا دیا کہ یہ **مسکم** کا بھی مفعول فیہ ہو سکتا ہے اور **افضتم** کا بھی۔

لَا إِثْم فِيهِ: یہاں سے هینا کی صفت نکال کر بتادی کہ ایسا ہلکا کام جس پر کوئی گناہ نہ ہو۔یعنی اے ایمان والو تم نے اس بہتان تراشی کو اتنا ہلکا سمجھا اور یہ گمان کیا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں (ہرگز نہیں)۔

فِي الإِثْم: عظیم کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ یہ بہتان اللہ کے نزدیک گناہ کے اعتبار سے بہت بڑا ہے۔

ھلا: اس طرف اشارہ کیا کہ لولا ھلا توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہے۔ بار بار ھلا ذکر کرنے کا مقصد مومنین کو بار بار توبیخ کرنا ہے کہ تم نے ام المومنین پر الزام لگانے سے پہلے سوچ کیوں نہیں لیا کہ تم کہہ کیا رہے ہو اور کس کے بارے میں کہہ رہے ہو اللہ نے واقعہ افک اور ام المومنین پر بہتان تراشی میں اللہ تعالی اتنا غضب ناک ہے کہ وہ بار بار مومنین کو ھلا کے ساتھ توبیخ فرما رہا ہے۔

حین: اس طرف اشارہ کیا کہ اذ،، یہاں حین یعنی وقت کے معنی میں ہے۔

ما ینبغی: یکون کا معنی نکال کر بتادیا کہ یہ ینبغی کے معنی میں ہے یعنی ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم بہتان لگائیں۔

ھو للتعجب ھنا: یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ،، سبحان اللہ،، اللہ کی پاکی اور اس کی عظمت کے لئے بولا جاتا ہے جبکہ یہاں اس کا محل نہیں ہے بلکہ یہاں معاذ اللہ کہنا چاہئے تھا تو شارح نے جواب دیا کہ سبحان اللہ یہاں تعجب کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے، مقصد پاکی بیان کرنا نہیں۔

کذب: بہتان کا معنی نکال کر بتادیا۔

یَنهَاکُمۡ: یہ بتانا مقصود ہے کہ **یعظکم** ،، **ینھاکم** کے معنی میں ہے نصیحت یہاں نہی کے معنی میں ہے۔ کیونکہ **عظم** ہمیشہ من کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جبکہ آیت میں من ذکر نہیں ہوا لہذا شارح نے نھاکم نکال کر اعتراض مقدر کا جواب دیا۔

تَتَّعِظُونَ بِذٰلِكَ: ان کنتم مومنین کی جزا محذوف تھی وہ نکال کر بتادی، کہ اگر تم مومن ہو تو پھر اس سے نصیحت حاصل کرو۔

فِی الۡأَمۡرِ وَالنَّھۡیِ: یبین کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِمَا یَأۡمُرُ بِهٖ وَیَنۡھٰی عَنۡهُ: علیم کا متعلق نکال کر بتادیا کہ جس چیز کا وہ امر اور نہی کرتا ہے اس کو جانتا ہے۔

فیه: حکیم کا متعلق نکال کر بتادیا۔

واقعہ افک پر اللہ کی ناراضگی کا عالم: حضرت عائشہ پر تہمت زنا لگانے پر اللہ رب العزت نے اس سے زیادہ ناراضی کا اظہار کسی مقام پر نہیں فرمایا آیات کریمہ میں اللہ تعالی نے نو (۹) بار زجر و توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کا اظہار فرمایا، وہ آیات یہ ہیں۔

(۱)(إذ سمعتموہ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُونَ وَالۡمُؤۡمِنَاتُ بِأَنۡفُسِھِمۡ خَیۡرًا وَقَالُوا ھٰذَا إِفۡكٌ مُبِینٌ)----

(۲)(لولا جاؤوا عَلَیۡهِ بِأَرۡبَعَةِ شُھَدَاءَ)------------

(۳)(وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُه فِی الدُّنۡیَا والآخرة لمسکم فیما أَفَضۡتُمۡ فِیهِ ------------ عذاب عَظِیم)

(۴)(إِذۡ تَلَقَّوۡنَهُ بِأَلۡسِنَتِکُمۡ وَتَقُولُونَ بِأَفۡوَاھِکُمۡ مَا لَیۡسَ لَکُمۡ بِهِ عِلۡمٌ وَتَحۡسَبُونَهُ ھَیِّنًا وَھُوَ ------------ عند اللہ عَظِیمٌ)

(۵)(ولولا إذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا أن نتکلم بھذا سبحانك ھذا بھتان عظیم)-

(٦)(يَعِظُكُمُ اللهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ)--------------------

(٧)(إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)--------------------

(٨)(وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ)--------------------

(٩)(يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ)--------------------

کیاام المومنین کوتہمت لگانے والوں کوسزا ملی؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت اُم المؤمنین کی شان اوران کی براءت ظاہر فرمانے کے لئے اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ مروی ہے کہ ان بہتان لگانے والوں پر بحکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حد قائم کی گئی اوراسی ۸۰ اسی کوڑے لگائے گئے۔ یادر ہے کہ قرآن کریم میں کسی گناہ پر ایسی تغلیظ وتشدید اور تکرار وتاکید نہیں فرمائی گئی جیسی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے اوپر بہتان باندھنے پر فرمائی گئی، اس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت منزلت ظاہر ہوتی ہے۔

کیا نبی کریم اس معاملہ میں واقعی بدگمان ہو گئے تھے؟ آیت کریمہ کی رو سے مسلمان کو یہی حکم ہے کہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے اور بدگمانی ممنوع ہے۔ بعضے گمراہ بے باک یہ کہہ گزرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ اس معاملہ میں بدگمانی ہوگئی تھی، وہ مفتری کذاب ہیں اور شانِ رسالت میں ایسا کلمہ کہتے ہیں جو مؤمنین کے حق میں بھی لائق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین سے فرماتا ہے کہ تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا تو کیسے ممکن تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدگمانی کرتے اور حضور کی نسبت بدگمانی کا لفظ کہنا بڑی سیاہ باطنی ہے خاص کر ایسی حالت میں جب کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقسم فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرے اہل پاک ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے اور جب کسی نیک شخص پر تہمت لگائی جائے تو بغیر ثبوت مسلمان کواس کی موافقت اور تصدیق کرنا روا نہیں۔

حضرت عائشہ کے خصائص: اس آیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا کمال فضل وشرف ثابت ہوا کہ وہ طیبہ اور پاک پیدا کی گئیں اور قرآن کریم میں ان کی پاکی کا بیان فرمایا گیا اور انہیں مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ دیا گیا۔ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو اللہ تعالیٰ نے بہت خصائص عطا فرمائے جو آپ کے لئے قابل فخر ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں کہ (۱) جبریل امین سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایک حریر پر آپ کی تصویر لائے اور عرض کیا کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں (۲) اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سوا کسی کنواری (باکرہ) سے نکاح نہ فرمایا (۳) اور یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات آپ کی گود میں اور آپ کی نوبت کے دن ہوئی (۴) اور آپ ہی کا حجرہ شریفہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آرام گاہ اور آپ کا روضہ طاہرہ ہوا (۵) اور یہ کہ بعض اوقات ایسی حالت میں حضور پر وحی نازل ہوئی کہ حضرت صدیقہ آپ کے

ساتھ آپ کے لحاف میں ہوتیں (۶) اور یہ کہ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ہیں (۷) اور یہ کہ آپ پاک پیدا کی گئیں (۸) اور آپ سے مغفرت ورزق کریم کا وعدہ فرمایا گیا۔

(إنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الفَاحِشَةُ) بِاللِّسَانِ (فِي الَّذِينَ آمَنُوا) بِنِسْبَتِهَا إِلَيْهِمْ وَهُمْ العُصْبَة (لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا) بِحَدِّ القَذْفِ (وَالآخِرَةِ) بِالنَّارِ لِحَقِّ اللهِ (وَاللهُ يَعْلَمُ) انْتِفَاءَهَا عَنْهُمْ (وَأَنتُمْ) أَيُّهَا العُصْبَة بِمَا قُلْتُمْ مِنَ الإِفْكِ (لَا تَعْلَمُونَ) وُجُودَهَا فِيهِمْ (وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ) أَيُّهَا العُصْبَة (وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ) بِكُمْ لَعَاجَلَكُمْ بِالعُقُوبَةِ (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ) أَيْ طُرُقَ تَزْيِينِهِ (وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ) أَيْ المُتَّبَعُ (يَأْمُرُ بِالفَحْشَاءِ) أَيْ القَبِيحِ (وَالمُنْكَرِ) شَرْعًا بِاتِّبَاعِهَا (وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَى مِنْكُمْ) أَيُّهَا العُصْبَة بِمَا قُلْتُمْ مِنَ الإِفْكِ (مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا) أَيْ مَا صَلَحَ وَطَهُرَ مِنْ هَذَا الذَّنْبِ بِالتَّوْبَةِ مِنْهُ (وَلَكِنَّ اللهَ يُزَكِّي) يُطَهِّرُ (مَنْ يَشَاءُ) مِنَ الذَّنْبِ بِقَبُولِ تَوْبَتِهِ مِنْهُ (وَاللهُ سَمِيعٌ) بِمَا قُلْتُمْ (عَلِيمٌ) بِمَا قَصَدْتُمْ

بے شک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ فحاشی یعنی زبانی طور پر مسلمانوں کے درمیان پھیل جائے یعنی اس کی نسبت ان لوگوں کی طرف ہو اس سے مراد وہ مخصوص گروہ ہے ان کے لیے دنیا میں دردناک عذاب ہے جو حد قذف کی صورت میں ہوگا اور آخرت میں بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے جہنم کی شکل میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان افراد کا اس الزام سے بری ہونا اور تم لوگ! یعنی اے مخصوص گروہ! تم نے جھوٹا الزام لگایا ہے تم لوگ علم نہیں رکھتے اس خامی کے ان لوگوں میں موجود ہونے کا (جن پر تم نے الزام لگایا) اور اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل نہ ہو اے مخصوص گروہ اور اس کی رحمت نہ ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ مہربان اور رحم کرنے والا ہے تم پر کیونکہ وہ تمہیں جلدی سزا دے رہا ہے۔ اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یعنی اس کے آراستہ کیے ہوئے راستے کی اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرے گا تو بے شک یعنی پیروی کرنے والا برائی کا حکم دے گا یعنی خبیث چیز کا اور منکر کا یعنی جس کی پیروی شرعی طور پر ممنوع ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر نہ اور اس کی رحمت نہ ہو تو تم میں سے کوئی بھی پاک نہ ہو سکے اے وہ مخصوص گروہ تم نے جھوٹا الزام لگایا تھا یعنی وہ کبھی نیک نہ ہو اور پاک نہ ہو اس گناہ سے اس سے توبہ کے ذریعے لیکن اللہ تعالیٰ تزکیہ کر دیتا ہے یعنی پاک کر دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے گناہ سے اس کی توبہ قبول کر کے اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے جو تم کہتے ہو اور علم رکھنے والا ہے جو تم ارادہ کرتے ہو۔

اغراض مفسر

بِاللِّسَانِ: فحش کی دو قسمیں ہیں فحش بالفعل اور فحش بالکلام شارح نے یہاں باللسان نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ یہاں فحش سے مراد بالکلام ہے یعنی زبانی طور پر فحاشی کا چرچا ہو۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی منافق حضرت عائشہ کے بارے میں فحش پھیلا رہا تھا۔

بِنِسْبَتِهَا إِلَيْهِمْ: متعلق نکال کر بتا دیا کہ اس فحاشی کو حضرت عائشہ اور حضرت صفوان کی طرف منسوب کرنے کو جو لوگ پسند کرتے ہیں۔

وَهُمُ الْعُصْبَةُ: یحبون کا فاعل نکال کر بتا دیا کہ فحش کی اشاعت کو پسند کرنے والا یہ عصبہ تھا۔

بِحَدِّ الْقَذْفِ: دنیا کے عذاب کی صورت بتا دی کہ حد قذف کی صورت میں ان کو سزا دی جائے گی۔

بِالنَّارِ: آخرۃ کے عذاب کی صورت بتا دی کہ جہنم کی آگ کی صورت میں ان کو سزا دی جائے گی۔

لِحَقِّ اللهِ: سبب نکال کر بتا دیا یعنی آخرت کا عذاب اللہ کے حق کی وجہ سے ہوگا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور دنیا کا عذاب یعنی حد قذف بندے کے حق کی وجہ سے ہوگا کہ اس نے ایک پاکدامن کو عیب لگانے کی کوشش کی۔

انْتِفَاءَهَا عَنْهُمْ: ,,یعلم,, کا مفعول نکال کر بتا دیا کہ اللہ تعالی ان پاکدامنوں سے فحش کی نفی کو جانتا ہے۔

أَيُّهَا الْعُصْبَةُ: انتم کا مخاطب نکال کر بتا دیا کہ یہ خطاب عصبہ کو ہے۔

بِمَا قُلْتُمْ مِنَ الْإِفْكِ: یہاں سے لاتعلمون کا متعلق مقدم ذکر کر دیا۔

وُجُودَهَا فِيهِمْ: یہاں سے ,,لاتعلمون,, کا مفعول بہ نکال کر بتا دیا کہ ان پاکدامنوں سے فحاشی کا وجود تم نہیں جانتے۔ صرف سنی سنائی بولے جا رہے ہو۔

أَيُّهَا الْعُصْبَةُ: یہاں سے علیکم میں کم ضمیر کا مخاطب نکال کر بتا دیا، کہ کم سے مراد عصبہ ہے۔

بِكُمْ: رحیم کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

لَعَاجَلَكُمْ بِالْعُقُوبَةِ: پیچھے لولا شرط کے لئے تھا لیکن اس کی جزا عبارت میں موجود نہیں تھی شارح نے جزا نکال کر بتا دی۔ یعنی اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو البتہ وہ تم کو سزا دینے میں جلدی کرتا۔

أَيْ طُرُقَ تَزْيِينِهِ: شیطان کے قدموں سے مراد شیطان کے مزین کردہ راستے ہیں۔

أَيِ الْمُتَّبَعَ: ,,ہ,, ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا یعنی شیطان، جس کی اتباع کی جاتی ہے۔

أَيِ الْقَبِيحَ: ,,فحشاء,, کا مرادی معنی نکال کر بتا دیا۔ یعنی ہر ناپسندیدہ کام۔

شَرْعًا: یہ نکال کر منکر کی تمیز ذکر کر دی یعنی وہ کام جو از روئے شرع منع ہیں ان منکر شرعی کو کرنے کا یہ حکم دیتا ہے۔

بِاتِّبَاعِهَا: یامر کا متعلق نکال کر بتا دیا، یعنی شیطان حکم دیتا ہے ان منکرات شرعی کی اتباع کا۔

أَيُّهَا الْعُصْبَةُ: یہاں سے منکم میں کم ضمیر کا مخاطب نکال کر بتا دیا، کہ کم سے مراد عصبہ ہے۔

بِمَا قُلْتُمْ مِنَ الْإِفْكِ: یہاں سے ما زکی کا متعلق ذکر کر دیا یعنی تم کو پاک نہ کرتا اس بہتان سے جو تم نے لگایا۔

أي مَا صَلُحَ وَطَهُرَ مِن هٰذَا الذَّنب بِالتَّوبَةِ مِنهُ: آیت کی تفسیر کردی کہ توبہ کے سبب نہ وہ تمہاری اصلاح کرتا اور نہ پاک کرتا۔ یعنی یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں توبہ کی توفیق بخشی تمہاری اصلاح کی اور تمہیں پاک کیا۔

يُطَهِّر: ،،یزکی،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

مِنَ الذَّنب: ،،یزکی،، کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ اس نے گناہوں سے تمہیں پاک کیا۔

بِقَبُولِ تَوبَته مِنهُ: پاک کرنے کا سبب نکال کر بتا دیا کہ توبہ کی قبولیت کے سبب پاک کیا۔

بِمَا قُلتُم: یہاں سے سمیع کا متعلق ذکر کر دیا یعنی وہ سنتا ہے جو تم کہتے ہو۔

بِمَا قَصَدتُم: یہاں سے علیم کا متعلق ذکر کر دیا یعنی وہ جانتا ہے جو بھی ارادہ تم کرتے ہو۔

(ولا يأتل) يحلف (أولو الفضل) أصحاب الغنى (مِنكُم وَالسَّعَة أن) لا (يُؤتُوا أُولِي القُربَى وَالمَسَاكِين وَالمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيل الله) نَزَلَت فِي أَبِي بَكر حلَفَ أن لا ينفق على مسطح وهو بن خالته مسكين مُهاجر بَدرِيّ لَمَّا خَاضَ فِي الإفك بَعد أن كَانَ يُنفق عَلَيهِ وَنَاس من الصَّحَابَة أقسموا أن لا يتصدقوا عَلَى مَن تَكَلَّمَ بِشَيء من الإفك (وَليَعفُوا وَليَصفَحُوا) عَنهُم فِي ذٰلِكَ (ألا تُحِبُّونَ أن يَغفِر الله لَكُم وَالله غَفُور رَحِيم) لِلمُؤمِنِينَ قَالَ أَبُو بَكر بَلَى أنَا أُحِبّ أن يَغفِر الله لِي وَرَجَعَ إِلَى مسطح مَا كَانَ ينفقه عليه(إن الذين يرمون) بالزنى (المُحصَنَات) العَفَائِف (الغَافِلَات) عَن الفَوَاحِش بِأن لَا يَقَع فِي قُلُوبهِنَّ فِعلهَا (المُؤمِنَات) بِاللهِ وَرَسُوله (لعنوا في الدنيا والآخرة ولهم عذاب عظيم)(يَوم) نَاصِبه الِاستِقرَار الَّذِي تَعَلَّق بِهِ لَهُم (تَشهَد) بِالفَوقَانِيَّةِ وَالتَّحتَانِيَّة (عَلَيهِم أَلسِنَتهم وَأَيدِيهِم وَأَرجُلهم بِمَا كَانُوا يَعمَلُونَ) مِن قَول وَفِعل وَهُوَ يوم القيامة(يَومَئِذٍ يُوَفِّيهِم الله دِينهم الحَق) يُجَازِيهِم جَزَاءَهُ الوَاجِب عَلَيهِم (وَيَعلَمُونَ أَنَّ الله هُوَ الحَق المُبِين) حَيثُ حَقَّقَ لَهُم جَزَاءَهُ الَّذِي كَانُوا يَشُكُّونَ فِيهِ وَمِنهُم عَبد الله بن أُبَيّ وَالمُحصَنَات هُنَا أَزوَاج النَّبِيّ صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَم يُذكَر فِي قَذفهنَّ تَوبَة وَمَن ذُكِرَ فِي قَذفهنَّ أَوَّل سُورَة التَّوبَة غَيرهنَّ۔

اور قسم نہ اٹھائیں یعنی حلف نہ اٹھائیں فضیلت رکھنے والے یعنی صاحب حیثیت لوگ 'تم میں سے' اور گنجائش والے' یہ کہ وہ قریبی رشتہ داروں کو غریب کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں

نازل ہوئی تھی جنہوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ مسطح پر خرچ نہیں کریں گے جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے اور غریب مہاجر تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں حصہ لیا تھا اس وقت جب وہ بھی واقعہ افک میں شامل ہو گئے تھے حالانکہ وہ پہلے ان پر خرچ کیا کرتے تھے اس کے علاوہ چند صحابہ کرام نے بھی یہ قسم اٹھائی تھی کہ جس کسی نے افک میں حصہ لیا ہے وہ اس پر خرچ نہیں کریں گے ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور در گزر سے کام لیں ان لوگوں سے' جنہوں نے (افک میں حصہ لیا) اس بارے میں' کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے یعنی مومنین کے لیے' تو حضرت ابو بکر نے کہا تھا جی ہاں! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے تو انہوں نے دوبارہ مسطح کو پہلے کی طرح خرچ دینا شروع کر دیا۔ بے شک وہ لوگ جو الزام لگاتے ہیں' زنا کا' پاکدامن عورتوں پر' جو غافل ہیں گناہوں سے' یعنی ان کے دلوں میں اس کے ارتکاب کا خیال بھی نہیں آیا اور ایمان رکھتی ہیں اللہ اور اس کے رسول پر (ان پر الزام لگانے کی وجہ سے) دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے عظیم عذاب ہو گا۔ اس دن اس کو نصب اس استقرار نے دیا ہے جس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ گواہی دیں گے اس لفظ کو تو فانیہ اور تحتانیہ (یعنی غائب اور حاضر کے صیغے کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے) ان کے خلاف ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں' جو وہ عمل کیا کرتے تھے یعنی قول اور فعل سے تعلق رکھنے والا اور یہ قیامت کے دن ہو گا۔ اس دن جب اللہ تعالیٰ انہیں ان کے دین کا حق کے مطابق بدلہ دے گا یعنی انہیں وہ جگہ دے گا جو ان پر واجب ہو چکی ہو گی اور وہ لوگ یہ بات جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور واضح کرنے والا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان کی جزا کو عملی طور پر ثابت کر دے گا جس کے بارے میں انہیں شک تھا ان میں سے ایک عبداللہ بن ابی ہے یہاں پر ''محصنات'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ازواج ہیں ان پر الزام لگانے کے بارے کی کلعف میں توبہ کا ذکر نہیں ہے اور سورت توبہ کے آغاز میں جن عورتوں پر الزام لگانے کے حوالے سے اس کا ذکر ہے اس سے مراد دیگر خواتین ہیں۔

اغراض مفسر

یحلف: نکال کر یاتل کا آسان اور معروف معنی نکال کر بتادیا، یعنی نہ قسمیں کھائیں صاحب مال لوگ۔

أَصْحَابُ الْغِنَى: اولوا الفضل (صاحب فضیلت) کی تفسیر کر دی یعنی صاحب مال لوگ۔

لا: اس طرف اشارہ کیا کہ یوتوا فعل مضارع سے پہلے لا نافیہ محذوف ہے، اور یوتوا فعل مضارع مثبت نہیں بلکہ منفی ہے۔

نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْر حَلَفَ أَنْ لا يُنفِق عَلَى مِسْطَح وَهُوَ ابْن خَالَته مِسْكِين مُهَاجِر بَدْرِيّ لَمَّا خَاضَ فِي الْإِفْك بَعْد أَنْ كَانَ يُنْفِق عَلَيْهِ وَنَاس مِنَ الصَّحَابَة أَقْسَمُوا أَنْ لَا يَتَصَدَّقُوا عَلَى مَنْ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْإِفْك: یہاں سے اس آیت کریمہ کا شان نزول نکال کر بتادیا،،،،

شانِ نزول: یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ مسطح پر خرچ نہیں کریں گے جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے اور غریب مہاجر تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں حصہ لیا تھا اس وقت جب وہ بھی واقع افک میں شامل ہو گئے تھے حالانکہ وہ پہلے ان پر خرچ کیا کرتے تھے اس کے علاوہ چند صحابہ کرام نے بھی یہ قسم اٹھائی تھی کہ جس کسی نے افک میں حصہ لیا ہے وہ اس پر خرچ نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

جب یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے اور میں مسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا چنانچہ آپ نے اس کو جاری فرمادیا۔

مسئلہ (۱) : اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام پر قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو چاہیے کہ اس کام کو کرے اور قسم کا کفارہ دے، حدیثِ صحیح میں یہی وارد ہے۔

مسئلہ (۲) : اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی اس سے آپ کی علوئے شان و مرتبت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُولوالفضل فرمایا۔

عَنْهُمْ فِي ذٰلِكَ: یہاں سے ،،وَلْيَعْفُوا،، کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی وہ ان کو اس واقعہ افک کے معاملے میں معاف فرمادیں۔

لِلْمُؤْمِنِينَ: غفور کا متعلق یا مفعول غیر صریح نکال کر بتادیا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کی مغفرت کرنے والا ہے۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى أَنَا أُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لِي وَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ مَا كَانَ يُنْفِقُهُ عَلَيْهِ: نزولِ آیت کے بعد کا نتیجہ نکال کر بتادیا کہ جب یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے اور میں مسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا چنانچہ آپ نے اس خرچ کو جاری فرمادیا۔

بِالزِّنٰى: ،،یرمون،، کا متعلق نکال کر بتادیا کہ جو زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔

الْعَفَائِفَ: محصنات کا مرادی معنی نکال کر بتادیا یعنی پاک دامن عورتیں (کیونکہ محصنات شادی شدہ عورتوں کو کہتے ہیں لیکن یہاں پاکباز عورتیں مراد ہیں)۔

عَنِ الْفَوَاحِشِ: یہاں سے غافلات کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی وہ پاک عورتیں جن کو فحاشی کا علم تک نہیں۔

بِأَنْ لَا يَقَعَ فِي قُلُوبِهِنَّ فِعْلُهَا: پاکیزہ کردار عورتوں کی فحش سے غفلت کا سبب بتادیا کہ ان کے دل میں برے فعل کا خیال تک نہیں آتا۔

بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ: مومنات کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی وہ عورتیں جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتی ہیں۔

نَاصِبُهُ الِاسْتِقْرَارُ الَّذِي تَعَلَّقَ بِهِ لَهُمْ: یہاں سے ،،یوم،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ اس کو نصب اس استقرار نے

دیا ہے جس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ یعنی اصل عبارت اس طرح ہوگی ،،**و عذاب عظیم کائن لھم یوم تشھد**،،۔

بِالفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ: **تشھد** کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ فوقانیت یعنی **تشھد** (واحد مونث غائب) بھی پڑھا جاسکتا ہے اور تحتانیت یعنی **یشھد** (واحد مذکر غائب) بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

مِنْ قَوْلٍ وَفِعْلٍ: یہاں سے ما کا بیان نکال کر بتادیا یعنی ان کے اعضاء ان کے قول اور فعل کی گواہی دیں گے۔

زبان اور اعضاء کی گواہی: زبانوں کا گواہی دینا تو ان کے مونہوں پر مُہریں لگائے جانے سے قبل ہوگا اور اس کے بعد مونہوں پر مُہریں لگادی جائیں گی جس سے زبانیں بند ہو جائیں گے اور اعضاء بولنے لگیں گی اور دنیا میں جو عمل کیے تھے ان کی خبر دیں گے جیسے کہ آگے ارشاد ہے۔

وَهُوَ یوم القیامة: یوم کی تفسیر کردی کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہوگا۔

یُجَازِیهِمْ جَزَاءَهُ الْوَاجِب عَلَیْهِمْ: پوری آیت کی تفسیر کردی کہ ،،**یُوَفِّیهِمْ**،، سے مراد ،،**یُجَازِیهِم**،، ہے اور ،،**دِینَهُمْ**،، سے مراد ،،**جَزَاءَهُ**،، ہے اور ،،**الْحَق**،، سے مراد ،،**الواجب**،، ہے یعنی ان کو اس دن وہ جزادے گا جوان پر واجب ہوگئی ہے۔

حَیْثُ حَقَّقَ لَهُمْ جَزَاءَهُ الَّذِی کَانُوا یَشُکُّونَ فِیهِ وَمِنْهُمْ عَبْد اللّٰه بن أُبَیّ: یہ اس لئے لایا گیا ہے تاکہ **کانوا یشکون فیه** کہنا صحیح ہو جائے کہ جزاء میں شک بعض کرتے تھے اور وہ عبداللہ بن ابی تھا اور نہ حضرت حسان، حضرت مسطح اور حضرت حمنہ مومن تھے اور ان کو جزا میں کوئی تردد نہیں تھا۔ اگر ان کو جزا میں شک وتردد ہوتا تو یہ مومن کیسے کہلاتے۔

وَالْمُحْصَنَات هُنَا أَزْوَاج النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مفسر علیہ الرحمہ نے محصنات کی تفسیر کردی کہ اس سے مراد ازواج نبی ﷺ ہیں پھر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ تہمت زنا صرف حضرت عائشہ کو لگائی گئی تو محصنات جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات عفت وصیانت اور نسبت رسول میں مشترک ہیں اس لئے ایک پر تہمت گویا سب پر تہمت ہے اس لئے جمع مونث کا صیغہ لایا گیا۔

لَمْ یُذْکَر فِی قَذْفهنَّ تَوْبَة وَمَنْ ذُکِرَ فِی قَذْفهنَّ أَوَّل سُورَة التَّوْبَة غَیْرهنَّ: ''محصنات'' کی تفسیر کردی کہ ان سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ازواج ہیں ان پر الزام لگانے کے بارے کی کلف میں توبہ کا ذکر نہیں ہے اور سورت توبہ کے آغاز میں جن عورتوں پر الزام لگانے کے حوالے سے اس کا ذکر ہے اس سے مراد دیگر خواتین ہیں۔

(الْخَبِیثَات) مِنْ النِّسَاء وَمِنْ الْکَلِمَات (لِلْخَبِیثِینَ) مِنْ النَّاس (وَالْخَبِیثُونَ) مِنْ النَّاس

(لِلْخَبِيثَاتِ) مِمَّا ذُكِرَ (وَالطَّيِّبَاتُ) مِمَّا ذُكِرَ (لِلطَّيِّبِينَ) مِنَ النَّاسِ (وَالطَّيِّبُونَ) مِنْهُمْ (لِلطَّيِّبَاتِ) مِمَّا ذُكِرَ أَيِ اللَّائِقُ بِالْخَبِيثِ مِثْلُهُ وَبِالطَّيِّبِ مِثْلُهُ (أُولَئِكَ الطَّيِّبُونَ وَالطَّيِّبَاتُ مِنَ النِّسَاءِ وَمِنْهُمْ عَائِشَةُ وَصَفْوَانُ (مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ) أَيِ الْخَبِيثُونَ وَالْخَبِيثَاتُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِيهِمْ (لَهُمْ) للطيبين والطيبات (مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ) فِي الْجَنَّةِ وَقَدِ افْتَخَرَتْ عَائِشَةُ بِأَشْيَاءَ مِنْهَا أَنَّهَا خُلِقَتْ طَيِّبَةً وَوُعِدَتْ مَغْفِرَةً وَرِزْقًا كَرِيمًا(يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا) أَيْ تَسْتَأْذِنُوا (وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا) فَيَقُولُ الْوَاحِدُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ (ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ) مِنَ الدُّخُولِ بِغَيْرِ اسْتِئْذَانٍ (لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) بِإِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الذَّالِ خَيْرِيَّتَهُ فَتَعْمَلُونَ بِهِ(فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا) يَأْذَنُ لَكُمْ (فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ) بَعْدَ الِاسْتِئْذَانِ (ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ) أَيِ الرُّجُوعُ (أَزْكَى) أَيْ خَيْرٌ (لَكُمْ) مِنَ الْقُعُودِ عَلَى الْبَابِ (وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ) مِنَ الدُّخُولِ بِإِذْنٍ وَغَيْرِ إِذْنٍ (عَلِيمٌ) فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ

خبیث عورتیں یا خبیث باتیں' خبیث لوگوں کے لیے ہیں اور خبیث لوگ خبیث عورتوں کے لیے ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور پاکیزہ عورتیں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے پاکیزہ لوگوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ لوگ ان میں سے پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے یعنی خبیث اپنے مثل کے لائق ہے اور پاکیزہ اپنی مثل کے لائق ہے یہ لوگ یعنی پاکیزہ مرد اور پاکیزہ عورتیں جن میں حضرت عائشہ اور صفوان بھی شامل ہیں بری ہیں' اس چیز سے جو وہ کہتے ہیں یعنی خبیث عورتیں اور خبیث مرد کہتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں (یعنی پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں کے بارے میں) ان کے لیے یعنی پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں کے لیے مغفرت ہے اور عزت والا رزق جنت میں' سیدہ عائشہ بعض چیزوں پر فخر کیا کرتی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انہیں طیبہ پیدا کیا گیا اور ان کے لیے مغفرت اور کریم رزق کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اے ایمان والو! ان گھروں میں داخل نہ ہوں جو تمہارے گھر نہیں ہیں اس وقت تک جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کہہ دو کوئی شخص یہ کہے اسلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں جیسا کہ یہ بات حدیث میں موجود ہے یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اجازت کے بغیر اندر داخل ہونے سے' شاید کہ تم نصیحت حاصل کر لو اس میں دوسری "ت" کو "ذ" میں مدغم کر دیا گیا ہے یعنی تمہیں بتا دیا گیا ہے اب تم اس پر عمل کرو۔ اگر اس گھر میں تم کسی کو نہ پاؤ جو تمہیں جواب دیتا تو تم اس گھر میں داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ مل جائے اور اگر تم سے یہ کہہ دیا جائے' یعنی اجازت مانگنے کے بعد' واپس چلے جاؤ تو تم لوگ واپس چلے جاؤ وہ یعنی واپس جانا زیادہ پاکیزہ یعنی زیادہ بہتر ہے تمہارے لیے دروازے پر بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ

تمہارے عمل کے بارے جانتا ہے یعنی تم اجازت لے کر یا بغیر اجازت اندر جاتے ہوئے اور علم رکھتا ہے لہذا وہ تمہیں اس پر جزا دے گا۔

اغراض مفسر

مِنَ النِّسَاءِ وَمِنَ الْكَلِمَاتِ: ،،الخبیثات،، میں دو احتمال تھے شارح نے دونوں نکال کر بتا دیئے کہ اس سے مراد بری عورتیں بھی ہو سکتا ہے اور اس مراد برے کلمات بھی ہو سکتے ہیں۔

مِنَ النَّاسِ: ،،(لِلْخَبِيثِينَ)،، کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی برے لوگ۔

مِنَ النَّاسِ: ،،(وَالْخَبِيثُونَ)،، کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی برے لوگ۔

مِمَّا ذُكِرَ: جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا یعنی اس سے مراد بری عورتیں بھی ہو سکتا ہے اور اس مراد برے کلمات بھی ہو سکتے ہیں۔

مِمَّا ذُكِرَ: جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا یعنی اسمیں دو احتمال تھے کہ اس سے مراد پاک باز عورتیں بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد پاکیزہ کلمات بھی ہو سکتے ہیں۔

مِنَ النَّاسِ: ،،(لِلطَّيِّبِينَ)،، کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی پاک باز لوگ۔

مِنْهُمْ: (وَالطَّيِّبُونَ) کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی پاک باز لوگ۔

مِمَّا ذُكِرَ: جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا یعنی اس سے مراد پاک باز عورتیں بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد پاکیزہ کلمات بھی ہو سکتے ہیں۔

أَيِ اللَّائِقُ بِالْخَبِيثِ مِثْلُهُ وَبِالطَّيِّبِ مِثْلُهُ: آیت کی تفسیر کر دی یعنی خبیث، خبیث کے قابل ہے اور پاکباز، پاکباز کے لائق ہے۔

مِنَ النِّسَاءِ وَمِنْهُمْ عَائِشَةُ وَصَفْوَانُ: یہاں سے الطَّيِّبُونَ وَالطَّيِّبَاتُ کا بیان نکال کر بتا دیا کہ انہی میں حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بھی ہیں۔

أَيِ الْخَبِيثُونَ وَالْخَبِيثَاتُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِيهِمْ: یہاں سے یقولون کا فاعل نکال کر بتا دیا کہ یہ کہنے والے خبیث مرد اور خبیث عورتیں تھیں۔

للطيبين والطيبات: ھم ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا یعنی طیب مرد اور طیب عورتیں۔

فِي الْجَنَّةِ: یہاں سے مغفرت اور رزق کریم کا ظرف نکال کر بتا دیا کہ یہ مغفرت اور رزق کریم جنت میں حاصل ہوگا۔

وَقَدِ افْتَخَرَتْ عَائِشَةُ بِأَشْيَاءَ، مِنْهَا أَنَّهَا خُلِقَتْ طَيِّبَةً وَوُعِدَتْ مَغْفِرَةً وَرِزْقًا كَرِيمًا: یہ آیات حضرت عائشہ کی فضیلت اور ان کی پاکدامنی پر نازل ہوئیں اس لئے وہ اس پر فخر کرتی تھیں کہ وہ پاکدامن پیدا کی گئیں اور ان کے لئے مذکورہ انعامات یعنی مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کمال فضل وشرف: اس آیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کمال فضل وشرف ثابت ہوا کہ وہ طیبہ اور پاک پیدا کی گئیں اور قرآن کریم میں ان کی پاکی کا بیان فرمایا گیا اور انہیں مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ دیا گیا۔ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بہت خصائص عطا فرمائے جو آپ کے لئے قابل فخر ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں کہ جبریل امین سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایک حریر پر آپ کی تصویر لائے اور عرض کیا کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں اور یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سوا کسی کنواری (باکرہ) سے نکاح نہ فرمایا اور یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات آپ کی گود میں اور آپ کی نوبت کے دن ہوئی اور آپ ہی کا حجرہ شریفہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آرام گاہ اور آپ کا روضہ طاہرہ ہوا اور یہ کہ بعض اوقات ایسی حالت میں حضور پر وحی نازل ہوئی کہ حضرت صدیقہ آپ کے ساتھ آپ کے لحاف میں ہوتیں اور یہ کہ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ہیں اور یہ کہ آپ پاک پیدا کی گئیں اور آپ سے مغفرت ورزق کریم کا وعدہ فرمایا گیا۔

أَيْ تَسْتَأْذِنُوا: یہ نکال کر تَسْتَأْنِسُوا کا معروف معنی نکال کر بتا دیا یعنی اجازت لے لو۔ دوسرا یہ کہ حضرت عبد اللہ کی قراءت نکال کر بتادی کہ ان کی قراءت یوں ہے **حَتّٰى تُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا وَتَسْتَاذِنُوْ۔**

فَيَقُوْلُ الْوَاحِدُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيْثٍ: یہاں سے شارح نے اجازت لینے اور گھر میں داخل ہونے کا طریقہ حدیث کی رو سے بتا دیا کہ پہلے سلام کرو پھر داخلے کی اجازت لو، یعنی سلام اجازت سے مقدم ہے۔ تین مرتبہ اجازت لی جائے اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ بغیر ناراض ہوئے واپس چلا جائے۔

داخلے کے بارے شرعی مسائل اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ یا الحمدللہ یا اللہ اکبر کہے یا کھکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر سکونت رکھتا ہو خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحب مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو اوّل سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے اس طرح کہ کہے السلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مقدم کرو۔ حضرت عبد اللہ کی قراءت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے ان کی قراءت یوں ہے **حَتّٰى تُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا وَتَسْتَاذِنُوْا** اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے اجازت چاہے پھر سلام کرے۔

مسئلہ: اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔

مِنَ الدُّخُوْلِ بِغَيْرِ اسْتِئْذَانٍ: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دیا کہ ،،خیر،، اسم تفضیل ہے اور اس تفضیل کا

استعمال تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور ہوتا ہے جبکہ آیت میں ایک طریقہ بھی استعمال نہیں ہوا تو شارح نے **من الدخول** نکال کر اعتراض کا جواب دیا کہ ،، **خیر** ،، کا استعمال من سے ہوا ہے اور وہ محذوف ہے۔اب مطلب یہ ہو جائے گا کہ تمہارا اجازت لینا بہتر ہے اجازت لئے بغیر داخل ہونے سے۔

یہاں دوسری تقریر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسم تفضیل میں مفضل اور مفضل علیہ دونوں کا ذکر ہوتا ہے آیت میں مفضل کا ذکر ہے لیکن مفضل علیہ مذکور نہیں؟ شارح نے **مِنَ الدُّخول بِغَيْرِ اسْتِئْذَان** نکال کر مفضل علیہ ذکر کر دیا۔

مفضل: اس کو کہتے ہیں جس کو فضیلت دی جائے۔

مفضل علیہ: اس کو کہتے ہیں جس پر فضیلت دی جائے۔

جیسے **زید افضل من عمر**،،،، زید عمر سے افضل ہے،، اس میں زید مفضل اور عمر مفضل علیہ ہے۔

مِنَ الدُّخول بِإِذْنٍ وَغَيْرِ إِذْنٍ: ،، ما کا بیان نکال کر بتا دیا کہ تمہارا اذن لے کر اور بغیر اذن داخل ہونے والا عمل اللہ جانتا ہے۔

بِإِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الذَّالِ: ،، **تَذَكَّرُونَ** صیغے کی صرفی تحقیق نکال کر بتا دی کہ یہ اصل میں تتذکرون تھا صرفی قاعدہ کے مطابق دوسری تا کو دال میں بدلا تدذکرون ہو گیا پھر ذال کا ذال میں ادغام کیا تذکرون ہو گیا۔

خَيْرِيَّتَه: یہاں سے **تَذَكَّرُونَ** کا مفعول نکال کر بتا دیا۔

فَتَعْمَلُونَ بِهِ: یہاں سے نتیجہ نکال کر بتا دیا کہ جب یہ چیز تمہارے لئے بہتر ہے تو تم اس پر عمل کرو۔

يَأْذَنَ لَكُمْ: یہاں سے ،احدا، کی صفت نکال کر بتا دی کہ ایسا کوئی شخص گھر میں موجود نہ ہو جو تم کو اجازت دے تو داخل نہ ہو جاؤ۔

بَعْدَ الِاسْتِئْذَانِ: یہاں سے **قیل** کا ظرف نکال کر بتا دیا کہ یہ بات کب کہی جائے یعنی اجازت لینے کے بعد جب تمہیں کہا جائے لوٹ جاؤ۔

أَيِ الرُّجُوعِ: **هو** ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا۔

أَيْ خَيْرٌ: ،، **ازکی** کا مرادی معنی نکال کر بتا دیا یعنی تمارے لئے بہتر ہے۔

مِنَ الْقُعُودِ عَلَى الْبَابِ: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دیا کہ ،، **ازکی** ،، اسم تفضیل ہے اور اس تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور ہوتا ہے جبکہ آیت میں ایک طریقہ بھی استعمال نہیں ہوا تو شارح نے **من القعود** نکال کر اعتراض کا جواب دیا کہ ،، **ازکی** ،، کا استعمال من سے ہوا ہے اور وہ محذوف ہے۔اب مطلب یہ ہو جائے گا کہ تمہارا لوٹ جانا بہتر ہے دروازے پر بیٹھے رہنے سے۔

یہاں دوسری تقریر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسم تفضیل میں مفضل اور مفضل علیہ دونوں کا ذکر ہوتا ہے آیت میں مفضل کا ذکر ہے لیکن مفضل

علیہ ذکور نہیں؟ شارح نے **من القعود علی الباب** نکال کر مفضل علیہ ذکر کر دیا۔
(لوٹ جانا مفضل ہے دروازے پر بیٹھ رہنا مفضل علیہ ہے)۔
مفضل: اس کو کہتے ہیں جس کو فضیلت دی جائے۔
مفضل علیہ: اس کو کہتے ہیں جس پر فضیلت دی جائے۔
جیسے **زید افضل من عمر**۔۔۔۔ زید عمر سے افضل ہے۔۔ اس میں زید مفضل اور عمر مفضل علیہ ہے۔
مِنَ الدُّخُولِ بِإِذْنٍ وَغَيْرِ إِذْنٍ: یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کر بتا دیا کہ تمہارا اذن لے کر اور بغیر اذن داخل ہونے والا عمل اللہ جانتا ہے۔
فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ: فانتیجیه ہے یہاں سے نتیجہ نکال کر بتا دیا کہ پس وہ تمہیں اس پر جزا دے گا۔

(لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ) أَيْ مَنْفَعَةٌ (لَكُمْ) بِاسْتِكْنَانٍ وَغَيْرِهِ كَبُيُوتِ الرُّبُطِ وَالْخَانَاتِ الْمُسَبَّلَةِ (وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ) تُظْهِرُونَ (وَمَا تَكْتُمُونَ) تُخْفُونَ فِي دُخُولِ غَيْرِ بُيُوتِكُمْ مِنْ قَصْدِ صَلَاحٍ أَوْ غَيْرِهِ وَسَيَأْتِي أَنَّهُمْ إِذَا دَخَلُوا بُيُوتَهُمْ يُسَلِّمُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم ان گھروں میں داخل ہو جاؤ جس میں کسی کی رہائش نہیں ہے لیکن اس میں متاع یعنی فائدہ ہے تمہارے لیے یعنی تم وہاں رہ سکتے ہو یا کوئی اور فائدہ ہے جیسا کہ جانور وغیرہ کو (باندھنے کی جگہ ہے) اور سرائے وغیرہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو دوسروں کے گھروں میں بھلائی کے ارادے کے ساتھ یا اس کے بغیر داخل ہونے سے اور عنقریب یہ حکم آئے گا کہ جب وہ لوگ اپنے گھروں میں داخل ہوں تو خود کو سلام کہیں۔

اغراض مفسر

أَيْ مَنْفَعَةٌ: متاع کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔
شانِ نزول: یہ آیت ان اصحاب کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے آمیت استیذان یعنی اوپر والی آیت نازل ہونے کے بعد دریافت کیا تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان اور شام کی راہ میں جو مسافر خانے بنے ہوئے ہیں کیا ان میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے؟
بِاسْتِكْنَانٍ وَغَيْرِهِ: متعلق نکال کر بتا دیا یعنی گرمی وغیرہ سے بچنے کی منفعت۔
كَبُيُوتِ الرُّبُطِ وَالْخَانَاتِ الْمُسَبَّلَةِ: تمثیل بتا دی جیسے مسافر خانے اور دکانیں وغیرہ جہاں لوگ آتے جاتے ہیں۔

تُظهِرُونَ: یہاں سے تبدون کا معروف اور آسان معنی نکال کر بتادیا یعنی جو تم ظاہر کرتے ہو۔
تُخفُونَ: تكتمون کا معروف اور آسان معنی نکال کر بتادیا یعنی جو تم چھپاتے ہو۔
فِی دُخُول غَیر بُیُوتكُمْ مِن قَصد صَلَاح أَوْ غَیره: یہاں سے محذوف متعلق نکال کر بتادیا یعنی غیروں کے گھروں میں اصلاح اور غیر اصلاح کی نیت سے تمہارے داخلے کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔
وَسَیأتِی أَنَّهُمْ إِذَا دَخَلُوا بُیُوتهمْ یُسَلِّمُونَ علی أنفسهم: اپنے گھروں میں داخل ہونے ،سلام کرنے کا حکم اور طریقہ یہاں بیان نہیں ہوا شارح فرماتے ہیں کہ اس کا حکم وطریقہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

(قُلْ لِلْمُؤْمِنِینَ یَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارهمْ) عَمَّا لَا یَحِلّ لَهُمْ نَظَره وَمِنْ زَائِدَة (وَیَحْفَظُوا فُرُوجهمْ) عَمَّا لَا یَحِلّ لَهُمْ فِعْله بِهَا (ذَلِكَ أَزْكَی) أَیْ خَیر (لَهُمْ إِنَّ اللّٰه خَبِیر بِمَا یَصْنَعُونَ) بِالْأَبْصَارِ وَالْفُرُوج فَیُجَازِیهِمْ عَلَیْهِ(وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَات یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارهنَّ) عَمَّا لَا یَحِلّ لَهُنَّ نَظَره (وَیَحْفَظْنَ فُرُوجهنَّ) عَمَّا لَا یَحِلّ لَهُنَّ فِعْله بِهَا (وَلَا یُبْدِینَ) یُظْهِرْنَ (زِینَتهنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) وَهُوَ الْوَجْه وَالْكَفَّانِ فَیَجُوز نَظَره لِأَجْنَبِیّ إِنْ لَمْ یَخَفْ فِتْنَة فِی أَحَد وَجْهَیْنِ وَالثَّانِی یَحْرُم لِأَنَّهُ مَظِنَّة الْفِتْنَة وَرُجِّحَ حَسْمًا لِلْبَابِ (وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ علی جیوبهن) أَیْ یسترن الرؤوس وَالْأَعْنَاق وَالصُّدُور بِالْمَقَانِعِ (وَلَا یُبْدِینَ زِینَتهنَّ) الْخَفِیَّة وَهِیَ مَا عَدَا الْوَجْه وَالْكَفَّیْنِ (إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ) جَمْع بَعْل أَیْ زَوْج (أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتهنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتهنَّ أَوْ إِخْوَانهنَّ أَوْ بَنِی إِخْوَانهنَّ أَوْ بَنِی أخواتهن أونسائهن أَوْ مَا مَلَكَتْ أَیْمَانهنَّ) فَیَجُوز لَهُمْ نَظَره إِلَّا مَا بَیْن السُّرَّة وَالرُّكْبَة فَیَحْرُم نَظَره لِغَیْرِ الْأَزْوَاج وَخَرَجَ بِنِسَائِهِنَّ الْكَافِرَات فَلَا یَجُوز لِلْمُسْلِمَاتِ الْكَشْف لَهُنَّ وَشَمِلَ مَا مَلَكَتْ أَیْمَانهنَّ الْعَبِید (أَوْ التَّابِعِینَ) فِی فُضُول الطَّعَام (غَیْر) بِالْجَرِّ صِفَة وَالنَّصْب اسْتِثْنَاء (أُولِی الْإِرْبَة) أَصْحَاب الْحَاجَة إِلَی النِّسَاء (مِنْ الرِّجَال) بِأَنْ لَمْ یَنْتَشِر ذَكَر كُلّ (أَوْ الطِّفْل) بِمَعْنَی الْأَطْفَال (الَّذِینَ لَمْ یَظْهَرُوا) یَطَّلِعُوا (عَلَی عَوْرَات النِّسَاء) لِلْجِمَاعِ فَیَجُوز أَنْ یُبْدِینَ لَهُمْ مَا عَدَا مَا بَیْن السُّرَّة وَالرُّكْبَة (وَلَا یَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَم مَا یُخْفِینَ مِنْ زِینَتهنَّ) مِنْ خَلْخَال یَتَقَعْقَع (وَتُوبُوا إِلَی اللّٰه جَمِیعًا أَیُّهَا الْمُؤْمِنُونَ) مِمَّا وَقَعَ لَكُمْ مِنْ النَّظَر الْمَمْنُوع مِنْهُ وَمِنْ غَیْره (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) تنجون

مِنْ ذٰلِكَ لِقَبُولِ التَّوْبَةِ مِنْهُ وَفِي الْآيَةِ تَغْلِيبُ الذُّكُورِ عَلَى الْإِنَاثِ

تم مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں ہر اس چیز سے جس کی طرف دیکھنا ان کے لیے جائز نہیں ہے یہاں پر مومن زائدہ ہے اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اس چیز سے جس کا ارتکاب کرنا ان کے لیے جائز نہیں ہے یہ زیادہ پاکیزہ ہے یعنی زیادہ بہتر ہے ان کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں نگاہوں کے حوالے سے اور شرمگاہوں کے حوالے سے تو وہ اس بات پر انہیں جزا دے گا۔ بے شک تم فرما دو مومن عورتوں سے کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں ہر اس چیز سے جس کی طرف دیکھنا ان کے لیے جائز نہیں ہے اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ہر اس عمل سے جس کا کرنا ان کے لیے جائز نہیں ہے اور وہ نمایاں نہ کریں یا ظاہر نہ کریں اپنی زینت کو ماسوائے اس کے جو ظاہر ہو جائے' اس سے مراد چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں' اجنبی شخص کے لیے ان کی طرف دیکھنا جائز ہے' اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہو' دو میں سے ایک صورت میں' اور دوسری صورت کے مطابق یہ بھی حرام ہے' کیونکہ اس میں فتنے کا گمان ہوتا ہے۔ اس لیے اس دروازے کو بند کرنے کے لیے اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے اور ان خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے گریبان پر اپنی چادریں رکھیں یعنی اپنے سر' گردن' سینے کو چادر سے ڈھانپ کر رکھیں اور وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں یعنی پوشیدہ ہی رکھیں اس سے مراد چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ جسم ہے اسے صرف اپنے شوہروں کے سامنے ظاہر کریں یہ لفظ ''بعل'' کی جمع ہے اس سے مراد شوہر ہے' یا اپنے آباؤ کے سامنے یا اپنے شوہروں کے آباؤ اجداد کے سامنے یا اپنے بیٹوں کے سامنے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھتیجوں کے سامنے یا اپنے بھانجوں کے سامنے یا اپنی خواتین کے سامنے یا ان کے سامنے جن کی وہ مالک ہیں تو ان کے لیے اس خاتون کی طرف دیکھنا جائز ہے البتہ ناف سے لے کر گھٹنے تک دیکھنا ان کے لیے بھی جائز نہیں ہے' شوہر کے علاوہ کسی کے لیے بھی اس طرف دیکھنا حرام ہے۔ اس کے ذریعے کافر خواتین خارج ہو جائیں گی مسلمان خواتین کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے سامنے بے پردہ ہوں اور جن کی وہ مالک ہیں ان میں غلام بھی شامل ہوں گے یا پھر پیچھے آنے والے یعنی جو کھانا کھانے کے لیے آتے ہیں جنہیں کوئی لالچ نہیں ہوتا یہاں پر لفظ غیر پر صفت کی وجہ سے زیر پڑھی گئی ہے یا پھر استثنیٰ کی وجہ سے اس پر زبر پڑھی جائے گی یہاں لالچ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں خواتین کی طلب نہیں ہوتی یعنی وہ مرد کہ جن کے جذبات منتشر نہیں ہوتے یا پھر بچے یہاں پر لفظ طفل' اطفال کے معنی میں ہے جو ظاہر نہیں ہوتے یعنی واقف نہیں ہوتے خواتین کے پوشیدہ معاملات پر یعنی (صحبت کے بارے میں نہیں جانتے) تو ان خواتین کے لیے جائز ہے کہ وہ ان کے سامنے اپنے جسم کو ظاہر کر سکتی ہیں جو ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے علاوہ ہو اور وہ اپنے پاؤں نہ ماریں تا کہ ان کی زینت جو ظاہر ہے وہ پتہ چل جائے یعنی پازیب نہ بجائیں اور تم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو! اے مومنو! اس چیز کے حوالے سے جو تم سے ممنوع نظر کے حوالے سے واقف ہو چکی ہو یا

اس کے علاوہ جو کام ہیں تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ یعنی اس سے نجات پا جاؤ اپنی توبہ کے قبول ہونے کی صورت میں اس آیت میں مردوں کا ذکر خواتین کے مقابلے میں تغلیب کے طور پر کیا گیا ہے

اغراض مفسر

عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ نَظَرُه: یہاں سے ،،یَغُضُّوا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ مومن مرد اپنی نگاہیں ان چیزوں سے بچا کر رکھیں کہ جن کی طرف دیکھنا ان کے لیے حلال نہیں۔

مرد اور عورت کے بدن کو دیکھنے کا حکم: مرد کا بدن زیر ناف سے گھٹنے کے نیچے تک عورت ہے، اس کا دیکھنا جائز نہیں اور عورتوں میں سے اپنے محارم اور غیر کی باندی کا بھی یہی حکم ہے مگر اتنا اور ہے کہ ان کے پیٹ اور پیٹھ کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور حرہ اجنبیہ کے تمام بدن کا دیکھنا ممنوع ہے۔ مگر بحالتِ ضرورت قاضی و گواہ کو اور اس عورت سے نکاح کی خواہش رکھنے والے کو چہرہ دیکھنا جائز ہے اور اگر کسی عورت کے ذریعہ سے حال معلوم کر سکتا ہو تو نہ دیکھے اور طبیب کو موضع مرض کا بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: امرد لڑکے کی طرف بھی شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ازواج مطہرات میں سے بعض امہات المومنین سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھیں اسی وقت ابن ام مکتوم آئے حضور نے ازواج کو پردہ کا حکم فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں فرمایا تو تم تو نابینا نہیں ہو۔ (ترمذی وابوداؤد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بھی نامحرم کا دیکھنا اور اس کے سامنے ہونا جائز نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو عبیدہ بن جراح کو لکھا تھا کہ کفار اہل کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمہ عورت کو کافرہ عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا جائز نہیں۔

وَمِنْ زَائِدَة: شارح کہتے ہیں کہ ابصارھم پر من زائدہ ہے اور ابصارھم مفعول بہ ہے یَغُضُّوا کا۔

اعتراض: یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ **یغضوا** اور **یحفظوا** فعل متعدی ہیں لیکن **یغضوا** کا مفعول **ابصارھم** **من** کے ساتھ اور **یحفظوا** کا مفعول **فروجھم** بغیر حرف جر کے ذکر کیا گیا کیوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ابصارھم پر من حرف لانے کی حکمت یہ ہے کہ نظر کا معاملہ شرم گاہ کے معاملے میں زیادہ وسیع اور نازک ہے کہ پہلے نظر بہکتی ہے پھر شرم گاہ اس لئے ابصار پر من کو لایا گیا۔

عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ فِعْلُه بِهَا: یہاں سے ،،یَحْفَظُوا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ مومن مرد اپنی شرمگاہیں ان چیزوں سے محفوظ رکھیں کہ جن کے ساتھ شرم گاہ والا فعل کرنا ان کے لئے حلال نہیں۔

أَيْ خَبِير: ،،ازکی،، کا مرادی معنی نکال کر بتا دیا۔

بِالْأَبْصَارِ وَالْفُرُوج: یہاں سے ،،یَصْنَعُوْنَ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو یہ اپنی آنکھوں اور شرمگاہوں

کے ارتکاب کرتے ہیں۔

اعتراض: آنکھ اور شرم گاہ کے علاوہ دیگر اعضاء بھی گناہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں پھر خاص طور پر ان دو اعضاء کا ذکر کیوں کیا۔

جواب: چونکہ یہ دو اعضاء تمام اعضاء کا مقدمہ ہوتے ہیں یعنی گناہ میں یہ اعضاء دیگر اعضاء سے پہلے اور بنیادی کردار ادا کرتے ہیں باقی اعضاء ان کے تابع لہذا خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا۔

فَيُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ: یہاں سے نتیجہ نکال کر بتا دیا کہ وہ انہیں اس پر جزا دے گا۔

عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُنَّ نَظْرُهُ: یہاں سے ،،يَغْضُضْنَ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ مومن عورتیں اپنی نگاہیں ان چیزوں سے جھکا کر رکھیں کہ جن کی طرف دیکھنا ان کے لئے حلال نہیں۔

عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُنَّ فِعْلُهُ بِهَا: یہاں سے ،،يَحْفَظْنَ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ مومن عورتیں اپنی شرم گاہیں ان چیزوں سے محفوظ رکھیں کہ جن کے ساتھ شرم گاہ والا فعل کرنا ان کے لئے حلال نہیں۔

عورتوں کا معاملہ بہت نازک ہے اس لئے ان آیات میں خاص طور پر ان کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان آیات میں پچیس (۲۵) ضمائر عورتوں کی ذکر کی گئی ہیں جن کی قرآن پاک میں اور کہیں مثال نہیں ملتی۔ حدیث پاک میں ہے کہ عورت جب گھر سے آتی ہے تو شیطان اس کے سر پر سوار ہو کر اس کو ہر اس شخص کے لئے مزین کرتا ہے جو اس عورت کو دیکھتا ہے اور جب عورت واپس جاتی ہے تو شیطان اس کی پشت پر سوار ہو کر اس کو پیچھے سے ہر اس شخص کے لئے آراستہ کرتا ہے جو اس کو دیکھتا ہے۔ **(تفسیر صاوی)**

يُظْهِرْنَ: یہاں سے تبدین کا معروف اور آسان معنی نکال کر بتا دیا یعنی نہ ظاہر کریں۔

وَهُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ: ظهر کا فاعل نکال کر بتا دیا کہ ظاہر اعضاء دو ہیں چہرہ اور ہتھیلیاں،

فَيَجُوزُ نَظْرُهُ لِأَجْنَبِيٍّ إِنْ لَمْ يَخَفْ فِتْنَةً فِي أَحَدِ وَجْهَيْنِ: شارح علیہ الرحمہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا حکم بیان فرما رہے ہیں (۱) کہ اگر ان کو دیکھنے سے فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز ہے۔

وَالثَّانِي يَحْرُمُ: (۲) ثانی یہ کہ اگر فتنے کا خوف ہو تو دیکھنا حرام ہے۔

لِأَنَّهُ مَظِنَّةُ الْفِتْنَةِ: یہاں سے اس کی علت نکال کر بتا دی کہ یہ فتنے کا محل ہے۔

وَرُجِّحَ حَسْمًا لِلْبَابِ: یہاں سے مفتی بہ قول نکال کر بتا دیا کہ فتنہ کا باب بند کرنے کے لئے دوسری صورت کو ترجیح دی گئی ہے

أَيْ يَسْتُرْنَ الرُّؤُوسَ وَالْأَعْنَاقَ وَالصُّدُورَ بِالْمَقَانِعِ: پوری آیت کی تفسیر کر دی کہ اپنے سروں گردنوں اور سینوں کو دوپٹوں سے ڈھانپ کر رکھیں۔

الْخَفِيَّةَ: ،،زينتهن،، کی صفت نکال کر بتا دی یعنی اپنی خفیہ زینت ظاہر مت کریں۔

وَهِيَ مَا عَدَا الْوَجْهَ وَالْكَفَّيْنِ: یہاں سے خفیہ زینت کی تفسیر کر دی کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا ہے۔

جَمع بَعْل أَيْ زَوج:...بعول.. کی لغوی تحقیق نکال کر بتادی کہ یہ بعل کی جمع ہے اور اس کا معنی شوہر ہے۔

فَيَجُوز لَهُمْ نَظره إلَّا مَا بَيْنَ السُّرَّة وَالرُّكبَة: یہاں سے مذکورہ رشتہ داروں کے لئے عورت کو دیکھنے کا جواز کا حکم بیان ہو رہا ہے کہ ان محرم رشتہ داروں کا عورت سے پردہ نہیں (یہ بارہ قسم کے لوگ ہیں)۔ سینہ سے گھٹنے تک کے اعضاء کے علاوہ باقی اعضاء کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔

فَيَحْرُم نَظره لِغَيْرِ الْأَزْوَاج: یہاں سے ناف اور گھٹنے کے درمیان کے اعضاء یعنی رانیں اور شرم گاہ کا حکم بیان ہو رہا ہے کہ شوہر کے علاوہ لوگوں کے لئے ان اعضاء کی طرف دیکھنا حرام ہے۔

وَخَرَجَ بِنسَائِهِنَّ الْكَافِرَات فَلَا يَجُوز لِلْمُسْلِمَاتِ الْكَشف لَهُنَّ: مفسر علیہ الرحمہ ایک تیسرا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ نسائھن کی قید سے کافر عورتیں خارج ہیں یعنی کافر عورتیں مسلمان عورت کے اعضاء ستر نہیں دیکھ سکتیں لہذا مومن عورت ان کے سامنے بے پردہ نہ ہو۔ اور اپنی شرم کا اعضاء ان کے سامنے مت کھولے کیونکہ وہ اپنے کافر لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کرے گی اور مفاسد پیدا ہوں گے۔

وَشَمَلَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانهنَّ الْعَبِيد: یہاں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ماملکت ایمانھن عام ہے اس میں لونڈی اور غلام سب شامل ہیں۔ یعنی ان سے بھی عورت کا پردہ نہیں۔

فِي فُضُول الطَّعَام: یہاں سے تابعین کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی وہ لوگ جو بچے ہوئے کھانے کی تلاش میں ہوں۔

بِالْجَرِّ صِفَة وَالنَّصب اسْتِثْنَاء: یہاں سے غیر کا ترکیبی احتمال بتا رہے ہیں کہ اس میں دو ترکیبی احتمال ہیں (۱) جر (۲) نصب۔ (۱) جر کی صورت میں یہ تابعین کی صفت ہوگا کیونکہ تابعین مجرور ہے سابقہ عطف کی وجہ سے (۲) اور نصب کی صورت میں یہ حرف استثناء ہوگا کیونکہ غیر استثناء کی صورت میں منصوب ہوتا ہے۔

أَصْحَاب الْحَاجَة إِلَى النِّسَاء: اولی الاربہ کی تفسیر کردی کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو عورتوں کی خواہش نہیں ہوتی اور نہ عورتوں کی طرف ان کا میلان ہوتا ہے نہ آلہ تناسل میں انتشار پیدا ہوتا ہے بس کھانے کے لئے عورتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اس سے بھی عورت کا پردہ نہیں، یعنی گھٹنے اور سینے کے علاوہ اعضاء کا پردہ کرنا لازم نہیں۔

بِأَنْ لَمْ يَنْتَشِر ذَكَر كُلّ: یعنی آلہ تناسل میں انتشار پیدا نہیں ہوتا، گھروں میں کھانا وغیرہ مانگنے آجاتے ہیں، ان سے بھی عورت کا پردہ نہیں۔

بِمَعْنَى الْأَطْفَال: طفل کی لغوی تحقیق نکال کر بتادی کہ یہ واحد ہے لیکن جمع کے معنی میں ہے یعنی تمام چھوٹے بچے ان سے بھی عورت کا پردہ نہیں۔

يَطَّلِعُوا لِلْجِمَاعِ: یہاں سے یظهروا کا معنی نکال کر بتادیا کہ یہ مطلع ہونے کے معنی میں ہے پھر للجماع سے متعلق

نکال کرتا دیا یعنی یہ جماع وغیرہ باتوں سے مطلع نہیں ہوتے۔

فَيَجُوزُ أَن يُبْدِينَ لَهُمْ مَا عَدَا مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ: نتیجہ اور حکم نکال کرتا دیا کہ مذکورہ لوگوں کے لئے سینہ اور گھٹنوں کے درمیانی اعضاء کے علاوہ باقی اعضاء کا پردہ عورت پر لازم نہیں۔

مِنْ خَلْخَالٍ يَتَقَعْقَعُ: زینت کا بیان نکال کرتا دیا یعنی پازیب جس سے چھن چھن کی آواز پیدا ہوتی ہے یعنی ایسی آواز والا زیور جو مردوں کو اپنی طرف مائل کرے اس آواز کو ظاہر مت کرو۔

یعنی عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے۔

مسئلہ: اسی لئے چاہیئے کہ عورتیں باجے دار جھانجھن نہ پہنیں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا نہیں قبول فرماتا جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔ اس سے سمجھنا چاہیئے کہ جب زیور کی آواز عدمِ قبولِ دعا کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کیسی موجبِ غضبِ الٰہی ہوگی، پردے کیطرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے۔ (اللہ کی پناہ)

مِمَّا وَقَعَ لَكُمْ مِنَ النَّظَرِ الْمَمْنُوعِ مِنْهُ وَمِنْ غَيْرِهِ: توبوا کا متعلق نکال کرتا دیا کہ ان افعال سے توبہ کرو جو تم سے نظرِ ممنوع وغیرہ کے طور پر واقع ہوئے۔

تَنْجُونَ: تفلحون کا مرادی معنیٰ بتا دیا۔

مِنْ ذٰلِكَ: یہاں سے تفلحون کا متعلق نکال کرتا دیا۔

لِقَبُولِ التَّوْبَةِ مِنْهُ: فلاح کا سبب نکال کرتا دیا کہ توبہ کی قبولیت کے سبب تم فلاح پا جاؤ۔

وَفِي الْآيَةِ تَغْلِيبُ الذُّكُورِ عَلَى الْإِنَاثِ: ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا کہ سابق میں عورت کے احکام بیان ہوئے اور مونث کے صیغے استعمال کیے گئے، "لِلْمُؤْمِنَاتِ، يَغْضُضْنَ، وَيَحْفَظْنَ، فُرُوجَهُنَّ، زِينَتَهُنَّ، لِيَضْرِبْنَ، لَا يُبْدِينَ، أَيْمَانُهُنَّ، يَضْرِبْنَ، يُخْفِينَ" لیکن آخر میں مذکر کے صیغے "وَتُوبُوا، الْمُؤْمِنُونَ، لَعَلَّكُمْ، تُفْلِحُونَ" ذکر ہوئے؟ شارح نے اس کا جواب دیا کہ مذکر کو مونث پر غلبہ حاصل ہے لہٰذا امر دکی تغلیب کی بناء پر مذکر کے صیغے استعمال کیے گئے۔ لیکن حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔

(وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ) جَمْعُ أَيِّمٍ وَهِيَ مَنْ لَيْسَ لَهَا زَوْجٌ بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا وَمَنْ لَيْسَ لَهُ زَوْجٌ وَهٰذَا فِي الْأَحْرَارِ وَالْحَرَائِرِ (وَالصَّالِحِينَ) الْمُؤْمِنِينَ (مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ) وَعِبَادٌ مِنْ جُمُوعِ عَبْدٍ (إِنْ يَكُونُوا) أَيِ الْأَحْرَارُ (فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ) بِالتَّزَوُّجِ (مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ) لِخَلْقِهِ (عَلِيمٌ) بِهِمْ (وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا) مَا يَنْكِحُونَ بِهِ مِنْ

(وَالَّذِينَ
مهر ونفقة عن الزنى (حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللهُ) يُوَسِّعَ عَلَيْهِمْ (مِنْ فَضْلِهِ) فَيَنْكِحُونَ
يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ) بِمَعْنَى الْمُكَاتَبَةِ (مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) مِنَ الْعَبِيدِ وَالْإِمَاءِ (فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ
عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا) أَيْ أَمَانَةً وَقُدْرَةً عَلَى الْكَسْبِ لِأَدَاءِ مَالِ الْكِتَابَةِ وَصِيغَتُهَا مَثَلًا
كَاتَبْتُكَ عَلَى أَلْفَيْنِ فِي شَهْرَيْنِ كُلَّ شَهْرٍ أَلْفٌ فَإِذَا أَدَّيْتَهُمَا فَأَنْتَ حُرٌّ فَيَقُولُ قَبِلْتُ
(وَآتُوهُمْ) أَمْرٌ لِلسَّادَةِ (مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي آتَاكُمْ) مَا يَسْتَعِينُونَ بِهِ فِي أَدَاءِ مَا الْتَزَمُوهُ
لَكُمْ وَفِي مَعْنَى الْإِيتَاءِ حَطُّ شَيْءٍ مِمَّا الْتَزَمُوهُ (وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ) إِمَاءَكُمْ (عَلَى الْبِغَاءِ)
الزنى (إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا) تَعَفُّفًا عَنْهُ وَهٰذِهِ الْإِرَادَةُ مَحَلُّ الْإِكْرَاهِ فَلَا مَفْهُومَ لِلشَّرْطِ
(لِتَبْتَغُوا) بِالْإِكْرَاهِ (عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ كَانَ يُكْرِهُ جَوَارِيَهُ
عَلَى الْكَسْبِ بالزنى (وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ) لَهُنَّ (رَحِيمٌ) بِهِنَّ

اورتم اپنے میں سے "ایامیٰ" کا نکاح کروادو یہ لفظ "آیم" کی جمع ہے اس سے مراد وہ خاتون ہے جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ یا طلاق یافتہ ہو اور یہ لفظ آزاد مردوں اور آزاد عورتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور نیک لوگوں یعنی اہل ایمان جو تمہارے بندوں میں سے ہیں اور تمہارے کنیزوں میں سے ہیں لفظ "عباد" عبد کی جمع ہے اگر وہ ہوں یعنی آزاد لوگ غریب ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں خوشحال کردے گا شادی کرنے کے نتیجے میں اپنے فضل کے تحت اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے اپنی مخلوق کے لیے اور علم رکھنے والا ہے ان کے بارے میں۔ اور جو لوگ نکاح نہیں کر سکتے انہیں بچنے کی کوشش کرنی چاہیے یعنی جو لوگ مہر اور نفقہ کے حوالے سے نکاح نہیں کر سکتے انہیں زنا سے بچنا چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں غنی کر دے یعنی انہیں فراخی عطا کردے اپنے فضل کے تحت تو نکاح کر لیں اور وہ لوگ جو کتاب تلاش کرتے ہیں یہاں یہ لفظ مکاتبت کے معنی میں ہے ان لوگوں کے ساتھ جن کے وہ مالک ہیں یعنی جو غلام اور جو کنیزیں ہیں تم ان کے ساتھ کتابت کا معاہدہ کرلو اگر تم اس بارے میں بھلائی جانتے ہو یعنی امانت کا علم ہو اور کتابت کے مال کی ادائیگی کے لیے کمائی کرنے کی صلاحیت کا علم ہو مثلاً یہ کہو کہ تمہارے ساتھ دو ہزار روپے کے عوض میں دو مہینوں کا کتابت کا معاہدہ کرتا ہوں ہر مہینے ایک ہزار ادا کرنا ہوگا جب تم اسے ادا کر دو گے تو تم آزاد ہو گے تو وہ جواب میں کہے کہ میں یہ قبول کرتا ہوں اور تم انہیں دو یہ حکم آقاؤں کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کے مال میں سے جو اس نے تمہیں دیا ہے یعنی جو ادائیگی تم نے ان پر لازم کی ہے اس بارے میں ان کی مدد کرو اور تم اپنی لڑکیوں کو یعنی کنیزوں کو مجبور نہ کرو سرکشی پر یعنی زنا کرنے پر اگر وہ پاکدامنی اختیار کرنا چاہتی ہیں یہ ارادہ مجبور کرنے کے محل میں ہے یہ شرط کا مفہوم نہیں رکھتا تاکہ تم اس مجبور کرنے کے ذریعے دنیاوی فائدہ حاصل کرلو یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو اپنی کنیزوں کو زنا کرنے کے ذریعے کمانے پر مجبور کرتا تھا اور جو انہیں

مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور ہونے کے بعد ان کے لیے مغفرت کرنے والا ہے اور ان پر رحم کرنے والا ہے۔

اغراض مفسر

جمع أيم: یہاں سے ایامی کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ ایمہ کی جمع ہے۔

وَهِيَ مَنْ لَيْسَ لَهَا زَوْج بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا: یہاں سے ایمہ کی تعریف کردی کہ ان عورتوں کو کہتے ہیں جن کا شوہر نہ ہو چاہے وہ باکرہ یعنی کنواری ہو یا ثیبہ یعنی شادی شدہ ہو۔

وَمَنْ لَيْسَ لَهُ زَوْج وَهٰذَا فِي الْأَحْرَارِ وَالْحَرَائِرِ: اور ایمہ ان مردوں کو بھی کہتے ہیں جن کی بیوی نہ ہو اور یہ تعریف آزاد مرد اور آزاد عورتوں کے بارے میں ہے۔

الْمُؤْمِنِيْنَ: صالحین کا مرادی معنی بتادیا کہ صالحین سے مراد مومنین ہیں۔

وَعِبَاد مِنْ جُمُوعِ عَبْد: عباد کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ عبد کی جمع ہے۔

اعتراض: آیت میں عبد کی نسبت انسانوں کی طرف کی گئی ہے، عبادکم، حالانکہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے عبد یعنی بندے ہیں؟

جواب: اس کے جواب کے لئے ایک تفسیری قاعدہ سمجھنا بہت ضروری ہے۔

عبد کے بارے ضروری قاعدہ: (ا) جب "عبد" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد مخلوق عابد یا بندہ ہوتا ہے (ب) جب "عبد" کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی خادم نوکر ہوں گے۔

"الف" کی مثال ان آیات میں ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاک ہے وہ جو اپنے بندہ خاص کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ (پ15، بنی اسرآءیل)

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ

میرے خاص بندوں پر اے ابلیس تیرا قابو نہ ہوگا۔ (پ15، بنی اسرآءیل 65)

ان تمام آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہے اس لئے یہاں "عبد" کے معنی بندہ یا عابد ہوں گے۔

"ب" کی مثال ان آیات میں ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ

اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا۔ (پ18، النور 32)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

فرمادو کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر رحمت سے ناامید ہو اللہ کی رحمت سے (پ24، الزمر 53)

ان آیتوں میں چونکہ ''عبد'' کی نسبت بندوں کی طرف ہے اس لئے اس کے معنی مخلوق نہ ہوں گے بلکہ خادم، غلام ہوں گے لہذا عبدالنبی اور عبدالرسول کے معنی ہیں نبی کا خادم۔

أيِ الْأحْرَار: ان یکونوا کی ہم ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔

بِالتَّزَوُّج: فقراء کے غنی کا سبب نکال کر بتادیا۔

لِخَلْقِهِ: واسع کا متعلق بتادیا کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق کو وسعت دینے والا ہے۔

بِهِمْ: علیم کا متعلق بتادیا کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق کو جاننے والا ہے۔

مَا يَنكِحُونَ بِهِ من مهر ونفقة: یہ بتانا مقصود ہے کہ آیت میں ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہے نکاح بول کر نکاح کے لوازمات مہر و نان نفقہ مراد لئے گئے ہیں یعنی جو نکاح کے لوازمات مہر و نان نفقہ نہیں پاتے وہ اپنے آپ کو بدکاری سے بچائیں۔

عن الزنى: یہاں سے ،،وَلْيَسْتَعْفِفْ،، کا متعلق نکال کر بتادیا کہ وہ اپنے آپ کو بدکاری سے بچائیں۔

يُوَسِّع عَلَيْهِمْ: آیت کی تفسیر کردی کہ اللہ تعالی ان کو وسعت مال عطا فرمادے۔

فَيَنكِحُونَ: جزا یا نتیجہ نکال کر بتادیا کہ جب اللہ تعالی ان کو وسعت مال دے گا تو وہ نکاح کرلیں۔

نکاح کرنے کا حکم شرعی: حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو نکاح کی قدرت رکھے وہ نکاح کرے کہ نکاح پارسائی و پاک بازی کا معین ہے اور جسے نکاح کی قدرت نہ ہو وہ روزے رکھے کہ یہ شہوتوں کو توڑنے والے ہیں۔

بِمَعْنَى الْمُكَاتَبَة: کتاب مصدر باب مفاعلہ یعنی مکاتبہ کے معنی میں ہے یعنی دونوں باہم مکاتبہ کا معاملہ کرنا چاہیں۔

مِنَ الْعَبِيد وَالْإِمَاء: ما کا بیان نکال کر بتادیا یعنی غلام اور لونڈیاں۔

أي أمَانَة وَقُدرَة عَلَى الْكَسْب لِأَدَاء مَال الْكِتَابَة: یہاں سے خیر کی تفسیر کردی یعنی غلاموں میں اگر امانت کا لحاظ اور مال کی ادائیگی کے لئے کمائی کی قدرت پاؤ تو ان سے مکاتبہ کرلو۔

وَصِيغَتُهَا مَثَلًا كَاتَبْتُكَ عَلَى أَلْفَيْنِ فِي شَهْرَيْنِ كُلّ شَهْر أَلْف فَإِذَا أَدَّيْتهمَا فَأَنْت حُرّ فَيَقُول قَبِلْت: شارح نے یہاں سے مکاتبہ کا طریقہ اور اس کے الفاظ بیان کردئے ،، کہ مالک یہ کہے کہ میں نے تجھ سے دو ماہ کے لئے دو ہزار پر مکاتبت کی اس طرح کہ ہر ماہ ایک ہزار دو گے اور جب تو نے ایسا کردیا تو تو آزاد ہے غلام کہے میں نے قبول کیا۔

مکاتبت کا حکم شرعی: کہ وہ اس قدر مال ادا کر کے آزاد ہو جائیں اور اس طرح کی آزادی کو کتابت کہتے ہیں اور آیت میں اس کا امر استحباب کے لئے ہے اور یہ استحباب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے جو اس کے بعد ہی آیت میں مذکور ہے۔

شانِ نزول: حویطب بن عبدالعزی کے غلام صبیح نے اپنے مولی سے کتابت کی درخواست کی، مولی نے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اس کو سو دینار پر مکاتب کردیا اور ان میں سے بیس اس کو بخش دئے باقی اس نے ادا کردیے۔

أمر لِلنَّدَادَة: یہ بتانا مقصود ہے کہ آیت میں امر ،،وَآتُوهُم،، استحباب کے لئے ہے یعنی ان کی آزادی کے لئے ان کو مال کے ساتھ تعاون کرنا ایک مستحب امر ہے۔

بھلائی سے مراد امانت ودیانت اور کمائی پر قدرت رکھنا ہے کہ وہ حلال روزی سے مال حاصل کر کے آزاد ہو سکے اور مولیٰ کو مال دے کر آزادی حاصل کرنے کے لئے بھیک نہ مانگتا پھرے اسی لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کو مکاتب کرنے سے انکار فرما دیا جو سوائے بھیک کے کوئی ذریعہ کسب کا نہ رکھتا تھا۔ مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ وہ مکاتب غلاموں کو زکوۃ وغیرہ دے کر مدد کریں جس سے وہ بدلِ کتابت دے کر اپنی گردن چھڑا سکیں اور آزاد ہو سکیں۔

مَا يَسْتَعِينُونَ بِهِ فِي أَدَاءِ مَا الْتَزَمُوهُ لَكُمْ وَفِي مَعْنَى الْإِيتَاءِ حَطُّ شَيْءٍ مِمَّا الْتَزَمُوهُ:

إِمَاءِكُمْ: یہاں سے ،،فَتَيَاتِكُم،، کا آسان اور معروف معنی نکال کر بتا دیا، یعنی لونڈیاں۔

الزنى: یہاں سے ،،بغاء،، کا آسان اور معروف معنی نکال کر بتا دیا، یعنی زنا۔

تَعَفُّفًا عَنْه: یہاں سے ،،تحصنا،، کا آسان اور معروف معنی نکال کر بتا دیا، یعنی بچنا چاہیں۔

وَهٰذِهِ الْإِرَادَة مَحَلّ الْإِكْرَاه فَلَا مَفْهُوم لِلشَّرْط: یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا کہ عورتوں کو زنا پر مجبور مت کرو اگر وہ زنا سے بچنے کا ارادہ کریں تو،، اب اس کلام کا مخالف مفہوم یہ ہوگا کہ اگر وہ زنا کا ارادہ رکھتی ہوں تو پھر جبر کرنا جائز ہو جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ اجبار یعنی جبر کرنے کی ضرورت ہی تب پڑے گی جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں لیکن جب وہ خود ہی زنا پر راضی ہوں اور پاکدامن نہ رہنا چاہیں تو اجبار یعنی جبر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

بِالْإِكْرَاه: یہاں سے تبتغوا کا سبب نکال کر بتا دیا یعنی تم اکراہ کے ذریعے دنیا کے مال طلب کرتے ہو۔

نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللهِ بْن أُبَيّ كَانَ يُكْرِه جَوَارِيَهُ عَلَى الْكَسْب بالزنى: آیت کریمہ کا شان نزول نکال کر بتا دیا کہ عبداللہ بن ابی منافق اپنی لونڈیوں کے ذریعے زنا کی کمائی کھاتا تھا۔

شان نزول: بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس کی دو لونڈیاں (۱) مسیکہ (۲) امیمہ، زنا کو ناپسند کرتی تھیں وہ دونوں بارگاہ مصطفیٰ میں حاضر ہوئیں اور اس کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

لَهُنَّ: غفور کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ یہ مجبور تھیں اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔

اعتراض: یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اکراہ یعنی مجبوری کی صورت میں گناہ مباح وجائز ہو جاتا ہے مذکورہ عورتوں کے لئے اکراہ کی صورت میں زنا مباح تھا اور ان پر کوئی گناہ نہیں تھا پھر ان کے گناہوں کی مغفرت کا کیا مطلب؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مجبور کر کے زنا کرنے کے دوران بعض اوقات حصول لذت کی وجہ سے عورت کو بھی میلان ہو جاتا ہے

اور وہ بھی اس میں شریک ہو جاتی ہے اس لئے ،، غفور لھن ،، کہا گیا۔
بِهِنّ: رحیم کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ ان مجبور ولاچار پر اللہ رحم کرے گا۔

(وَلَقَد أَنزَلنَا إِلَيكُم آيَات مُبَيِّنَات) بِفَتحِ اليَاء وَكَسرهَا فِي هَذِهِ السُّورَة بَيّن فِيهَا مَا ذُكِرَ أَو بَيِّنَة (وَمَثَلًا) خَبَرًا عَجِيبًا وَهُوَ خَبَر عَائِشَة (مِنَ الَّذِينَ خَلَوا مِن قَبلِكُم) أَي مِن جِنس أَمثَالهم أَي أَخبَارهم العَجِيبَة كَخَبَرِ يُوسُف وَمَريَم (وَمَوعِظَة لِلمُتَّقِينَ) فِي قَوله تَعَالَى (وَلَا تَأخُذكُم بِهِمَا رَأفَة فِي دِين الله) (لَولَا إِذ سَمِعتُمُوهُ ظَنَّ المُؤمِنُونَ) إلَخ (وَلَولَا إِذ سَمِعتُمُوهُ قُلتُم) إلَخ (يَعِظكُم الله أَن تَعُودُوا) إلَخ وَتَخصِيصهَا بِالمُتَّقِينَ لِأَنَّهُم المُنتَفِعُونَ بِهَا

ہم نے تمہاری طرف واضح آیات نازل کی ہیں اس میں "ی" پر زبر بھی پڑھی جاسکتی ہے اور زیر بھی پڑھی جاسکتی ہے وہ آیات اس سورت میں ہیں اس میں یہ بات اس نے بیان کی ہے جو ذکر کی گئی ہے یا یہ اس چیز کو بیان کرتی ہیں اس کی مثال وہ عجیب خبر ہے جو سیدہ عائشہ کے بارے میں ہے ان لوگوں کے بارے میں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی جو تم جیسے لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کی عجیب خبروں میں حضرت یوسف، حضرت مریم وغیرہ کا واقعہ ہے اور یہ پرہیزگار لوگوں کے لیے نصیحت ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔" تم دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دین کے حوالے سے کسی نرمی کا مظاہرہ نہیں کرنا" (اس کے علاوہ یہ ہے) "اور جب تم نے اس بارے میں سنا تو مومنوں نے یہ گمان کیوں نہیں کیا"۔ اس کے علاوہ یہ ہے "اور جب نے اسے سنا تو تم نے یہ کیوں نہیں کہا"۔ "اور اللہ تعالیٰ تمہیں وعظ کرتا ہے کہ تم دوبارہ ایسا (نہ کرنا)" یہاں پر پرہیزگاروں کو خاص اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

اغراض مفسر

بِفَتحِ اليَاء وَكَسرهَا: یہاں سے ،، مبینات ،، کی صرفی تحقیق بیان کر دی کہ یہ فتح کے ساتھ اسم مفعول بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسرہ کے ساتھ اسم فاعل بھی پڑھ سکتے ہیں۔

فِي هَذِهِ السُّورَة بَيّن فِيهَا مَا ذُكِرَ أَو بَيِّنَة: اسم مفعول اور اسم فاعل دونوں صورتوں میں اس کے دونوں معنی نکال کر بتا دیئے۔ (۱) اس سورت میں وہ احکام بیان کئے گئے جو پیچھے ذکر کئے گئے (۲) یا اس میں احکام کو واضح کرنے والی آیات نازل کی ہیں۔ دوسرا یہ کہ فتح کی صورت میں بین اور کسرہ کی صورت میں بینة ہوگا۔

خَبَرًا عَجِيبًا وَهُوَ خَبَر عَائِشَة: مثلا کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا یعنی حضرت عائشہ کا واقعہ جیسا نازل کیا۔

أَىْ مِنْ جِنْسِ أَمْثَالِهِمْ أَىْ أَخْبَارِهِمُ الْعَجِيبَةِ كَخَبَرِ يُوسُفَ وَمَرْيَمَ: یہاں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آیات میں کچھ مضامین محذوف ہیں مفسر نے وہ ذکر کر دیئے، اب مطلب یہ ہوگا کہ یہ واقعہ عجیب وغریب ہونے میں سابقہ لوگوں کے عجیب وغریب واقعات کی مثل ہے جیسے واقعہ یوسف واقعہ مریم کہ ان پر بھی ایسی ہی تہمت لگائی گئی تھی جیسی حضرت عائشہ پر لگائی گئی، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکدامنی بیان فرمائی اسی طرح حضرت عائشہ کی براءۃ بھی ذکر کی۔

فِى قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِى دِينِ اللّٰهِ) (لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ) إِلَخْ (وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ) إِلَخْ (يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُودُوا) إِلَخْ: ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کی باتیں اور اس کی مثالیں ذکر فرمادیں جیسے فرمایا کہ حد لگانے میں تمہارے دل میں نرمی نہیں آنی چاہئے پھر فرمایا جب تم نے حضرت عائشہ کے بارے میں سنا تو اچھا گمان کرتے پھر فرمایا جب تم نے حضرت عائشہ کے بارے میں سنا تو کہتے گواہ لے آؤ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسا مت کرنا۔

وَتَخْصِيصُهَا بِالْمُتَّقِينَ لِأَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُونَ بِهَا: یہاں سے ایک سوال کا جواب دیا کہ سارا کلام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ واقعہ متقین کے لئے نصیحت ہے نصیحت کو متقین کے ساتھ خاص کیوں کیا مومنین کے ساتھ کیوں نہیں؟ شارح نے اس کا "تَخْصِيصُهَا" سے جواب دیا کہ وعظ ونصیحت سے لوگوں اور مومنین کی نسبت متقین ہی نفع حاصل کرتے ہیں۔

(اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) أَىْ مُنَوِّرُهُمَا بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (مَثَلُ نُورِهِ) أَىْ صِفَتُهُ فِى قَلْبِ الْمُؤْمِنِ (كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِى زُجَاجَةٍ) هِىَ الْقِنْدِيلُ وَالْمِصْبَاحُ السِّرَاجُ أَىِ الْفَتِيلَةُ الْمَوْقُودَةُ وَالْمِشْكَاةُ الطَّاقَةُ غَيْرُ النَّافِذَةِ أَىِ الْأُنْبُوبَةُ فِى الْقِنْدِيلِ (الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا) وَالنُّورُ فِيهَا (كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ) أَىْ مُضِىءٌ بِكَسْرِ الدَّالِ وَضَمِّهَا مِنَ الدَّرْءِ بِمَعْنَى الدَّفْعِ لِدَفْعِهَا الظَّلَامَ وَبِضَمِّهَا وَتَشْدِيدِ الْيَاءِ مَنْسُوبٌ إِلَى الدُّرِّ اللُّؤْلُؤِ (تَوَقَّدَ) الْمِصْبَاحُ بِالْمَاضِى وَفِى قِرَاءَةٍ بِمُضَارِعِ أَوْقَدَ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَفِى أُخْرَى تُوقَدُ بِالْفَوْقَانِيَّةِ أَىِ الزُّجَاجَةُ (مِنْ) زَيْتِ (شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ) بَلْ بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنْهَا حَرٌّ وَلَا بَرْدٌ مُضِرَّانِ (يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِىءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ) لِصَفَائِهِ (نُورٌ) بِهِ (عَلَى نُورٍ) بِالنَّارِ وَنُورُ اللّٰهِ أَىْ هُدَاهُ لِلْمُؤْمِنِ نُورٌ عَلَى نُورِ الْإِيمَانِ (يَهْدِى اللّٰهُ لِنُورِهِ) أَىْ دِينِ الْإِسْلَامِ (مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ) يُبَيِّنُ (اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ) تَقْرِيبًا لِأَفْهَامِهِمْ لِيَعْتَبِرُوا فَيُؤْمِنُوا (وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ) وَمِنْهُ ضَرْبُ الْأَمْثَالِ

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے یعنی انہیں سورج اور چاند کو روشن کرنے والا ہے اس کے نور کی مثال یعنی مومن کے دل میں اس کی صفت اس مشکوٰۃ (طاق) کی طرح ہے جس میں چراغ موجود ہوتا ہے اور وہ چراغ ایک قندیل میں ہوتا ہے لفظ ''زجاجہ'' قندیل کو کہتے ہیں اور ''مصباح'' چراغ کو کہتے ہیں یعنی وہ فتیلہ جسے جلادیا جاتا ہے اور مشکوٰۃ اس طاق کو کہتے ہیں جس میں کھڑکی نہیں ہوتی اس سے مراد قندیل کی وہ جگہ ہے (جہاں پر بتی رکھی جاتی ہے) وہ قندیل یوں ہے یعنی اس میں روشن ہونے کے اعتبار سے یوں ہے جیسے وہ چمکدار ستارہ ہو یعنی روشن کرنے والا ہے اس میں ''د'' پر زیر پڑھی جائے گی اور پیش بھی پڑھی جاسکتی ہے یہ لفظ ''الدرء'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی دور کرنا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تاریکی کو دور کردیتا ہے اور اس پر پیش بھی پڑھی جائے گی اور ''ی'' پر شد بھی پڑھی جائے گی اس صورت میں یہ لفظ ''در'' کی طرف منسوب ہوگا جس کا مطلب موتی ہے (اسے جلایا جاتا ہے) یعنی اس چراغ کو جلایا جاتا ہے یہ لفظ ماضی کے ساتھ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ایک قرأت کے مطابق مضارع کے ساتھ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اسے مجہول کے طور پر بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اسے غائب اور حاضر دونوں صیغوں کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے وہ قندیل اس مبارک تیل سے جلتی ہے جو زیتون ہے جو مشرقی یا مغربی نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان ہے اس لیے اس میں گرمی یا ٹھنڈک نہیں ہوتی جو نقصان دہ ہوتی ہے اور اس کا تیل خود روشن ہوسکتا ہے اگر چہ اسے آگ نہ بھی لگے کیونکہ وہ اتنا صاف ہوتا ہے یہ وہ نور ہے جو اس نور کے اوپر ہے جو آگ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مومن کو اس کی ہدایت دی ہے یہ نور ایمان کے نور پر۔ اللہ تعالیٰ اس نور کے ذریعے یعنی دین اسلام کے ذریعے ہدایت دے دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اور وہ بیان کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے لوگوں کے لیے مثالیں تاکہ ان کی سمجھ کے قریب ہوجائیں تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے اس لیے اس نے مثالیں بیان کی ہیں۔

اغراض مفسر

أَيْ مُنَوِّرُهُمَا بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ: اس سے مفسر علیہ الرحمہ نے دو اعتراضات مقدر کے جوابات دیئے ہیں پہلا اعتراض یہ ہے کہ نور ایک کیفیت کا نام ہے جس کو دیکھنے والا ادراک کرے یا نہ کرے جبکہ اللہ تعالیٰ کیفیت اور اس معنی سے پاک ہے جو بیان ہوئی؟ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ،،نور،، مصدر ہے اور آیت میں مبتداء واقع ہورہا ہے جو کہ درست نہیں کیونکہ مصدر وصف محض ہے خبر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے مذکورہ جملہ ،،**أَيْ مُنَوِّرُهُمَا بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ**،، نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ نور مصدر مبنی للفاعل ہے یعنی نور، منور اسم فاعل کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو سورج اور چاند کے ذریعے روشن کرنے والا ہے، اب کوئی اعتراض نہ رہا۔ (خیال رہے کہ نور کی تعریف اگر اس طرح کی جائے کہ نور اس کو کہتے ہیں کہ جو خود ظاہر و روشن ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر و روشن کردے تو اب مذکورہ اعتراض اور عبارت کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ اس صورت میں نور کا معنی مظہر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئی کو ظاہر کرنے والا ہے عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔)

نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے: نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا معنٰی یہ ہیں کہ اللہ آسمان وزمین کا ہادی ہے تو اہل سمٰوٰت وارض اس کے نور سے حق کی راہ پاتے ہیں اور اس کی ہدایت سے گمراہی کی حیرت سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ بعض مفسّرین نے فرمایا معنٰی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا منور فرمانے والا ہے، اس نے آسمانوں کو ملائکہ سے اور زمین کو انبیاء سے منور کیا۔ اللہ کے نور سے یا تو قلبِ مؤمن کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا اور راہ یاب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کے اس نور کی مثال جو اس نے مؤمن کو عطا فرمایا۔ بعض مفسّرین نے اس نور سے قرآن مراد لیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس نور سے مراد سید کائنات افضل موجودات حضرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ای صفته فِی قَلبِ المُؤمِنِ: یہ بتانا مقصود ہے کہ مثل یہاں وصف کے معنی میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمثیل سے پاک ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہوسکتی اب ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ کے نور کا وصف مومن کے دل میں ایسا ہے جیسے طاق میں چراغ رکھا ہو

هِیَ القِندِیل وَالمِصبَاح السِّرَاج أی الفَتِیلَة المَوقُودَةُ وَالمِشكَاة الطَّاقَة غَیر النَّافِذَة أی الأُنبُوبَة فِی القِندِیل: یہاں سے شارح نے مختلف الفاظ کے معانی نکال کر بتا دیئے، زجاجہ قندیل کو کہتے ہیں، اور مصباح چراغ یعنی جلتی ہوئی بتی کو کہتے ہیں جسے شعلہ بھی کہا جاتا ہے، اور مشکوۃ طاق کو کہتے ہیں جو آر پار نہ ہو یعنی قندیل کی نلکی یا پائپ۔

مذکورہ تمثیل کے معنی میں اہلِ علم کے کئی اقوال: اس تمثیل کے معنی میں اہل علم کے کئی قول ہیں ایک یہ کہ نور سے مراد ہدایت ہے اور معنٰی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت غایتِ ظہور میں ہے کہ عالمِ محسوسات میں اس کی تشبیہ ایسے روشن دان سے ہوسکتی ہے جس میں صاف شفاف فانوس ہو، اس فانوس میں ایسا چراغ ہو جو نہایت ہی بہتر اور مصفّٰی زیتون سے روشن ہو کہ اس کی روشنی نہایت اعلیٰ اور صاف ہو اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تمثیل نور سید انبیاء محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعب احبار سے فرمایا کہ اس آیت کے معنٰی بیان کرو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بیان فرمائی روشندان (طاق) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ شریف ہے اور فانوس قلب مبارک اور چراغ نبوّت کے شجر نبوّت سے روشن ہے اور اس نورِ محمدی کی روشنی اس مرتبہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہوجائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ روشندان تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک ہے اور فانوس قلب اطہر اور چراغ وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ شرقی ہے نہ غربی، نہ یہودی و نصرانی، ایک شجرہ مبارکہ سے روشن ہے وہ شجر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ نور قلب ابراہیم پر نورِ محمدی نور علیٰ نور ہے اور محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ روشن دان و فانوس تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور چراغ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ اکثر انبیاء آپ کی نسل سے ہیں اور شرقی و غربی نہ ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ

نصرانی کیونکہ یہود مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور نصاریٰ مشرق کی طرف ۔قریب ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن وکمالات نزول وحی سے قبل ہی خلق پر ظاہر ہو جائیں ۔نور پر نور یہ کہ نبی ہیں نسل نبی سے ،نور محمدی ہے نور ابراہیمی پر ،اس کے علاوہ اور بھی بہت اقوال ہیں ۔(خزائن العرفان سورہ نور)

وَالنُّور فِيهَا: یہاں سے کا شارح کی ھا ضمیر کا معطوف محذوف تھا شارح نے وہی نکال کر بتا دیا۔

أَيْ مُضِيء، بِكَسْرِ الدَّال: یہاں سے شارح نے ،،دُرِّی،، کی تین لغتیں نکال کر بتا دیں پہلی یہ کہ اگر دال کے کسرے پڑھیں تو اس کا معنی روشن ہوگا۔

وَضَمِّهَا مِن الدَّرْء بِمَعْنَى الدَّفْع: دوسری یہ کہ اگر دال کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں تو یہ ،، الدَّرْء،، سے مشتق ہوگا اور اس وقت اس کا معنی دفع کرنا ہوگا۔

لِدَفْعِهَا الظَّلَام: دفع کے معنی کا سبب نکال کر بتا دیا کہ یہ اندھیروں کو دور کرتا ہے۔

وَبِضَمِّهَا وَتَشْدِيد الْيَاء، مَنْسُوب إِلَى الدُّرّ اللُّؤْلُؤ: تیسری لغت یہ کہ دال کے ضمہ اور یا کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس وقت یہ در کی طرف منسوب ہوگا اور اس صورت میں اس کا معنی لولو یعنی موتی ہوگا۔

الْمِصْبَاح بِالْمَاضِي: شارح نے توقد کی صرفی اور نحوی تحقیق نکال کر بتا دی پہلی یہ کہ توقد کو فعل ماضی باب تفعل سے بھی پڑھا جا سکتا ہے اس صورت میں اس کا فعل المصباح ہوگا۔

وَفِي قِرَاءَة بِمُضَارِع أَوْ قَدْ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ بِالتَّحْتَانِيَّةِ: دوسری یہ کہ توقد کو واحد مذکر غائب فعل مضارع مجہول پڑھا جائے اس صورت میں یہ باب افعال اوقد یوقد سے ہوگا ،اور اس کا فاعل پھر بھی المصباح ہوگا۔

وَفِي أُخْرَى تُوقَد بِالْفَوْقَانِيَّةِ أَيْ الزُّجَاجَة: تیسری یہ کہ اسے واحد مونث غائب فعل مضارع مجہول پڑھا جائے اس صورت میں یہ باب افعال اوقد یوقد سے ہوگا ،اس صورت میں اس کا فاعل الزجاجہ ہوگا۔

زَيْت: شجرہ سے پہلے مضاف محذوف تھا نکال کر بتا دیا۔

بَلْ بَيْنهمَا فَلَا يَتَمَكَّن مِنْهَا حَرّ وَلَا بَرْد مُضِرَّان: ع یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ نے ،،لَا شَرْقِيَّة وَلَا غَرْبِيَّة،، کی تفسیر نکال کر بتا دی کہ بلکہ وہ زیتون کا درخت ان دونوں کے بیچ میں واقع ہے اور گرمی وسردی اس مبارک درخت پر کوئی مضر اثر نہیں ڈال سکتی ۔مطلب یہ کہ زیتون کا درخت نہ تو انتہائی مشرق میں ہے اور نہ انتہائی مغرب میں بلکہ ان کے درمیان میں ہے جس کو آج کے دور کی اصطلاح میں مشرق وسطیٰ بھی کہتے ہیں جہاں ملک شام وغیرہ کے علاقے ہیں وہاں کی آب وہوا نہ زیادہ سرد ہوتی ہے اور نہ گرم بلکہ معتدل ہے زیتون کا تیل یہاں کثرت سے پایا جاتا ہے اور وہاں کا تیل بہت صاف وشفاف ہوتا ہے۔

لِصَفَائِهِ: آگ کے بغیر اس کے روشن ہونے کا سبب نکال کر بتا دیا ،اس کے صاف وشفاف ہونے کے سبب۔

زیتون کے درخت کے اوصاف: یہ درخت نہایت کثیر البرکت ہے کیونکہ اس کا روغن جس کو زیت کہتے ہیں نہایت صاف وپاکیزہ روشنی دیتا ہے سر میں بھی لگایا جاتا ہے، سالن اور نانخورش کی جگہ روٹی سے بھی کھایا جاتا ہے، دنیا کے اور کسی تیل میں یہ وصف نہیں اور درختِ زیتون کے پتے نہیں گرتے۔

مبارک درخت کا پس منظر؟ قرآن مجید میں مبارک درخت سے مراد "زیتون" کا درخت ہے۔ طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد یہ سب سے پہلا درخت ہے جو زمین پر اُگا اور سب سے پہلے جہاں اُگا وہ کوہِ طور ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوئے۔ زیتون کے درخت کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض عالموں نے فرمایا ہے کہ تین ہزار برس تک یہ درخت باقی رہتا ہے۔ (تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۳۶۰، المومنون)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ زیتون میں بہت سے فوائد اور منفعتیں ہیں۔ اس کے تیل سے چراغ جلایا جاتا ہے اور یہ بطور سالن کے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی سر اور بدن پر مالش بھی کرتے ہیں اور یہ چمڑے کی دباغت میں بھی کام آتا ہے اور اس سے آگ بھی جلاتے ہیں اور اس کا کوئی جزو بھی بیکار نہیں۔ یہاں تک کہ اس کی راکھ سے ریشم دھو کر صاف کیا جاتا ہے اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مکانوں اور مقدس زمینوں میں اُگتا ہے اور اس کے لئے ستر انبیاء کرام نے برکت کی دعا مانگی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دعاؤں سے بھی یہ درخت سرفراز ہوا ہے۔ (تفسیر صاوی، ج ۴، ص ۱۴۰۵، النور)

اللہ تعالیٰ نے اس مبارک درخت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ

ترجمہ کنز الایمان: ۔اور وہ پیڑ پیدا کیا کہ طور سینا سے نکلتا ہے لے کر اُگتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لئے سالن۔ (پ 18 مومنون 20)

مذکورہ بالا آیت میں ارشاد فرمایا: يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ

ترجمہ کنز الایمان: ۔روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا۔ (پ 18، النور 35:

زیتون ایک بڑی برکتوں والا درخت ہے یوں تو ہر جگہ یہ درخت بغیر کسی محنت اور پرورش کے ہوتا ہے لیکن خاص طور پر ملک شام اور عام طور پر ملک عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے اور ان مقامات پر اس کا تیل بھی لوگ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں گوشت اور مچھلی بھی اسی تیل میں تل کر لوگ کھاتے ہیں۔ اس کے تیل کو عربی میں "زیت" کہتے ہیں اور یہ تیل بیچنے والا "زیات" کہلاتا ہے۔ اگر مل سکے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ تبرکاً اس کا استعمال کریں کیونکہ قرآن میں اس کو مبارک درخت فرمایا گیا ہے اور ستر انبیاء کرام نے اس میں برکت کے لئے دعائیں فرمائی ہیں۔ لہٰذا اس کے بابرکت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور جب بابرکت چیز ہے تو اس میں یقیناً فوائد ومنافع بھی بہت زیادہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِه: نور کا متعلق نکال کر بتا دیا، یعنی اس زیت کے ساتھ۔
بِالنَّارِ وَنُورِ اللّٰه: نور علی نور کا سبب بتا دیا ایک تو آگ کا نور دوسرا اللہ کا نور۔
أَیْ هُدَاهُ لِلْمُؤْمِنِ نُورٌ عَلٰی نُورِ الْإِيمَانِ: آیت کی تفسیر کر دی کہ مومن کے لئے اللہ کی ھدایت، ایمان کے ساتھ نور علی نور ہے۔ کہ ھدایت بھی نور اور ایمان بھی نور دونوں نور مل کر نور علی نور ہو گئے۔
أَیْ دِينِ الْإِسْلَامِ: ہ ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا کہ اس سے مراد دین اسلام ہے۔
يُبَيِّنُ: یضرب کا معنی نکال کر بتا دیا۔
تَقْرِيبًا لِأَفْهَامِهِمْ: مثالیں بیان کرنے کا سبب نکال کر بتا دیا یعنی یہ مثالیں ہیں ان کی عقلوں سے قریب کرنے کے لئے۔
لِيَعْتَبِرُوا فَيُؤْمِنُوا: مثالیں بیان کرنے کی علت نکال کر بتا دی کہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں۔
وَمِنْهُ ضَرْبُ الْأَمْثَالِ: تمثیل نکال کر بتا دی، کہ اسی علم میں سے مثالوں کو بیان کرنا بھی ہے۔

(فِی بُيُوتٍ) مُتَعَلِّقٌ بِيُسَبِّحُ الآتِی (أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ) تُعَظَّمَ (وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ) بِتَوْحِيدِهِ (يُسَبِّحُ) بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَةِ وَكَسْرِهَا أَیْ يُصَلِّی (لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ) مَصْدَرٌ بِمَعْنَى الْغَدَوَاتِ أَیْ الْبُكَرِ (وَالْآصَالِ) الْعَشَايَا مِنْ بَعْدِ الزَّوَالِ (رِجَالٌ) فَاعِلُ يُسَبِّحُ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَعَلَى فَتْحِهَا نَائِبُ الْفَاعِلِ لَهُ وَرِجَالٌ فَاعِلُ فِعْلٍ مُقَدَّرٍ جَوَابُ سُؤَالٍ مُقَدَّرٍ كَأَنَّهُ قِيلَ مَنْ يُسَبِّحُهُ (لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ) شِرَاءٌ (وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ) حَذْفُ هَاءِ إِقَامَةٍ تَخْفِيفٌ (وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ) تَضْطَرِبُ (فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ) مِنَ الْخَوْفِ الْقُلُوبُ بَيْنَ النَّجَاةِ وَالْهَلَاكِ وَالْأَبْصَارُ بَيْنَ نَاحِيَتَیِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ هُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ (لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا) أَیْ ثَوَابَهُ وَأَحْسَنَ بِمَعْنَى حَسَنٍ (وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) يُقَالُ فُلَانٌ يُنْفِقُ بِغَيْرِ حِسَابٍ أَیْ يُوَسِّعُ كَأَنَّهُ لَا يَحْسُبُ مَا يُنْفِقُهُ

گھروں میں یہ لفظ "یسبح" کا متعلق ہے جو آگے آئے گا اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ بلند کیا جائے یعنی اس کی عظمت کا ذکر کیا جائے اور اس میں اس کا نام لیا جائے یعنی اس کی توحید کا تذکرہ کیا جائے اور اس کی پاکی بیان کی جائے اس کو زبر کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے اور زیر کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے یعنی نماز ادا کی جائے اس کے لیے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے) ان گھروں میں لفظ "غدو" مصدر ہے اس کا معنی غدوات ہے اس سے مراد صبح ہے اور "آصال" اس سے مراد شام ہے یعنی زوال کے بعد کا وقت ہے۔ وہ مرد یہ لفظ "یسبح" کا فاعل ہے جس میں "ب" پر زیر پڑھی جائے گی اور اگر اس پر

پڑھی جائے تو یہ اس کا نائب فاعل ہوگا لفظ "رجال" فاعل ہے اس مقدر فعل کا جو جواب ہے ایک پوشیدہ سوال کا' گویا یہ کہا جائے کہ اس کی تسبیح کون بیان کرے گا؟ جنہیں غافل نہیں کرتی تجارت یعنی فروخت اور نہ ہی خرید اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے اور نماز قائم کرنے سے یہاں پر تخفیف قائم کرنے کے لیے "ح" کو حذف کر دیا گیا ہے اور زکوۃ کی ادائیگی سے وہ لوگ ڈرتے ہیں اس دن سے جب بدل جائیں گے یعنی مضطرب ہو جائیں گے اس دن میں دل اور آنکھیں خوف کیوجہ سے دل نجات اور ہلاکت کے درمیان (اضطراب کا شکار ہوں گے) اور آنکھیں دائیں اور بائیں کناروں کی طرف دیکھ رہی ہوں گی اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے اس چیز کی جو انہیں نے عمل کیے ہیں یعنی انہیں ثواب عطا کرے یہاں پر احسن، حسن کے معنی میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے تحت انہیں مزید عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حساب کے بغیر رزق عطا فرما دیتا ہے یہ کہا جاتا ہے فلاں حساب کے بغیر خرچ کرتا ہے یعنی وہ خرچ میں وسعت کرتا ہے گویا کہ وہ خرچ کرتے ہوئے حساب نہیں رکھتا۔

اغراض مفسر

مُتَعَلِّق بِيُسَبِّح الآتِي: یہاں سے فی بیوت کا ترکیبی احتمال بتا دیا کہ یہ اگلے یسبح کا متعلق مقدم ہے اور بیوت سے مراد مساجد ہیں۔

تُعَظَّم: یہاں سے ترفع کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا۔

بِتَوْحِيدِهِ: یہاں سے یذکر کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ اللہ کی وحدانیت کے ساتھ اس کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔

بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَة وَكَسْرِهَا: شارح نے یسبح کی لغوی تحقیق بتا دی کہ اسے با کے فتح کے ساتھ مجہول بھی پڑھ سکتے ہیں اور با کے کسرہ کے ساتھ اسے معروف بھی پڑھ سکتے ہیں۔

أَيْ يُصَلِّي: شارح کی غرض یہ ہے کہ کہ آیت میں جز بول کر کل مراد لیا ہے تسبیح بول کر نماز مراد لی ہے، کیونکہ تسبیح کے افراد بہت زیادہ ہیں اور نماز اس تسبیح کا ایک جز ہے۔ اس لئے شارح نے فرمایا یسبح، یصلی، کے معنی میں ہے۔ یا دوسرا جواب یہ ہے کہ مفسر علیہ الرحمہ نے تسبیح کی نماز کے ساتھ تفسیر کر دی کیونکہ نماز تسبیح پر مشتمل ہوتی ہے۔

مَصْدَر بِمَعْنَى الْغَدَوَات: شارح نے غدو کی لغوی تحقیق بتا دی کہ یہ مصدر ہے اور جمع کے معنی میں ہے۔

أَيْ الْبُكَر: ،،غدو،، کا معنی نکال کر بتا دیا یعنی صبح تڑکے۔ شارح نے غدو سے نماز صبح کا وقت مراد لیا ہے اور آصال سے زوال کے بعد چار نمازوں کا وقت مراد لیا ہے۔

الْعَشَايَا مِنْ بَعْدِ الزَّوَال: یہاں سے آصال کا معنی نکال کر بتا دیا کہ زوال کے بعد کا وقت مراد ہے یعنی زوال سے رات تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ ایک قول میں البکر، اول دن کو کہتے ہیں اور العشاء، آخر رات کو۔

فَاعِل يُسَبِّح بِكَسْرِ الْبَاءِ وَعَلَى فَتْحِهَا نَائِبِ الْفَاعِلِ لَهُ وَرِجَالٌ فَاعِلٌ فِعْلٍ مُقَدَّرٍ جَوَابُ سُؤَالٍ مُقَدَّرٍ كَأَنَّهُ قِيلَ مَنْ يُسَبِّحُه: یہاں سے شارح نے رجال کا ترکیبی احتمال نکال کر بتادیا کہ یسبح معروف ہونے کی صورت میں اس کا فاعل رجال ہوگا یعنی مرد تسبیح کرتے ہیں، اور یسبح کے مجہول ہونے کی صورت میں لہ نائب فاعل ہو گا اور رجال پر رفع کی وجہ ایک سوال مقدر کا جواب ہوگی اور پھر ترجمہ یوں ہوگا، ،من یسبح ،، کہ کون اللہ کی تسبیح کرتا ہے، تو جواب میں کہا جائے گا،، یسبح رجال ،، مرد تسبیح کرتے ہیں اب، رجال، یسبح، فعل محذوف کا فاعل بن جائے گا۔

اعتراض: یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی تسبیح جس طرح مرد کرتے ہیں عورتیں بھی اس کی تسبیح کرتی ہیں نماز پڑھتی ہیں پھر آیت میں صرف رجال کا ذکر کیوں کیا گیا۔

جواب: رجال کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ شان مردوں کی ہے کہ وہ مساجد کو اللہ کے ذکر وعبادت سے آباد کرتے ہیں جمعہ وجماعت کا اہتمام کرتے ہیں عیدین اور محافل ذکر نعت سجاتے ہیں، اس لئے خاص طور پر ان کا ذکر کیا گیا۔

شِرَاء: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تجارت بیع (بیچنا) اور شراء (خریدنا) کے مجموعے کا نام ہے جب تجارت کا ذکر ہو گیا تو آگے بیع کے ذکر کی کیا ضرورت تھی تو مفسر علیہ الرحمہ نے تجارۃ کا مرادی معنی یعنی شراء نکال کر اعتراض کا جواب دیا کہ اس سے مراد صرف خریدنا ہے، اور بیع یعنی بیچنے کا ذکر آگے آرہا ہے، اب کوئی اعتراض نہیں۔

دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تجارت میں شراء اور بیع دونوں آگئے اور بیع کا الگ سے ذکر اس وجہ سے ہے کہ تجارت زیادہ تر نفع کے حصول کے لئے کی جاتی ہے اور نفع کا حصول زیادہ تر بیع یعنی بیچنے سے ہوتا ہے اور یقینی ہوتا ہے جبکہ خریدنے سے نفع بھی حاصل ہو جائے یہ یقینی نہیں، اسلئے بیع کا الگ سے ذکر کیا۔

نماز کا اہتمام کرنے والے تاجر: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بازار میں تھے مسجد میں نماز کے لئے اقامت کہی گئی آپ نے دیکھا کہ بازار والے اٹھے اور دوکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے تو فرمایا کہ آیت "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ" ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے۔

حَذْفُ هَاء إِقَامَة تَخْفِيف: یہاں سے اقام صیغہ کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ اصل میں اجوف واوی باب افعال سے اقامۃ مصدر تھا پھر تخفیف کی بنا پر آخر سے ۃ کو حذف کر دیا اقام ہو گیا۔

اعتراض: آیت میں ارشاد ہوا،، وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ،، نماز اور زکاۃ بھی اللہ کے ذکر ہیں، جب ذکر اللہ میں نماز وزکاۃ آچکیں تو الگ سے ان کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں،، ذکر الخاص بعد العام،، یعنی عام کے ذکر کے بعد خاص کا ذکر کیا گیا کیونکہ نماز اور زکوۃ خاص اور ارفع واعلی عبادات ہیں اس لئے ان کا الگ سے ذکر کیا گیا کیونکہ ان پر ہیشگی مومن کے ایمان کو کامل ترین بنا دیتی ہے۔

تَضطَرِب: شارح نے تتقلب کا مرادی معنی بتادیا یعنی مضطرب ہو جائیں گے دل۔

مِنَ الْخَوف: یہاں سے تتقلب کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی خوف سے مضطرب ہو جائیں گے۔

الْقُلُوب بَيْن النَّجَاة وَالْهَلَاك وَالْأَبْصَار بَيْن نَاحِيَتَيْ الْيَمِين وَالشِّمَال: شارح نے دلوں اور آنکھوں کے مضطرب ہونے کی صورت بتادی کہ دل نجات اور ہلاکت کے بیچ مضطرب ہوں گے اور آنکھیں سیدھی اور الٹی یعنی دائیں بائیں جانب مضطرب ہو جائیں گی۔

دلوں کا اُلٹ جانا کیسے ہوگا؟ دلوں کا اُلٹ جانا یہ ہے کہ شدت خوف واضطراب سے اُلٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے نہ باہر نکلیں نہ نیچے اتریں اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی یا یہ معنٰی ہیں کفار کے دل کفر وشک سے ایمان ویقین کی طرف پلٹ جائیں گے اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے یہ تو اس دن کا بیان ہے، آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ فرمانبردار بندے جوذکرو طاعت میں نہایت مستعد رہتے ہیں اور عبادت کی ادا میں سرگرم رہتے ہیں باوجود اس حُسنِ عمل کے اس روز سے خائف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہوسکا۔

هُوَ يَوم الْقِيَامَة: یہاں سے یوم کی وضاحت کردی کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہوگا۔

أَيْ ثَوَابه وَأَحْسَن بِمَعْنَى حَسَن: یہاں سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احسن سے پہلے ثواب محذوف ہے اور اس صورت میں احسن اسم تفضیل حسن کے معنی میں ہوگا۔

يُقَال فُلَان يُنْفِق بِغَيْرِ حِسَاب أَيْ يُوَسِّع كَأَنَّهُ لَا يَحْسُب مَا يُنْفِقهُ: یہاں سے بے حساب دینے کی تفسیر کردی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وسیع رزق عطا فرماتا ہے جیسے مقولہ ہے کہ فلاں بے حساب خرچ کرتا ہے اور مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ اتنا زیادہ خرچ کرتا ہے کہ اس کو شمار نہیں کرتا۔

(وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالهمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ) جَمْع قَاع أَيْ فِي فَلَاة وَهُوَ شُعَاع يُرَى فِيهَا نِصْف النَّهَار فِي شِدَّة الْحَرّ يُشْبِه الْمَاء الْجَارِي (يَحْسَبهُ) يَظُنّهُ (الظَّمْآن) أَيْ الْعَطْشَان (مَاء حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدهُ شَيْئًا) مِمَّا حَسِبَهُ كَذَلِكَ الْكَافِر يَحْسَب أَنَّ عَمَله كَصَدَقَةٍ يَنْفَعهُ حَتَّى إِذَا مَاتَ وَقَدِمَ عَلَى رَبّه لَمْ يَجِد عَمَله أَيْ لَمْ يَنْفَعهُ (وَوَجَدَ اللَّه عِنْده) أَيْ عِنْد عَمَله (فَوَفَّاهُ حِسَابه) أَيْ جَازَاهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا (وَاللَّه سَرِيع الْحِسَاب) أَيْ الْمُجَازَاة (أَوْ) الَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالهمْ السَّيِّئَة (كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْر لُجِّيّ) عَمِيق (يَغْشَاهُ مَوْج مِنْ فَوْقه) أَيْ الْمَوْج (مَوْج مِنْ فَوْقه) أَيْ الْمَوْج الثَّانِي (سَحَاب) أَيْ غَيْم هَذِهِ

(ظُلُمَات بَعضهَا فَوق بَعض) ظُلمَة البَحر وَظُلمَة المَوج الأوّل وَظُلمَة الثَانِي وَظُلمَة السَّحَاب (إِذَا أَخرَجَ) النَّاظِر (يَده) فِي هٰذِهِ الظُّلُمَات (لَم يَكَد يَرَاهَا) أَيْ لَم يَقرُب مِنْ رُؤيَتِهَا (وَمَنْ لَمْ يَجْعَل اللّٰه لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُور) أَيْ مَنْ لَمْ يَهْدِهِ اللّٰه لَمْ يهتد۔

وہ لوگ جنہوں نے اپنے اعمال کا کفر کیا ان کی مثال اس سراب کی طرح ہے جو ایک بے آب وگیاہ میدان میں ہو یہ لفظ "قاع" کی جمع ہے یعنی وہ زمین جس میں کچھ (درخت وغیرہ) موجود نہ ہوں اس سے مراد وہ شعاع ہے جو عین دوپہر کے وقت شدید گرمی میں نظر آتی ہے وہ بہتے ہوئے پانی کی مشابہہ محسوس ہوتی ہے، گمان کرتا ہے یعنی سمجھتا ہے پیاسا شخص اسے پانی اور جب وہ اس کے پاس آتا ہے تو اس کے پاس کوئی چیز نہیں پاتا جو اس نے گمان کی تھی کافر کی مثال بھی اسی طرح ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا عمل یعنی صدقہ کرنا اسے فائدہ دے گا یہاں تک کہ وہ جب مرجاتا ہے اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اسے اس کا عمل نہیں ملتا یعنی اس کا فائدہ نہیں ملتا تو اللہ تعالیٰ کو وہ پاتا ہے اس کے پاس یعنی اپنے عمل کے پاس تو وہ اسے پورا حساب دے دیتا ہے یعنی اس کی جزا دنیا میں دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا ہے یعنی جلدی جزا دینے والا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے اپنے برے اعمال کی صورت میں کفر کیا ان کی مثال اس تاریکی کی طرح ہے جو سمندر میں ہو جو گہرا ہو یعنی عمیق ہو اسے ڈھانپ لے ایک موج اوپر کی طرف سے اور اس کے اوپر ایک اور موج ہو اور اس سے اوپر ایک سحاب یعنی بادل ہو یہ تاریکیاں ہیں جن میں سے ایک دوسری کے اوپر ہے یعنی سمندر کی تاریکی پہلی موج کی تاریکی، دوسری موج کی تاریکی اور بادل کی تاریکی جب نکالتا ہے یعنی دیکھنے والا شخص اپنے ہاتھ کو ان تاریکیوں میں تو وہ اسے نہیں دیکھ پاتا یعنی وہ اسے دیکھنے کے قابل نہیں رہتا اور جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے اسے نور نصیب نہیں ہوسکتا یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب نہ کرے وہ ہدایت حاصل نہیں کرسکتا

اغراض مفسر

جَمع قَاع أَيْ فِي فَلَاة: یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ نے **قیعة** کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ قاع کی جمع ہے اور فلاۃ یعنی صحراء کے معنی میں ہے اور فی نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ ،،بقیعہ،، میں ،،با،، حرف جر فی کے معنی میں ہے۔

وَهُوَ شُعَاع يُرَى فِيهَا نِصف النَّهَار فِي شِدَّة الحَرّ يُشبِه المَاء الجَارِي: یہاں سے سراب کی لغوی تحقیق نکال کر بتادی کہ سراب ان شعاعوں کو کہتے ہیں جو عموماً گرمی کی دوپہر کے وقت بہتے ہوئے پانی کی طرح نظر آتی ہیں۔

يَظُنّهُ: ،،يحسب،، یقین اور ظن دونوں معانی کے لئے آتا ہے شارح نے بتایا کہ یہاں یہ ظن کے معنی میں ہے۔

أَيْ العَطشَان: یہاں سے ،،الظمآن،، کا مرادی معنی بتادیا یعنی پیاسا۔

مِمَّا حَسِبَهُ: ،، شيئا،، کا متعلق یابیان نکال کر بتادیا یعنی وہ شئی نہیں پاتا جس کا اس نے گمان کیا تھا۔

كَذٰلِكَ الكَافِر يَحسَب أَنَّ عَمَله كَصدقةٍ يَنفَعهُ حَتّٰى إِذَا مَاتَ وَقَدِمَ عَلٰى رَبّه لَم يَجِد

عمله أي لم ينفعه: یہاں سے کفار کے اعمال کی تشبیہ ومثال اور اس کا حکم نکال کر بتا دیا کہ جیسے پیاسا دھوپ کی لہروں کو پانی سمجھ کر قریب جاتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا اسی طرح موت کے بعد بروز حشر کفار اپنے اعمال صدقہ وخیرات کو ایسا ہی پائیں گے کہ رب تعالی کے پاس انہیں اعمال کا کوئی نفع اور اجر نہیں ملے گا۔

کافروں کے اعمال کی ایک دلچسپ تمثیل: یعنی پانی سمجھ کر اس کی تلاش میں چلا جب وہاں پہنچا تو پانی کا نام ونشان نہ تھا ایسے ہی کافر اپنے خیال میں نیکیاں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا ثواب پائے گا جب عرصات قیامت میں پہنچے گا تو ثواب نہ پائے گا بلکہ عذاب عظیم میں گرفتار ہوگا اور اس وقت اس کی حسرت اور اس کا اندوہ وغم اس پیاس سے بدرجہا زیادہ ہوگا۔

اعمال کفار کی مثال ایسی ہے۔ ایک اندھیرا دریا کی گہرائی کا، اس پر ایک اور اندھیرا موجوں کے تراکم کا، اس پر اور اندھیرا بادلوں کی گھری ہوئی گھٹا کا، ان اندھیریوں میں شدت کا یہ عالم کہ جو اس میں ہو وہ۔ باوجودیکہ اپنا ہاتھ نہایت ہی قریب اور اپنے جسم کا جزو ہے جب وہ بھی نظر نہ آئے تو اور دوسری چیز کیا نظر آئے گی، ایسا ہی حال ہے کافر کا کہ وہ اعتقاد باطل اور قول ناحق اور عمل قبیح کی تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ دریا کے کنڈے اور اس کی گہرائی سے کافر کے دل کو اور موجوں سے جہل و شک وحیرت کو جو کافر کے دل پر چھائے ہوئے ہیں اور بادلوں سے مُہر کو جو ان کے دلوں پر ہے تشبیہ دی گئی۔

أي عند عمله: شارح نے یہ بتایا کہ ،،ہ،، ضمیر سے پہلے عمل مضاف محذوف ہے ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے عمل کے پاس اپنے رب کو پائے گا۔

أي جازاه عليه في الدنيا: آیت کی تفسیر کردی کہ دنیا میں ہی اللہ تعالی نے اس کو اپنے عمل کا بدلہ دے دیا تھا۔

کفار کے اعمال صالحہ کا حکم: کفار کے وہ اعمال صالحہ جو نیت پر موقوف ہیں بالاتفاق ان کا اجر وثواب ان کو نہیں ملے گا، اور وہ اعمال صالحہ کہ جو نیت پر موقوف نہیں اس میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ ان کو ان پر بھی اجر وثواب نہیں ملے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو یا تو دنیا میں اجر دے دیا جائے گا یا آخرت میں تخفیف عذاب کی صورت میں انہیں اجر ملے گا۔

أي المجازاة: ،،الحساب،، کا معنی مرادی بتادیا کہ وہ جلدی جزا دینے والا ہے، حساب، جزا کے معنی میں ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمُ السَّيِّئَةُ: یہاں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کفار کی دو قسمیں ہیں ایک گزر چکی اور دوسری یہ ہے نیز یہاں سے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ اس جملے کا عطف سابقہ جملہ ،،وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ،، پر ہے، اور الَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمُ السَّيِّئَةُ، محذوف ہے۔

عميق: یہاں سے ،،لُجِّيٍّ،، کا معنی نکال کر بتا دیا یعنی گہرا سمندر۔

أي الموج: ،،ہ،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا یعنی موج۔

أي الموج الثاني: ،،ہ،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا یعنی دوسری موج۔

أیْ غَیم: یہاں سے ،،سحاب،، کا معنی نکال کرتا دیا یعنی تاریکیاں۔
هٰذِہٖ: یہاں سے ترکیبی احتمال نکال کرتا دیا کہ ،، ظلمات، خبر ہے اور اس کا مبتداء ،،ھذہ،، محذوف ہے۔
ظُلْمَةُ الْبَحْرِ وَظُلْمَةُ الْمَوْجِ الْأَوَّلِ وَظُلْمَةُ الثَّانِی وَظُلْمَةُ السَّحَابِ: ظلمت در ظلمت کی تفسیر کر دی یعنی سمندر کا اندھیرا، موج اول کا اندھیرا، موج ثانی کا اندھیرا اور بادلوں کا اندھیرا۔
النَّاظِرِ: ،،اخرج،، کا فاعل نکال کرتا دیا۔
فِی هٰذِہِ الظُّلُمَاتِ: ،،اخرج،، کا متعلق نکال کرتا دیا۔ یعنی اپنا ہاتھ جب ان اندھیریوں میں نکالتا ہے۔
أیْ لَمْ یَقْرُبْ مِنْ رُؤْیَتِهَا: آیت کی تفسیر کر دی یعنی اس ہاتھ کو دیکھنا اس کے لئے ممکن ہی نہیں۔
أیْ مَنْ لَمْ یَهْدِہِ اللّٰهُ لَمْ یهتد: آیت کی تفسیر کر دی کہ جس کو اللہ ھدایت نہ دے وہ ھدایت پا ہی نہیں سکتا۔
خلاصہ کلام : کفار کے اعمال دو قسم کے ہو گئے (۱) کالسراب : یہ اعمال صالحہ ہیں جو دور سے پانی کی طرح نظر آئیں جب قریب جائیں تو کچھ بھی نہ ہو۔ (۲) کالظلمات: یہ کفار کے برے اعمال ہیں جن پر ان کو عذاب دیا جائے گا۔

(ألم تر أَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) وَمِنَ التَّسْبِیحِ صَلَاةٌ (وَالطَّیْرُ) جَمْعُ طَائِرٍ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (صَافَّاتٍ) حَالٌ بَاسِطَاتٍ أَجْنِحَتَهُنَّ (كُلٌّ قَدْ عَلِمَ) اللّٰهُ (صَلَاتَهُ وَتَسْبِیحَهُ وَاللّٰهُ عَلِیمٌ بِمَا یَفْعَلُونَ) فِیهِ تَغْلِیبُ الْعَاقِلِ(وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) خَزَائِنُ الْمَطَرِ وَالرِّزْقِ وَالنَّبَاتِ (وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِیرُ) الْمَرْجِعُ(أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ یُزْجِی سَحَابًا) یَسُوقُهُ بِرِفْقٍ (ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهُ) یَضُمُّ بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ فَیَجْعَلُ الْقِطَعَ الْمُتَفَرِّقَةَ قِطْعَةً وَاحِدَةً (ثُمَّ یَجْعَلُهُ رُكَامًا) بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ (فَتَرَى الْوَدْقَ) الْمَطَرَ (یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ) مَخَارِجِهِ (وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ) زَائِدَةٌ (جِبَالٍ فِیهَا) فِی السَّمَاءِ بَدَلٌ بِإِعَادَةِ الْجَارِّ (مِنْ بَرَدٍ) أَیْ بَعْضَهُ (فَیُصِیبُ بِهِ مَنْ یَشَاءُ وَیَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ یَشَاءُ یَكَادُ) یَقْرُبُ (سَنَا بَرْقِهِ) لَمَعَانُهُ (یَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ) النَّاظِرَةِ لَهُ أَیْ یَخْطَفُهَا(یُقَلِّبُ اللّٰهُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ) أَیْ یَأْتِی بِكُلٍّ مِنْهُمَا بَدَلَ الْآخَرِ (إِنَّ فِی ذَلِكَ) التَّقْلِیبِ (لَعِبْرَةً) دَلَالَةً (لِأُولِی الْأَبْصَارِ) لِأَصْحَابِ الْبَصَائِرِ عَلَى قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالَى

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالی کے لیے تسبیح بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تسبیح میں نماز پڑھنا بھی ہے اور پرندے بھی (تسبیح کرتے ہیں) یہ لفظ "طائر" کی جمع ہے جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہوتے ہیں صف باندھ کر یعنی

انہوں نے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کی نماز کو اور تسبیح کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے اس چیز کے بارے میں جو وہ عمل کرتے ہیں یہاں پر عقل رکھنے والوں کا غلبے کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی یعنی بارش، رزق اور نباتات وغیرہ کے خزانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے یعنی واپس جانا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادل کو چلاتا ہے یعنی اسے نرمی کے ساتھ لے جاتا ہے پھر وہ انہیں ایک دوسرے سے ملا دیتا ہے یعنی ایک کو دوسرے میں ضم کر دیتا ہے اور متفرق ٹکڑوں کو ایک ٹکڑے کے اندر بنا دیتا ہے وہ اسے ''رکام'' بنا دیتا ہے یعنی وہ ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہیں پھر تم ''ودق'' یعنی بارش کو دیکھتے ہو کہ وہ اس کے درمیان میں سے نکلتی ہے یعنی نکلنے کی جگہ سے پھر وہ آسمان سے نازل کرتا ہے یہاں پر لفظ ''من'' زائد ہے پہاڑ اس میں یعنی آسمان میں یہاں پہ (حرف) جار کے اعادے کے ذریعے بدل کا مفہوم پیدا کیا گیا ہے اولوں میں سے یعنی اس میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں پھر وہ اسے پہنچاتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی چمک آنکھوں کو لے جائے یعنی جو اسے دیکھ رہا ہو یعنی اس کو اچک کر لے جائے۔ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو تبدیل کر دیتا ہے یعنی ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی جگہ پر لے آتا ہے بے شک اس میں یعنی اس تبدیلی میں عبرت ہے یعنی دلالت ہے بصارت رکھنے والوں کے لیے یعنی سمجھدار لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں۔

اغراض مفسر

وَمِنَ التَّسْبِيح صَلَاة: تسبیح کے افراد بہت زیادہ ہیں ہر عبادت ہر ذکر و اذکار اللہ کی تسبیحات ہیں شارح نے تسبیح کا ایک فرد نماز نکال کر بتا دیا اور فرمایا کہ تسبیح میں سے ایک نماز بھی ہے۔

جَمع طَائِر بَيْنَ السَّمَاء وَالْأَرْض: شارح نے یہاں دو باتیں ذکر فرمائیں ایک طائر کی لغوی تحقیق بتا دی کہ طیر، طائر کی جمع ہے یعنی پرندے۔ اور دوسرا ،، **بين السماء والارض** ،، سے ایک اعتراض کا جواب دیا، اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ،، عطف الشئ علی نفسہ ،، (ایک شئ کا عطف کرنا اسی شئ پر) لازم آتا ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف دونوں ایک ہی شئ ہیں جو کہ درست نہیں؟ مثلاً ارشاد ہوا کہ ،، **يُسَبِّح لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَالطَّيْر** ،، جب ،، من ،، میں پرندے آ گئے تو الگ سے طائر ذکر کرنا عطف کے ساتھ درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب ،، **بَيْنَ السَّمَاء وَالْأَرْض** ،، سے دیا کہ آیت میں کوئی ،، عطف الشئ علی نفسہ ،، لازم نہیں آیا کیونکہ معطوف علیہ میں زمین اور آسمان کی مخلوق مراد ہے اور پرندے جب پر پھیلائے فضا میں ہوتے ہیں تو اس وقت نہ وہ زمین پر ہوتے ہیں اور نہ آسمان میں بلکہ وہ ان دونوں کے درمیان ہوتے ہیں لہذا عطف میں مغایرت ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف ایک نہیں لہذا اعتراض بھی درست نہیں۔

حَال: یہاں سے صافات کا ترکیبی احتمال بیان فرما دیا کہ ،، **صافات** ،، **الطیر** سے حال ہے اور **الطیر** ذوالحال۔

بَاسِطَات أَجْنِحَتهنَّ: باسطات سے صافات کا معنی نکال کر بتا دیا اور ،، **اجنحتحن** ،، سے محذوف مضاف الیہ بتا

دیا یعنی اس حال میں کہ اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہیں۔

اللہ: یہاں سے ،،علم،، کا فاعل نکال کر بتادیا۔

فِيهِ تَغْلِيب العَاقِل: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے اعتراض یہ ہے کہ سابق میں زمین وآسمان کی ہر مخلوق کا ذکر ہوا جن میں ذوی العقول بھی ہیں اور غیر ذوی العقول بھی جبکہ آگے فرمایا ،،**وَاللّٰه عَلِيم بِمَا يَفْعَلُون**،، یفعلون کا صیغہ صرف ذوالعقول کے لئے آتا ہے؟ شارح نے اس کا جواب ،،فیہ تغلیب العاقل،، سے دیا کہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ حاصل ہے اس لئے تغلیب کی بنیاد پر ذوی العقول کا صیغہ یفعلون ذکر کیا لیکن اس میں سب شامل ہیں۔

خَزَائِن المَطَر وَالرِّزق وَالنَّبَات: یہاں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ السموات سے پہلے مضاف ،،**خزائن**،، محذوف ہے وہ نکال کر بتادیا اصل عبارت یہ ہوگی ،،**وَلِلّٰهِ مُلك خَزَائِن السَّمَاوَات وَالأَرْض**،، اور ،،**المطر**،، سے آسمان کے خذانے بتائے اور ،، **نبات**،، سے زمین کے خزانے نکال کر بتادیئے۔ دوسرا یہ کہ ،خزائن،، نکال کر شارح نے ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ **للہ** میں لام ملکیت کا ہے تو اس کے بعد **الملك** کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ شارح نے خزائن نکال کر اس کا جواب دیا کہ الملک خزائن کے معنی میں ہے، لہذا اب اعتراض نہ رہا۔

المَرْجِع: یہاں سے مصیر کا آسان اور معروف معنی نکال کر بتادیا۔

يَسُوقه بِرِفْق: یزجی کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔ یعنی نرمی سے ان بادلوں کو چلاتا ہے۔

يَضُمّ بَعْضه إِلَى بَعْض: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ بین متعدد چیزوں کے درمیان استعمال ہوتا ہے جبکہ آیت میں بینہ میں ہ سے مراد سحاب ہے اور سحاب متعدد نہیں بلکہ واحد ہے؟ تو شارح نے ،، **یضم بعضه الی بعض**،، نکال کر اعتراض کا جواب دیا یعنی بعض سحاب بعض سحاب سے مل کر ایک بڑا قطعہ بن جاتے ہیں اب بین کے بعد متعدد چیزیں آگئیں لہذا اعتراض نہ رہا۔

فَيَجْعَل القِطَع المُتَفَرِّقَة قِطْعَة وَاحِدَة: آیت کی تفسیر کردی کہ بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیتا ہے اور متفرق ٹکڑوں کو ایک بڑا ٹکڑا بنادیتا ہے۔

بَعْضه فَوْق بَعْض: رکاما کا آسان معنی نکال کر بتادیا کہ بعض کو بعض کے اوپر کر کے تہہ بہ تہہ کردیتا ہے۔

المَطَر: الودق کا معنی بتادیا۔

مَخَارِجه: خلالہ کا آسان اور معروف معنی بتادیا۔ آیت میں جبال یعنی پہاڑ سے مراد اولے ہیں۔

زَائِدَة: ترکیبی احتمال بتادیا کہ من جبال میں من زائدہ ہے اور جبال مفعول بہ ہے۔

فِي السَّمَاء: یہاں سے ھا ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔

بَدَل بِإِعَادَةِ الْجَار: من السماء اور فیها یعنی فی السماء کا ترکیبی احتمال نکال کر بتا دیا کہ حرف جر کے واسطہ کے ساتھ یہ دونوں مبدل منہ اور بدل ہیں۔

أي بَعْضه: اس طرف اشارہ کیا کہ برد پر من تبعیضیہ ہے یعنی کچھ اولے برساتا ہے۔

يَقْرُب: ،،یکاد،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

لَمَعَانه: ،،سنا،، کا معروف اور آسان معنی نکال کر بتا دیا یعنی بجلی کے شعلے یا چمک۔

النَّاظِرَة لَهُ: یہاں سے ،،الابصار،، کی صفت نکال کر بتا دی یعنی وہ آنکھ جو اس چمک کو دیکھے اس کی بینائی کو اچک لے گی۔

أيْ يَخْطَفهَا: یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ ابصار پر ،،با،، تعدیہ کی ہے یعنی ،،یذهب،، فعل جو لازم ہے اس کو متعدی بنانے کے لئے ہے اب ،،یذھب،، فعل متعدی ،،یخطفها،، کے معنی میں ہو جائے گا۔

يَأْتِي بِكُلٍّ مِنْهُمَا بَدَل الْآخَر: آیت کی تفسیر کر دی کہ اللہ تعالی رات اور دن کو ایک دوسرے کے بدلے میں لاتا ہے۔

التَّقْلِيب: یہاں سے ،،ذلك،، کا مشار الیہ نکال کر بتا دیا۔

دَلَالَة: یعنی آیت میں عبرت، دلالت کے معنی میں ہے۔

لِأَصْحَابِ الْبَصَائِر عَلَى قُدْرَة اللّٰه تَعَالَى: ،،لاصحاب سے لاولی کا معنی بتا دیا اور البصائر سے الابصار کی جمع بتا دی اور عَلَى قُدْرَة اللّٰه تَعَالَى،، سے عبرة یعنی دلالۃ کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی اللہ کی قدرت پر دلالت ہے۔

اعتراض: آیت میں ارشاد ہوا کہ اس میں اولی ابصار یعنی عقل والوں کے لئے دلیل ہے اولی ابصار کو خاص کیوں کیا گیا؟

جواب: عقل والوں کو اس لئے خاص کیا گیا کہ ان علامات اور نشانیوں سے عقل والے ہی نفع حاصل کرتے ہیں۔ جاہل اور بے وقوف اپنی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے رہ جاتے ہیں۔

(وَاللّٰه خَلَقَ كُلّ دَابَّة) أيْ حَيَوَان (مِنْ مَاء) نُطْفَة (فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنه) كَالْحَيَّاتِ وَالْهَوَامّ (وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ) كَالْإِنْسَانِ وَالطَّيْر (وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَع) كالبهائم والأنعام (يخلق الله ما يشاء إن الله على كل شيء قدير)(لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَات مُبَيِّنَات) أيْ بَيِّنَات هِيَ الْقُرْآن (وَاللّٰه يَهْدِي مَنْ يَشَاء إلَى صِرَاط) طَرِيق (مُسْتَقِيم) أيْ دِين الْإِسْلَام(وَيَقُولُونَ) الْمُنَافِقُونَ (آمَنَّا) صَدَّقْنَا (بِاللّٰهِ) بِتَوْحِيدِهِ (وَبِالرَّسُولِ) محمد (وَأَطَعْنَا) هما فِيمَا حَكَمَا بِهِ (ثُمَّ يَتَوَلَّى) يُعْرِض (فَرِيق مِنْهُمْ مِنْ بَعْد

ذٰلِكَ) عَنْهُ (وَمَا أُولٰئِكَ) الْمُعْرِضُونَ (بِالْمُؤْمِنِينَ) الْمَعْهُودِينَ الْمُوَافِقِ قُلُوبُهُمْ لِأَلْسِنَتِهِمْ (وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ) الْمُبَلِّغِ عَنْهُ (لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ) عَنِ الْمَجِيءِ إِلَيْهِ (وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ) مسرعين طائعين (أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ) كُفْرٌ (أَمِ ارْتَابُوا) أَيْ شَكُّوا فِي نُبُوَّتِهِ (أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ) فِي الْحُكْمِ أَيْ فَيَظْلِمُوا فِيهِ لَا (بَلْ أُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ) بِالْإِعْرَاضِ عنه (إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ) فَالْقَوْلُ اللَّائِقُ بِهِمْ (أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا) بِالْإِجَابَةِ (وَأُولٰئِكَ) حِينَئِذٍ (هُمُ الْمُفْلِحُونَ) النَّاجُونَ (وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ) يَخَافُهُ (وَيَتَّقْهِ) بِسُكُونِ الْهَاءِ وَكَسْرِهَا بِأَنْ يُطِيعَهُ (فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ) بِالْجَنَّةِ

اور اللہ تعالیٰ نے ہر چوپائے کو پیدا کیا ہے یعنی ہر حیوان کو پانی سے یعنی نطفے سے ان میں سے کچھ وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ ہیں اور دیگر حشرات الارض ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں جیسے انسان اور پرندے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسے جانور اور چوپائے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ہم نے واضح آیات نازل کی ہیں یعنی جو واضح ہیں اس سے مراد قرآن پاک ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے مستقیم صراط یعنی راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے اس سے مراد دین اسلام ہے۔اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں یعنی منافق یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یعنی ہم نے تصدیق کی اللہ تعالیٰ کی یعنی اس کی توحید کی اور اس کے رسول پر یعنی حضرت محمد پر اور ہم نے پیروی کی ان دونوں کی جو ان دونوں نے حکم دیا ہے پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں یعنی اعراض کرتے ہیں یعنی ان میں سے ایک فریق اس کے بعد ایسا کرتا ہے حالاں کہ وہ اعراض کرنے والے لوگ درحقیقت مومن نہیں ہیں یعنی جن کے ساتھ عہد کیا گیا ہو اور جن کے دل ان کی زبانوں کے مطابق ہوں۔اور جب انہیں بلایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف' جو اللہ کی طرف سے تبلیغ کرتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو تم میں سے ایک فریق اعراض کرتا ہے یعنی اس کی طرف آنے سے۔اور اگر ان کے پاس حق ہو تو اس کی طرف اذعان کی حالت میں آئے یعنی تیزی سے فرمانبرداری کرتے ہوئے آئیں۔کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یعنی کفر ہے یا وہ لوگ شک کرتے ہیں یعنی اس کی نبوت میں شک کرتے ہیں یا وہ یہ خوف رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے یعنی فیصلہ کرنے میں ان کے ساتھ زیادتی کریں گے نہیں! بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں جو منہ پھیر لیتے ہیں۔بے شک ایمان والوں کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یعنی ان یہ قول جو ان کے لائق

ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی یعنی ہم نے قبول کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں یعنی نجات پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی اطاعت کرے اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے یعنی اس سے خوف زدہ رہے اور اس سے بچے یعنی اس کی فرمانبرداری کرے اس میں ''ہ'' کو ساکن بھی پڑھا جا سکتا ہے اور ''زیر'' بھی پڑھی جا سکتی ہے تو یہی لوگ کامیاب ہیں جو جنت کی (کامیابی) حاصل کریں گے۔

اغراض مفسر

أيْ حَيَوَان: یہاں سے مفسر نے ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ دابۃ زمین پر چلنے والے چار پاؤں رکھنے والے جانور کو کہا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ماء سے چار پائے کے علاوہ دو ٹانگوں والے جانور بھی پیدا کیے پیٹ پر چلنے والے جانور بھی پیدا کیے چار سے زیادہ پاؤں رکھنے والے جانور بھی پیدا کیے؟ تو مفسر نے حیوان نکال کر جواب دیا کہ دابۃ سے مراد حیوان ہے یعنی زمین پر چلنے والی ہر مخلوق، اب اس میں ہر قسم کے جانور داخل ہو گئے لہذا اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

نُطفَة: ماء کا مرادی معنی بتا دیا یعنی منی کا قطرہ۔

اعتراض: یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ نے ہر مخلوق کو ماء یعنی منی کے قطرے سے پیدا کیا جبکہ اس کے برعکس فرشتے نور سے پیدا ہوئے جن آگ سے پیدا ہوئے آدم مٹی سے پیدا ہوئے حضرت عیسی پھونک سے پیدا ہوئے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے غالب کے اعتبار سے زمینی حیوان کے ماء یعنی منی سے پیدا ہونے والی مخلوق کا ذکر کیا کہ اکثر مخلوق منی سے پیدا ہوتی ہے لہذا اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

تمام اجناسِ حیوان کو پانی کی جنس سے پیدا کیا: یعنی تمام اجناسِ حیوان کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے اور یہ سب باوجود متحد الاصل ہونے کے باہم کس قدر مختلف الحال ہیں، یہ خالق عالم کے علم و حکمت اور اس کے کمال قدرت کی دلیل روشن ہے۔

كَالحَيَّاتِ وَالهَوَامِّ: پیٹ پر چلنے والوں کی تمثیل نکال کر بتا دی یعنی سانپ اور کیڑے مکوڑے۔

كَالإنسَانِ وَالطَّيرِ: دو پاؤں پر چلنے والوں کی تمثیل نکال کر بتا دی یعنی انسان اور پرندے۔

كالبهائم والأنعام: چار پاؤں پر چلنے والوں کی تمثیل نکال کر بتا دی یعنی مویشی اور چوپائے۔

أيْ بَيِّنَات: مبینات کی تفسیر کر دی۔

هِيَ القُرآن: یہ نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ یہاں جز بول کر کل مراد لیا گیا ہے یعنی آیات بول کر قرآن مراد لیا۔

طَرِيق: صراط کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

أيْ دِين الإسلَام: صراط مستقیم کی تفسیر کر دی کہ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ: یہاں سے یقولون کا فاعل نکال کر بتادیا۔

صَدَّقْنَا: ،، آمنا ،، کی تعریف کردی کہ ہم نے دل سے تصدیق کی۔

بِتَوْحِیْدِہٖ: یہ نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ اللہ سے پہلے توحید مضاف محذوف ہے اب ترجمہ یہ ہوگا ہم اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائے۔

محمد: یہ نکال کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آیت میں مطلق بول کر اس کا فرد کامل مراد لیا ہے یعنی رسول بول کر کامل ترین رسول محمد عربی مراد لیا ہے۔

هما: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اطعنا فعل متعدی ہے لیکن عبارت میں اس کا مفعول موجود نہیں تو مفسر نے یہاں سے اطعنا کا مفعول بہ محذوف نکال کر بتادیا یعنی ہم نے ان دونوں کی اطاعت کی۔

فِیْمَا حَکَمَا بِہٖ: یہاں سے اطعنا کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی ہم نے ان دونوں کے ہر اس فیصلہ میں اطاعت کی جس کا انہوں نے حکم دیا۔

حضور نبی کریم کی بارگاہ میں کفار کے فیصلے: کفار و منافقین بارہا تجربہ کر چکے تھے اور انہیں کامل یقین تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ سراسر حق وعدل ہوتا ہے اس لئے ان میں جو سچا ہوتا وہ تو خواہش کرتا تھا کہ حضور اس کا فیصلہ فرمائیں اور جو ناحق پر ہوتا وہ جانتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی عدالت سے وہ اپنی ناجائز مراد نہیں پا سکتا اس لئے وہ حضور کے فیصلہ سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔

یُعْرِضُ: یہاں سے تتولی کا معروف معنی نکال کر بتادیا یعنی منہ پھیر لیا۔

عَنْہُ: یہاں سے تتولی کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی اس حکم سے منہ پھیر لیا۔

اَلْمُعْرِضُوْنَ: یہاں سے ،، اولئك ،، اسم اشارہ کا مشار الیہ نکال کر بتادیا۔

شانِ نُزول: بشر نامی ایک منافق تھا ایک زمین کے معاملہ میں اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے اور اس کو یقین تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق وعدل کا فیصلہ فرماتے ہیں اس لئے اس نے خواہش کی کہ یہ مقدمہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے فیصل کرایا جائے لیکن منافق بھی جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدل و انصاف میں کسی کی رو رعایت نہیں فرماتے اس لئے وہ حضور کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے پر مُصر ہوا اور حضور کی نسبت کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْمَعْهُوْدِیْنَ الْمُوَافِقِ قُلُوْبُهُمْ لِأَلْسِنَتِهِمْ: یہاں سے اعتراض کا جواب دیا کہ جب وہ زبان سے مومن ہونے کا اقرار کر رہے تھے تو ان کے ایمان کی یہاں سے نفی کیوں کی گئی؟ شارح نے ،، المعھودین ،، سے جواب دیا کہ ان کا عہد ایسا نہیں تھا

کہ ان کا دل ان کی زبانوں کے موافق ہوتا بلکہ ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ اور جبکہ ایمان کے لئے ضروری ہے کہ دل زبان کے موافق ہو اس لئے وہ مومن نہیں ہیں۔

الْمُبَلِّغ عَنْهُ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ پیچھے اللہ و رسول دو کا ذکر ہوا جبکہ اس کے بعد فعل **لیحکم** واحد مذکور ہوا یعنی ضمیر واحد ہے اور مرجع تثنیہ جو کہ درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے **المبلغ عنه** نکال کر جواب دیا کہ حکم تو اللہ کا ہے اور رسول کریم ﷺ اللہ کا حکم پہنچانے والے ہیں لہذا حکم کا فاعل ایک ہی ہوا رسول کا اللہ کے ساتھ ذکر انکی عظمت و رفعت کو ظاہر کرنا ہے لہذا اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

عَنِ المجیء إلیه: یہاں سے معرضون کا متعلق نکال کر بتادیا کہ وہ رسول محتشم کی طرف آنے سے اعراض کرتے ہیں۔

مسرعین طائعین: یہاں سے مذعنین کا معروف معنی نکال کر بتادیا یعنی جلدی سے اطاعت کرتے ہوئے آتے ہیں۔

کُفو: یہاں سے مرض کا معنی مرادی نکال کر بتادیا یعنی ان کے دلوں میں کفر ہے، کیونکہ کفر بھی ایک روحانی مرض ہے۔

أیْ شَکُّوا: یہاں سے ارتابوا کا معروف معنی بتادیا۔ یعنی وہ شک کرتے ہیں۔

فِی نُبُوَّتِه: یہاں سے ارتابوا کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی وہ آپ کی نبوت میں شک کرتے ہیں۔

فِی الْحُکْم: یہاں سے یحیف کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی وہ فیصلوں میں زیادتی کریں گے۔

أیْ فیظلموا فِیهِ: یہاں سے شارح نے ادب کا درس دیا کہ آیت میں یحیف فعل معروف ہے اور ظلم کی نسبت اللہ و رسول کی طرف کی گئی ہے لہذا شارح نے فیظلموا فعل مجہول نکالا اب ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ اس شک میں ہیں کہ ان پر ظلم کیا جائے گا، اس صورت میں ظلم کی نسبت اللہ و رسول کی طرف نہیں ہوگی۔

لَا: یہ لفظ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ پیچھے ام حرف استفہام ذکر کیا گیا اور استفہام لاعلمی کی دلیل ہے جبکہ اللہ جل وعلا عالم الغیب ہے وہ استفہام اور سوال سے پاک ہے؟ تو مفسر علیہ الرحمہ نے لا نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں استفہام اپنے معنی میں نہیں بلکہ استفہام انکاری ہے، یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے۔

بِالْإِعْرَاضِ عنه: یہاں سے ان کے ظلم کا سبب نکال کر بتادیا کہ وہ اعراض کے سبب ظالم ہیں۔

فَالْقَوْل اللَّائِق بِهِمْ: یہاں سے شارح نے ،،اذا دعوا،، شرط کی جزا نکال کر بتادی، کہ جب مومنین کو اللہ و رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ بات جو ان کی شان کے لائق ہے وہ یہ کہنا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

بِالْإِجَابَةِ: ،،اطعنا،، کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی ہم نے اطاعت کی قبولیت (قولا وفعلا) کے ساتھ۔

حِینَئِذٍ: ظرف نکال کر بتادیا۔

النَّاجُونَ: مفلحون کا معنی مرادی نکال کر بتادیا۔

يَخَافه: یہاں سے ،،یخش،،کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔
بِسُكُونِ الْهَاء، وَكَسْرِهَا: یہاں سے یتقه کی لغوی تحقیق نکال کر بتادی کہ اس کو ھا کے سکون کے ساتھ یتقه بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسرہ کے ساتھ یتقیه بھی پڑھ سکتے ہیں۔
بِأَنْ يُطِيعه: یہاں سے اللہ سے ڈرنے کی صورت نکال کر بتادی کہ وہ اطاعت کی صورت میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔
بِالْجَنَّةِ: ،،فائزون،، کا متعلق بتادیا۔

(وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْد أَيْمَانهمْ) غَايَتهَا (لَئِنْ أَمَرْتهمْ) بِالْجِهَاد (لَيَخْرُجُنَّ قُلْ) لَهُمْ (لَا تُقْسِمُوا طَاعَة مَعْرُوفَة) لِلنَّبِيِّ خَيْر مِنْ قَسَمكُمْ الَّذِي لَا تَصْدُقُونَ فِيهِ (إِنَّ اللّٰه خَبِير بِمَا تَعْمَلُونَ) مِنْ طَاعَتكُمْ بِالْقَوْلِ وَمُخَالَفَتكُمْ بِالْفِعْلِ(قُلْ أَطِيعُوا اللّٰه وَأَطِيعُوا الرَّسُول فَإِنْ تَوَلَّوْا) عَنْ طَاعَته بِحَذْفِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ خِطَاب لَهُمْ (فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ) مِنْ التَّبْلِيغ (وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ) مِنْ طَاعَته (وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُول إِلَّا الْبَلَاغ الْمُبِين) أَيْ التَّبْلِيغ الْبَيِّن(وَعَدَ اللّٰه الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْض) بَدَلًا عَنْ الْكُفَّار (كَمَا اسْتَخْلَفَ) بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُول (الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ) مِنْ بَنِي إِسْرَائِيل بَدَلًا عَنْ الْجَبَابِرَة (وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينهمْ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ) وَهُوَ الْإِسْلَام بِأَنْ يُظْهِرهُ عَلَى جَمِيع الْأَدْيَان وَيُوَسِّع لَهُمْ فِي الْبِلَاد فَيَمْلِكُوهَا (وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ) بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد (مِنْ بَعْد خَوْفهمْ) مِنْ الْكُفَّار (أَمْنًا) وَقَدْ أَنْجَزَ اللّٰه وَعْده لَهُمْ بِمَا ذُكِرَ وَأَثْنَى عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ (يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا) هُوَ مُسْتَأْنَف فِي حُكْم التَّعْلِيل (وَمَنْ كَفَرَ بَعْد ذَلِكَ) الْإِنْعَام مِنْهُمْ بِهِ (فَأُولَئِكَ هُمْ الْفَاسِقُونَ) وَأَوَّل مَنْ كَفَرَ بِهِ قَتَلَة عُثْمَان رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ فَصَارُوا يَقْتَتِلُونَ بَعْد أَنْ كَانُوا إِخْوَانًا(وَأَقِيمُوا الصَّلَاة وَآتُوا الزَّكَاة وَأَطِيعُوا الرَّسُول لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) أَيْ رَجَاء الرَّحْمَة(لَا تَحْسَبَنَّ) بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّة وَالْفَاعِل الرَّسُول(الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ)لَنَا(فِي الْأَرْض)بِأَنْ يَفُوتُونَا (وَمَأْوَاهُمْ)مَرْجِعهمْ (النَّار وَلَبِئْسَ الْمَصِير) الْمَرْجِع هِيَ

اور وہ لوگ اللہ کے نام کی قسم اٹھاتے ہیں پوری شدت کے ساتھ کہ اگر تم انہیں حکم دو یعنی جہاد کرنے کا تو وہ ضرور نکلیں گے تم ان سے فرمادو تم لوگ قسم نہ اٹھاؤ، مناسب طریقے سے فرمانبرداری کرنا تمہارے اس قسم اٹھانے سے بہتر ہے جو سچی نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ

تمہارے عمل کے بارے میں باخبر ہے یعنی تمہاری زبانی فرمانبرداری اور تمہاری عملی مخالفت کے بارے میں جانتا ہے۔تم لوگ فرمادو تم لوگ اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو اور اگر وہ منہ پھیر لیں اس کی اطاعت سے یہاں پر ایک "ت" کو حذف کردیا گیا ہے یہ ان لوگوں سے خطاب ہے تو بے شک اس رسول پر وہ ذمہ داری ہے جس کا سے پابند کیا گیا ہے یعنی تبلیغ اور تم پر وہ چیز لازم ہے جس کا تمہیں پابند کیا گیا ہے یعنی اسی فرمانبرداری اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو تم ہدایت پالو گے اور رسول کے ذمے صرف واضح طور پر پہچانا لازم ہے یعنی واضح تبلیغ لازم ہے۔تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا کفار کی جگہ پر جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا، اس لفظ کو معروف اور مجہول دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے یعنی بنی اسرائیل سے جنہیں جابر لوگوں کی جگہ بنایا گیا تھا اور وہ ان کے دین کو ضرور محفوظ کرے گا جس سے وہ راضی ہے اس سے مراد اسلام ہے یعنی اسے تمام ادیان پر غالب کردے گا اور ان لوگوں کو تمام علاقوں میں وسعت عطا فرمائے گا اور وہ اس کے مالک ہو جائیں گے اور ان لوگوں کو تبدیل کردے گا اس کو تخفیف اور تشدید دونوں کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے، ان کے خوف میں آنے کے بعد یعنی کفار کے حوالے سے جب وہ امن کی حالت میں آجائیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا کیا جیسا کہ مذکور ہوا اور یہ کہ کر ان کی تعریف کی جو اس نے فرمایا ہے وہ لوگ میری عبادت کرتے ہیں اور وہ لوگ کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہراتے یہاں پر یہ جملہ مستانفہ ہے جو تعلیل کے حکم میں ہے اور جو شخص اس کے بعد بھی کفر کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے انعام کا ان میں سے تو یہی لوگ فاسق ہیں اور سب سے پہلے جس نے کفر کیا وہ حضرت عثمان کے قاتلین ہیں جو بھائی بھائی ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔اور نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔یعنی رحمت کی امید ہو۔اور تم ہرگز گمان نہ کرو اسے غائب وحاضر دونوں طرح کے صیغے کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے اس کے فاعل سے مراد نبی اکرم ﷺ ہوں گے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ وہ عاجز کرنے والے ہیں یعنی زمین میں کہ وہ ہمیں فوت کریں گے حالانکہ ان کا ٹھکانہ ان کے واپسی کی جگہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے یعنی واپسی کی جگہ ہے۔

اغراض مفسر

غَايَتَهَا: جهد، کا معنی نکال کر بتادیا کہ پوری شدت کے ساتھ قسمیں اٹھاتے ہیں۔

بِالْجِهَادِ: یہاں سے امرت کا متعلق نکال کر بتادیا کہ آپ انہیں جہاد کا حکم دیں۔

لَهُمْ: قل کا مفعول غیر صریح نکال کر بتادیا۔

مفعول صریح: وہ مفعول ہے جو بغیر حرف جر کے واسطہ کے آئے۔جیسے **ضرب زيد عمرا** میں **عمرا**۔

مفعول غير صريح: وہ مفعول ہے جو حرف جر کے واسطہ کے ساتھ آئے جیسے **قل لهم** میں **لهم**، آپ ان کو فرمائیں۔

لِلنَّهْيِ: ،،**لَا تُقْسِمُوا**،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

خَیْرٌ: یہاں سے ترکیبی احتمال بتادیا کہ ،، طاعة معروفة،، موصوف صفت ہو کر مبتداء ہے اور اس کی خبر ،، خیر ،، محذوف ہے
مِنْ قَسَمِکُمْ الَّذِی لَا تَصْدُقُونَ فِیْهِ: یہاں سے اسم تفضیل ،، خیر،، کا مفضل علیہ نکال کر بتادیا کہ تمہارا اطاعت کر تمہاری جھوٹی قسموں سے بہتر ہے (اطاعت معروفہ مفضل ہے اور مِنْ قَسَمِکُمْ الَّذِی لَا تَصْدُقُونَ فِیْهِ، مفضل علیہ)
مفضل: اس کو کہتے ہیں جس کو فضیلت دی جائے۔
مفضل علیہ: اس کو کہتے ہیں جس پر فضیلت دی جائے۔
جیسے زید افضل من عمر ،،،، زید عمر سے افضل ہے،، اس میں زید مفضل اور عمر مفضل علیہ ہے۔
مِنْ طَاعَتِکُمْ بِالْقَوْلِ وَمُخَالَفَتِکُمْ بِالْفِعْلِ: یہاں سے ما کا بیان نکال کر بتادیا یعنی تمہاری زبانی اطاعت اور تمہاری عملی مخالفت کو جانتا ہے۔
عَنْ طَاعَتِه: یہاں سے تولوا کا متعلق نکال کر بتادیا۔ یعنی اگر تم اس کی اطاعت سے منہ پھیر لو۔
بِحَذْفِ إِحْدَی التَّاءَیْنِ خِطَابٌ لَهُمْ: یہاں سے تولوا کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی کہ اسکی دو تاؤں میں سے ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے اصل میں یہ تتولوا تھا۔
مِنَ التَّبْلِیْغِ: یہاں سے ما کا بیان بتادیا یعنی نبی پر تبلیغ ہے۔
مِنْ طَاعَتِه: یہاں سے ما کا بیان بتادیا یعنی تم پر نبی کی اطاعت ہے۔
أَیْ التبلیغ البین: ،، بلاغ مبین ،، کا معنی مراد بتادیا۔
بَدَلًا عَنِ الْکُفَّارِ: یہاں سے ،، لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ،، کا مفعول نکال کر بتادیا کہ وہ مومنین کو کفار کے بدلے خلیفہ بنائے گا۔
اس آیت میں خلفاءِ راشدین کی خلافت کی دلیل ہے: اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاءِ راشدین کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں فتوحاتِ عظیمہ ہوئے اور کسری وغیرہ ملوک کے خزائن مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن وتمکین اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔ ترمذی وابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت دو برس تین ماہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت دس سال چھ ماہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت بارہ سال اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔
بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ: یہاں سے استخلف کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ ماضی معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے معروف کی صورت میں فاعل اللہ ہوگا اور مجہول کی صورت میں نائب فاعل الذین ہوگا۔

مِنۡ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡل بَدَلًا عَنِ الۡجَبَابِرَۃ: یہاں سے الذین کا بیان بتادیا یعنی وہ بنی اسرائیل تھے جن کو جبابرہ کے بدلے خلیفہ بنایا گیا۔

وَھُوَ الۡاِسۡلَام: یہاں سے دین کی تفسیر کردی کہ وہ دین، دین اسلام ہے۔

شانِ نُزول: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی نازل ہونے سے دس سال تک مکہ مکرمہ میں مع اصحاب کے قیام فرمایا اور کفار کی ایذاؤں پر جو شب وروز ہوتی رہتی تھیں صبر کیا پھر بحکمِ الٰہی مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور انصار کے منازل کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے روز مرہ ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت خطرہ میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے ایک روز ایک صحابی نے فرمایا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہتھیاروں کے بار سے ہم سبکدوش ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بِاَنۡ یُّظۡھِرَہٗ عَلٰی جَمِیۡعِ الۡاَدۡیَانِ وَیُوَسِّعَ لَھُمۡ فِی الۡبِلَادِ: دین اسلام کو قوت دینے کی صورت نکال کر بتادی کہ بایں صورت کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر ظاہر کردے گا اور دیگر ملکوں میں اس کو پھیلا دے گا۔

دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا یعنی دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس جس چیز پر شب وروز گزرے ہیں ان سب پر دینِ اسلام داخل ہوگا۔

چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمینِ عرب سے کفار مٹادیے گئے، مسلمانوں کا تسلط ہوا، مشرق ومغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتح فرمائے، اکاسرہ کے ممالک وخزائن ان کے قبضہ میں آئے، دنیا پر ان کا رعب چھا گیا۔

فَیَمۡلِکُوۡھَا: یہاں سے نتیجہ نکال کر بتادیا کہ مسلمان ممالک کے مالک بن جائیں گے۔

بِالتَّخۡفِیۡفِ وَالتَّشۡدِیۡدِ: یہاں سے ،،لَیُبَدِّلَنَّ،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ تخفیف کے ساتھ باب افعال سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

مِنَ الۡکُفَّار: یہاں سے ،،خوف مصدر،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔ یعنی ان کے کفار سے خوف کو امن میں بدل دے گا۔

قَدۡ اَنۡجَزَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ لَھُمۡ بِمَا ذُکِرَ وَاَثۡنٰی عَلَیۡھِمۡ بِقَوۡلِہٖ: یہاں سے نتیجہ نکال کر بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا مذکورہ وعدہ پورا کردیا (یعنی مسلمانوں کو وسیع فتوحات عطا فرمائیں اور ملکوں کو مالک بنادیا) اور اگلے کلام میں مومنین کی ثنا بیان فرمائی۔

ھُوَ مُسۡتَأۡنَفٌ فِیۡ حُکۡمِ التَّعۡلِیۡلِ: یہاں سے ،،یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا،، کا ترکیبی احتمال نکال کر بتادیا کہ یہ نیا جملہ ہے لیکن سابقہ کلام کی علت بھی ہے، یعنی مومنین کو ملکوں کی حکومت اور قوت وطاقت ملنے کی علت یہ ہے کہ وہ میری عبادت کریں اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں۔

الۡاِنۡعَام: یہاں سے ذٰلِکَ کا مشار الیہ نکال کر بتادیا۔

مِنْهُمْ: یہاں سے کفر کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی جو ان میں سے انکار کریں گے۔
بِهِ: یہ بھی کفر کا متعلق ہے کہ جو ان میں سے اللہ کا انکار کریں گے۔
وَأَوَّل مَنْ كَفَرَ بِهِ قَتَلَة عُثْمَان رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ فَصَارُوا يَقْتَتِلُونَ بَعْد أَنْ كَانُوا إِخْوَانًا: یہاں سے شارح نے اس آیت کا سب سے پہلا مصداق اور فتنہ نکال کر بتا دیا کہ جنہوں نے سب سے پہلے آیت مذکورہ کا انکار کیا یعنی اس حکم کی مخالفت کی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور یہیں سے مسلمانوں کی آپس میں لڑائیاں شروع ہو گئیں جو آج تک جاری ہیں۔

أَيْ رَجَاء الرَّحْمَة:

بِالفَوْقَانِيَةِ وَالتَّحْتَانِيَة وَالفَاعِل الرَّسُول: یہاں سے ,,لَا تَحْسَبَن,, کی صرفی تحقیق بتا دی کہ اسے واحد مذکر حاضر ,,لَا تَحْسَبَن,, بھی پڑھ سکتے ہیں اور اسے واحد مذکر غائب ,,لَا يَحْسَبَن,, بھی پڑھ سکتے ہیں دونوں صورتوں میں فاعل ,,الرسول,, ہے۔
لَنَا: یہاں سے ,,مُعْجِزِينَ,, کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ وہ ہم کو عاجز کر دیں گے۔
بِأَنْ يَفُوتُونَا: یہاں سے عاجز کرنے کی صورت نکال کر بتا دی کہ بایں صورت کہ وہ ہم کو ختم یعنی کمزور کر دیں گے، اور ہمارے عذاب سے فرار ہو جائیں گے۔
مَرْجِعهمْ: یہاں سے ,,ماوى,, کا معروف معنی نکال کر تا دیا۔
المَرْجِع: یہاں سے ,,المصير,, کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔
هِيَ: فعل ذم ,,بئس,, کا مخصوص بالذم محذوف تھا، نکال کر بتا دیا۔

(يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانكُمْ) مِنَ العَبِيد وَالإِمَاء (وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الحُلُم مِنْكُمْ) مِنَ الأَحْرَار وَعَرَفُوا أَمْر النِّسَاء (ثَلَاث مَرَّات) فِي ثَلَاثَة أَوْقَات (مِنْ قَبْل صَلَاة الفَجْر وَحِين تَضَعُونَ ثِيَابكُمْ مِنَ الظَّهِيرَة) أَيْ وَقْت الظُّهْر (وَمِنْ بَعْد صَلَاة العِشَاء ثَلَاث عَوْرَات لَكُمْ) بِالرَّفْعِ خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر بَعْده مُضَاف وَقَامَ المُضَاف إِلَيْهِ مَقَامه أَيْ هِيَ أَوْقَات وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِيرِ أَوْقَات مَنْصُوبًا بَدَلًا مِنْ مَحَلّ مَا قَبْله قَامَ المُضَاف إِلَيْهِ مَقَامه وَهِيَ لِإِلْقَاءِ الثِّيَاب تَبْدُو فِيهَا العَوْرَات (لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ) أَيْ المَمَالِيك وَالصِّبْيَان (جُنَاح) فِي الدُّخُول عَلَيْكُمْ بِغَيْرِ اسْتِئْذَان (بَعْدهنَّ) أَيْ بَعْد الأَوْقَات الثَّلَاثَة

هُمْ (طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ) لِلْخِدْمَةِ (بَعْضُكُمْ) طَائِف (عَلَى بَعْض) وَالْجُمْلَةُ مُؤَكِّدَةٌ لِمَا قَبْلَهَا (كَذَلِكَ) كَمَا بَيَّنَ مَا ذُكِرَ (يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الآيَاتِ) أَيِ الْأَحْكَام (وَاللهُ عَلِيم) بِأُمُورِ خَلْقِه (حَكِيم) بِمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ وَآيَةُ الاِسْتِئْذَان قِيلَ مَنْسُوخَة وَقِيلَ لَا وَلَكِنْ تَهَاوَنَ النَّاسُ فِي تَرْكِ الاِسْتِئْذَان

اے ایمان والو! جوتمہارے زیر ملکیت ہیں یعنی جو غلام اور کنیزیں انہیں تم سے اجازت مانگنی چاہیے اور وہ لوگ بھی جو ابھی تم میں سے بلوغت کی عمر تک نہیں پہنچے یعنی جو آزاد ہیں اور عورتوں کے معاملات سے واقف ہیں۔ تین مرتبہ یعنی تین اوقات میں 'صبح کی نماز سے پہلے اس وقت جب تم دوپہر کے وقت اپنے اضافی کپڑوں کو اتار دو یعنی ظہر کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین اوقات تمہاری پوشیدگی کے ہیں یہ رفع کے ساتھ ہے اور مقدر مبتداء کی خبر ہے جس کے بعد مضاف ہے مضاف الیہ اس کا قائم مقام ہے یعنی ہی اوقات اور اوقات کو مقدر ماننے کی صورت میں اس پر زبر پڑھی جائے گی جو اپنے ماقبل کے محل کا بدل ہوگا اور مضاف الیہ اس کا قائم مقام ہوگا۔ یعنی کپڑے اتارنے کی وجہ سے تمہاری پوشیدہ چیزیں واضح ہو جاتی ہیں تم پر اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی ان کے زیر ملکیت لوگوں پر اور بچوں پر کہ اگر وہ تمہارے ہاں آئیں اجازت لیے بغیر اس کے بعد یعنی ان تینوں اوقات کے بعد وہ لوگ جو تمہارے ہاں خدمت کے لیے آتے جاتے رہتے ہیں تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے پاس آتا ہے یہ جملہ پہلے والے کی تاکید کے لیے ہے اس طرح جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کو بیان کرتا ہے یعنی احکام کو بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے اپنی مخلوق کے امور کے بارے میں اور حکمت رکھتا ہے جو اس نے ان کے لیے تدبیر کی ہے اجازت مانگنے والی آیت ایک قول کے مطابق منسوخ نہیں ہوئی ہے اور لوگوں نے اجازت کے معاملے میں لاپرواہی کا مظاہرہ کر دیا ہے۔

اغراض مفسر

مِنَ الْعَبِيدِ وَالْإِمَاءِ: یہاں سے الذین کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی غلام اور لونڈیاں۔

مِنَ الْأَحْرَارِ وَعَرَفُوا أَمْرَ النِّسَاءِ: یہاں سے الذین کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی جو آزاد ہیں اور عورتوں کے معاملات سے واقف ہیں۔

فِي ثَلَاثَةِ أَوْقَاتٍ: مفسر علیہ الرحمہ نے ترکیبی احتمال نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ ثلاث مرات ظرفیت کی بنا پر منصوب ہے ،اور مرات ،اوقات کے معنی میں ہے۔

شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری غلام مدلج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا وہ غلام ویسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں چلا گیا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف رکھتے تھے غلام کے اچانک چلے

آنے سے آپ کے دل میں خیال ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

أَیْ وَقْتَ الظُّهْرِ: ،،ظهیرہ،، کا مرادی معنی نکال کر بتادیا۔

بِالرَّفْعِ خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مُقَدَّرٍ بَعْدَہ مُضَافٌ وَقَامَ الْمُضَافُ إِلَیْهِ مَقَامَه أَیْ هِیَ أَوْقَاتُ وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِیْرِ أَوْقَاتٍ مَنْصُوْبًا بَدَلًا مِنْ مَحَلِّ مَا قَبْلَه قَامَ الْمُضَافُ إِلَیْهِ مَقَامَه : یہاں سے ،،ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ رفع کے ساتھ ہے اور مقدر مبتداء کی خبر ہے جس کے بعد مضاف ہے مضاف الیہ اس کا قائم مقام ہے یعنی ہی اوقات اور اوقات کو مقدر ماننے کی صورت میں اس پر زبر پڑھی جائے گی جو اپنے ماقبل کے محل کا بدل ہوگا اور مضاف الیہ اس کا قائم مقام ہوگا۔

وَهِیَ لِإِلْقَاءِ الثِّیَابِ تَبْدُوْ فِیْهَا الْعَوْرَاتُ: آیت کی تفسیر کردی یعنی کپڑے اتارنے کی وجہ سے تمہاری پوشیدہ چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔

أَیْ الْمَمَالِیْكِ وَالصِّبْیَانِ: ہم ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا یعنی ان کے زیر ملکیت لوگوں پر اور بچوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فِی الدُّخُوْلِ عَلَیْکُمْ بِغَیْرِ اسْتِئْذَانٍ: جناح کا متعلق نکال کر بتادیا کہ بغیر اجازت داخل ہونے میں تم پر کوئی گناہ نہیں

أَیْ بَعْدَ الْأَوْقَاتِ الثَّلَاثَةِ هُمْ: ھن ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا کہ اگر وہ تمہارے ہاں آئیں اجازت لیے بغیر اس کے بعد یعنی ان تینوں اوقات کے بعد۔

هُمْ: یہاں سے طوافون کا مبتداء محذوف تھا شارح نے ھم نکال کر مبتدا بتادیا۔

لِلْخِدْمَةِ: طوافون کا سبب نکال کر بتادیا۔

طَائِفٌ: بعضکم کی تفسیر کردی یعنی گروہ۔

وَالْجُمْلَةُ مُؤَكِّدَةٌ لِمَا قَبْلَهَا: غلاموں اور بچوں کے بار بار گھر میں آنے کا ذکر سابق میں ہو چکا دوسری بار اس لئے ذکر کیا کہ یہ جملہ پہلے والے کی تاکید کے لیے ہے۔

كَمَا بَیَّنَ مَا ذُكِرَ: یہاں سے ذلک کا مشارالیہ نکال کر بتادیا، کہ جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا۔

أَیْ الْأَحْكَامِ: یہاں سے آیات کا معنی مرادی نکال کر بتادیا یعنی احکام۔

بِأُمُوْرِ خَلْقِه: علیم کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِمَا دَبَّرَه لَهُمْ: حکیم کا متعلق نکال کر بتادیا۔

وَآیَةُ الِاسْتِئْذَانِ قِیْلَ مَنْسُوْخَةٌ وَقِیْلَ لَا وَلٰكِنْ تَهَاوَنَ النَّاسُ فِی تَرْكِ الِاسْتِئْذَانِ: آیہ

استیذان کے بارے میں علماء کے دو اقوال تھے شارح نے دونوں نقل کر دیئے۔(۱) اجازت مانگنے والی آیت ایک قول کے مطابق منسوخ ہے۔(۲) اجازت مانگنے والی آیت ایک قول کے مطابق منسوخ نہیں ہوئی ہے اور لوگوں نے اجازت کے معاملے میں لاپرواہی کا مظاہرہ کر دیا ہے۔

(وَإِذَا بَلَغَ الأَطفَال منكُمْ) أيها الأحرَار (الحُلُم فَلْيَسْتَأذِنُوا) فِي جَمِيع الأَوقَات (كَمَا اسْتَأذَنَ الَّذِينَ من قبلهم) أي الأحرار الكبار (كذلك يبين الله لكم آياته والله عليم حكيم)(وَالقَوَاعِد مِنَ النِّسَاء) قَعَدنَ عَنِ الحَيض وَالوَلَد لِكِبَرِهِنّ (اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا) لِذلِكَ (فَلَيْسَ عَلَيهِنَّ جُنَاح أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابهنَّ) مِنَ الجِلبَاب وَالرِّدَاء وَالقِنَاع فَوقَ الخِمَار (غَير مُتَبَرِّجَات) مُظهِرَات (بِزِينَة) خَفِيَّة كَقِلَادَة وَسِوَار وَخَلخَال (وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ) بِأَنْ لَا يَضَعْنَهَا (خَير لَهُنَّ وَاللهُ سَمِيع) لِقَولِكُمْ (عَلِيم) بِمَا فِي قُلُوبِكُمْ(لَيْسَ عَلَى الأَعْمَى حَرَج وَلَا عَلَى الأَعْرَج حَرَج وَلَا عَلَى المَرِيض حَرَج) فِي مُؤَاكَلَة مُقَابِلِيهِمْ (وَلَا) حَرَج (عَلَى أَنْفُسكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتكُمْ) بُيُوت أَوْلَادكُمْ (أَوْ بُيُوت آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوت أُمَّهَاتكُمْ أَوْ بُيُوت إِخْوَانكُمْ أَوْ بُيُوت أَخَوَاتكُمْ أَوْ بُيُوت أَعْمَامكُمْ أَوْ بُيُوت عَمَّاتكُمْ أَوْ بُيُوت أَخْوَالكُمْ أَوْ بُيُوت خَالَاتكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحه) خَزَنْتُمُوهُ لِغَيْرِكُمْ (أَوْ صَدِيقكُمْ) وَهُوَ مَنْ صَدَقَكُمْ فِي مَوَدَّته المَعْنَى يجوز الأكل من بيوت من ذُكِرَ وَإِنْ لَمْ يَحْضُرُوا إِذَا عَلِمَ رِضَاهُمْ بِهِ (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاح أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا) مُجْتَمِعِينَ (أَوْ أَشْتَاتًا) مُتَفَرِّقِينَ جَمْع شَتّ نَزَلَ فِيمَنْ تَحَرَّجَ أَنْ يَأْكُل وَحْده وَإِذَا لَمْ يَجِد مَنْ يُؤَاكِله يَتْرُك الأَكْل

اور جب تم میں سے بچے یعنی آزاد بچے بالغ ہو جائیں تو وہ اجازت ضرور لیں تمام اوقات میں جیسا کہ ان سے پہلے والے لوگ اجازت لیتے ہیں یعنی بڑی عمر کے آزاد لوگ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا ہے اور حکمت والا ہے۔اور بیٹھی ہوئی خواتین یعنی جو بڑی عمر کی وجہ سے حیض اور اولاد سے مایوس ہو چکی ہیں وہ نکاح کی امید نہیں رکھتیں اس وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ اپنے اضافی کپڑے اضافی چادر وغیرہ اور جو چادر کے اوپر رومال ہوتا ہے اسے اتار دیں جب کہ وہ ظاہر کرنے والی نہ ہوں زینت کو وہ زینت جو خفیہ ہوتی ہے جیسے ہار، کنگن اور پازیب ہے اور اگر وہ بچیں یعنی یہ کپڑے نہ اتاریں تو ان کے لیے زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ سننے والا ہے تمہارے قول کو اور علم رکھنے والا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔

کسی نابینا شخص پر کوئی گناہ نہیں ہے اور کسی لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لے تو تم پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم اپنے گھروں میں کھانا کھاؤ یعنی اپنی اولاد کے گھروں میں کھانا کھاؤ، اپنے آباؤ اجداد کے گھروں میں کھانا کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں میں کھانا کھاؤ یا اپنے بھائی کے گھروں میں کھاؤ یا اپنی بہنوں کے گھوں میں کھاؤ یا اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں کے گھروں میں کھاؤ یا اپنے ماموں کے اور خالاؤں کے گھروں میں کھاؤ یا ان کے جن کی چابیوں کے تم مالک ہو یعنی تم نے دوسرے شخص کو اس کا خزانچی (یا نگران) مقرر کیا ہو یا دوستوں کے اور یہ وہ شخص ہے جو اپنی محبت میں تمہارے ساتھ سچا ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے گھر میں کھانا کھانا جائز ہے اگر چہ وہ لوگ خود موجود نہ ہوں جب کہ ان کی اس بارے میں رضامندی کا علم ہو اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم لوگ اکٹھے ہو کر یا اجتماع کی صورت میں کھاؤ یا بکھر کر یعنی الگ ہو کر کھاؤ، یہ لفظ ''اشتاتا'' لفظ ''شت'' کی جمع ہے یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو شخص اس بارے میں حرج محسوس کرتا تھا کہ وہ اکیلا کھائے اور جب اسے کوئی ساتھ کھانے والا نہیں ملتا تھا تو وہ کھانا ترک کر دیتا تھا۔

اغراض مفسر

أيها الأحرار: آیت کا مخاطب نکال کر بتا دیا یعنی اے آزاد لوگو۔

احناف کے نزدیک سن بلوغ: سن بلوغ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک لڑکے کے لئے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لئے سترہ سال، عامہ علماء کے نزدیک لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے پندرہ سال ہے۔

في جميع الأوقات: یہاں سے ،،ليستأذنوا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی اجازت ضرور لیں تمام اوقات میں۔

کہ ان اوقات میں خلوت وتنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے لہذا ان اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور ان کے علاوہ جوان لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں کسی وقت بھی بے اجازت داخل نہ ہوں۔ تفسیر خازن وغیرہ

مسئلہ: یعنی ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ کام وخدمت کے لئے تو ان پر ہر وقت استیذ ان کا لازم ہونا سبب حرج ہوگا اور شرع میں حرج مدفوع ہے۔

أي الأحرار الكبار: ھم ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا۔

قعدن عن الحيض والولد لكبرهن: اس طرف اشارہ کیا کہ القواعد پر الف لام اسم موصول کا ہے اور قواعد فعل ماضی قعدن کے معنی میں ہے۔ اب معنی یہ ہو جائے گا کہ بیٹھی ہوئی خواتین یعنی جو بڑی عمر کی وجہ سے حیض اور اولاد سے مایوس ہو چکی ہیں۔

من الجلباب والرداء والقناع فوق الخمار: یہاں سے ثیاب کا بیان نکال کر بتا دیا کہ وہ اپنے اضافی کپڑے اضافی چادر وغیرہ اور جو چادر کے اوپر رومال ہوتا ہے اسے اتار دیں۔

مُظْهِرَات: یہاں سے ،،مُتَبَرِّجَات،، کا معروف ومشہور معنی نکال کر بتادیا۔
خَفِيَّة: یہاں سے زینت کی صفت محذوف تھی شارح نے وہ نکال کر بتادی مطلب یہ کہ وہ زینت جو خفیہ ہوتی ہے۔
كَقِلَادَةٍ وَسِوَارٍ وَخَلْخَالٍ: خفیہ زینت کی مثال بتادی جیسے ہار کنگن اور پازیب۔
بِأَنْ لَا يَضَعْنَهَا: یہاں سے بچنے کی صورت نکال کر بتادی کہ اگر وہ بچیں یعنی یہ کپڑے نہ اتاریں۔
لِقَوْلِكُمْ: یہاں سے ،،سمیع،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔
بِمَا فِي قُلُوبِكُمْ: یہاں سے ،،علیم،، کا متعلق نکال کر بتادیا
فِي مُؤَاكَلَةِ مُقَابِلِيهِمْ: یہاں سے ،،حرج،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔ یعنی کسی نابینا شخص پر، کسی لنگڑے پر اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں ہے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں۔
حَرَجٌ: اس طرف اشارہ کیا کہ اس جملے کا عطف سابقہ جملے پر ہے۔
شانِ نزول: سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کو جاتے تو اپنے مکانوں کی چابیاں نابینا اور بیماروں اور اپاہجوں کو دے جاتے جو ان اعذار کے باعث جہاد میں نہ جا سکتے اور انہیں اجازت دیتے کہ ان کے مکانوں سے کھانے کی چیزیں لے کر کھائیں مگر وہ لوگ اس کو گوارا نہ کرتے بایں خیال کہ شاید یہ ان کو دل سے پسند نہ ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس کی اجازت دی گئی اور ایک قول یہ ہے کہ اندھے اپاہج اور بیمار لوگ تندرستوں کے ساتھ کھانے سے بچتے کہ کہیں کسی کو نفرت نہ ہو اس آیت میں انہیں اجازت دی گئی اور ایک قول یہ ہے کہ جب جب اندھے، نابینا، اپاہج کسی مسلمان کے پاس جاتے اور اس کے پاس ان کے کھلانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو وہ انہیں کسی رشتہ دار کے یہاں کھلانے کے لئے لے جاتا یہ بات ان لوگوں کو گوارا نہ ہوتی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔
بُيُوتِ أَوْلَادِكُمْ: کم ضمیر سے پہلے اولاد محذوف تھا شارح نے وہ نکال کر بتادیا، یعنی اپنی اولاد کے گھروں میں کھانا کھاؤ۔
کہ اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، اسی طرح شوہر کے لئے بیوی کا اور بیوی کے لئے شوہر کا گھر بھی اپنا ہی گھر ہے۔
خَزَنْتُمُوهُ لِغَيْرِكُمْ: شارح نے یہ نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں چابی سے مراد خزانچی ہے مطلب یہ کہ جن کی چابیوں کے تم مالک ہو یعنی تم نے دوسرے شخص کو اس کا خزانچی (یا نگران) مقرر کیا ہو۔
وَهُوَ مَنْ صَدَقَكُمْ فِي مَوَدَّتِهِ الْمَعْنَى: صدیق کی تفسیر کردی کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنی محبت میں تمہارے ساتھ سچا ہو
يَجُوزُ الْأَكْلُ مِنْ بُيُوتِ مَنْ ذُكِرَ وَإِنْ لَمْ يَحْضُرُوا إِذَا عَلِمَ رِضَاهُمْ بِهِ: شارح نے شرعی مسئلہ بتادیا کہ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے گھر میں کھانا کھانا جائز ہے اگرچہ وہ لوگ خود موجود نہ ہوں جب کہ ان کو اس

بارے میں رضامندی کا علم ہو۔

بے اجازت کھانے کا حکم: یعنی یہ ہیں کہ ان سب لوگوں کے گھر کھانا جائز ہے خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں جب کہ معلوم ہو کہ وہ اس سے راضی ہیں، سلف کا تو یہ حال تھا کہ آدمی اپنے دوست کے گھر اس کی غیبت میں پہنچتا تو اس کی باندی سے اس کا کیر طلب کرتا اور جو چاہتا اس میں سے لے لیتا جب وہ دوست گھر آتا اور باندی اس کو خبر دیتی تو اس خوشی میں وہ باندی کو آزاد کر دیتا مگر اس زمانہ میں یہ فیاضی کہاں لہذا بے اجازت کھانا نہ چاہیے۔

مُجْتَمِعِينَ: شارح نے جمیعا کا تر کیبی احتمال بتا دیا کہ یہ حال کی وجہ سے منصوب ہے اور اسم فاعل کے معنی میں ہے۔

مُتَفَرِّقِينَ: اشتاتا کا معنی نکال کر بتا دیا مطلب یہ کہ بکھر کر یعنی الگ ہو کر کھاؤ۔

جَمع شَتّ: اشتاتا کی لغوی تحقیق بتادی کہ "اشتاتا" لفظ "شت" کی جمع ہے۔

نَزَلَ فِيمَنْ تَحَرَّجَ أَنْ يَأْكُل وَحده وَإِذَا لَمْ يَجِد مَنْ يُؤَاكِلهُ يَتْرُكُ الْأَكْل: شارح نے شان نزول نکال کر بتا دیا کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو شخص اس بارے میں حرج محسوس کرتا تھا کہ وہ اکیلا کھائے اور جب اسے کوئی ساتھ کھانے والا نہیں ملتا تھا۔

شانِ نُزول: قبیلہ بنی لیث بن عمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لئے بیٹھے رہتے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا) لَكُمْ لَا أَهل بِهَا (فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسكُمْ) قُولُوا السَّلَام عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَاد اللّه الصَّالِحِينَ فَإِنَّ الْمَلَائِكَة تَرُدّ عَلَيْكُمْ وَإِنْ كَانَ بِهَا أَهل فَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ (تَحِيَّة) مَصْدَر حَيًّا (مِنْ عِنْد اللّه مُبَارَكَة طَيِّبَة) يُثَاب عَلَيْهَا (كَذَلِكَ يُبَيِّن اللّه لَكُمْ الْآيَات) أَيْ يُفَصِّل لَكُمْ مَعَالِم دِينكُمْ(لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ)لِكَيْ تَفْهَمُوا ذلك(إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّهِ وَرَسُوله وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ)أَيْ الرَّسُول(عَلَى أَمْر جَامِع)كَخُطْبَةِ الْجُمُعَة(لَمْ يَذْهَبُوا)لِعُرُوضِ عُذْر لَهُمْ (حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَك أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَرَسُوله فَإِذَا اسْتَأْذَنُوك لِبَعْضِ شَأْنهمْ) أمرهم (فأذن لمن شئت منهم) بالانصراف (واستغفر لهم الله إن الله غفور رحيم)

اور جب تم گھروں میں یعنی اپنے گھروں میں داخل ہو یا جہاں پر کوئی موجود نہ ہو تو تم اپنے اوپر سلام کرو یعنی یہ کہو ہم پر سلام ہو اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو کیونکہ فرشتے تمہیں جواب دیتے ہیں اور اگر گھر میں لوگ موجود ہوں تو تم انہیں سلام

کرو لفظ تحیۃ یہ لفظ حیا کا مصدر ہے، یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو برکت والا ہے پاکیزہ ہے اور اس پر ثواب دیا جائے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ آیات کو تم پر واضح کرتا ہے یعنی وہ تمہارے لیے تمہاری دینی تعلیمات کو الگ الگ بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ لو یعنی اس کا فہم حاصل کر لو۔ بے شک وہ مومن جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں یعنی رسول ﷺ کے ساتھ کسی جامع معاملے میں جیسے جمعے کے خطبے کے معاملے میں تو وہ نہیں جاتے کسی کام کی وجہ سے، جب تک اجازت نہ حاصل کر لیں۔ بے شک وہ لوگ جو تم سے اجازت لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ تم سے اپنے کسی معاملے کے بارے میں اجازت لیں تو تم ان میں سے جسے چاہو اجازت دے دو کہ وہ چلا جائے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے مغفرت طلب کرو، بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اغراض مفسر

لَکُمْ لَا أَھْلَ بِھَا: بیوت مطلق تھا مفسر علیہ الرحمہ نے تفسیر کر دی کہ مراد اپنا گھر ہے جس میں کوئی موجود نہ ہو۔

قُوْلُوا السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ فَإِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَرُدُّ عَلَیْکُمْ وَإِنْ کَانَ بِھَا أَھْلٌ فَسَلِّمُوا عَلَیْھِمْ: مفسر نے حدیث کی رو سے سلام کرنے کا طریقہ بتا دیا کہ جس میں کوئی موجود نہ ہو اس طرح سلام کہو

مَصْدَرُ حَیًّا: صرفی تحقیق بتا دی کہ تحیۃ مصدر ہے حیا کا۔

سلام کرنے کا طریقہ: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو۔

اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے "اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی أَھْلِ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُہٗ،" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مراد ہیں۔ نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے "اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" (شفا شریف) ملا علی قاری نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔ مسئلہ: اماموں اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی بے اجازت نہ جانا چاہیے۔

یُثَابُ عَلَیْھَا: نتیجہ نکال کر بتا دیا کہ ایسا کرنے پر ثواب عطا کیا جائے گا۔

أَیْ یُفَصِّلُ لَکُمْ مَعَالِمَ دِیْنِکُمْ: آیت کی تفسیر کر دی کہ یعنی وہ تمہارے لیے تمہاری دینی تعلیمات کو الگ الگ بیان کرتا ہے۔

لِکَیْ تَفْھَمُوا ذٰلِکَ:۔

أي الرّسول:۔ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔
كخطبة الجمعة:۔امر جامع (جماعت والا فعل) کی تمثیل نکال کر بتادی یعنی خطبہ جمعہ۔
لعروض عذر لهم:۔یذ ھبوا کا سبب نکال کر بتادیا۔
أمرهم:۔شان کا معنی مرادی نکال کر بتادیا۔
بالانصراف:۔یاذن کا متعلق نکال کر بتادیا مطلب یہ کہ اسے واپس جانے کی اجازت عطا فرمادیں۔

(لَا تَجْعَلُوا دُعَاء الرَّسُول بَيْنكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضكُمْ بَعْضًا) بِأَنْ تَقُولُوا يَا مُحَمَّد بَلْ قُولُوا يَا نَبِيّ اللّٰه يَا رَسُول اللّٰه فِي لِين وَتَوَاضُع وَخَفْض صَوْت (قَدْ يَعْلَم اللّٰه الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا) أَيْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَسْجِد فِي الْخُطْبَة مِنْ غَيْر اسْتِئْذَان خُفْيَة مُسْتَتِرِينَ بِشَيْءٍ وَقَدْ لِلتَّحْقِيقِ (فَلْيَحْذَرْ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْره) أَيْ اللّٰه وَرَسُوله (أَنْ تُصِيبهُمْ فِتْنَة) بَلَاء (أَوْ يُصِيبهُمْ عَذَاب أَلِيم) فِي الآخرة(أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض) مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا (قَدْ يَعْلَم مَا أَنْتُمْ) أَيُّهَا الْمُكَلَّفُونَ (عَلَيْهِ) مِنَ الْإِيمَان وَالنِّفَاق (وَ) يَعْلَم (يَوْم يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ) فِيهِ الْتِفَات عَنِ الْخِطَاب أَيْ مَتَى يَكُون (فَيُنَبِّئهُمْ) فِيهِ (بِمَا عَمِلُوا) مِنَ الْخَيْر وَالشَّرّ (وَاللّٰه بِكُلِّ شَيْءٍ) من أعمالهم وغيرها (عليم)

تم رسول کو اپنے درمیان اس طرح نہ بلاؤ جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو یعنی تم یہ نہ کہو اے محمد، بلکہ یہ کہو اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! نرمی سے اور پست آواز میں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگوں کو جو کسی چیز کی آڑ میں کھسک جاتے ہیں یعنی وہ خطبے کے دوران مسجد میں سے اجازت لیے بغیر خفیہ طور پر کسی چیز کے پردے میں نکل جاتے ہیں "قد" یہ لفظ تحقیق کے لیے ہے انہیں بچنا چاہیے ان لوگوں کو جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی۔ اس چیز سے کہ انہیں کوئی فتنہ یعنی آزمائش نہ لاحق ہو جائے یا انہیں دردناک عذاب نالاحق ہو جائے یعنی آخرت میں ایسا ہو۔
خبردار! آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے وہ ملکیت اور مخلوق ہونے اور حکم کا پابند ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جس میں تم ہو یعنی اے مکلف لوگو! جس ایمان یا نفاق کی حالت میں ہو وہ جانتا ہے اس دن کے بارے میں جس دن کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا یہاں پر خطاب کا طرز تبدیل کر دیا گیا ہے یعنی جب یہ ہوگا تو وہ انہیں بتادے گا اس دن جو وہ عمل کیا کرتے تھے اچھا یا برا؟ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے بارے میں یعنی ان کے اعمال کے بارے میں اور دیگر چیزوں کے بارے میں علم رکھنے والا ہے۔

اغراض مفسر

بِأَن تَقُولُوا يَا مُحَمَّد بَلْ قُولُوا يَا نَبِيَّ اللّٰه يَا رَسُولَ اللّٰه فِي لِين وَتَوَاضُع وَخَفْض صَوْت: رسول کریم ﷺ کو پکارنے کی صورت نکال کر بتا دی، یعنی جب رسول مکرم کی بارگاہ میں جاؤ تو ادب کا خیال رکھتے ہوئے تم یہ نہ کہو اے محمد، بلکہ یہ کہو اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول نرمی سے اور پست آواز میں۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرو تو ادب وتکریم اور توقیر وتعظیم کے ساتھ: کیونکہ جس کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکاریں اس پر اجابت وتعمیل واجب ہو جاتی ہے اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہوتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور اجازت سے ہی واپس ہو اور ایک معنی مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرے تو ادب وتکریم اور توقیر وتعظیم کے ساتھ آپ کے معظم القاب سے نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ ومنکسرانہ لہجہ میں " **يَانَبِيَّ اللّٰه يَارَسُوْلَ اللّٰه يَاحَبِيْبَ اللّٰه** " کہہ کر۔

أَيْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَسْجِد فِي الْخُطْبَة مِنْ غَيْر اسْتِئْذَان خُفْيَة مُسْتَتِرِينَ بِشَيْء: آیت کریمہ کی تفسیر کر دی اور منافقین کی نشاندہی کی گئی یعنی وہ خطبے کے دوران مسجد میں سے اجازت لیے بغیر خفیہ طور پر کسی چیز کے پردے میں نکل جاتے ہیں۔

وَقَدْ لِلتَّحْقِيق: ۔ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا کہ مضارع پر قد تقلیل اور تردد کا فائدہ دیتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تردد سے پاک ہے، مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ "قد" کا لفظ یہاں تحقیق کے لیے ہے، لہٰذا اب اعتراض نہ رہا۔

أَيْ اللّٰه وَرَسُوله: ۔ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا۔

بَلَاء: ۔فتنہ کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا۔

فِي الْآخِرَة: ۔ یصیبھم ، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا: ۔ ما کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی ملکیت اور مخلوق ہونے اور حکم کا پابند ہونے کے اعتبار سے جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

أَيُّهَا الْمُكَلَّفُونَ: ۔مخاطب نکال کر بتا دیا۔

مِنَ الْإِيمَان وَالنِّفَاق: ما کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی اے مکلف لوگو! جس ایمان یا نفاق کی حالت میں ہو وہ جانتا ہے۔

يَعْلَم: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ اس کا عطف قد یعلم پر ہے اور واو کے بعد یعلم محذوف ہے۔

فِيهِ الْتِفَات عَنِ الْخِطَاب أَيْ مَتَى يَكُون: ۔مفسر علیہ الرحمہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ سابق میں حاضر کے صیغے استعمال ہوئے اور یہاں غائب کا صیغہ لایا گیا یعنی یہاں پر خطاب کا طرز تبدیل کر دیا گیا ہے۔

فیہ:۔ فینبئھم کا متعلق نکال کر بتادیا۔
من الخیر والشر:۔ ما کا بیان نکال کر بتادیا۔
من أعمالھم وغیرھا:۔ شیٔ کا بیان نکال کر بتادیا۔
شان نزول: منافقین پر روز جمعہ مسجد میں ٹھہر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبے کا سننا گراں ہوتا تھا تو وہ چپکے چپکے آہستہ آہستہ صحابہ کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سورہ الفرقان

سورہ فرقان مکیہ ہے اس میں چھ رکوع اور ستتر آیتیں اور آٹھ سو بانوے کلمے اور تین ہزار سات سو تین حرف ہیں۔

(تَبَارَكَ) تَعَالَى (الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ) الْقُرْآنَ لِأَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ (عَلَى عَبْدِهِ) مُحَمَّدٍ (لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ) الْإِنْسِ وَالْجِنِّ دُونَ الْمَلَائِكَةِ (نَذِيرًا) مُخَوِّفًا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ (الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ ولدا ولم يكن له شريك في الملك وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ) مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَخْلُقَ (فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا) سَوَّاهُ تَسْوِيَةً (وَاتَّخَذُوا) أَيِ الْكُفَّارُ (مِنْ دُونِهِ) أَيِ اللَّهِ أَيْ غَيْرِهِ (آلِهَةً) هِيَ الْأَصْنَامُ (لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا) أَيْ دَفْعَهُ (وَلَا نَفْعًا) أَيْ جَرَّهُ (وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً) أَيْ إِمَاتَةً لِأَحَدٍ وَإِحْيَاءً لِأَحَدٍ (وَلَا نُشُورًا) أَيْ بَعْثًا لِلْأَمْوَاتِ (وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا) أَيْ مَا الْقُرْآنُ (إِلَّا إِفْكٌ) كَذِبٌ (افْتَرَاهُ) مُحَمَّدٌ (وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ) وَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ قال تعالى (فقد جاؤوا ظُلْمًا وَزُورًا) كُفْرًا وَكَذِبًا أَيْ بِهِمَا

برکت والی برتر ہے وہ ذات جس نے فرقان یعنی قرآن اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا قرآن کو فرقان اس لیے کہا گیا ہے کہ اس نے حق و باطل کے درمیان فرق کر دیا، تاکہ عالم والوں یعنی انسانوں اور جنوں کے لیے نہ کہ فرشتوں کے لیے ڈرانے والا ہو یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہو ایسی ذات کہ اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا اور نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر اس شیٔ کو پیدا کیا جس کی شان مخلوق ہونا ہے پھر اس کو اچھی طرح درست کیا اور کفار نے اللہ کو چھوڑ کر اس کے غیر کو معبود بنا لیا وہ بت ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور وہ خود اپنے لیے نہ کسی نقصان یعنی اس کو دفع کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کا یعنی اس کو حاصل کرنے کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ جینے کا یعنی نہ کسی کو مارنے کا اور نہ کسی کو زندہ کرنے کا اور دوبارہ زندہ کرنے کا یعنی نہ مردوں کو زندہ کرنے کا اور کافر لوگ قرآن کے بارے میں یوں کہتے ہیں یہ قرآن کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو اس شخص محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس گھڑنے میں

اس کی مدد کی ہے اور وہ اہل کتاب میں سے بعض لوگ ہیں سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے کفر اور کذب کے یعنی دونوں کا ارتکاب کیا اور یہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ قرآن پہلے لوگوں کے خرافاتی قصے ہیں یعنی جھوٹ کا پلندہ ہے (اساطیر) اسطورۃ بالضم کی جمع ہے ان خرافاتی قصوں کو اس قوم (یہود) سے کسی دوسرے کے ذریعے نقل کرا لیتے ہیں پھر وہی خرافاتی قصے اس کو صبح شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تاکہ ان کو محفوظ کر لے، ان پر رد کرتے ہوئے۔

اغراض مفسر

تَعَالٰی: ۔تبارک کا معنی مرادی بتا دیا۔یاد رہے کہ تبارک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کیلئے مستعمل نہیں ہے۔

سوال: ؟اس آیت میں ،،تبارک،، کی تفسیر ،،تعالیٰ،، سے کی گئی ،اگلی آیت میں ،،تبارک،، کی تفسیر ،،تکاثر،، سے کی گئی ،اور اس سے اگلی آیت میں ،،تبارک،، کی تفسیر ،،تعاظم،، سے کی گئی ،یعنی مختلف مقامات پر ،،تبارک،، کی تفسیر مختلف کیوں؟

جواب: ؟اس کا جواب یہ ہے کہ ،،تبارک،، ایک ایسی جامع اور کامل صفت ہے جو تمام کمالات کو شامل بھی ہے اور تمام نقائص سے مانع بھی ہے لہذا اس کا مفہوم وسیع ہونے کی بنا پر اس کی تفسیر مختلف مقام پر مختلف کی گئی ،یہ مقام ،مقام تنزیہ و پاکیزگی تھا اس لئے اس کی تفسیر ،،تعالیٰ،، سے کی گئی ،اگلا مقام ،مقام عطا و نوازشات کا تھا اس لئے اس کی تفسیر ،،تکاثر،، سے کی گئی ،اس سے اگلا مقام ،مقام عظمت و بزرگی تھا اس لئے اس کی تفسیر ،،تعاظم،، سے کی گئی۔

اَلْقُرْآن: ۔فرقان کا معنی مرادی بتا دیا۔

لِاَنَّهٗ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ: ۔قرآن کو فرقان کہنے کی علت نکال کر بتا دی کہ قرآن کو فرقان اس لیے کہا گیا ہے کہ اس نے حق و باطل کے درمیان فرق کر دیا۔

مُحَمَّد: ۔عبد کی تفسیر کر دی۔

سوال: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو نام کی بجائے صفت ،،عبد،، سے کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی صفت عبدیت میں اس قدر کامل و اکمل ہیں کہ گویا آپ عبداللہ ہو گئے لفظ عبداللہ کا حقیقی مصداق بن گئے اس لئے نام کی بجائے آپ کی صفت کامل و اکمل ،،عبد،، کے ساتھ آپ کو ذکر کیا گیا۔

اَلْاِنْسِ وَالْجِنِّ دُوْنَ الْمَلَائِكَةِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ العالمین پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد صرف انسان اور جن ہیں

حضور کی رسالت کے بارے جمہور اور مفسر جلالین کا موقف: اس آیت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عموم رسالت کا بیان ہے کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جن ہوں یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات سب آپ کے امتی ہیں کیونکہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں اس میں یہ سب داخل ہیں ملائکہ کو اس سے خارج کرنا جیسا کہ جلالین میں (دون الملائکۃ) شیخ محلی سے اور کبیر میں امام رازی سے اور شعب الایمان میں بیہقی سے صادر ہوا بے دلیل ہے اور دعوی اجماع غیر

ثابت چنانچہ امام سبکی وبازری وابن حزم وسیوطی نے اس کا تعاقب کیا اور خود امام رازی کو تسلیم ہے کہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں پس وہ تمام خلق کو شامل ہے ملائکہ کو اس سے خارج کرنے پر کوئی دلیل نہیں علاوہ بریں مسلم شریف کی حدیث ہے "أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً" یعنی میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ علامہ علی قاری نے مرقات میں اس کی شرح میں فرمایا یعنی تمام موجودات کی طرف جن ہوں یا انسان یا فرشتے یا حیوانات یا جمادات۔ اس مسئلہ کی کامل تنقیح وتحقیق شرح وبسط کے ساتھ امام قسطلانی کی مواہب لدنیہ میں ہے۔

مُخَوِّفًا مِنْ عَذَابِ اللهِ:۔ ،،نذیر،، کی تفسیر کردی یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرسنانے والا۔

سوال:؟ قرآن پاک میں ،،نذیرا،، کے ساتھ ،،بشیرا،، کا ذکر ہوا لیکن اس جگہ آپ ﷺ کو صرف نذیرا کہا گیا کیوں؟

جواب:؟ مذکورہ آیات میں کفار اور کاذبوں اور بے راہ روؤں کا کثرت کے ساتھ ذکر ہوا اس لئے فقط ،،نذیرا،، کا ذکر ہوا۔

مِنْ شَأْنه أَنْ يَخْلُقَ: شئی کا متعلق یا بیان نکال کر بتادیا مطلب یہ کہ اس نے ہر اس شئی کو پیدا کیا جس کی شان مخلوق ہونا ہے۔ (یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب بھی ہے اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالی بھی ایک شئی ہے اور آیت میں ارشاد ہوا کہ ،،اللہ تعالی ہر شئی کا خالق ہے،، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالی کی بھی تخلیق ہوئی ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے ،،**مِنْ شَأْنه أَنْ يَخْلُقَ**، نکال کر جواب دیا کہ اس نے ہر اس شئی کو پیدا کیا جس کی شان مخلوق ہونا ہے، اور اللہ تعالی مخلوق نہیں ہے لہذا اعتراض بھی رفع ہوگیا

سَوَّاهُ تَسْوِيَةً:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا ،،**خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا**،، یعنی اللہ نے پہلے ہر چیز کی تخلیق کی پھر اس کی تقدیر مقرر کی حالانکہ صحیح یہ ہے کہ ہر چیز کی پہلے تقدیر مقرر کی جاتی ہے اس کے بعد اس کی تخلیق ہوتی ہے جیسا کہ کوئی چیز بنانے کے لئے پہلے پلان کیا جاتا ہے نقشہ مرتب ہوتا ہے پھر اس کو بنایا جاتا ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے ،،**سَوَّاهُ تَسْوِيَةً**،، نکال کر اس کا جواب دیا کہ ،،**فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا**،، اصل میں ،،**سَوَّاهُ تَسْوِيَةً**،، کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کو تخلیق کیا پھر اس کو اچھی طرح درست کیا ڈیکوریٹ کیا، محفوظ کیا اور یہ سب کچھ تخلیق کے بعد ہوتا ہے لہذا اعتراض بھی نہ رہا۔

أَيْ الْكُفَّار:۔ ،،**وَاتَّخَذُوا**،، کا فاعل نکال کر بتادیا۔

أَيْ اللهُ أَيْ غَيْرِه:۔ ،،ہ،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔

مِنْ دُوْنِ اللهِ کے بارے میں قاعدہ: (۱) الف: جب "مِنْ دُوْنِ اللهِ" عبادت کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے سوا۔ "الف" کی مثال **اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ**

تم اور وہ چیزیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں۔ (پ17، الانبیآء 98)

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اور جو کوئی اللہ کے سوا دوسرے معبود کو پوجے۔ (پ18، المؤمنون 117)

ان جیسی تمام آیتوں میں ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ '' کے معنی اللہ کے سوا ہیں کیونکہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔

(۲) جب ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ '' مدد، نصرت، ولایت، دعا بمعنی پکارنا کے ساتھ آوے۔ تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے مقابل یعنی اللہ کے سواء وہ لوگ جو اللہ کے مقابل ہیں۔

''ب'' کی مثال یہ آیات ہیں: **وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ**

اور تمہارا اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔ (پ1، البقرۃ 107)

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا: میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔ (پ15، بنی اسرآئیل ۲)

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ: بلکہ بنالئے انہوں نے اللہ کے مقابل حمایتی۔ (پ24، الزمر 43)

ان جیسی تمام آیتوں میں ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ '' سے مراد اللہ کے مقابل ہوگا یعنی اللہ کے مقابل تمہارا کوئی مددگار، ناصر، سفارشی، وکیل نہیں جو رب سے مقابلہ کر کے تمہیں اس کے عذاب سے بچالے۔ اگر ان آیات میں اس کے معنی اللہ کے سوا کئے گئے یعنی خدا کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں تو ان آیتوں سے تعارض ہوگا جن میں بندوں کو مددگار بتایا گیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گزر چکا۔

هِيَ الْأَصْنَام:۔ آلِهَة،، کی تفسیر کردی۔

أَيْ دَفْعه:۔ ضَرًّا،، کی صفت نکال کر بتادی، مطلب یہ کہ وہ بت خود مخلوق ہیں وہ خود اپنے لیے نہ کسی نقصان یعنی اس کو دفع کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

أَيْ جَرّه:۔ نَفْعًا،، کی صفت نکال کر بتادی، مطلب یہ کہ وہ بت خود مخلوق ہیں وہ خود اپنے لیے نہ کسی نفع کا یعنی اس کو حاصل کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

إمَاتَة لِأَحَدٍ وَإحْيَاء لِأَحَدٍ:۔ موت اور حیاۃ کی تفسیر کردی کہ نہ کسی کو مارنے کا اور نہ کسی کو زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

أَيْ بَعْثًا لِلْأَمْوَات:۔ نشورًا کا معنی مرادی بتادیا کہ یعنی نہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

أَيْ مَا الْقُرْآن:۔ ما سے ان کا معنی بتادیا کہ یہ ما نافیہ کے معنی میں ہے اور قرآن سے هذا کا مشار الیہ بتادیا۔

كَذِب:۔ إفْك،، کا مرادی معنی بتادیا۔

مُحَمَّد:۔ افترا کا فاعل بتادیا کہ یہ قرآن جھوٹ ہے جس کو اس شخص محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے۔

وَهُمْ مِنْ أَهْل الْكِتَاب:۔ قَوْم آخَرُونَ،، کی تفسیر کردی کہ وہ اہل کتاب میں سے بعض لوگ ہیں۔

قَالَ تَعَالَى: اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتادیا۔

كُفْرًا وَكَذِبًا:۔،، ظُلْمًا وَزُوْرًا،، کی تفسیر کردی مطلب یہ کہ یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے یعنی کفر اور کذب کے مرتکب ہوئے۔

أَيْ بِهِمَا:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،ظُلْمًا وَزُوْرًا،، منصوب بنزع الخافض ہے یعنی ان پر حرف جر داخل تھا اس کو حذف کر کے اسم کو نصب دیا گیا اصل عبارت یہ تھی ،،فقد جاؤوا بظُلْم وَزُوْر،،۔(اسم پر حرف جر کو حذف کر کے اس کی جگہ اسم کو نصب دینا منصوب بنزع الخافض کہلاتا ہے)۔

(قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ)الغَيْبَ(فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا) لِلْمُؤْمِنِينَ (رَحِيمًا) بهم(وَقَالُوا مَالِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا)هلا(أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا)يُصَدِّقه(أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنْزٌ) مِنَ السَّمَاءِ يُنْفِقُهُ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى الْمَشْيِ فِي الْأَسْوَاقِ لِطَلَبِ الْمَعَاشِ (أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ) بُسْتَان (يَأْكُلُ مِنْهَا) أَيْ مِنْ ثِمَارِهَا فَيَكْتَفِي بِهَا وَفِي قِرَاءَةٍ نَأْكُلُ بِالنُّونِ أَيْ نَحْنُ فَيَكُونُ لَهُ مَزِيَّةٌ عَلَيْنَا بِهَا (وَقَالَ الظَّالِمُونَ) أَيِ الْكَافِرُونَ لِلْمُؤْمِنِينَ (إِنْ) مَا (تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا) مخدوعا مغلوبا على عقله قال تعالى(انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ) بِالْمَسْحُورِ وَالْمُحْتَاجِ إِلَى مَا يُنْفِقُهُ وَإِلَى مَلَكٍ يَقُومُ مَعَهُ بِالْأَمْرِ (فَضَلُّوا) بِذَلِكَ عَنِ الْهُدَى (فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا) طريقا إليه

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہہ دیجئے اس (قرآن) کو تو اس ذات پاک نے نازل کیا ہے جس کو آسمانوں اور زمین کی مغیبات کا علم ہے واقعی اللہ تعالیٰ مومنین کے لیے غفور ان کے لیے رحیم ہے اور یہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ وہ اس کے ساتھ رہ کر (لوگوں) کو ڈراتا اس کی نبوت کی تصدیق کرتا یا آسمان سے اس کے پاس کوئی خزانہ آپڑتا جس سے اس کو فائدہ ہوتا اور طلب معاش کے لیے بازاروں میں (مارا مارا) نہ پھرتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا کہ اس سے یعنی اس کے پھلوں کو کھاتا اور اس پر اکتفا کرتا، اور ایک قرات میں یاکل کے بجائے ناکل" نون کے ساتھ ہے یعنی ہم کھاتے، جس کی وجہ سے اس کو ہم پر ایک قسم کی فوقیت حاصل ہوتی اور یہ ظالم کافر مومنین سے یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک سحر زدہ فریب خوردہ مغلوب العقل شخص کے پیچھے چل رہے ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو تو سہی یہ لوگ آپ کے لیے کیسی عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں سحر زدہ ہونے کی، خرچ کا محتاج ہونے کی اور فرشتہ کا محتاج ہونے کی تاکہ اس کے ساتھ داری میں شریک ہو، اسی (ضرب الامثال کی وجہ سے) راہ ہدایت سے گمراہ ہو گئے کسی طرح راہ حق پر نہیں آسکتے۔

اغراض مفسر

الْغَيْبَ:۔السِّرَّ،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

لِلْمُؤْمِنِينَ:۔غَفُورًا،، کا متعلق بتا دیا۔

بهم:۔ رَجِيمًا ،،کا متعلق بتادیا۔

هلّا:۔ لولا جب ماضی پر داخل ہو تو یہ توبیخ کے لئے آتا ہے اور جب یہ مضارع پر داخل ہو تو تحضیض کے لئے آتا ہے، اور جب یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو امتناعیہ کے لئے آتا ہے، مفسر نے اس طرف اشارہ کیا کہ لولا ھلا یعنی توبیخ کے معنی میں ہے۔

يُصَدِّقه:۔ ملک کی صفت نکال کر بتادی مطلب یہ کہ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ جو اس کی نبوت کی تصدیق کرتا۔

مِنَ السَّمَاء:۔ متعلق نکال کر بتادیا۔

يُنفقه وَلَا يَحتَاج إلَى المَشى فِى الأسوَاق لِطَلَبِ المَعَاش:۔ آیت کی تفسیر فرمادی مطلب یہ کہ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ وہ اس کے ساتھ رہ کر (لوگوں) کو ڈراتا اس کی نبوت کی تصدیق کرتا یا آسمان سے اس کے پاس کوئی خزانہ آپڑتا جس سے اس کو فائدہ ہوتا اور طلب معاش کے لیے بازاروں میں (مارامارا) نہ پھرتا۔

بُستَان:۔ یہاں سے ،،جَنَّة ،،کا معنی بتادیا یعنی باغ۔

أى مِنَ ثِمَارِهَا:۔ ھا ضمیر کا مرجع بتادیا۔

فَيَكتَفِى بِهَا:۔ نتیجہ بتادیا۔

وَفِى قِرَاءَة نَأكُل بِالنُّونِ أى نَحنُ فَيَكُون لَه مَزِيَّة عَلَينَا بِهَا:۔ یہاں سے ،،يَأكُل ،،کی صرفی تحقیق بتا دی کہ اس کو ،،نَأكُل ،،جمع متکلم بھی پڑھا گیا ہے اب معنی یہ ہوگا ،،ہم اس باغ سے کھاتے ،جس کی وجہ سے اس کو ہم پر ایک قسم کی فوقیت حاصل ہوتی۔

أى الكَافِرُونَ لِلمُؤمِنِينَ:۔ الکافرون سے ،،قَالَ ،،کا فاعل بتادیا اور مومنین سے ،،قَال ،،کا مفعول غیر صریح بتادیا۔

مَا:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،،،، ما نافیہ کے معنی میں ہے۔

مخدوعا مغلوبا على عقله:۔ رَجُلًا مَسحُورًا کی تفسیر کر دی ،مطلب یہ کہ تم لوگ ایک سحر زدہ فریب خوردہ مغلوب العقل شخص کے پیچھے چل رہے ہو۔

قال تعالى:۔ اگلے کلام کا فاعل بتادیا۔

بِالمَسحُورِوَالمُحتَاج إلَى مَا يُنفِقه وَإلَى مَلَك يَقُوم مَعَه بِالأمر:۔ یہاں سے ،،ضَرَبُوا ،،کا متعلق نکال کر بتادیا کہ یہ لوگ آپ کے لیے کیسی عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں یعنی سحر زدہ ہونے کی ،خرچ کا محتاج ہونے کی اور فرشتہ کا محتاج ہونے کی تا کہ اس کے ساتھ ذمہ داری میں شریک ہو۔

بِذٰلِكَ عَنِ الهُدَى:۔ یہاں سے ،،فَضَلُّوا ،،کے دو متعلق نکال کر بتا دیئے مطلب یہ کہ ضرب الامثال کی وجہ سے راہ ہدایت سے گمراہ ہو گئے۔

طريقًا إليه:۔ سبیلا کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

(تبارك)تكاثر خير(الذى إن شاء جعل لك خيرًا من ذلك)الذى قالوه من الكنز والبستان(جنات تجرى من تحتها الأنهار)أى فى الدنيا لأنه شاء أن يعطيه إياها فى الآخرة(ويجعل)بالجزم(لك قصورًا)أيضا وفى قراءة بالرفع استئنافا(بل كذبوا بالساعة القيامة(وأعتدنا لمن كذب بالساعة سعيرًا)نارًا مسعرة أى مشتدة(إذا رأتهم من مكان بعيد سمعوا لها تغيظًا)غليانا كالغضبان إذا غلى صدره من الغضب(وزفيرًا)صوتا شديدا او سماع التغيظ رؤيته وعلمه(وإذا ألقوا منها مكانا ضيقا)بالتشديد والتخفيف بأن يضيق عليهم ومنها حال من مكانا لأنه فى الأصل صفة له(مقرنين)مصفدين قد قرنت أى جمعت أيديهم إلى أعناقهم فى الأغلال والتشديد للتكثير(دعوا هنالك ثبورًا)هلاكا فيقال لهم(لا تدعوا اليوم ثبورًا واحدًا وادعوا ثبورًا كثيرًا)لعذابكم

اللہ کی ذات تو بڑی عالیشان ہے یعنی خیر کثیر والی ہے اگر وہ چاہے تو ان کے بیان کردہ باغ اور خزانہ سے بہتر باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں یعنی دنیا میں (عطا کر دے) اس لیے کہ آخرت میں ایسے باغات آپ ﷺ کو عطا کرنا تو اس کی مشیت میں ہے ہی، اور آپ کو بہت سے (محل) بھی دے دے یجعل لازم کے جزم کے ساتھ ایک قرات میں "یجعل" رفع کے ساتھ ہے، جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور قیامت کو جھوٹ کہنے والوں کے لیے ہم نے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جب ان کو وہ آگ دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اس کا جوش وخروش سنیں گے یعنی غضبناک کے مانند اس کا جوش جبکہ غضبناک کا سینہ غضب کی وجہ سے جوش مارے زفیرا شدید آواز کو کہتے ہیں یا غیظ کو سننے سے مطلب اس کا دیکھنا اور جاننا ہے اور جب وہ اس (جہنم) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیے جائیں گے ضیقا یا کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے اس طریقہ سے کہ وہ مکان ان پر تنگ ہو جائے گا اور منھا مکانا سے حال ہے اس لیے کہ منھا اصل میں مکانا کی صفت مقرنین بمعنی مصفدین ایسے بندھے ہوئے کہ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردن کے ساتھ طوق میں باندھ دیا گیا اور تشدید کے معنی کی کثرت کو بیان کرنے کے لیے ہے، تو وہاں موت کو پکاریں گے تو ان سے کہا جائے گا ایک موت کو نہ پکارو عذاب کی وجہ سے بہت سی موتوں کو پکارو۔

اغراض مفسر

تكاثر خير:۔ تبارک کا معنی مرادی بتا دیا کہ اللہ کی ذات تو بڑی عالیشان ہے یعنی خیر کثیر والی ہے۔

الذى قالوه من الكنز والبستان:۔ یہاں سے ،،ذلك،، کا مشار الیہ بتا دیا مطلب یہ کہ اگر وہ چاہے تو ان کے بیان

کردہ باغ اور خزانہ سے بہتر باغات عطا کردے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں۔

أي في الدُّنيَا: ۔ظرف نکال کر بتادیا یعنی دنیا میں۔

لِأنّهُ شَاءَ أنْ يُعْطِيَهُ إيَّاهَا فِي الآخِرَةِ: ۔یہاں سے فی الدنیا کی قید سے مقید کرنے کی علت نکال کر بتادی کہ اس لیے کہ آخرت میں ایسے باغات آپ ﷺ کو عطا کرنا تو اس کی مشیت میں ہے ہی۔

بِالْجَزْمِ: ۔یہاں سے ,,يَجْعَلْ,, کی صرفی نحوی تحقیق بتادی کہ اگر اس کا پیچھے جعل پر عطف ڈالیں تو شرط کا جواب ہونے کی وجہ سے اس پر جزم آئے گا۔

فِي قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ اسْتِئْنَافًا: ۔ترکیبی احتمال بتادیا کہ اگر ,يَجْعَلُ, رفع کے ساتھ پڑھیں تو یہ جملہ مستانفہ یعنی نیا جملہ ہوگا

الْقِيَامَةِ: ۔یہاں سے ,,السَّاعَةِ,, کا معنی مرادی بتادیا۔

نَارًا مُسَعَّرَةً أيْ مُشْتَدَّةً: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ,,سعیرا,, معنی للمفعول ہے یعنی ہم نے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

غَلَيَانًا كَالْغَضْبَانِ إذَا غَلَى صَدرہ مِنَ الْغَضَبِ: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا ,,سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا,, یعنی وہ لوگ اس کا غصہ سنیں گے ,,حالانکہ ,,تَغَيُّظًا,, محسوس بمبصر یعنی دیکھنے کی چیز ہے نہ کہ سننے کی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ ,,تَغَيُّظًا,, یہاں ,,غَلَيَانًا,, کے معنی میں ہے یعنی جوش وخروش ,,اور یہ سنا جاتا ہے ,لہذا اعتراض بھی نہ رہا۔

صَوْتًا شَدِيدًا: ۔,,زفیرا,, کی تفسیر کردی یعنی شدید آواز۔

أوْ سَمَاعَ التَّغَيُّظِ رؤيته وعلمه: ۔یہ سابقہ اعتراض کا دوسرا جواب ہے کہ ,,تغیظ,, کے سننے سے مراد اس کا علم اور رویت ہے ,یعنی غیظ کو سننے سے مطلب اس کا دیکھنا اور جاننا ہے۔لہذا اس صورت میں بھی اب اعتراض قائم نہیں ہوگا۔

بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ: ۔,,ضیقا,, کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ ,,ی,, کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ ہے۔

بِأنْ يُضَيِّقَ عَلَيْهِمْ وَمِنْهَا: آیت کی تفسیر کردی یعنی اس طریقہ سے کہ وہ مکان ان پر تنگ ہو جائے گا۔

حَالٌ مِنْ مَكَانًا لِأنّهُ فِي الْأَصْلِ صِفَةٌ لَهُ: ۔ترکیبی احتمال نکال کر بتادیا کہ ,,منھا,, مکانا سے حال ہے ,لیکن منھا اصل میں مکانا کی صفت ,کیونکہ نکرہ کی صفت جب نکرہ سے مقدم آجائے تو وہ صفت ,حال بن جاتی ہے۔

مُصَفَّدِينَ قَدْ قُرِنَتْ أيْ جُمِعَتْ أيْدِيهِمْ إلَى أعْنَاقِهِمْ فِي الْأغْلَالِ: ۔,,مقرنین,, کا معنی نکال کر بتادیا یعنی ایسے بندھے اور جکڑے ہوئے کہ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردن کے ساتھ طوق میں باندھ دیا۔

وَالتَّشْدِيدُ لِلتَّكْثِيرِ: ۔,,مقرنین,, کو تشدید کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ بتادی کہ تشدید معنی کی کثرت کو بیان کرنے کے لیے ہے

هَلَاكًا: ۔,,ثبورا,, کی تفسیر کردی یعنی ہلاکت۔

فَيُقَالُ لَهُمْ: ۔محذوف کلام کی طرف اشارہ کردیا۔یعنی ان سے کہا جائے گا۔

لعذابکم: کثیر موتوں کو پکارنے کا سبب نکال کرتا دیا۔

(قُلْ أَذٰلِكَ) الْمَذْكُورِ مِنَ الْوَعِيدِ وَصِفَةِ النَّارِ **(خير أم جنة الخلد التی وعد)** ها **(الْمُتَّقُونَ كَانَتْ لَهُمْ)** فِي عِلْمِهِ تَعَالَى **(جَزَاءً)** ثَوَابًا **(وَمَصِيرًا)** مَرْجِعًا **(لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ)** حَالٌ لَازِمَةٌ **(كَانَ)** وَعْدُهُمْ مَا ذُكِرَ **(عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا)** يَسْأَلُهُ مَنْ وُعِدَ بِهِ (رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ) أَوْ تَسْأَلُهُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ (رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ) **(ويوم نحشرهم)** بِالنُّونِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ **(وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ)** أَيْ غَيْرِهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَعِيسَى وَعُزَيْرٍ وَالْجِنِّ **(فَيَقُولُ)** تَعَالَى بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَالنُّونِ لِلْمَعْبُودِينَ إِثْبَاتًا لِلْحُجَّةِ عَلَى الْعَابِدِينَ **(أَأَنْتُمْ** بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَالِ الثَّانِيَةِ أَلِفًا وَتَسْهِيلِهَا وَإِدْخَالِ أَلِفٍ بَيْنَ الْمُسَهَّلَةِ وَالْأُخْرَى وَتَرْكِهِ **أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَاءِ)** أَوْقَعْتُمُوهُمْ فِي الضَّلَالِ بِأَمْرِكُمْ إِيَّاهُمْ بِعِبَادَتِكُمْ **(أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ)** طَرِيقَ الْحَقِّ بِأَنْفُسِهِمْ

آپ کہیے یہ وعید اور صفت نار کی حالت جس کا ذکر ہوا اچھی ہے؟ یا ہمیشہ کی وہ جنت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ یہ (جنت الخلد) ان کے لیے اللہ کے علم میں جزاء اور ثواب (صلہ) ہے اور ان کا ٹھکانہ ہے، اور ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو وہ چاہیں گے وہ ہمیشہ رہیں گے (خلدین) حال لازمہ ہے، ان سے کیا ہوا مذکورہ وعدہ تیرے رب کے ذمے ہے لہذا جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ اس سے مطالبہ کرسکتا ہے (یعنی سائل اپنے سوال میں کہہ سکتا ہے) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو ہم کو وہ چیز عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسول کی زبانی وعدہ فرمایا، یا اس وعدہ کے ایفاء کا، ان کے لیے فرشتے اس طرح سوال کریں گے ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو ان کو قیام کے قابل اس جنت میں داخل فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان کو نحشرھم نون کے ساتھ اور یاء کے ساتھ ہے اور جن کو وہ خدا کے سوا پوجتے تھے جمع کرے گا غیر اللہ سے مراد ملائکہ اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور عزیر علیہ الصلوۃ والسلام اور جن ہیں پھر معبودین سے عابدین پر حجت تام کرنے کے لیے پوچھے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ ان کو اپنی عبادت کا حکم دے کر تم نے ان کو گمراہی میں ڈالا تھا؟ یا وہ خود ہی راہ حق سے بھٹک گئے تھے؟ فیقول، ی اور ن کے ساتھ ہے ااَنتم دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ثانی کو الف سے بدل کر اور ثانی کی تسہیل اور مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف داخل کر کے اور ترک ادخال الف کر کے۔

اغراض مفسر

المَذکُور مِنَ الوَعِید وَصِفَة النَّار:۔ ذلک کا مشار الیہ نکال کر بتادیا یعنی وعید اور صفت نار کی حالت جس کا ذکر ہوا۔

ھا:۔ وعد کا مفعول محذوف تھا نکال کر بتادیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ ،،التی وعد،، میں ،،وعد،، اسم موصول کا صلہ ہے اور صلہ میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس لئے مفسر علیہ الرحمہ نے ،،ھا،، نکال کر اسی کی طرف اشارہ کیا۔

فِی عِلمِہ تَعَالٰی:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ متقین کے لئے جنت میں جزا و ثواب کا تعلق مستقبل سے ہے پھر آیت میں کانت فعل ماضی کیوں ذکر کیا گیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ اللہ کے علم میں آچکا ہے اس لئے ماضی سے تعبیر کیا کیونکہ جس چیز کا ہونا یقینی ہوتا ہے اسے ماضی کے صیغے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ثَوَابًا:۔ جزاء کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔

مَرجِعًا:۔ مصیرا کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔

حَال لَازِمَۃ:۔ ،،خلدین،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ یشاؤن کی ضمیر سے حال بن رہا ہے (یاد رہے کہ حال لازم کا مطلب ہے کہ جو معنی سابق سے سمجھ آرہا ہوتا ہے یہ حال اسی کی تاکید ہوتا ہے)۔

وَعدھُم مَا ذُکِرَ:۔ کان کا اسم نکال کر بتادیا۔

یَسأَلُہ مَن وُعِدَ بِہ:۔ **أو تَسأَلُہ لَھُمُ المَلَائِکَۃ**:۔ یعنی سائل اپنے سوال میں کہہ سکتا ہے ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو ہم کو وہ چیز عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسول کی زبانی وعدہ فرمایا، یا اس وعدہ کے ایفاء کا، ان کے لیے فرشتے اس طرح سوال کریں گے ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو ان کو قیام کے قابل اس جنت میں داخل فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

بِالنُّونِ وَالتَّحتَانِیَّۃ:۔ ،،نحشر،، میں دوسرا احتمال بتادیے کہ اسے نون کے ساتھ (جمع متکلم) ،،نحشر،، بھی پڑھ سکتے ہیں اور (جمع مذکر غائب) ،،یحشر،، بھی پڑھ سکتے ہیں۔

أی غَیرِہ:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،،دون،، غیر کے معنی میں ہے۔

مِنَ المَلَائِکَۃ وَعِیسٰی وَعُزَیر وَالجِنّ:۔ ،،ما،، کا بیان نکال کر بتادیا۔

تَعَالٰی:۔ یہاں سے ،،یقول،، کا فاعل نکال کر بتادیا۔

بِالتَّحتَانِیَّۃ وَالنُّون:۔ ،،یقول،، میں دو احتمال بتادیے کہ اسے یا کے ساتھ ،،یقول،، واحد مذکر غائب بھی پڑھ سکتے ہیں اور نون کے ساتھ ،،نقول،، جمع متکلم بھی پڑھ سکتے ہیں۔

لِلمَعبُودِینَ:۔ ،،فیقول،، کا مفعول غیر صریح بتادیا۔

إثبَاتًا لِلحُجَّۃ عَلَی العَابِدِینَ:۔ اللہ تعالیٰ کا معبودین سے کلام کرنے کا سبب بتادیا۔ (یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب بھی ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں استفہام استعمال ہوا جیسا کہ ارشاد ہوا ،،ءأنتم أضللتم،، کیا تم نے ان کو گمراہ کیا

تھا؟ حالانکہ اللہ تعالی عالم الغیوب ہے اور اس کی ذات استفہام یعنی سوال ولاعلمی سے پاک ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالی عابدین پر حجت تام کرنے کے لیے ان کولا جواب اور خاموش کرنے کیلئے پوچھے گا)۔

بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَالِ الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلِهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة وَالْأُخْرَى وَتَرْكه:۔ ،،ا انتم،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ثانی کوالف سے بدل کر اور ثانی کی تسہیل اور مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف داخل کر کے اور ترک ادخال الف کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

أَوْقَعْتُمُوهُمْ فِي الضَّلَال بِأَمْرِكُمْ إِيَّاهُمْ بِعِبَادَتِكُمْ:۔ آیت کی تفسیر کردی یعنی تم نے ان کو گمراہی میں ڈالا اپنی عبادت کا حکم دے کر؟

طَرِيق الْحَقّ بِأَنْفُسِهِمْ:۔ یہاں سے ،،السبیل،، کی تفسیر کردی یعنی وہ خود ہی راہ حق سے بھٹک گئے تھے۔

(قَالُوا سُبْحَانك) تَنْزِيهًا لَك عَمَّا لَا يَلِيق بِك(مَا كَانَ يَنْبَغِي)يَسْتَقِيم(لَنَا أَنْ نَتَّخِذ مِنْ دُونك)أَيْ غَيْرك(مِنْ أَوْلِيَاء)مَفْعُول أَوَّل وَمِنْ زَائِدَة لِتَأْكِيدِ النَّفْي وَمَا قَبْله الثَّانِي فَكَيْفَ نَأْمُر بِعِبَادَتِنَا(وَلَكِنْ مَتَّعْتهمْ وَآبَاءَهُمْ)مِنْ قَبْلهمْ بِإِطَالَةِ الْعُمُر وَسَعَة الرِّزْق(حَتَّى نَسُوا الذِّكْر)تَرَكُوا الْمَوْعِظَة وَالْإِيمَان بِالْقُرْآنِ (وكانوا قوما بورا) هلكى قال تعالى(فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ)كَذَّبَ الْمَعْبُودُونَ الْعَابِدِينَ(بِمَا تَقُولُونَ)بِالْفَوْقَانِيَّةِ أَنَّهُمْ آلِهَة(فَمَا يَسْتَطِيعُونَ) بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَالْفَوْقَانِيَّة أَيْ لَا هُمْ وَلَا أَنْتُمْ (صَرْفًا) دَفْعًا لِلْعَذَابِ عَنْكُمْ(وَلَا نَصْرًا)مَنْعًا لَكُمْ مِنْهُ(وَمَنْ يَظْلِم)يُشْرِك(مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا)شَدِيدًا فِي الْآخِرَة(وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلك مِنْ الْمُرْسَلِينَ إلَّا إنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَام وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاق)فَأَنْتَ مِثْلهمْ فِي ذَلِكَ وَقَدْ قِيلَ لَهُمْ مِثْل مَا قِيلَ لَك(وَجَعَلْنَا بَعْضكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَة)بَلِيَّة اُبْتُلِيَ الْغَنِيّ بِالْفَقِيرِ وَالصَّحِيح بِالْمَرِيضِ وَالشَّرِيف بِالْوَضِيعِ يَقُول الثَّانِي فِي كُلّ مَا لِي لَا أَكُون كَالْأَوَّلِ فِي كُلّ (أَتَصْبِرُونَ)عَلَى مَا تَسْمَعُونَ مِمَّنْ اُبْتُلِيتُمْ بِهِمْ اسْتِفْهَام بِمَعْنَى الْأَمْر أَيْ اصْبِرُوا(وَكَانَ رَبّك بَصِيرًا)بِمَنْ يَصْبِر وبمن يجزع

تو وہ عرض کریں گے معاذ اللہ تیرے لیے ہر اس چیز سے پاکی ہے جو تیری شان کے لائق نہیں ہے ہمارے لیے یہ ہرگز درست نہیں تھا کہ ہم تیرے علاوہ کسی کو کارساز بنائیں من اولیاء مفعول اول ہے اور من زائدہ نفی کی تاکید کے لیے ہے اور اس سے ماقبل مفعول ثانی ہے تو پھر کیسے ہم اپنی عبادت کا حکم کر سکتے تھے؟ لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو جوان سے پہلے گزر چکے ہیں درازی عمر

اور وسعت رزق کے ذریعے آسودگی عطا فرمائی یہاں تک کہ یاد کو بھلا بیٹھے یعنی نصیحت اور قرآن پر ایمان کو ترک کر دیا یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو انہوں نے تو تم کو تمہاری تمام باتوں کو جھٹلا دیا یعنی تمہارے معبودوں نے تمہاری تکذیب کر دی، تقولون تائے فوقانیہ کے ساتھ (یعنی) تمہارے اس قول میں کہ وہ معبود ہیں اب نہ تو تم میں (اور نہ ان میں) عذاب کو دفع کرنے کی طاقت ہے اور نہ مدد کی یعنی اس عذاب سے اپنے مدد کرنے کی تم میں سے جس جس نے ظلم یعنی شرک کیا ہے ہم ان کو بڑا عذاب یعنی آخرت میں شدید عذاب چکھائیں گے اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے لہٰذا آپ ان ہی جیسے ہیں ان باتوں میں، اور آپ سے وہی سب کچھ کہا جا رہا ہے جو ان سے کہا گیا تھا اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا غنی کو فقیر کے ذریعہ آزمایا گیا اور تندرست کو مریض کے ذریعہ اور شریف کو رذیل کے ذریعہ، ثانی ہر بات میں کہتا ہے کیا وجہ ہے کہ میں ہر معاملے میں اول جیسا نہیں ہوں؟ کیا تم ان باتوں پر صبر کرو گے جن کو تم ان لوگوں سے سنتے ہو جن کے ذریعے تم کو آزمایا گیا ہے استفہام بمعنی امر ہے یعنی صبر کرو، تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے کہ کون صبر کرتا ہے؟ اور کون بے صبری کرتا ہے؟

اغراض مفسر

تَنْزِيهًا لَكَ عَمَّا لَا يَلِيقُ بِكَ:۔

يَسْتَقِيمُ :۔ یہاں سے ،، **يَنْبَغِي** ،، کا معنی مرادی بتا دیا یعنی ہمارے لیے یہ ہرگز درست نہیں تھا۔

أَيْ غَيْرَكَ:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ دون یہاں غیر کے معنی میں ہے۔

مَفْعُول أَوَّل وَمِنْ زَائِدَة لِتَأْكِيدِ النَّفْي وَمَا قَبْله الثَّانِي:۔ ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ ،، **نَتَّخِذ** ،، متعدی بدو مفعول ہے یعنی دو مفعولوں کو چاہتا ہے جبکہ عبارت میں ایسا نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ ،، من اولیاء ،، میں من زائد ہے اور اولیاء مفعول اول ہے اور اس سے پہلے مفعول ثانی ذکر ہوا اس لئے اب کوئی اعتراض نہیں۔

فَكَيْفَ نَأْمُر بِعِبَادَتِنَا:۔ نتیجہ نکال کر بتا دیا، مطلب یہ کہ معبودین عرض کریں گے معاذ اللہ تیرے لیے ہر اس چیز سے پاکی ہے جو تیری شان کے لائق نہیں ہے ہمارے لیے یہ ہرگز درست نہیں تھا کہ ہم تیرے علاوہ کسی کو کارساز بنائیں تو پھر کیسے ہم اپنی عبادت کا حکم کر سکتے تھے؟۔

بِإِطَالَةِ الْعُمُر وَسَعَة الرِّزْق:۔ ان کے آباء واجداد کی آسودگی کا سبب بتا دیا یعنی درازی عمر اور وسعت رزق کے ذریعے۔

تَرَكُوا الْمَوْعِظَة وَالْإِيمَان بِالْقُرْآن:۔ آیت کی تفسیر کر دی یعنی یاد کو بھلا بیٹھنے کا مطلب ہے کہ نصیحت اور قرآن پر ایمان کو ترک کر دیا۔

هَلْكَى:۔ بورا کا معروف معنی نکال کر بتا دیا یعنی ہلاک ہونے والے۔

قال تعالی: اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتا دیا یعنی اللہ تعالی فرمائے گا۔
أیْ کَذَّبَ الْمَعْبُوْدُوْنَ الْعَابِدِیْنَ: آیت کی تفسیر کردی، یعنی تمہارے معبودوں نے تمہاری تکذیب کردی۔
بِالْفَوْقَانِیَّۃِ: تقولون کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔
أنَّھُمْ آلِھَۃ: تقولون کا مقولہ نکال کر بتا دیا۔
بِالتَّحْتَانِیَّۃِ وَالْفَوْقَانِیَّۃِ: یہاں سے ''یَسْتَطِیْعُوْنَ'' میں دو احتمال بیان کردیئے کہ اسے جمع مذکر غائب ''یَسْتَطِیْعُوْنَ'' بھی پڑھ سکتے ہیں اور جمع مذکر حاضر ''تَسْتَطِیْعُوْنَ'' بھی پڑھ سکتے ہیں۔
أیْ لَا ھُمْ: یعنی ''یَسْتَطِیْعُوْنَ'' کے جمع مذکر غائب کی صورت میں یہ ترجمہ ہوگا۔
وَلَا أنْتُمْ: یعنی ''تَسْتَطِیْعُوْنَ'' کے جمع مذکر حاضر کی صورت میں یہ ترجمہ ہوگا۔
دَفْعًا لِلْعَذَابِ عَنْکُمْ: یہاں سے ''صَرْفًا'' کا معنی بتادیا۔
مَنْعًا لَکُمْ مِنْہُ: یہاں سے ''نَصْرًا'' کا معنی بتادیا۔
یُشْرِكْ: اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ''ظلم'' شرک کے معنی میں ہے۔
شَدِیْدًا: ''کَبِیْرًا'' کا معنی مرادی بتادیا۔
فِی الْآخِرَۃِ: عذاب دینے کا ظرف بتادیا۔
فَأنْتَ مِثْلُھُمْ فِیْ ذٰلِكَ وَقَدْ قِیْلَ لَھُمْ مِثْلَ مَا قِیْلَ لَكَ: نتیجہ نکال کر بتادیا کہ، ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے لہذا آپ ان ہی جیسے ہیں ان باتوں میں، اور آپ سے وہی سب کچھ کہا جارہا ہے جو ان رسولوں سے کہا گیا تھا۔
یہ کفار کے اس طعن کا جواب ہے جو انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا تھا کہ وہ بازاروں میں چلتے ہیں کھانا کھاتے ہیں یہاں بتایا گیا کہ یہ امور منافی نبوت نہیں بلکہ یہ تمام انبیاء کی عادت مستمرہ تھی لہذا یہ طعن محض جہل وعناد ہے۔
بَلِیَّۃً: یہاں سے ''فتنہ'' کا معنی مرادی بتادیا یعنی آزمائش۔
أبْتَلِیَ الْغَنِیَّ بِالْفَقِیْرِ وَالصَّحِیْحَ بِالْمَرِیْضِ وَالشَّرِیْفَ بِالْوَضِیْعِ یَقُوْلُ الثَّانِیْ فِیْ کُلِّ مَا لِیَ لَا أکُوْنُ کَالْأوَّلِ فِیْ کُلِّ: تمثیل نکال کر بتادی کہ غنی کو فقیر کے ذریعہ آزمایا گیا اور تندرست کو مریض کے ذریعہ اور شریف کو رذیل کے ذریعہ، ثانی ہر بات میں کہتا ہے کیا وجہ ہے کہ میں ہر معاملے میں اول جیسا نہیں ہوں؟
شانِ نزول: شرفا جب اسلام لانے کا قصد کرتے تھے تو غربا کو دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ یہ ہم سے پہلے اسلام لاچکے ان کو ہم پر ایک فضیلت رہے گی باایں خیال وہ اسلام سے باز رہتے اور شرفا کے لئے غربا آزمائش بن جاتے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت

ابوجہل وولید بن عقبہ اور عاص بن وائل سہمی اور نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی ان لوگوں نے حضرت ابوذر وابن مسعود وعمار ابن یاسر وبلال وصہیب وعامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ پہلے سے اسلام لائے ہیں تو غرور سے کہا کہ ہم بھی اسلام لے آئیں تو انہیں جیسے ہو جائیں گے تو ہم میں اور ان میں فرق کیا رہ جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت فقراء مسلمین کی آزمائش میں نازل ہوئی جن کا کفار قریش استہزاء کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرنے والے یہ لوگ ہیں جو ہمارے غلام اور ارذل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ان مؤمنین سے فرمایا۔

عَلَى مَا تَسْمَعُونَ مِمَّنْ أُبْتُلِيتُمْ بِهِمْ: ،،تصبرون،،کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی کیا تم ان باتوں پر صبر کرو گے جن کو تم ان لوگوں سے سنتے ہو جن کے ذریعے تم کو آزمایا گیا ہے۔

اسْتِفْهَام بِمَعْنَى الْأَمْر أَيْ اصْبِرُوا: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ استفہام سوال کے لئے آتا جبکہ اللہ تعالیٰ سوال یعنی لاعلمی سے پاک ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ استفہام بمعنی امر ہے یعنی صبر کرو۔

بِمَنْ يَصْبِر وبمن يجزع: ۔یہاں سے ،،بصیرا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

(وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا)لَا يَخَافُونَ الْبَعْث(لَوْلَا)هَلَّا(أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَة)فَكَانُوا رُسُلًا إلَيْنَا(أَوْ نَرَى رَبّنَا)فَنُخْبَر بِأَنَّ محمدا رسوله قال تعالى(لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا)تَكَبَّرُوا (فِي) شَأْن(أَنْفُسهمْ وَعَتَوْا)طَغَوْا(عُتُوًّا كَبِيرًا)بِطَلَبِهِمْ رُؤْيَة اللَّه تَعَالَى فِي الدُّنْيَا وَعَتَوْا بِالْوَاوِ عَلَى أَصْله بِخِلَافِ عَتَى بِالْإِبْدَالِ فِي مَرْيَم(يَوْم يَرَوْنَ الْمَلَائِكَة)فِي جُمْلَة الْخَلَائِق هُوَ يَوْم الْقِيَامَة وَنَصْبه بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا(لَا بُشْرَى يَوْمئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ)أَيْ الْكَافِرِينَ بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ الْبُشْرَى بِالْجَنَّةِ (وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَحْجُورًا) عَلَى عَادَتهمْ فِي الدُّنْيَا إذَا نَزَلَتْ بِهِمْ شِدَّة أَيْ عَوْذًا مَعَاذًا يَسْتَعِيذُونَ مِنْ الْمَلَائِكَة قَالَ تَعَالَى(وَقَدِمْنَا)عَمَدْنَا (إلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَل) مِنْ الْخَيْر كَصَدَقَةٍ وَصِلَة رَحِم وَقِرَى ضَيْف وَإِغَاثَة مَلْهُوف فِي الدُّنْيَا (فَجَعَلْنَاهُ هَبَاء مَنْثُورًا) هُوَ مَا يُرَى فِي الْكُوَى الَّتِي عَلَيْهَا الشَّمْس كَالْغُبَارِ الْمُفَرَّق أَيْ مِثْله فِي عَدَم النَّفْع بِهِ إذْ لَا ثَوَاب فِيهِ لِعَدَمِ شَرْطه وَيُجَازَوْنَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا(أَصْحَاب الْجَنَّة يَوْمئِذٍ) يَوْم الْقِيَامَة(خَيْر مُسْتَقَرًّا)مِنْ الْكَافِرِينَ فِي الدُّنْيَا (وَأَحْسَن مَقِيلًا) مِنْهُمْ أَيْ مَوْضِع قَائِلَة فِيهَا وَهِيَ الِاسْتِرَاحَة نِصْف النَّهَار فِي الْحَرّ وَأُخِذَ مِنْ ذَلِكَ انْقِضَاء الْحِسَاب فِي نِصْف نَهَار كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيث

جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے یعنی بعث (بعد الموت) کا خوف نہیں رکھتے وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے؟ کہ ہماری طرف رسول ہوں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیتے پھر ہمیں وہ یہ بات بتاتے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا ان لوگوں نے اپنے دلوں میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے اور دنیا ہی میں اللہ کی رویت کا مطالبہ کر کے بڑی سرکشی کی ہے اور عُتُوّ اواو کے ساتھ اپنی اصل پر ہے بخلاف عُتِیّ کے ابدال کے ساتھ سورہ مریم میں جس روز یہ منجملہ خلائق کے فرشتوں کو دیکھیں گے اور (یومَ) کا نصب اذکر فعل مقدر کی وجہ سے ہے، اس روز مجرموں یعنی کافروں کے لیے کوئی خوشخبری نہ ہوگی، بخلاف مومنین کے، ان کے لیے جنت کی خوشخبری ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے (بچاؤ بچاؤ) اپنی عادت کے مطابق دنیا میں جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی، یعنی پناہ پناہ چلائیں گے اور ملائکہ سے پناہ چاہیں گے، اللہ تعالیٰ کہے گا، اور ہم ان کے ان اچھے کاموں کی طرف جو وہ دنیا میں کر چکے ہیں متوجہ ہوں گے، مثلاً صدقہ اور صلہ رحمی، مہمان نوازی اور مظلوم کی فریاد رسی تو ہم ان کے (اعمال) کو پراگندہ ذروں کی طرح کر دیں گے ھباءً منثورًا ان ذروں کو کہتے ہیں جو اس سوراخ میں نظر آتے ہیں جس پر دھوپ پڑتی ہے جیسا کہ منتشر غبار یعنی (ان کے اعمال کو) بے فائدہ ہونے میں غبار منتشر کی مانند کر دیں گے، اس لیے کہ ان اعمال کا کوئی اجر نہ ہوگا، اجر کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے اور ان کی جزاء دنیا میں ہی دے دیے جائیں گے، اہل جنت اس دن یعنی قیامت کے دن قیام گاہ میں بھی دنیا میں کافروں سے اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی ان سے اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی ان سے اچھے رہیں گے یعنی جنت میں قیلولہ (آرام) کرنے کی جگہ، اور قیلولہ دوپہر کو گرمی میں آرام کرنے کو کہتے ہیں اور اسی (احسن مقیلا) سے لیا گیا ہے کہ حساب دوپہر تک پورا ہو جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

اغراض مفسر

لَا يَخَافُونَ الْبَعْثَ: یہاں سے ،، لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ،، کی تفسیر کردی یعنی بعث (بعد الموت) کا خوف نہیں رکھتے۔

هَلَّا: ھلا: لولا جب ماضی پر داخل ہو تو یہ توبیخ کے لئے آتا ہے اور جب یہ مضارع پر داخل ہو تو تحضیض کے لئے آتا ہے، اور جب یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو امتناعیہ کے لئے آتا ہے، مفسر نے اس طرف اشارہ کیا کہ لولا ھلا یعنی توبیخ کے معنی میں ہے۔

فَكَانُوا رُسُلًا إِلَيْنَا: آیت کا نتیجہ نکال کر بتادیا مطلب یہ کہ وہ فرشتے ہماری طرف رسول بن کر کیوں نہیں آتے۔

فَنُخْبَرَ بِأَنَّ محمدا رسوله: ۔آیت کا نتیجہ نکال کر بتادیا مطلب یہ کہ ہم اپنے رب کو دیکھ لیتے پھر ہمارا رب ہمیں ،،یہ بات بتاتا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

قال تعالى: ۔اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتادیا۔

تَكَبَّرُوا: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ استفعال، تفعل کے معنی میں ہے۔

شَأْن: ۔،، أنفسهم ،، سے پہلے مضاف محذوف تھا وہ نکال کر بتادیا۔

طَغَوْا: ۔یہاں سے،، عَتَوْا،، کا معروف معنی بتادیا۔

بِطَلَبِهِمْ رُؤْيَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الدُّنْيَا: ۔ان کی سرکشی کا سبب نکال کر بتادیا، کہ انہوں نے دنیا ہی میں اللہ کی رویت کا مطالبہ کرکے بڑی سرکشی کی ہے۔

وَعَتَوْا بِالْوَاوِ عَلٰى أَصْلِهِ بِخِلَافِ عِتِيّ بِالْإِبْدَالِ فِي مَرْيَمَ: ۔یہاں سے،، عُتُوًّا،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ،، عَتَوا،، واو کے ساتھ اپنی اصل پر ہے بخلاف عتیی کے، کہ یہ ابدال کے ساتھ ہے جیسا کہ سورہ مریم میں ہے۔

فِي جُمْلَةِ الْخَلَائِقِ: ۔متعلق نکال کر بتادیا۔

هُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ: ۔یہاں سے یوم کی تفسیر کردی۔

وَنَصْبُهُ بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا: ۔یہاں سے،، يَوْم،، کی ترکیب بتادی کہ اس سے پہلے،، اذکر،، فعل محذوف ہے اور،، يَوْم،، اس کا مفعول فیہ ہے اس لئے منصوب ہے۔

أَيْ الْكَافِرِينَ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں،، المجرمون،، پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد کافر ہیں۔

بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمُ الْبُشْرٰى بِالْجَنَّةِ: ۔استثناء بتادیا کہ اس دن مومن اس ہولنا کی سے محفوظ ہوں گے ان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

روزِ قیامت فرشتوں کی مؤمنین کو بشارت: روز قیامت فرشتے مؤمنین کو بشارت سنائیں گے اور کفار سے کہیں گے تمہارے لئے کوئی خوشخبری نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فرشتے کہیں گے کہ مؤمن کے سوا کسی کے لئے جنت میں داخل ہونا حلال نہیں اس لئے وہ دن کفار کے واسطے نہایت حسرت واندوہ اور رنج وغم کا دن ہوگا۔

عَلٰى عَادَتِهِمْ فِي الدُّنْيَا إِذَا نَزَلَتْ بِهِمْ شِدَّةٌ أَيْ عوذا معاذا يستعيذون من الملائكة: ۔

قَالَ تَعَالٰى: ۔اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتادیا۔

عَمَدْنَا: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ،، قَدِمْنَا،، جسم کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ قدوم کی صفت یعنی جسم سے پاک ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ،، قَدِمْنَا،، یہاں پر،، عَمَدْنَا،، کے معنی میں ہے لہذا اب اعتراض نہ رہا۔

مِنَ الْخَيْرِ: ۔یہاں سے،، عَمَل،، کا بیان نکال کر بتادیا یعنی عمل خیر۔

كَصَدَقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ وَقِرَى ضَيْفٍ وَإِغَاثَةِ مَلْهُوفٍ فِي الدُّنْيَا: ۔اعمال خیر کی تمثیل بیان کردی، مثلاً صدقہ اور صلہ رحمی، مہمان نوازی اور مظلوم کی فریادرسی۔

هُوَ مَا يُرٰى فِي الْكُوَى الَّتِي عَلَيْهَا الشَّمْسُ كَالْغُبَارِ الْمُفَرَّقِ أَيْ مِثْلُهُ فِي عَدَمِ النَّفْعِ بِهِ إِذْ

لَا ثَوَاب فِيهِ لِعَدَمِ شَرْطه وَيُجَازَوْنَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا: یہاں سے ،،هَبَاءً مَنْثُورًا،، کی تفسیر کردی ،ان ذروں کو کہتے ہیں جو اس سوراخ میں نظر آتے ہیں جس پر دھوپ پڑتی ہے جیسا کہ منتشر غبار یعنی (ان کے اعمال کو) بے فائدہ ہونے میں غبار منتشر کی مانند کردیں گے ،اس لیے کہ ان اعمال کا کوئی اجر نہ ہوگا ،اجر کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے اور ان کی جزا دنیا میں ہی دے دیے جائیں گے۔

يَوْم الْقِيَامَة: یومئذ کی تفسیر کردی۔

مِنَ الْكَافِرِينَ فِي الدُّنْيَا: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دیا کہ ،، **خير** ،، اسم تفضیل ہے اور اس تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور ہوتا ہے جبکہ آیت میں ایک طریقہ بھی استعمال نہیں ہوا تو شارح نے **من الدخول** نکال کر اعتراض کا جواب دیا کہ ،، **خير** ،، کا استعمال من سے ہوا ہے اور وہ محذوف ہے۔ یہاں دوسری تقریر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اسم تفضیل میں مفضل اور مفضل علیہ دونوں کا ذکر ہوتا ہے آیت میں مفضل کا ذکر ہے لیکن مفضل علیہ مذکور نہیں ؟ شارح نے **مِنَ الْكَافِرِينَ فِي الدُّنْيَا** نکال کر مفضل علیہ ذکر کردیا۔

مفضل: اس کو کہتے ہیں جس کو فضیلت دی جائے۔

مفضل علیہ: اس کو کہتے ہیں جس پر فضیلت دی جائے۔

جیسے **زيد افضل من عمر** ،،،، زید عمر سے افضل ہے،، اس میں زید مفضل اور عمر مفضل علیہ ہے۔

مِنْهُمْ: آیت میں اسم تفضیل ،،احسن،، ذکر ہوا لیکن مفضل علیہ ذکر نہیں کیا گیا مفسر علیہ الرحمہ نے یہاں سے مفضل علیہ نکال کر بتادیا

أَيْ مَوْضِع قَائِلَة فِيهَا: اس طرف اشارہ کیا کہ ،،مقیلا،، اسم ظرف ہے ،مراد اس سے قیلولہ ہے ،یعنی آرام گاہ۔

وَهِيَ الِاسْتِرَاحَة نِصْف النَّهَار فِي الْحَرّ وَأُخِذَ مِنْ ذَلِكَ انْقِضَاء الْحِسَاب فِي نِصْف نَهَار كَمَا وَرَدَ فِي حديث: قیلولہ کی تفسیر کردی ،قیلولہ دوپہر کو گرمی میں آرام کرنے کو کہتے ہیں اور اسی (احسن مقیلا) سے لیا گیا ہے کہ حساب دوپہر تک پورا ہوجائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

(وَيَوْم تَشَقَّق السَّمَاء) أَيْ كُلّ سَمَاء (بِالْغَمَامِ) أَيْ مَعَهُ وَهُوَ غَيْم أَبْيَض (وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَة) مِنْ كُلّ سَمَاء (تَنْزِيلًا) هُوَ يَوْم الْقِيَامَة وَنَصْبه بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا وَفِي قِرَاءَة بِتَشْدِيدِ شِين تَشَقَّق بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِيَة فِي الْأَصْل فِيهَا وَفِي أُخْرَى نُنْزِل بِنُونَيْنِ الثَّانِيَة سَاكِنَة وَضَمّ اللَّام وَنَصْب الْمَلَائِكَة (الْمُلْك يَوْمئِذٍ الْحَقّ لِلرَّحْمَنِ) لَا يَشْرَكهُ فِيهِ أَحَد (وَكَانَ) الْيَوْم (يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا) بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِينَ (وَيَوْم يَعَضّ الظَّالِم) الْمُشْرِك عُقْبَة بْن أَبِي مُعَيْط

كَانَ نَطَقَ بِالشَّهَادَتَيْنِ ثُمَّ رَجَعَ إِرْضَاءً لِأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ (عَلَى يَدَيْهِ) نَدَمًا وَتَحَسُّرًا فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ (يَقُولُ يَا) لِلتَّنْبِيهِ (لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ) مُحَمَّدٍ (سَبِيلًا) طَرِيقًا إِلَى الْهُدَى (يَا وَيْلَتَى) أَلِفُهُ عِوَضٌ عَنْ يَاءِ الْإِضَافَةِ أَيْ وَيْلَتِي وَمَعْنَاهُ هَلَكَتِي (لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا) أَيْ أُبَيًّا (خَلِيلًا) (لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ) أَيِ الْقُرْآنِ (بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي) بِأَنْ رَدَّنِي عَنِ الْإِيمَانِ بِهِ قَالَ تَعَالَى (وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ) الْكَافِرِ (خَذُولًا) بِأَنْ يَتْرُكَهُ وَيَتَبَرَّأَ مِنْهُ عِنْدَ الْبَلَاءِ

اور جس روز آسمان یعنی ہر آسمان مع بادل پھٹ جائے گا اور وہ سفید بادل ہے، اور ہر آسمان سے فرشتے بکثرت اتارے جائیں گے اور وہ دن قیامت کا دن ہوگا اور یوم اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے، اور ایک قرات میں تشقق کی شین کی تشدید کے ساتھ، اصل میں (یعنی ت کو شین سے بدلنے اور شین کو شین میں ادغام کرنے سے پہلے) تائے ثانیہ کو شین میں ادغام کر کے، اور دوسری قرات میں نزل دونوں نون کے ساتھ، دوسرا نون ساکن اور لام کے ضمہ کے ساتھ اور ملائکہ کے نصب کے ساتھ اس روز حقیقی حکومت رحمٰن کی ہوگی اور اس دن اس کا کوئی شریک نہ ہوگا اور وہ دن کافروں کے لیے بڑا سخت ہوگا بخلاف مومنین کے اور جس روز ظالم مشرک عقبہ بن ابی معیط جس نے شہادتین کا اقرار کر لیا تھا اور پھر ابی بن خلف کو خوش کرنے کے لیے پھر گیا، اپنے ہاتھوں کو ندامت اور حسرت کے ساتھ قیامت کے دن کاٹ کھائے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول محمد ﷺ کے ساتھ ہدایت کے راستے پر لگ لیتا ہائے میری کمبختی ویلتا کا الف یائے اضافت کے عوض میں ہے (اصل میں) ویلتی تھا اور اس کے معنی میری ہلاکت کے ہیں کاش میں فلاں یعنی ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا اس نے مجھے نصیحت یعنی قرآن سے اس کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا اس طریقہ سے کہ اس پر ایمان لانے کے بعد مجھے واپس کر دیا۔ اور شیطان تو کافر انسان کو (وقت پر) دھوکا دینے ہی والا ہے اس طریقہ پر کے معصیت کے وقت اس کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے اظہار بیزاری کر دیتا ہے اور رسول یعنی محمد ﷺ کہیں گے اے میرے پروردگار میری قوم قریش نے اس قرآن کو متروک کر دیا۔

اغراض مفسر

أَيْ كُلِّ سَمَاءٍ: اس طرف اشارہ کیا کہ ،،السَّمَاءُ،، پر الف لام استغراقی ہے۔

الف، لام غیر کی اقسام: اسکی پانچ اقسام ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی (۵) عہد حضوری۔

الف لام جنسی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد فقط جنس ہو اور افراد کا اعتبار نہ ہو۔

جیسے اَلرَّجُلُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَرْأَةِ۔ یعنی جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے،،

الف لام استغراقی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد جنس کے تمام افراد ہوں۔ جیسے إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (بے شک ہر انسان خسارے میں ہے) اس مثال میں الانسان کا الف لام استغراقی ہے۔ اور اسی کو تفسیر میں مفسر نے جنسی قرار دیا

ہے یعنی جنس انسان خسارے میں ہے۔

الف لام عہد خارجی: وہ الف لام جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور اس کا مدخول متکلم اور مخاطب دونوں کے نزدیک متعین ہو۔ جیسے **فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ** (تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی) اس مثال میں اَلرَّسُوْلَ پر عہد خارجی کا الف لام ہے، اور الرسول سے خاص اور معین رسول ہے اور وہ حضرت موسیٰ ہیں۔

الف لام عہد ذھنی : وہ الف لام ہے جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور وہ بعض کوئی غیر معین فرد ہو۔ جیسے اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ (میں خوف کرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھالے)۔ اس مثال میں اَلذِّئْبُ پر عہد ذھنی کا الف لام ہے۔

الف لام عہد حضوری: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد وہ فرد ہو جو فی الوقت موجود و حاضر ہو۔ جیسے **اَلْیَوْمَ**

أیْ مَعَه: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ,,بالغمام,, میں ,,ب,, مع کے معنی میں ہے۔۔

وَهُوَ غَیم أبْیَض: ۔,,غمام,, کی تفسیر کردی، کہ وہ سفید بادل ہے۔

مِنْ کُلِّ سَمَاء: ۔متعلق نکال کر بتادیا۔

هُوَ یَوْمُ الْقِیَامَة: ۔یہاں سے ,,یوم,, کی تفسیر کردی۔

وَنَصْبه بِاذْکُرْ مُقَدَّرًا: یہاں سے ,,یَوْم,, کی ترکیب بتادی کہ اس سے پہلے ,,اذکر,, فعل محذوف ہے اور ,,یَوْم,, اس کا مفعول فیہ ہے اس لئے منصوب ہے۔

وَفِی قِرَاءَة بِتَشْدِیْدِ شِینِ تَشَقَّقُ بِإدْغَامِ التَّاء الثَّانِیَة فِی الْأَصْلِ فِیهَا: یہاں سے ,,تَشَقَّقُ,, کی لغوی تحقیق بتادی، یعنی ایک قرات میں تشقق کی شین کی تشدید کے ساتھ، اصل میں (یعنی ت کو شین سے بدلنے اور شین کو شین میں ادغام کرنے سے پہلے) تائے ثانیہ کو شین میں ادغام کر کے۔ اور اس کا معنی ہے پھٹ جانا۔

آسمان کیسے پھٹے گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آسمانِ دنیا پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے (فرشتے) اتریں گے اور وہ تمام اہل زمین سے زیادہ ہیں جن وانس سب سے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا وہاں کے رہنے والے اتریں گے,, آسمانِ دنیا کے رہنے والوں سے اور جن وانس سب سے زیادہ ہیں اسی طرح آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ساتواں آسمان پھٹے گا پھر کروبی اتریں گے پھر حاملین عرش اور یہ روز قیامت ہوگا۔

وَفِی أُخْرَی نُنْزِل بِنُونَیْنِ الثَّانِیَة سَاکِنَة وَضَمّ اللَّام وَنَصْب الْمَلَائِکَة: ۔یہاں سے ,,نُزِّلَ,, کی صرفی تحقیق بتادی، یعنی دوسری قرات میں نزل دو نونوں کے ساتھ، دوسرا نون ساکن اور لام کے ضمہ کے ساتھ اور ملائکہ کے نصب کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

لَا یُشْرَکه فِیهِ أَحَد: ۔,,الرحمٰن,, کا حال نکال کر بتادیا۔

مالک ہونا، حکم، گواہی، وکیل کے بارے میں قاعدہ: (۱) الف : حکم، گواہی، وکالت، حساب لینا، مالک ہونا۔ ان چیزوں کو جہاں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے وہاں حقیقی، دائمی، مستقل مراد ہوگا مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے یا خدا کے سواہ کسی کو وکیل نہ بناؤ تو مراد حقیقی دائمی مالک و مستقل وکیل ہے۔

(۲) ب : جب ان چیزوں کو بندوں کی طرف نسبت کیا جاوے تو ان سے مراد عارضی، عطائی، مجازی ہوں گے۔

"الف" کی مثال یہ ہے: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔ (پ7، الانعام57:)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اور اللہ ہی کافی گواہ ہے۔ (پ5، النسآء79:)

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔ (پ15، بنی اسرآءیل2:)

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا آپ کا رب کافی وکیل ہے۔ (پ15، بنی اسرآءیل65:)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ہم نے آپ کو ان کافروں پر وکیل بنا کر نہ بھیجا۔ (پ15، بنی اسرآءیل54:)

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ آپ ان کافروں پر وکیل نہیں۔ (پ7، الانعام107:)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔ (پ4، النسآء6:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ (پ4، ال عمران129:)

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ?? پس اللہ تعالیٰ ہی کو وکیل بناؤ۔ (پ29، المزمل9:)

ان جیسی ساری آیتوں میں حقیقی مالک، حقیقی وکیل، حقیقی گواہ، حقیقی حساب لینے والا مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی حاکم نہیں، کوئی حقیقی مالک، حقیقی وکیل، حقیقی گواہ نہیں جیسے کہ سکندرنامے میں ہے

"ب" کی مثال ان آیات میں ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا

اور اگر تم خاوند و بیوی کی مخالفت کا اندیشہ کرو تو ایک حکم پنچ خاوند والوں کی طرف سے اور دوسرا حکم پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔ (پ5، النسآء35:)

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ

اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت (فیصلہ) کرو تو انصاف سے کرو۔ (پ5، النسآء58:)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہوں گے، یہاں تک کہ آپ کو اپنے اختلافات میں حاکم مان لیں۔ (پ، النسآء:)

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْابِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ لے جاؤ۔(پ1،البقرۃ188:)

وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

اور اپنے میں سے دو پرہیزگاروں کو گواہ بناؤ۔(پ28،الطلاق2:)

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا

آج تو اپنے پر خود ہی کافی حساب لینے والا ہے۔(پ15،بنی اسرآ ءیل14:)

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں سوا ان کے جن کے تم مالک ہو۔(پ5،النسآء24:)

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو۔(پ3،البقرۃ282:)

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں سے کسی کو موت آوے وصیت کرتے وقت تو تم میں سے دو معتبر شخص ہیں۔(پ7،المآئدۃ106:)

ان جیسی تمام آیتوں میں عارضی، غیر مستقل، عطائی ملکیت، گواہی، وکالت، حکومت، حساب لینا، بندوں کے لئے ثابت کیا گیا ہے یعنی اللہ کے بندے مجازی طور پر حاکم ہیں، وکیل ہیں، گواہ ہیں لہٰذا آیات میں تعارض نہیں، جیسے سمیع، بصیر، حی وغیرہ اللہ کی صفتیں ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اللہ تعالیٰ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے (پ، بنی اسرائیل:) اور بندوں کی بھی صفتیں یہ ہیں۔فرماتا ہے: فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ؟ ہم نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا بنادیا، اللہ کا سننا، دیکھنا (پ، الدھر:)۔دائمی، غیر محدود، مستقل، ذاتی ہے اور بندوں کا دیکھنا، سننا، زندہ ہونا۔عارضی، محدود، عطائی، غیر مستقل ہے۔اسی لئے خدا تعالیٰ کا نام بھی ''علی'' ہے۔وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (پ، البقرۃ:) اور حضرت علی مرتضیٰ کا نام علی ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ''مولنا'' اَنْتَ مَوْلٰنَا (پ، البقرۃ:) اور عالموں کو مولانا صاحب کہا جاتا ہے مگر اللہ کا علی یا مولیٰ ہونا اور طرح کا ہے اور بندوں کا علی اور مولیٰ ہونا کچھ اور قسم کا یہ فرق ضروری ہے۔

اَلْيَوْم:۔،،کان،، کا اسم نکال کر بتادیا۔

بخلاف المؤمنين:۔متعلق نکال کر بتادیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کا دن مسلمانوں پر آسان کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ان کے لئے ایک فرض نماز سے ہلکا ہوگا جو دنیا میں پڑھی تھی۔

الْمُشْرِكُ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ،،الظالم،، پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد مشرک ہے۔

عُقْبَة بن أَبِي مُعَيْطٍ كَانَ نَطَقَ بِالشَّهَادَتَيْنِ ثُمَّ رَجَعَ إِرْضَاءً لِأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ،،الظالم،، پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔

شانِ نزول : عقبہ بن ابی معیط اُبَی بن خلف کا گہرا دوست تھا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دی اور اس کے بعد ابی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مرتد ہو گیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مقتول ہونے کی خبر دی چنانچہ بدر میں مارا گیا۔ یہ آیت اس کے حق میں نازل ہوئی کہ روز قیامت اس کو انتہا درجہ کی حسرت وندامت ہوگی اس حسرت میں وہ اپنے ہاتھ چاب چاب لے گا۔

نَدَمًا وَتَحَسُّرًا فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ: ۔انگلیاں کاٹنے کا سبب نکال کر بتادیا، یعنی عقبہ بن ابی معیط جس نے شہادتین کا اقرار کرلیا تھا اور پھر ابی بن خلف کو خوش کرنے کے لیے پھر گیا، اپنے ہاتھوں کو ندامت اور حسرت کے ساتھ قیامت کے دن کاٹ کھائے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول محمد ﷺ کے ساتھ ہدایت کے راستے پر لگ لیتا ہائے میری کمبختی۔

لِلتَّنْبِيهِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ،،یا،، نداء کے لئے نہیں بلکہ تنبیہ کے لئے ہے۔

مُحَمَّدٌ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ،،الرسول،، پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد محمد عربی ﷺ ہیں۔

طَرِيقًا إِلَى الهدى: ۔یہاں سے ،،سبیلا،، کا معنی مرادی بتادیا۔

أَلِفُهُ عِوَضٌ عَنْ يَاءِ الْإِضَافَةِ أَيْ وَيْلَتِي وَمَعْنَاهُ هَلَكَتِي: ۔یہاں سے ،،ویلتا،، کی لغوی تحقیق بتا دی، کہ ،،ویلتا،، کا الف یائے اضافت کے عوض میں ہے اصل میں ،،ویلتی،، تھا اور اس کے معنی میری ہلاکت کے ہیں۔

أَيْ أُبَيًّا: ۔فلاں کی تفسیر کر دی یعنی، ابی بن خلف۔

أَيْ الْقُرْآن ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،الذکر،، پر الف لام عہد کا ہے مراد قرآن پاک ہے۔

بِأَنْ رَدَّنِي عَنِ الْإِيمَانِ بِهِ: بہکانے کا سبب نکال کر بتادیا۔

قال تعالى : ۔اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتادیا اور اس طرف اشارہ کیا کہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔

الْكَافِرِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،الانسان،، پر الف لام عہد خارجی کا ہے یعنی کافر۔

بِأَنْ يَتْرُكَهُ وَيَتَبَرَّأَ مِنْهُ عِنْدَ الْبَلَاءِ: ۔سبب نکال کر بتادیا۔

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ابوداؤد و ترمذی میں ایک حدیث مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھنا چاہیے کس کو دوست بناتا ہے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم نشینی نہ کرو مگر ایمان دار کے ساتھ اور کھانا

نہ کھلا دیگر پرہیزگار کو۔(مسئلہ) : بے دین اور بدمذہب کی دوستی اور اس کے ساتھ صحبت واختلاط اور اُلفت واحترام ممنوع ہے۔

(وَكَذٰلِكَ) كَمَا جَعَلْنَا لَكَ عَدُوًّا مِنْ مُشْرِكِي قَوْمِكَ (جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ) قَبْلَكَ (عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ) الْمُشْرِكِينَ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا (وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا) لَكَ (وَنَصِيرًا) نَاصِرًا لَكَ عَلَى أَعْدَائِكَ (وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا) هَلَّا (نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً) كَالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالزَّبُورِ قَالَ تَعَالَى نَزَّلْنَاهُ (كَذٰلِكَ) مُتَفَرِّقًا (لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ) نُقَوِّي قَلْبَكَ (وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا) أَيْ أَتَيْنَا بِهِ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ بِتَمَهُّلٍ وَتُؤَدَةٍ لِتَيْسِيرِ فَهْمِهِ وَحِفْظِهِ (وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ) فِي إِبْطَالِ أَمْرِكَ (إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ) الدَّافِعِ لَهُ (وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا) بَيَانًا هُمُ (الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ) أَيْ يُسَاقُونَ (إِلَى جَهَنَّمَ أُولٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا) هُوَ جَهَنَّمُ (وَأَضَلُّ سَبِيلًا) أَخْطَأُ طَرِيقًا مِنْ غَيْرِهِمْ وَهُوَ كُفْرُهُمْ (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ) التَّوْرَاةَ (وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ نَذِيرًا) مُعِينًا (فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا) أَيِ الْقِبْطِ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ فَذَهَبَا إِلَيْهِمْ بِالرِّسَالَةِ فَكَذَّبُوهُمَا (فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا) أَهْلَكْنَاهُمْ إِهْلَاكًا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اسی طرح جس طرح تیری قوم کے مشرکوں کو تیرا دشمن بنا دیا تم سے پہلے ہر نبی کا بعض مجرمین مشرکین کو دشمن بنا دیا لہٰذا جس طرح انہوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو، آپ کی رہنمائی کرنے اور مدد کرنے کے لیے تیرا رب کافی ہے یعنی تیرے دشمنوں کے خلاف تیری مدد کرنے کے لیے کافی ہے اور کافروں نے کہا اس پر پورا قرآن ایک ساتھ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ جس طرح کے تورات اور انجیل اور زبور اتری گئیں اور اسی طرح متفرق نزول اس لیے ہے کہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے قلب کو قوی کریں گے اور ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے، یعنی ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے وقفہ اور آہستگی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے معاملے کو باطل کرنے کے لیے آپ کے سامنے پیش کریں گے مگر ہم ٹھیک جواب جو اس سوال کو دفع کرنے والا ہو بیان کے اعتبار سے خوب واضح ہو عنایت کر دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے یہ لوگ مکان کے اعتبار سے بھی بدترین ہیں اور وہ (مکان) جہنم ہے اور طریقہ میں بھی سب سے زیادہ گمراہ ہیں یعنی دوسروں سے زیادہ گمراہ ہیں اور وہ (طریقہ) ان کا کفر ہے۔ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات عطا کیا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر (یعنی) معین بنا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری دلیلوں کو جھٹلایا ہے یعنی قبطیوں کی طرف جو کہ فرعون اور اس کی قوم ہے چنانچہ (یہ دونوں) پیغام لے کر ان کے پاس گئے مگر ان لوگوں نے دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو تہس نہس کر دیا (یعنی) پوری طرح ہلاک کر دیا۔

اغراض مفسر

كَمَا جَعَلْنَا لَكَ عَدُوًّا مِنْ مُشْرِكِي قَوْمِكَ: یہاں سے ،،ذٰلِكَ،، کا مشار الیہ بتادیا۔

قَبْلَكَ: ظرف نکال کر بتادیا۔

الْمُشْرِكِيْنَ: یہاں سے مجرمین کا معنی مرادی بتادیا۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا: نتیجہ نکال کر بتادیا کہ جس طرح انہوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔

لَكَ: یہاں سے ،،ھادیا،، کا متعلق بتادیا۔

ناصرا: اس طرف اشارہ کیا کہ صفت مشبہ جمعنی للفاعل ہے۔

لَكَ عَلٰى أَعْدَائِكَ: ،،نصیرا،، کا متعلق بتادیا۔

هَلَّا: ھلا: لولا جب ماضی پر داخل ہو تو یہ توبیخ کے لئے آتا ہے اور جب یہ مضارع پر داخل ہو تو تحضیض کے لئے آتا ہے، اور جب یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو امتناعیہ کے لئے آتا ہے، مفسر نے اس طرف اشارہ کیا کہ لولا ھلا یعنی توبیخ کے معنی میں ہے۔

كَالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالزَّبُورِ: تمثیل نکال کر بتادی۔

کفار کی جملۃ واحدۃ نازل ہونے کی خواہش: جیسے کہ توریت وانجیل وزبور میں سے ہر ایک کتاب ایک ساتھ اتری تھی۔ کفار کا یہ اعتراض بالکل فضول اور مہمل ہے کیونکہ قرآن کریم کا معجزہ وتحدی ہونا ہر حال میں یکساں ہے چاہے یکبارگی نازل ہو یا بتدریج بلکہ بتدریج نازل فرمانے میں اس کے اعجاز کا اور بھی کامل اظہار ہے کہ جب ایک آیت نازل ہوئی اور تحدی کی گئی اور خلق کا اس کے مثل بنانے سے عاجز ہونا ظاہر ہوا پھر دوسری اتری اسی طرح اس کا اعجاز ظاہر ہوا اس طرح برابر آیت آیت ہو کر قرآن پاک نازل ہوتا رہا اور ہر ہر دم اس کی بے مثالی اور خلق کی عاجزی ظاہر ہوتی رہی غرض کفار کا اعتراض محض لغو بے معنی ہے، آیت میں اللہ تعالی بتدریج نازل فرمانے کی حکمت ظاہر فرماتا ہے۔

قَالَ تَعَالٰى: اگلے کلام کا قائل بتادیا۔

نَزَّلْنَاهُ: اس طرف اشارہ کیا کہ ،،كَذٰلِكَ،، سے پہلے فعل محذوف ہے اور یہ اس کا مفعول ہے۔

مُتَفَرِّقًا: مشار الیہ بتادیا۔

نُقَوِّي قَلْبَكَ: ،،نقوی،، سے ،،نُثَبِّتُ،، کا معنی مرادی بتادیا اور ،،قلب،، سے ،،فُؤَادَكَ،، کا معروف معنی بتادیا۔

أَيْ أَتَيْنَا بِهِ شَيْئًا بَعْدَ شَيْءٍ بِتَمَهُّلٍ وَتُؤَدَةٍ: یہاں سے ،،وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا،، کی تفسیر کر دی یعنی ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے، یعنی ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے وقفہ اور آہستگی کے ساتھ اتارا ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا،، کا معنی: یعنی بزبان جبریل تھوڑا تھوڑا بیس یا تیس برس کی مدت میں یا یہ معنی ہیں کہ ہم

نے آیت کے بعد آیت بتدریج نازل فرمائی اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قراءت میں ترتیل کرنے یعنی ٹھہر ٹھہر کر بہ اطمینان پڑھنے اور قرآن شریف کو اچھی طرح ادا کرنے کا حکم فرمایا جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہوا "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا"۔

لِتَيْسِيرِ فَهْمِهِ وَحِفْظِهِ: ۔تھوڑا تھوڑا اتارنے کی علت بتادی، مطلب یہ کہ تاکہ اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو۔

فِي إِبْطَالِ أَمْرِكَ: ۔متعلق بتادیا۔

الدَّافِعِ لَهُ: ۔یہاں سے ،،**الْحَقِّ**،، کی صفت نکال کر بتادی۔

بَيَانًا: یہاں سے ،،**تَفْسِيرًا**،، کی تفسیر کردی۔

هُمْ: ۔مبتداء محذوف نکال کر بتادیا۔

أَيْ يُسَاقُونَ: ۔یہاں سے ،،**يُحْشَرُونَ**،، کا معنی مرادی بتادیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ آدمی روز قیامت تین طریقے پر اٹھائے جائیں گے ایک گروہ سواریوں پر، ایک گروہ پیادہ پا اور ایک جماعت منہ کے بل گھسٹتی، عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ منہ کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا جس نے پاؤں پر چلایا ہے وہی منہ کے بل چلائے گا۔

هُوَ جَهَنَّمُ: ۔یہاں سے ،،**شَرٌّ مَكَانًا**،، کی تفسیر کردی۔

أَخْطَأُ طَرِيقًا مِنْ غَيْرِهِمْ وَهُوَ كُفْرُهُمْ: ۔،،**أَخْطَأُ**،، سے ،،**أَضَلُّ**،، اور ،،**طَرِيقًا**،، سے ،،**سَبِيلًا**،، کا مرادی معنی بتادیا، اور ،،**وَهُوَ كُفْرُهُمْ**،، سے ،،**طَرِيقًا**،، کی تفسیر کردی۔

التَّوْرَاةَ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،الكتاب،، پر الف لام عہد کا ہے مراد توراۃ ہے۔

معينا: ۔یہاں سے ،،وزیرا،، کا معنی مرادی بتادیا۔

أَيِ الْقِبْطِ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ فَذَهَبَا إِلَيْهِمْ بِالرِّسَالَةِ فَكَذَّبُوهُمَا: ۔یہاں سے قوم کی تفسیر کردی، یعنی قبطی جو کہ فرعون اور اس کی قوم ہے چنانچہ یہ دونوں پیغام لے کر ان کے پاس گئے مگر ان لوگوں نے دونوں کو جھٹلایا۔

أَهْلَكْنَاهُمْ إِهْلَاكًا: ۔یہاں سے ،،**فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا**،، کی تفسیر کردی، مطلب یہ کہ ہم نے ان کو تہس نہس کردیا یعنی پوری طرح ہلاک کردیا۔

فرعونیوں پر لگاتار پانچ عذاب: فرعون کے مظالم سے تنگ دل ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے دربار میں اس طرح دعا مانگی کہ "اے میرے رب! فرعون زمین میں بہت ہی سرکش ہو گیا ہے اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی ہے لہذا تو انہیں ایسے عذابوں میں گرفتار فرمالے جو ان کے لئے سزاوار ہو۔ اور میری قوم اور بعد والوں کے لئے عبرت ہو۔

(روح البیان، ج۳، ص۲۲۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر لگاتار پانچ عذابوں کو مسلط فرمادیا وہ پانچوں عذاب یہ ہیں:۔

طوفان کا عذاب:۔ ناگہاں ایک ابر آیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا پھر انتہائی زوردار بارش ہونے لگی۔ یہاں تک کہ طوفان آ گیا اور فرعونیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ اور وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی ان کی گردنوں تک آ گیا ان میں سے جو بیٹھا وہ ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ نہ ہل سکتے تھے نہ کوئی کام کر سکتے تھے۔ ان کی کھیتیاں اور باغات طوفان کے دھاروں سے برباد ہو گئے۔ سنیچر سے سنیچر تک مسلسل سات روز تک وہ لوگ اسی مصیبت میں مبتلا رہے اور باوجودیکہ بنی اسرائیل کے مکانات فرعونیوں کے گھروں سے ملے ہوئے تھے مگر بنی اسرائیل کے گھروں میں سیلاب کا پانی نہیں آیا اور وہ نہایت ہی امن و چین کے ساتھ اپنے گھروں میں رہتے تھے جب فرعونیوں کو اس مصیبت کے برداشت کرنے کی تاب و طاقت نہ رہی اور وہ بالکل ہی عاجز ہو گئے تو ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ یہ مصیبت ٹل جائے تو ہم ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا مانگی تو طوفان کی بلا ٹل گئی اور زمین میں ایسی سرسبزی اور شادابی نمودار ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی بھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ کھیتیاں بہت شاندار ہوئیں اور غلوں اور پھلوں کی پیداوار بے شمار ہوئی یہ دیکھ کر فرعونی کہنے لگے کہ یہ طوفان کا پانی تو ہمارے لئے بہت بڑی نعمت کا سامان تھا۔ پھر وہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ایمان نہیں لائے اور پھر سرکشی اور ظلم و عصیان کی گرم بازاری شروع کر دی۔

ٹڈیوں کا عذاب:۔ ایک ماہ تک تو فرعونی نہایت عافیت سے رہے۔ لیکن جب ان کا کفر و تکبر اور ظلم و ستم پھر بڑھنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قہر و عذاب کو ٹڈیوں کی شکل میں بھیج دیا کہ چاروں طرف سے ٹڈیوں کے جھنڈ کے جھنڈ آ گئے جو ان کی کھیتیوں اور باغوں کو یہاں تک کہ ان کے مکانوں کی لکڑیاں تک کو کھا گئیں اور فرعونیوں کے گھروں میں یہ ٹڈیاں بھر گئیں جس سے ان کا سانس لینا مشکل ہو گیا مگر بنی اسرائیل کے مومنین کے کھیت اور باغ اور مکانات ان ٹڈیوں کی یلغار سے بالکل محفوظ رہے۔ یہ دیکھ کر فرعونیوں کو بڑی عبرت ہوئی اور آخر اس عذاب سے تنگ آ کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے عہد کیا کہ آپ اس عذاب کے دفع ہونے کے لئے دعا فرمادیں تو ہم لوگ ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل پر کوئی ظلم و ستم نہ کریں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے ساتویں دن یہ عذاب بھی ٹل گیا اور یہ لوگ پھر ایک ماہ تک نہایت ہی آرام و راحت میں رہے۔ لیکن پھر عہد شکنی کی اور ایمان نہیں لائے۔ ان لوگوں کے کفر اور عصیان میں پھر اضافہ ہونے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنین کو ایذائیں دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہماری جو کھیتیاں اور پھل بچ گئے ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں۔ لہٰذا ہم اپنا دین چھوڑ کر ایمان نہیں لائیں گے۔

گھن کا عذاب:۔ غرض ایک ماہ کے بعد پھر ان لوگوں پر ''قمل'' کا عذاب مسلط ہو گیا۔ بعض مفسرین کا بیان ہے کہ یہ گھن تھا جو ان فرعونیوں کے اناجوں اور پھلوں میں لگ کر تمام غلوں اور میووں کو کھا گیا اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ایک چھوٹا سا کیڑا تھا،

جو کھیتوں کی تیار فصلوں کو چٹ کر گیا اور ان کے کپڑوں میں گھس کر ان کے چمڑوں کو کاٹ کاٹ کر انہیں مرغ بسمل کی طرح تڑپانے لگا۔ یہاں تک کہ ان کے سر کے بالوں، داڑھی، مونچھوں، بھنوؤں، پلکوں کو چاٹ چاٹ کر اور چہروں کو کاٹ کاٹ کر انہیں چیچک رو بنا دیا۔ یہ کیڑے ان کے کھانوں، پانیوں اور برتنوں میں گھس جاتے تھے۔ جس سے یہ لوگ نہ کچھ کھا سکتے تھے نہ کچھ پی سکتے تھے۔ نہ ذرا بھر کے لئے سو سکتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ میں اس قہر آسمانی و بلاء ناگہانی سے بلبلا کر یہ لوگ چیخ پڑے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے لگے اور ایمان لانے کا عہد دینے لگے چنانچہ آپ نے ان لوگوں کی بے قراری اور گریہ وزاری پر رحم کھا کر دعا کر دی۔ اور یہ عذاب بھی رفع دفع ہو گیا۔ لیکن فرعونیوں نے پھر اپنے عہد کو توڑ ڈالا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ ظلم و عدوان پر کمر بستہ ہو گئے۔ پھر ایک ماہ کے بعد ان لوگوں پر مینڈک کا عذاب نازل ہو گیا۔

مینڈک کا عذاب:۔ ان فرعونیوں کی بستیوں اور ان کے گھروں میں اچانک بے شمار مینڈک پیدا ہو گئے اور ان ظالموں کا یہ حال ہو گیا کہ جو آدمی جہاں بھی بیٹھتا اس کی مجلس میں ہزاروں مینڈک بھر جاتے تھے۔ کوئی آدمی بات کرنے یا کھانے کے لئے منہ کھولتا تو اس کے منہ میں مینڈک کود کر گھس جاتے۔ ہانڈیوں میں مینڈک، ان کے جسموں پر سینکڑوں مینڈک سوار رہتے۔ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے کسی حالت میں بھی مینڈکوں سے نجات نہیں ملتی تھی۔ اس عذاب سے فرعونی رو پڑے اور پھر روتے گڑگڑاتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں دعا کی بھیک مانگنے کے لئے آئے اور بڑی بڑی قسمیں کھا کر عہد و پیمان کرنے لگے کہ ہم ضرور ایمان لائیں گے اور مومنین کو کبھی ایذا نہیں دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ساتویں دن یہ عذاب بھی اٹھا لیا گیا مگر یہ مردود قوم راحت ملتے ہی پھر اپنا عہد توڑ کر اپنی پہلی خبیث حرکتوں میں مشغول ہو گئی۔ مومنین کو ستانے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین و بے ادبی کرنے لگے تو پھر عذاب الٰہی نے ان ظالموں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ان لوگوں پر خون کا عذاب قہر الٰہی بن کر اتر پڑا۔

خون کا عذاب:۔ ایک دم بالکل اچانک ان لوگوں کے تمام کنوؤں، نہروں کا پانی خون ہو گیا تو ان لوگوں نے فرعون سے فریاد کی، تو اس سرکش نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جادوگری اور نظر بندی ہے۔ یہ سن کر فرعونیوں نے کہا کہ یہ کیسی اور کہاں کی نظر بندی ہے؟ کہ ہمارے کھانے پینے کے برتن خون سے بھرے پڑے ہیں اور مومنین پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں تو فرعون نے حکم دیا کہ فرعونی لوگ مومنین کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی نکالیں۔ مگر خدا کی شان کہ مومنین اسی برتن سے پانی نکالتے تو نہایت ہی صاف شفاف اور شیریں پانی نکلتا اور فرعونی جب اسی برتن سے پانی نکالتے تو تازہ خالص خون نکلتا۔ یہاں تک کہ فرعونی لوگ پیاس سے بے قرار ہو کر مومنین کے پاس آئے اور کہا کہ ہم دونوں ایک ہی برتن سے ایک ہی ساتھ منہ لگا کر پانی پئیں گے مگر قدرت خداوندی کا عجیب جلوہ نظر آتا۔ ایک ہی برتن سے ایک ساتھ منہ لگا کر دونوں پانی پیتے تھے مگر مومنین کے منہ میں جو جاتا وہ پانی ہوتا تھا اور فرعون والوں کے منہ میں جو جاتا وہ خون ہوتا تھا۔ مجبور ہو کر فرعون اور فرعونی لوگ گھاس اور درختوں کی جڑیں اور چھالیں چبا چبا کر چوستے تھے مگر اس کی رطوبت بھی ان کے منہ میں جا کر خون بن جاتی تھی۔ الغرض فرعونیوں نے پھر گڑگڑا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے دعا کی درخواست کی۔ تو آپ نے پیغمبرانہ رحم وکرم فرما کر پھر ان لوگوں کے لئے دعائے خیر فرما دی تو ساتویں دن اس خونی عذاب کا سایہ بھی ان کے سروں سے اٹھ گیا۔ الغرض ان سرکشوں پر مسلسل پانچ عذاب آتے رہے اور ہر عذاب ساتویں دن ملتا رہا اور ہر دو عذابوں کے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا رہا مگر فرعون اور فرعونیوں کے دلوں پر شقاوت وبدبختی کی ایسی مہر لگ چکی تھی کہ پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے اور اپنے کفر پر اڑے رہے اور ہر مرتبہ اپنا عہد توڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا آخری عذاب آ گیا کہ فرعون اور اس کے متبعین سب دریائے نیل میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے اور ہمیشہ کے لئے خدا کی دنیا ان عہد شکنوں اور مردودوں سے پاک وصاف ہو گئی اور یہ لوگ دنیا سے اس طرح نیست ونابود کر دیئے گئے کہ روئے زمین پر ان کی قبروں کا نشان بھی باقی نہیں رہ گیا۔ (تفسیر الصاوی، ج ۲، ص ۷۰۳، الاعراف)

(وَ) اذْكُرْ (قَوْم نُوح لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُل) بِتَكْذِيبِهِمْ نُوحًا لِطُولِ لُبْثه فِيهِمْ فَكَأَنَّهُ رُسُل أَوْ لِأَنَّ تَكْذِيبه تَكْذِيب لِبَاقِي الرُّسُل لِاشْتِرَاكِهِمْ فِي الْمَجِيء بِالتَّوْحِيدِ (أَغْرَقْنَاهُمْ) جَوَاب لَمَّا (وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ) بَعْدهمْ (آيَة) عِبْرَة (وَأَعْتَدْنَا) فِي الْآخِرَة (لِلظَّالِمِينَ) الْكَافِرِينَ (عَذَابًا أَلِيمًا) مُؤْلِمًا سِوَى مَا يَحِلّ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا (وَ) اذكر (عادا) قوم هود (وثمود) قَوْم صَالِح (وَأَصْحَاب الرَّسّ) اسْم بِئْر وَنَبِيّهمْ قِيلَ شُعَيْب وَقِيلَ غَيْره كَانُوا قُعُودًا حَوْلهَا فَانْهَارَتْ بِهِمْ وَبِمَنَازِلِهِمْ (وَقُرُونًا) أَقْوَامًا (بَيْن ذَلِكَ كَثِيرًا) أَيْ بَيْن عَاد وَأَصْحَاب الرَّسّ (وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَال) فِي إِقَامَة الْحُجَّة عليهم فلا نُهْلِكهُمْ إِلَّا بَعْد الْإِنْذَار (وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا) أَهْلَكْنَا إِهْلَاكًا بِتَكْذِيبِهِمْ أَنْبِيَاءَهُمْ (وَلَقَدْ أَتَوْا) أَيْ مَرَّ كُفَّار مَكَّة (عَلَى الْقَرْيَة الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَر السَّوْء) مَصْدَر سَاءَ أَيْ بِالْحِجَارَةِ وَهِيَ عُظْمَى قُرَى قَوْم لُوط فَأَهْلَكَ اللَّه أَهْلهَا لِفِعْلِهِمْ الْفَاحِشَة (أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا) فِي سَفَرهمْ إِلَى الشَّام فَيَعْتَبِرُونَ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ (بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ) يَخَافُونَ (نُشُورًا) بَعْثًا فَلَا يُؤْمِنُونَ۔

اور قوم نوح کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (تمام) رسولوں کی تکذیب کی نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی تکذیب کر کے، نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے ان کے درمیان زمانہ دراز تک قیام کرنے کی وجہ سے، گویا کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کئی رسول تھے (یعنی بمنزلہ کئی رسولوں کے تھے) یا اس لیے (رسل کی جمع کا صیغہ استعمال کیا) کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی تکذیب باقی رسولوں کی تکذیب ہے اس لیے کہ توحید کے لانے میں سب مشترک ہیں تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور بعد کے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنا دیا اور ہم نے آخرت میں ظالموں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے یعنی تکلیف دہ، اس عذاب کے علاوہ جو دنیا میں

ان پر نازل ہوگا اور ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم عاد کا اور صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم ثمود کا اور اصحاب الرس کا تذکرہ کیجیے رس ایک کنویں کا نام ہے اور ان کے نبی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ شعیب تھے اور کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ تھے، کنویں کے اطراف میں بود و باش رکھتے تھے وہ کنواں ان کے اور ان کے مکانوں کے ساتھ دھنس گیا اور ان کے بیچ بیچ میں بہت سی قوموں کا یعنی عاد اور اصحاب الرس کے درمیان اور ہم نے ہر ایک کے لیے عمدہ عمدہ مضامین بیان کیے ان پر حجت قائم کرنے کے لیے ہم نے ان کو بجز کے بعد ہی ہلاک کیا، پھر ہم نے ایک کو پوری طرح ہلاک کر دیا، ان کے اپنے انبیاء کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اور وہ یعنی کفار کہ اس بستی کے پاس سے گذرتے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی السوء ساء کا مصدر ہے یعنی پتھروں کی بارش برسائی گئی اور وہ بستی قوم لوط کی بستیوں میں سب سے بڑی بستی (سدوم) تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان بستی والوں کو ان کی بدفعلی کی وجہ سے ہلاک کر دیا تو کیا یہ لوگ اپنے شام کے سفر میں اس (بستی) کو نہیں دیکھتے کہ عبرت حاصل کریں اور استفہام تقریری ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا اندیشہ ہی نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔

اغراض مفسر

اذکر:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،،قوم،، مفعول ہے اور اس سے پہلے فعل محذوف ہے لہذا فعل محذوف نکال کر بتا دیا۔

بِتَكْذِيبِهِمْ نُوحًا لِطُولِ لُبْثِهِ فِيهِمْ فَكَأَنَّهُ رُسُلٌ أَوْ لِأَنَّ تَكْذِيبَهُ تَكْذِيبٌ لِبَاقِي الرُّسُلِ لِاشْتِرَاكِهِمْ فِي الْمَجِيءِ بِالتَّوْحِيدِ:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ قوم نے صرف حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا پھر رسل جمع کا صیغہ کیوں لایا گیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کے دو جواب ذکر کیے (۱) نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کے درمیان زمانہ دراز تک قیام کرنے کی وجہ سے، گویا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی رسول تھے یعنی بمنزلہ کئی رسولوں کے تھے (۲) دوسرا یہ کہ رسل کی جمع کا صیغہ استعمال کیا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب باقی رسولوں کی تکذیب ہے اس لیے کہ توحید کے لانے میں سب مشترک ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ: حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو خدا کا پیغام سناتے رہے مگر ان کی بدنصیب قوم ایمان نہیں لائی بلکہ طرح طرح سے آپ کی تحقیر و تذلیل کرتی رہی اور قسم قسم کی اذیتوں اور تکلیفوں سے آپ کو ستاتی رہی یہاں تک کہ کئی بار ان ظالموں نے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ کو مردہ خیال کر کے کپڑوں میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیا۔ مگر آپ پھر مکان سے نکل کر دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اسی طرح بارہا آپ کا گلا گھونٹتے رہے یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگا اور آپ بے ہوش ہو جاتے مگر ان ایذاؤں اور مصیبتوں پر بھی آپ یہی دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے پروردگار! تو میری قوم کو بخش دے اور ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ مجھ کو نہیں جانتے ہیں۔

اور قوم کا یہ حال تھا کہ ہر بوڑھا باپ اپنے بچوں کو یہ وصیت کر کے مرتا تھا کہ نوح (علیہ السلام) بہت پرانے پاگل ہیں اس لیے کوئی

ان کی باتوں کو نہ سنے اور نہ ان کی باتوں پر دھیان دے، یہاں تک کہ ایک دن یہ وحی نازل ہو گئی کہ اے نوح ! اب تک جو لوگ مومن ہو چکے ہیں ان کے سوا اور دوسرے لوگ کبھی ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے بعد آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے۔ اور آپ نے اس قوم کی ہلاکت کے لئے دعا فرمادی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ایک کشتی تیار کریں چنانچہ ایک سو برس میں آپ کے لگائے ہوئے ساگوان کے درخت تیار ہو گئے اور آپ نے ان درختوں کی لکڑیوں سے ایک کشتی بنائی جو ۸۰ گز لمبی اور ۵۰ گز چوڑی تھی اور اس میں تین درجے تھے، نچلے طبقے میں درندے، پرندے اور حشرات الارض وغیرہ اور درمیانی طبقے میں چوپائے وغیرہ جانوروں کے لئے اور بالائی طبقے میں خود اور مومنین کے لئے جگہ بنائی۔ اس طرح یہ شاندار کشتی آپ نے بنائی اور ایک سو برس کی مدت میں یہ تاریخی کشتی بن کر تیار ہوئی جو آپ کی اور مومنوں کی محنت اور کاری گری کا ثمرہ تھی۔ جنہوں نے بے پناہ محنت کر کے یہ کشتی بنائی تھی۔

جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو آپ کی قوم آپ کا مذاق اڑاتی تھی۔ کوئی کہتا کہ اے نوح ! اب تم بڑھئی بن گئے؟ حالانکہ پہلے تم کہا کرتے تھے کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ کوئی کہتا اے نوح ! اس خشک زمین میں تم کشتی کیوں بنا رہے ہو؟ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے؟ غرض طرح طرح کا تمسخر و استہزاء کرتے اور قسم قسم کی طعنہ بازیاں اور بدزبانیاں کرتے رہتے تھے اور آپ ان کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ آج تم ہم سے مذاق کرتے ہو لیکن مت گھبراؤ جب خدا کا عذاب بصورت طوفان آ جائے گا تو ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ جب طوفان آ گیا تو آپ نے کشتی میں درندوں، چرندوں اور پرندوں اور قسم قسم کے حشرات الارض کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کرا دیا اور خود آپ اور آپ کے تینوں فرزند یعنی حام، سام اور یافث اور ان تینوں کی بیویاں اور آپ کی مومنہ بیوی اور مومنین مرد و عورت کل ۸۰ انسان کشتی میں سوار ہو گئے اور آپ کی ایک بیوی "واعلہ" جو کافرہ تھی، اور آپ کا ایک لڑکا جس کا نام "کنعان" تھا، یہ دونوں کشتی میں سوار نہیں ہوئے اور طوفان میں غرق ہو گئے۔

روایت ہے کہ جب سانپ اور بچھو کشتی میں سوار ہونے لگے تو آپ نے ان دونوں کو روک دیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ! آپ ہم دونوں کو سوار کر لیجئے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ جو شخص سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ پڑھ لے گا ہم دونوں اس کو ضرر نہیں پہنچائیں گے تو آپ نے ان دونوں کو بھی کشتی میں بٹھا لیا۔ طوفان میں کشتی والوں کے سوا ساری قوم اور کل مخلوق غرق ہو کر ہلاک ہو گئی اور آپ کی کشتی "جودی پہاڑ" پر جا کر ٹھہر گئی اور طوفان ختم ہونے کے بعد آپ مع کشتی والوں کے زمین پر اتر پڑے اور آپ کی نسل میں بے پناہ برکت ہوئی کہ آپ کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل کر آباد ہو گئی اسی لئے آپ کا لقب "آدم ثانی" ہے۔

(تفسیر صاوی، پ۱۲، ھود ۳۶)

جَوَابُ لَمَّا: ۔ ترکیبی احتمال بتا دیا کہ ،،لَمَّا،، کا جملہ شرط ہے اور یہ جملہ اس کا جواب ہے۔

فَجَعَلْنٰهُمْ: ۔ ظرف بتا دیا یعنی بعد کے لوگوں کے لئے عبرت بنا دیا۔

عِبْرَۃ:۔ آیۃ کا مرادی معنی بتا دیا۔

فِی الْآخِرَۃ:۔ ظرف لغو کر بتا دیا۔

اَلْکَافِرِیْنَ:۔ ظالمین کا معنی مرادی بتا دیا۔

مُؤْلِمًا:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ، الیم، بمعنی للفاعل ہے اور متعدی ہے، یعنی درد دینے والا عذاب۔

قوم نوح پر طوفان برپا کرنے والا تنور: یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دو سو برس پہلے ہی بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا کہ آپ کی قوم طوفان میں غرق کر دی جائے گی۔ مگر طوفان آنے کی نشانی یہ مقرر فرما دی تھی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہو گا۔ چنانچہ پتھر کے اس تنور سے ایک دن صبح کے وقت پانی ابلنا شروع ہو گیا اور آپ نے کشتی پر جانوروں اور انسانوں کو سوار کرانا شروع کر دیا پھر زوردار بارش ہونے لگی جو مسلسل چالیس دن اور چالیس رات موسلا دھار برستی رہی اور زمین بھی جابجا شق ہو گئی اور پانی کے چشمے پھوٹ کر بہنے لگے۔ اس طرح بارش اور زمین سے نکلنے والے پانیوں سے ایسا طوفان آ گیا کہ چالیس چالیس گز اُونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوب گئیں۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ؟۰ ؟ترجمہ کنزالایمان:۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور ابلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کر لے ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔ (پ۱۲، ھود: ۴۰)

اور آسمان و زمین کے پانی کی فراوانی اور طغیانی کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ:۔

فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ؟11؟ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ

ترجمہ کنزالایمان:۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کر کے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔ (پ 27، القمر 11:)

یعنی طوفان آ گیا اور ساری دنیا غرق ہو گئی۔ (تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۹۱۳)

طوفان کتنا زوردار تھا اور طوفانی سیلاب کی موجوں کی کیا کیفیت تھی؟ اس کی منظر کشی قرآن مجید نے ان لفظوں میں فرمائی ہے:۔

وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور وہ انہیں لئے جا رہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔ (پ12، ھود 42:

حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہو گئے اور کشتی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی برابر چلی جا رہی تھی یہاں تک کہ

سلامتی کے ساتھ کوہ جودی پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔ کشتی پر سوار ہوتے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تھی کہ:

بِسْمِ اللہِ مَجْرٖیهَا وَمُرْسٰیهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ?41?

ترجمہ کنزالایمان:۔اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔(پ12،ھود41:)

آپ کی کشتی جودی پہاڑ پر: حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے تھپیڑوں میں چھ ماہ تک چکر لگاتی رہی یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس سے گزری اور کعبہ مکرمہ کا سات چکر طواف بھی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی، جو عراق کے ایک شہر ''جزیرہ'' میں واقع ہے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پہاڑ کی طرف یہ وحی کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کسی ایک پہاڑ پر ٹھہرے گی تو تمام پہاڑوں نے تکبر کیا۔ لیکن ''جودی'' پہاڑ نے تواضع اور عاجزی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ شرف بخشا کہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ اور ایک روایت ہے کہ بہت دنوں تک اس کشتی کی لکڑیاں اور تختے باقی رہے تھے۔ یہاں تک کہ اگلی امتوں کے بعض لوگوں نے اس کشتی کے تختوں کو جودی پہاڑ پر دیکھا تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے دن یہ کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ چنانچہ اس تاریخ کو کشتی کی تمام مخلوق یعنی انسان اور وحوش و طیور وغیرہ سبھی نے شکرانہ کا روزہ رکھا اور حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے اُتر کر سب سے پہلی جو بستی بسائی اس کا نام ''ثمانین'' رکھا۔ عربی زبان میں ثمانین کے معنی ''اَسّی'' ہوتے ہیں، چونکہ کشتی میں ۸۰ آدمی تھے اس لئے اس گاؤں کا نام ''ثمانین'' رکھ دیا گیا۔ (تفسیر صاوی، ج۳، ص۹۱۵)

سِوَی مَا یَحِلُّ بِهِمْ فِی الدُّنْیَا:۔ استثناء بتا دیا کہ دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرۃ میں الگ عذاب ہوگا۔

اذکر:۔اس طرف اشارہ کیا کہ عادا مفعول بہ ہے اور اس کا فعل اذکر محذوف ہے۔

قوم ھود:۔یہاں سے،،عادا،،کی تفسیر کر دی کہ عاد قوم ھود کو کہتے ہیں۔

قوم عاد پر آندھی کا عذاب: قوم عاد مقام ''احقاف'' میں رہتی تھی جو عمان و حضرموت کے درمیان ایک بڑا ریگستان ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ کا نام عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے۔ پوری قوم کے لوگ ان کو مورث اعلیٰ ''عاد'' کے نام سے پکارنے لگے۔ یہ لوگ بت پرست اور بہت بداعمال و بدکردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ھود علیہ السلام کو ان لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا مگر اس قوم نے اپنے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے حضرت ھود علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔ حضرت ھود علیہ السلام بار بار ان سرکشوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے، مگر اس شریر قوم نے نہایت ہی بے باکی اور گستاخی کے ساتھ اپنے نبی سے یہ کہہ دیا کہ:۔

اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللہَ وَحْدَہٗ وَنَذَرَ مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ

ترجمہ کنزالایمان:۔کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ انہیں چھوڑ دیں تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو۔(پ8،الاعراف70:)

آخر عذاب الٰہی کی جھلکیاں شروع ہو گئیں۔ تین سال تک بارش ہی نہیں ہوئی۔ اور ہر طرف قحط و خشک سالی کا دور دورہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ لوگ اناج کے دانے دانے کو ترس گئے۔ اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بلا اور مصیبت آتی تھی تو لوگ مکہ معظمہ جا کر خانہ کعبہ میں دعائیں مانگتے تھے تو بلائیں ٹل جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک جماعت مکہ معظمہ گئی۔ اس جماعت میں مرثد بن سعد نامی ایک شخص بھی تھا جو مومن تھا مگر اپنے ایمان کو قوم سے چھپائے ہوئے تھا۔ جب ان لوگوں نے کعبہ معظمہ میں دعا مانگنی شروع کی تو مرثد بن سعد کا ایمانی جذبہ بیدار ہو گیا۔ اور اس نے تڑپ کر کہا کہ اے میری قوم تم لاکھ دعائیں مانگو، مگر خدا کی قسم اس وقت تک پانی نہیں برسے گا جب تک تم اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے۔ حضرت مرثد بن سعد نے جب اپنا ایمان ظاہر کر دیا تو قوم عاد کے شریروں نے ان کو مار پیٹ کر الگ کر دیا اور دعائیں مانگنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں۔ ایک سفید، ایک سرخ، ایک سیاہ اور آسمان سے ایک آواز آئی کہ اے قوم عاد! تم لوگ اپنی قوم کے لئے ان تین بدلیوں میں سے ایک بدلی کو پسند کر لو۔ ان لوگوں نے کالی بدلی کو پسند کر لیا اور یہ لوگ اس خیال میں مگن تھے کہ کالی بدلی خوب زیادہ بارش دے گی۔ چنانچہ وہ ابر سیاہ قوم عاد کی آبادیوں کی طرف چل پڑا۔ قوم عاد کے لوگ کالی بدلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! دیکھو عذاب الٰہی ابر کی صورت میں تمہاری طرف بڑھ رہا ہے مگر قوم کے گستاخوں نے اپنے نبی کو جھٹلا دیا اور کہا کہ کہاں کا عذاب اور کیسا عذاب؟ ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا یہ تو بادل ہے جو ہمیں بارش دینے کے لئے آ رہا ہے۔ (روح البیان، ج۳، ص۱۸۷)

یہ بادل پچھم کی طرف سے آبادیوں کی طرف برابر بڑھتا رہا اور ایک دم ناگہاں اس میں سے ایک آندھی آئی جو اتنی شدید تھی کہ اونٹوں کو مع ان کے سوار کے اڑا کر کہیں سے کہیں پھینک دیتی تھی۔ پھر اتنی زور دار ہو گئی کہ درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اڑا لے جانے لگی۔ یہ دیکھ کر قوم عاد کے لوگوں نے اپنے سنگین محلوں میں داخل ہو کر دروازوں کو بند کر لیا مگر آندھی کے جھونکے نہ صرف دروازوں کو اکھاڑ کر لے گئے بلکہ پوری عمارتوں کو جھنجھوڑ کر ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل یہ آندھی چلتی رہی۔ یہاں تک کہ قوم عاد کا ایک ایک آدمی مر کر فنا ہو گیا۔ اور اس قوم کا ایک بچہ بھی باقی نہ رہا۔

جب آندھی ختم ہوئی تو اس قوم کی لاشیں زمین پر اس طرح پڑی ہوئی تھیں جس طرح کھجوروں کے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔

وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ﴿6﴾ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ﴿7﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِیَةٍ

ترجمہ کنز الایمان:۔ اور رہے عاد وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے ڈنڈ (سوکھے تنے) ہیں گرے ہوئے تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔ (پ29، الحاقۃ:6 تا 8)

پھر قدرت خداوندی سے کالے رنگ کے پرندوں کا ایک غول نمودار ہوا۔ جنہوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور حضرت ہود علیہ السلام نے اس بستی کو چھوڑ دیا اور چند مومنین کو جو ایمان لائے تھے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور آخرِ زندگی تک بیت اللہ شریف میں عبادت کرتے رہے۔ (تفسیر الصاوی، ج ۲،ص ۲۸۶،الاعراف)

قَوم صَالِح:۔ یہاں سے،،**ثمود**،، کی تفسیر کردی کہ ثمود قوم صالح کو کہتے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی: حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے جب قوم ثمود کو خدا (عزوجل) کا فرمان سنا کر ایمان کی دعوت دی تو اس سرکش قوم نے آپ سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ اس پہاڑ کی چٹان سے ایک گابھن اونٹنی نکالیے جو خوب فربہ اور ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ آپ نے چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ فوراً ہی پھٹ گئی اور اس میں سے ایک نہایت ہی خوبصورت وتندرست اور خوب بلند قامت اونٹنی نکل پڑی جو گابھن تھی اور نکل کر اس نے ایک بچہ بھی جنا اور یہ اپنے بچے کے ساتھ میدانوں میں چرتی پھرتی رہی۔

اس بستی میں ایک ہی تالاب تھا جس میں پہاڑوں کے چشموں سے پانی گر کر جمع ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو یہ معجزہ کی اونٹنی ہے۔ ایک روز تمہارے تالاب کا سارا پانی یہ پی ڈالے گی اور ایک روز تم لوگ پینا۔ قوم نے اس کو مان لیا پھر آپ نے قوم ثمود کے سامنے یہ تقریر فرمائی کہ:۔

يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِىۡۤ اَرۡضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (پ8،الاعراف73:)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

چند دن تو قوم ثمود نے اس تکلیف کو برداشت کیا کہ ایک دن اُن کو پانی نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ اس دن تالاب کا سارا پانی اونٹنی پی جاتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے طے کرلیا کہ اس اونٹنی کو قتل کر ڈالیں۔

قدار بن سالف:۔ چنانچہ اس قوم میں قدار بن سالف جو سرخ رنگ کا بھوری آنکھوں والا اور پستہ قد آدمی تھا اور ایک زناکار عورت کا لڑکا تھا۔ ساری قوم کے حکم سے اس اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام منع ہی کرتے رہے، لیکن قدار بن سالف نے پہلے تو اونٹنی کے چاروں پاؤں کو کاٹ ڈالا۔ پھر اس کو ذبح کردیا اور انتہائی سرکشی کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا۔ چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهِمۡ وَقَالُوۡا يٰصٰلِحُ ائۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ

(پ8،الاعراف 77)

ترجمہ کنزالایمان:۔پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

زلزلہ کا عذاب:۔ قوم ثمود کی اس سرکشی پر عذاب خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ پہلے ایک زبردست چنگھاڑ کی خوفناک آواز آئی۔پھر شدید زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی اتھل پتھل ہو کر چکنا چور ہو گئی۔تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر تہس نہس ہو گئیں اور قوم ثمود کا ایک ایک آدمی گھٹنوں کے بل اوندھا گر کر مر گیا۔قرآن مجید نے فرمایا کہ:۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ

ترجمہ کنزالایمان:۔تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا (پ8،الاعراف 78)

حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پوری بستی زلزلوں کے جھٹکوں سے تباہ و برباد ہو کر اینٹ پتھروں کا ڈھیر بن گئی اور پوری قوم ہلاک ہو گئی تو آپ کو بڑا صدمہ اور قلق ہوا۔اور آپ کو قوم ثمود اور اُن کی بستی کے ویرانوں سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ آپ نے اُن لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔اور اُس بستی کو چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے اور چلتے وقت مردہ لاشوں سے یہ فرما کر روانہ ہو گئے کہ:۔**یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ** ??ترجمہ کنزالایمان:۔اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔(پ،الاعراف)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوم ثمود کی پوری بستی برباد و ویران ہو کر کھنڈر بن گئی اور پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی کہ آج اُن کی نسل کا کوئی انسان روئے زمین پر باقی نہیں رہ گیا۔ (تفسیر الصاوی، ج۲،ص،۶۸۸ الاعراف)

اسم بئر وَنَبِیِّهِمْ قِیلَ شُعَیْب وَقِیلَ غَیْره کَانُوا قُعُوْدًا حَوْلَهَا فَانْهَارَتْ بِهِمْ وَبِمَنَازِلِهِمْ: یہاں سے،،**أَصْحَاب الرَّسّ**،،کی تفسیر کر دی کہ،رس ایک کنویں کا نام ہے اور ان کے نبی کہ بارے میں کہا گیا ہے کہ شعیب تھے اور کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ تھے،کنویں کے اطراف میں بودوباش رکھتے تھے وہ کنواں ان کے اور ان کے مکانوں کے ساتھ دھنس گیا۔

جمہور کے نزدیک اصحاب رس کون تھے؟ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی جو بُت پرستی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے سرکشی کی حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ کو ایذا دی،ان لوگوں کے مکان کنوئیں کے گرد تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا اور یہ تمام قوم مع اپنے مکانوں کے اس کنوئیں کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں۔

اصحاب رس کے بارے میں علماء کے اقوال: اصحاب الرس کون تھے؟اور کہاں رہتے تھے؟اس بارے میں مفسرین

کے اقوال اس قدر مختلف ہیں کہ حقیقت حال بجائے منکشف ہونے کے اور زیادہ مستور ہو گئی ہے۔ بہر حال ہم مختصراً چند اقوال یہاں ذکر کرتے ہیں۔

قول اول: علامہ ابن جریر کی رائے یہ ہے کہ "رس" کے معنی غار کے بھی آتے ہیں۔ اس لئے "اصحاب الاخدود" (گڑھے والوں) ہی کو "اصحاب الرس" بھی کہتے ہیں۔

قول دوم: ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس قول کو حق بتایا ہے کہ "اصحاب الرس" قوم عاد سے بھی صدیوں پہلے ایک قوم کا نام ہے۔ یہ لوگ جس جگہ آباد تھے وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان کو مبعوث فرمایا تھا اس سرکش قوم نے اپنے نبی کی بات نہیں مانی اور کسی طرح بھی حق کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا۔ جس کی سزا میں پوری قوم عذاب الٰہی سے ہلاک و برباد ہو گئی۔ (تفسیر سورہ فرقان وتاریخ ابن کثیر، ج ا)

قول سوم: ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ آذربائیجان کے قریب ایک کنواں تھا اس کنوئیں کے قریب جو قوم آباد تھی اس نے اپنے نبی کو کنوئیں میں ڈال کر زندہ دفن کر دیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو "اصحاب الرس" کہا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۶، ص ۱۰۱)

قول چہارم: قتادہ کہتے ہیں کہ "یمامہ" کے علاقہ میں "فلج" نامی ایک بستی تھی "اصحاب الرس" وہیں آباد تھے اور یہ وہی قوم ہے جس کو قرآن مجید میں "اصحاب القریہ" بھی کہا گیا ہے اور یہ مختلف نسبتوں سے پکارے جاتے ہیں۔

قول پنجم: ابوبکر عمر نقاش اور سہیلی کہتے ہیں کہ "اصحاب الرس" کی آبادی میں ایک بہت بڑا کنواں تھا جس کا پانی وہ لوگ پیتے تھے اور اس سے اپنے کھیتوں کی آبپاشی بھی کرتے تھے اور ان لوگوں نے گمراہ ہو کر اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا تھا، اس جرم میں عذاب الٰہی اتر پڑا اور یہ پوری قوم ہلاک و برباد ہو گئی۔

قول ششم: محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ (یعنی جنت میں سب سے پہلے جو شخص داخل ہوگا وہ ایک کالا غلام ہوگا)۔ اور یہ اس لئے کہ ایک بستی میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی بھیجا مگر ایک کالے غلام کے سوا کوئی ان پر ایمان نہیں لایا پھر اہل شہر نے اس نبی کو ایک کنوئیں میں ڈال کر کنوئیں کے منہ کو ایک بھاری پتھر سے بند کر دیا، تا کہ کوئی کھول نہ سکے۔ مگر یہ سیاہ فام غلام روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور ان کو فروخت کر کے کھانا خریدتا اور کنوئیں پر پہنچ کر پتھر اٹھاتا اور نبی کی خدمت میں کھانا پیش کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس غلام پر جنگل میں نیند طاری کر دی اور یہ چودہ سال تک سوتا ہی رہ گیا۔ اس درمیان میں قوم کا دل بدل گیا اور ان لوگوں نے نبی کو کنوئیں میں سے نکال کر توبہ کر لی اور ایمان قبول کر لیا پھر چند دنوں کے بعد نبی کی وفات ہو گئی۔ چودہ سال کے بعد جب کالے غلام کی آنکھ کھلی تو اس نے سمجھا کہ میں چند گھنٹے سویا ہوں، جلدی جلدی لکڑیاں کاٹ کر وہ شہر میں پہنچا تو یہ دیکھ کر کہ شہر کے حالات بدلے ہوئے ہیں دریافت کیا تو سارا قصہ معلوم ہوا اور اسی غلام کے متعلق نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سب سے پہلے ایک کالا غلام جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۶، ص ۱۰۱)

قول ہفتم: مشہور مؤرخ علامہ مسعودی بیان کرتے ہیں کہ ''اصحاب الرس'' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ دو قبیلے تھے ''قیدما'' (قیدماہ) اور دوسرا ''یامین'' یا ''رعویل'' اور یہ دونوں قبیلے یمن میں آباد تھے۔

قول ہشتم: مصر کے ایک عالم فرج اللہ ذکی کردی کہتے ہیں کہ لفظ ''رس''، ''ارس'' کا مخفف ہے اور یہ شہر قفقاز کے علاقہ میں واقع ہے اس وادی میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث فرمایا جن کا نام ابراہیم زردشت تھا۔ انہوں نے اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دی مگر ان کی قوم نے سرکشی اور بغاوت اختیار کی چنانچہ یہ قوم عذاب الٰہی سے ہلاک کردی گئی۔

''اصحاب الرس'' کے بارے میں یہ آٹھ اقوال ہیں جن میں سے بعض اقوال معرض بحث میں ہیں اور لوگوں نے ان اقوال وروایات پر کافی رد وقدح کیا ہے۔

أقوامًا:۔ یہاں سے ،،قُرُونًا،، کی تفسیر کردی۔

أیْ بَیْن عَاد وَأصْحَاب الرَّسّ:۔ یہاں سے ،،ذٰلِكَ،، کا مشار الیہ بتادیا۔

فِی إقَامَة الْحُجَّة علیهم فلا نُهْلِكُهُمْ إلّا بَعْد الْإنْذَار:۔ متعلق نکال کر بتادیا کہ، ان پر حجت قائم کرنے کے لیے ہم نے ان کو تنبیہ کے بعد ہی ہلاک کیا۔

أهْلَكْنَا إهْلَاكًا: یہاں سے ،،تَبَّرْنَا تَتْبِیرًا،، کا معنی بتادیا۔

بِتَكْذِیبِهِمْ أنْبِیَاءَهُمْ:۔ ان کی ہلاکت کا سبب نکال کر بتادیا۔

مَرّ:۔ یہاں سے دو اعتراض مقدر کا جواب دیا ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،أتَوْا،، فعل متعدی ہے اس کا مفعول موجود نہیں اور دوسرا یہ کہ اسکا صلہ الی آتا ہے نہ کہ علی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ ،،أتَوْا،، آیت میں ،،مَرّ،، کے معنی میں ہے اب دونوں اعتراض رفع ہوگئے۔

كُفَّار مَكَّة: یہاں سے ،،أتَوْا،، کا فاعل نکال کر بتادیا۔

مَصْدَر سَاءَ:۔ صرفی تحقیق بتادی۔

وَهِیَ عُظْمَی قُرَی قَوْم لُوط فَأهْلَكَ اللّٰه أهْلَهَا لِفِعْلِهِمْ الْفَاحِشَة:۔ یہاں سے ،،قریہ،، کی تفسیر کردی کہ وہ بستی قوم لوط کی بستیوں میں سب سے بڑی بستی (سدوم) تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان بستی والوں کو ان کی بدفعلی کی وجہ سے ہلاک کردیا۔

جمہور کے نزدیک سدوم بستی: اس بستی سے مراد سدوم ہے جو قوم لوط کی پانچ بستیوں میں سب سے بڑی بستی تھی ان بستیوں میں ایک سب سے چھوٹی بستی کے لوگ تو اس خبیث بدکاری کے عامل نہ تھے، جس میں باقی چار بستیوں کے لوگ مبتلا تھے اسی

انہوں نے نجات پائی اور وہ چار بستیاں اپنی بدعملی کے باعث آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کردی گئیں۔
اُلٹ پلٹ ہو جانے والا شہر: یہ حضرت لوط علیہ السلام کا شہر ''سدُوم'' ہے۔ جو ملک شام میں صوبہ ''حِمص'' کا ایک مشہور شہر ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام بن ہاران بن تارخ، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ یہ لوگ عراق میں شہر ''بابل'' کے باشندہ تھے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے ''فلسطین'' تشریف لے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام ملک شام کے ایک شہر ''اُردن'' میں مقیم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرما کر ''سدوم'' والوں کی ہدایت کے لئے بھیج دیا۔
(تفسیر الصاوی، ج۲،ص،۶۸۹)
شہر سدوم کی تفصیل: ۔شہر سدوم کی بستیاں بہت آباد اور نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور وہاں طرح طرح کے اناج اور قسم قسم کے پھل اور میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ شہر کی خوشحالی کی وجہ سے اکثر جابجا کے لوگ مہمان بن کر ان آبادیوں میں آیا کرتے تھے اور شہر کے لوگوں کو ان مہمانوں کی مہمان نوازی کا بار اٹھانا پڑتا تھا۔ اس لئے اس شہر کے لوگ مہمانوں کی آمد سے بہت ہی کبیدہ خاطر اور تنگ ہو چکے تھے۔ مگر مہمانوں کو روکنے اور بھگانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ اس ماحول میں ابلیس لعین ایک بوڑھے کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور ان لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر تم لوگ مہمانوں کی آمد سے نجات چاہتے ہو تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ جب بھی کوئی مہمان تمہاری بستی میں آئے تو تم لوگ زبردستی اس کے ساتھ بدفعلی کرو۔ چنانچہ سب سے پہلے ابلیس خود ایک خوبصورت لڑکے کی شکل میں مہمان بن کر اس بستی میں داخل ہوا۔ اور ان لوگوں سے خوب بدفعلی کرائی اس طرح یہ فعلِ بد ان لوگوں نے شیطان سے سیکھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس برے کام کے یہ لوگ اس قدر عادی بن گئے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت پوری کرنے لگے
(روح البیان، ج۳،ص،۱۹۷،الاعراف)
چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو اس فعلِ بد سے منع کرتے ہوئے اس طرح وعظ فرمایا کہ :۔
اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ?80?اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ
ترجمہ کنزالایمان: ۔اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔ (پ8،الاعراف80:،81)
حضرت لوط علیہ السلام کے اس اصلاحی اور مصلحانہ وعظ کو سن کر ان کی قوم نے نہایت بے باکی اور انتہائی بے حیائی کے ساتھ کیا کہا؟ اس کو قرآن کی زبان سے سنئے :۔
وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ?82?
ترجمہ کنزالایمان: ۔اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔

(پ8، الاعراف 82)

جب قوم لوط کی سرکشی اور بدفعلی قابل ہدایت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام چند فرشتوں کو ہمراہ لے کر آسمان سے اتر پڑے۔ پھر یہ فرشتے مہمان بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے اور یہ سب فرشتے بہت ہی حسین اور خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے۔ ان مہمانوں کے حسن و جمال کو دیکھ کر اور قوم کی بدکاری کا خیال کر کے حضرت لوط علیہ السلام بہت فکر مند ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد قوم کے بدفعلوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کے ارادہ سے دیوار پر چڑھنے لگے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے نہایت دل سوزی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھانا اور اس برے کام سے منع کرنا شروع کر دیا۔ مگر یہ بدفعل اور سرکش قوم اپنے بے ہودہ جواب اور برے اقدام سے باز نہ آئی۔ تو آپ اپنی تنہائی اور مہمانوں کے سامنے رسوائی سے تنگ دل ہو کر غمگین و رنجیدہ ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ عزوجل کے نبی آپ بالکل کوئی فکر نہ کریں۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان بدکاروں پر عذاب لے کر اترے ہیں۔ لہٰذا آپ مومنین اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر صبح ہونے سے قبل ہی اس بستی سے دور نکل جائیں اور خبردار کوئی شخص پیچھے مڑ کر اس بستی کی طرف نہ دیکھے ورنہ وہ بھی اس عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں اور مومنین کو ہمراہ لے کر بستی سے باہر نکل گئے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام اس شہر کی پانچوں بستیوں کو اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان کی طرف بلند ہوئے اور کچھ اوپر جا کر ان بستیوں کو الٹ دیا اور یہ آبادیاں زمین پر گر کر چکنا چور ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔ پھر کنکر کے پتھروں کا مینہ برسا اور اس زور سے سنگ باری ہوئی کہ قوم لوط کے تمام لوگ مر گئے اور ان کی لاشیں بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئیں۔ عین اس وقت جب کہ یہ شہر الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بیوی جس کا نام "واہلہ" تھا جو درحقیقت منافقہ تھی اور قوم کے بدکاروں سے محبت رکھتی تھی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا اور یہ کہا کہ "ہائے رے میری قوم" یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی پھر عذاب الٰہی کا ایک پتھر اس کے اوپر بھی گر پڑا اور وہ بھی ہلاک ہو گئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ?83?وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ

ترجمہ کنزالایمان:۔تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہوئی اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔(پ8، الاعراف 83:84)

جو پتھر اس قوم پر برسائے گئے وہ کنکروں کے ٹکڑے تھے۔ اور ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جو اس پتھر سے ہلاک ہوا۔
(تفسیر الصاوی، ج۲، ص۶۹۱، الاعراف)

فِی سَفَرِهِمْ اِلَى الشَّام: متعلق نکال کرتا دیا۔

فَيَعْتَبِرُونَ: ۔نتیجہ نکال کر بتادیا۔

وَالاِسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ استفہام اپنے اصلی معنی میں نہیں ہے بلکہ تقریر کے لئے ہے۔

يَخَافُونَ: ۔یہاں سے ،،لا يَرْجُون،، کا معنی مرادی بتادیا۔

بَعْثًا: ۔یہاں سے ،،نُشُورًا،، کا معروف معنی بتادیا۔

فَلَا يُؤْمِنُونَ: ۔نتیجہ نکال کر بتادیا۔

(وَإِذَا رأوكَ إن)ما(يتخذونك إلا هزؤًا)مهزوءًا بِهِ يَقُولُونَ (أَهٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللّٰهُ رَسُولًا) فِي دَعْوَاهُ مُحْتَقِرِينَ لَهُ عَنِ الرِّسَالَةِ(إن)مُخَفَّفَة مِنَ الثَّقِيلَة وَاسمها مَحْذُوف أَيْ إِنَّهُ (كَادَ لَيُضِلُّنَا)يَصْرِفنَا(عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أن صبرنا عليها)لصرفنا عنها قال تعالى (وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَاب)عِيَانًا فِي الآخِرَة(مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا)أخطأ طريقًا أَهُمْ أم المؤمنون(أَرَأَيْت)أخبِرْنِي(مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ)أَيْ مَهْوِيّه قُدِّمَ الْمَفْعُول الثَّانِي لِأَنَّهُ أَهَمّ وَجُمْلَة مَنِ اتَّخَذَ مَفْعُول أَوَّل لِرَأَيْتَ وَالثَّانِي (أَفَأَنْتَ تَكُون عَلَيْهِ وَكِيلًا) حَافِظًا تَحْفَظهُ عَنِ اتِّبَاع هَوَاه لا(أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ) سَمَاع تَفَهُّم (أَوْ يَعْقِلُونَ) مَا تَقُول لَهُمْ (إِنْ) مَا (هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا) أخطأ طريقًا مِنْهَا لِأَنَّهَا تَنْقَاد لِمَنْ يَتَعَهَّدهَا وَهُمْ لَا يُطِيعُونَ مَوْلَاهُمْ الْمُنْعِم عَلَيْهِمْ(أَلَمْ تَرَ) تَنْظُر (إِلَى) فِعْل (رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ) مِنْ وَقْت الْإِسْفَار إِلَى وَقْت طُلُوع الشَّمْس (وَلَوْ شَاءَ) رَبّك (لَجَعَلَهُ سَاكِنًا) مُقِيمًا لَا يَزُول بِطُلُوعِ الشَّمْس (ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْس عَلَيْهِ) أَيْ الظِّلّ (دَلِيلًا) فَلَوْلَا الشَّمْس مَا عُرِفَ الظِّلّ(ثُمَّ قَبَضْنَاهُ) أَيْ الظِّلّ الْمَمْدُود (إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا)خَفِيًّا بِطُلُوعِ الشَّمْس(وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْل لِبَاسًا) سَاتِرًا كَاللِّبَاسِ (وَالنَّوْم سُبَاتًا) رَاحَة لِلْأَبْدَانِ بِقَطْعِ الْأَعْمَال (وَجَعَلَ النَّهَار نُشُورًا) مَنْشُورًا فِيهِ لِابْتِغَاءِ الرِّزْق وَغَيْره

اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا تمسخر کرنے لگتے ہیں یعنی آپ کا مذاق بناتے ہیں، کہتے ہیں کہ کیا یہی ہیں وہ صاحب جن کو اللہ نے بزعم خویش رسول بنا کر بھیجا ہے (مرتبہ) رسالت سے آپ کو کمتر سمجھتے ہوئے اِن ثقیلہ سے مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے ای انہ اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر جمے نہ رہتے تو یقیناً ہم ان سے پھر جاتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جلدی ہی ان کو معلوم ہو جائے گا جب وہ عذاب کو آخرت میں کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ کون شخص گمراہ تھا؟

یعنی غلط راستے پر تھا وہ یا مومنین؟ کیا آپ نے اس شخص (کی حالت) دیکھی کہ جس نے خواہشات نفسانی یعنی پسند کی چیزوں کو اپنا معبود بنا لیا؟ مفعول ثانی کو اہم ہونے کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے اور من اتخذ الٰھہ ھواہ جملہ ہو کر رایت کا مفعول اول ہے اور افانت تکون علیہ وکیلاً مفعول ثانی ہے، کیا آپ ایسے شخص کے ضامن ہو سکتے ہیں؟ یعنی کیا آپ ایسے ہوا پرست کی اتباع ہوا سے حفاظت کی ذمہ داری لے سکتے ہیں؟ نہیں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سمجھنے کے لیے سنتے ہیں یا جو آپ ان سے کہتے ہیں اسے سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپائیوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں یعنی جانوروں سے بھی ان کا برا حال ہے اس لیے کہ جو شخص ان (جانوروں) کی نگہداشت کرتا ہے اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور یہ اپنے مولائے محسن کی اطاعت نہیں کرتے۔ کیا تو اپنے رب کی صنعت کو نہیں دیکھتا وقت اسفار سے طلوع شمس کے وقت تک اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا، یعنی ساکن رکھتا جو طلوع شمس سے زائل نہ ہوتا پھر ہم نے سورج کو اس کے سایہ پر دلیل بنایا اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ کی شناخت نہ کی جاتی پھر ہم نے اس کو یعنی پھیلے ہوئے سایہ کو اپنی طرف بتدریج سمیٹ لیا یعنی طلوع شمس کی وجہ سے شیئاً فشیئاً اور وہ ایسا ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات کو لباس یعنی لباس کی مانند ساتر بنایا اور نیند کو قطع کرنے والی یعنی جسموں کے لیے اعمال کو موقوف کر کے راحت کی چیز بنایا اور دن کو منتشر ہونے کا وقت بنایا اس میں رزق وغیرہ حاصل کرنے کے لیے۔

اغراض مفسر

ما:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،اِن،، ما نافیہ کے معنی میں ہے۔

مَهْزُوءٌ بِه:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،ھزؤا،، مصدر ہے اور اسم مفعول ،،مَهْزُوا،، کے معنی میں ہے۔

یَقُولُونَ: یہاں سے اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتا دیا۔

فِی دَعْوَاہُ:۔متعلق نکال کر بتا دیا۔

مُختَقِرِينَ لَهُ عَنِ الرِّسَالَةِ:۔حال نکال کر بتا دیا۔

مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَيْ إِنَّهُ:۔یہاں سے ،،اِن،، کی صرفی نحوی تحقیق بتا دی کہ ،اِن ثقیلہ سے مخففہ ہے یعنی حرف مشبہ بالفعل ہے اور اس صورت میں اس کا اسم یعنی ضمیر محذوف ہے یا اصل عبارت ہے ،،انہ کاد،،،،۔

لصرفنا عنها: لولا کا جواب محذوف تھا مفسر نے نکال کر بتا دیا۔

حضور کے بارے کفار کا نظریہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اور آپ کے اظہار معجزات نے کفار پر اتنا اثر کیا تھا اور دین حق کو اس قدر واضح کر دیا تھا کہ خود کفار کو اقرار ہے کہ اگر وہ اپنی ہٹ پر جمے نہ رہتے تو قریب تھا کہ بت پرستی چھوڑ دیں اور دین اسلام اختیار کریں یعنی دین اسلام کی حقانیت ان پر خوب واضح ہو چکی تھی اور شکوک و شبہات مٹا ڈالے گئے تھے لیکن وہ اپنی ہٹ اور ضد کی وجہ سے محروم رہے۔

قال تعالی: ۔اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتادیا۔

عِيَانًا فِی الآخِرَة: مفسر نے عیانا سے مفعول اور فی الآخرۃ سے ظرف نکال کر بتادیا۔

أخطأ طريقًا: مفسر علیہ الرحمہ نے ،، أضَلّ اور سَبِيلً ،، کا معنی نکال کر بتادیا۔

أهُمْ أم المؤمنون: ۔آیت کی تفسیر کردی کہ کون شخص غلط راستے پر تھا وہ یا مومنین؟

أی مَهْوِيّه: اس طرف اشارہ کیا کہ مصدر بمعنی للمفعول ہے۔

قُدِّمَ الْمَفْعُول الثَّانِي لِأَنَّهُ أَهَمّ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،، إلٰهه ،،اور ،،هَوَاه،، دونوں ،، اتَّخَذَ ،، کے مفعول ہیں اور اصولی طور پر ،، هَوَاه ،، کو ،، إلٰهه ،، سے مقدم ہونا چاہیے تھا جبکہ آیت میں اس کے برعکس ذکر ہوا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ مفعول ثانی یعنی ،، إلٰهه ،، اہم تھا اسکو اہم ہونے کی وجہ سے مقدم کردیا گیا ہے۔

جُمْلَة مَنْ اتَّخَذَ مَفْعُول أَوَّل لِرَأَيْتَ وَالثَّانِي: یہاں سے ترکیبی احتمال بتادیا کہ **من اتخذ الٰهه هواه** جملہ ہوکر **رایت** کا مفعول اول ہے اور **افانت تكون عليه وكيلا** مفعول ثانی ہے۔

حَافِظًا: یہاں سے وکیلا کا معنی مرادی بتادیا۔

تحفظه عَنْ اتِّبَاع هواه: آیت کی تفسیر کردی۔

لا: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں استفہام انکار کے معنی میں ہے۔

سَمَاع تَفَهُّم: ۔یہاں سے ،، يَسْمَعُونَ ،، کا مفعول مطلق نکال کر بتادیا۔

مَا تَقُول لَهُمْ: ۔یہاں سے ،، يَعْقِلُونَ ،، کا مفعول نکال کر بتادیا۔

مَا: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،، ما نافیہ کے معنی میں ہے۔

أخطأ طَرِيقًا منها: مفسر علیہ الرحمہ نے ،، أضَلّ اور سَبِيلً ،، کا معنی نکال کر بتادیا۔

لِأَنَّهَا تَنْقَاد لِمَنْ يَتَعَهَّدهَا وَهُمْ لَا يُطِيعُونَ مَوْلَاهُمْ الْمُنْعِم عَلَيْهِمْ: ۔ان کو جانوروں سے زیادہ گمراہ کہنے کی علت بتا دی یعنی جانوروں سے بھی ان کا برا حال ہے اس لیے کہ جو شخص جانوروں کی نگہداشت کرتا ہے جانور اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور یہ لوگ اپنے مولائے محسن کی اطاعت نہیں کرتے۔

کفار چوپاؤں سے بدتر کیوں تھے؟ کیونکہ چوپائے بھی اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور جوانہیں کھانے کو دے اس کے مطیع رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں، نافع کی طلب کرتے ہیں، مُضر سے بچتے ہیں، چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں، یہ کفار ان سے بھی بدتر ہیں کہ نہ رب کی اطاعت کرتے ہیں نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں، نہ شیطان جیسے دشمن کی ضرر رسانی کو سمجھتے ہیں، نہ ثواب جیسی عظیم المنفعت چیز کے طالب ہیں، نہ عذاب جیسے سخت مُضر مہلک

سے بچتے ہیں۔

تَنظُر:۔ یہاں سے اس طرف اشارہ کیا کہ ،،تر،، میں رویت بصری ہے یعنی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔

فِعل:۔رب سے پہلے مضاف محذوف تھا وہ نکال کر بتادیا۔(یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب بھی ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا،، أَلَمْ تَرَإِلَى رَبِّكَ،، کیا تو اپنے رب کو نہیں دیکھتا،، آیت میں دنیا کے اندر رویت باری تعالی کا ذکر ہورہا ہے جبکہ اللہ کا دیدار دنیا میں آنکھ سے نہیں ہوسکتا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے مضاف نکال کر اس کا جواب دیا کہ اصل عبارت اور اس کا ترجمہ یہ ہے،، أَلَمْ تَرَإِلَى فِعْلِ رَبِّكَ،، کیا تو اپنے رب کی صنعت کو نہیں دیکھتا) یعنی آیت میں رویت،رب کے فعل کی ہے رب کی نہیں،،اب اعتراض نہ رہا۔

مِنْ وَقتِ الإِسفَارِ إِلَى وَقتِ طُلُوعِ الشَّمسِ:۔ظرف نکال کر بتادیا یعنی کیا تو اپنے رب کی صنعت کو نہیں دیکھتا وقت اسفار سے طلوع شمس کے وقت تک۔

رَبُّكَ:۔یہاں سے،،شاء،، کا فاعل نکال کر بتادیا۔

مُقِيمًا لَا يَزُولُ بِطُلُوعِ الشَّمسِ:۔یہاں سے،،سَاكِنًا،، کا معنی مرادی بتادیا اور،،،، سے اس کی صفت نکال بتادی۔

أَيْ الظِّلّ:۔،،ہ،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔

فَلَوْلَا الشَّمسُ مَا عُرِفَ الظِّلُّ:۔نتیجہ نکال کر بتادیا یعنی اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ کی شناخت نہ کی جاتی۔

أَيْ الظِّلِّ الْمَمْدُودِ:۔،،ہ،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔

خَفِيًّا بِطُلُوعِ الشَّمسِ:۔یہاں سے،،يَسِيرًا،، کا معنی مرادی بتادیا،اور بطلوع سے سبب بتادیا۔

سَاتِرًا كَاللِّبَاسِ:۔تشبیہ بلیغ نکال کر بتادی کہ رات کو لباس بنایا یعنی لباس کی طرح چھپانے والا بنایا۔آیت میں مشبہ یعنی لیل اور مشبہ بہ یعنی لباس کا ذکر ہوا حرف تشبیہ یعنی (ک) اور وجہ شبہ یعنی (ستر) مذکور نہیں اسی کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں۔

رَاحَةً لِلأَبدَانِ بِقَطعِ الأَعمَالِ:۔یہاں سے،،سُبَاتًا،، کا معنی مرادی بتادیا،اور بقطع سے سبب نکال کر بتادیا۔

مَنشُورًا فِيهِ لِابتِغَاءِ الرِّزقِ وغيره:۔اس طرف اشارہ کیا کہ،،نشورا،، بمعنی للمفعول ہے،اور لابتغاء سے سبب بتادیا۔

(وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ)وَفِي قِرَاءَةٍ الرِّيحَ(نشورا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِه)مُتَفَرِّقَةً قُدَّامَ الْمَطَرِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِسُكُونِ الشِّينِ تَخْفِيفًا وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَنُونٍ مَفْتُوحَةٍ مَصْدَرٌ وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَضَمِّ الْمُوَحَّدَةِ بَدَلَ النُّونِ أَيْ مُبَشِّرَاتٍ وَمُفْرَدُ الْأُولَى نُشُورٌ كَرَسُولٍ وَالْأَخِيرَةِ بَشِيرٌ(وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا)مُطَهِّرًا(لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا)بِالتَّخْفِيفِ يَسْتَوِي

فِيهِ الْمُذَكَّر وَالْمُؤَنَّث ذَكَّرَهُ بِاعْتِبَارِ الْمَكَان (وَنُسْقِيَهُ) أَيِ الْمَاء (مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا) إِبِلًا وَبَقَرًا وَغَنَمًا (وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا) جَمع إِنْسَان وَأَصْله أَنَاسِينَ فَأُبْدِلَتْ النُّون يَاء وَأُدْغِمَتْ فِيهَا الْيَاء أَوْ جَمع إِنسِي (وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ) أَيِ الْمَاء (بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا) أَصْله يَتَذَكَّرُوا أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الذَّال وَفِي قِرَاءَة لِيَذْكُرُوا بِسُكُونِ الذَّال وَضَمّ الْكَاف أَيْ نِعْمَة اللَّه بِهِ (فَأَبَى أَكْثَر النَّاس إِلَّا كُفُورًا) جُحُودًا لِلنِّعْمَةِ حَيْثُ قَالُوا مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا (وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلّ قَرْيَة نَذِيرًا) يُخَوِّف أَهْلهَا وَلَكِنْ بَعَثْنَاكَ إِلَى أَهْل الْقُرَى كُلّهَا نَذِيرًا لِيَعْظُم أَجْرك (فَلَا تُطِعْ الْكَافِرِينَ) فِي هَوَاهُمْ (وَجَاهِدْهُمْ بِهِ) أَيِ الْقُرآن (جِهَادًا كَبِيرًا (وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ) أَرْسَلَهُمَا مُتَجَاوِرَيْنِ (هَذَا عَذْب فُرَات) شَدِيد الْعُذُوبَة (وَهَذَا مِلْح أُجَاج) شَدِيد الْمُلُوحَة (وَجَعَلَ بَيْنهمَا بَرْزَخًا) حَاجِزًا لَا يَخْتَلِط أَحَدهمَا بِالْآخَرِ (وَحِجْرًا مَحْجُورًا) سِتْرًا مَمْنُوعًا به اختلاطهما

اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں اور ایک قراءت میں (الریاح کے بجائے) الریح ہے یعنی بارش سے پہلے پھیلتی ہوئی (ہوائیں) اور ایک قراءت میں نشرًا شین کے سکون کے ساتھ ہے تخفیف کے لیے اور ایک قراءت میں شین کے سکون اور نون فتحہ کے ساتھ ہے (نشرًا) مصدر ہے اور دوسری قراءت میں شین کے سکون اور نون کے بجائے با کے ضمہ کے ساتھ (یعنی بشرًا) ہے خوشخبری دینے والی، (پہلی قراءت یعنی نشرًا) کا مفرد نشور ہے، جیسا کہ رسل کا واحد رسول ہے (اور اسی طرح ثانی قراءت یعنی نشرًا) کا مفرد ہے، اور قراءت اخیرہ یعنی بشرًا کا واحد بشیر ہے اور ہم آسمان سے پاک یعنی پاک اور پاک کرنے والا پانی برساتے ہیں تاکہ ہم اس کے ذریعے خشک زمین کو سرسبز اور شاداب کریں میتا تخفیف کے ساتھ ہے، بلدۃ میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں، یا بلدۃ کی صفت میتا کو اس لیے مذکور لایا گیا ہے کہ بلدۃ کو مکان کی تاویل میں کر لیا ہے اور ہم وہ پانی اپنی مخلوق میں سے (بہت سے) چوپایوں (مثلاً) اونٹ، گائے، اور بکریوں کو اور بہت سے انسانوں کو پلاتے ہیں، اناسی انسان کی جمع ہے اناسی کی اصل اناسین تھی نون کو یا سے بدلہ اور یا کو یا میں ادغام کر دیا اناسی ہو گیا، پھر اناسی انسی کی جمع ہے اور ہم اس پانی کو مخلوق کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ لوگ غور و فکر کریں یذکروا کی اصل یتذکروا تھی تا کو ذال میں ادغام کر دیا اور ایک قراءت میں لیذکروا ذال کے سکون اور کاف کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی تاکہ بارش (پانی) کے سبب سے اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں پھر اکثر لوگ ناشکری ہی کرتے رہے یعنی نعمت کے منکر رہے، اس طرح سے کہ وہ کہتے تھے کہ فلاں کے ستارے کے طلوع (یا غروب) ہونے کی وجہ سے ہم کو بارش دی گئی اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا (پیغمبر) بھیج دیتے جو اس بستی والوں کو ڈراتا لیکن ہم نے آپ کو تمام بستی والوں کی جانب نذیر بنا کر بھیجا تاکہ آپ کا اجر زیادہ ہو لہٰذا آپ کافروں کا ان کی خواہشات میں اتباع

نہ کریں اور آپ ان کے ساتھ قرآن کے ذریعے پوری طاقت سے جہاد کریں اور وہ ایسا ہے کہ جس نے دو دریا ملا کر جاری کیے ہیں جن میں ایک میٹھا مزیدار یعنی نہایت شیریں ہے اور دوسرا نمکین اور کڑوا یعنی نہایت شور ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب آڑ ہے تا کہ ایک دوسرے سے نہ مل سکے اور قوی مانع رکھ دیا یعنی ایسا مانع کہ جس کی وجہ سے ان دونوں دریاؤں کا ملنا ممنوع ہو گیا۔

اغراض مفسر

وَفِي قِرَاءَةٍ الرِّيح:۔ یہاں سے ،،الرِّيَاح،، کی لغوی تحقیق بتادی۔

مُتَفَرِّقَة قُدَّام الْمَطَر: یہاں سے ،،نشورا،، کا معنی بتادیا یعنی بارش سے پہلے پھیلتی ہوئی (ہوائیں)۔

وَفِي قِرَاءَةٍ بِسُكُونِ الشِّين تَخْفِيفًا وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَنُون مَفْتُوحَة مَصْدَر وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَضَمّ الْمُوَحَّدَة بَدَل النُّون أَيْ مُبَشِّرَات وَمُفْرَد الْأُولَى نَشُور كَرَسُولٍ وَالْأَخِيرَة بَشِير :۔ یہاں سے ،،نشورا،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ ایک قراءت میں نشرًا میں شین کے سکون کے ساتھ ہے تخفیف کے لیے اور ایک قراءت میں شین کے سکون اور نون فتحہ کے ساتھ ہے (نشرًا) مصدر ہے اور دوسری قراءت میں شین کے سکون اور نون کے بجائے با کے ضمہ کے ساتھ (یعنی بشرًا) ہے خوشخبری دینے والی، (پہلی قراءت یعنی نشرًا) کا مفرد نشور ہے، جیسا کہ رسل کا واحد رسول ہے (اور اسی طرح ثانی قراءت یعنی نشرًا) کا مفرد ہے، اور قراءت اخیرہ یعنی بشرًا کا واحد بشیر ہے

مُطَهِّرًا:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،،طھورا،، مصدر ہے اور بمعنی للمفعول ہے، تا کہ اس کا صفت بننا درست ہو جائے۔

بِالتَّخْفِيف يَسْتَوِي فِيهِ الْمُذَكَّر وَالْمُؤَنَّث ذَكَّرَهُ بِاعْتِبَارِ الْمَكَان:۔ ،،میتا،، کی لغوی تحقیق بیان کردی ، کہ میتاً تخفیف کے ساتھ ہے، اور ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ بلدۃ مونث ہے اور میتاً مذکر یہ دونوں موصوف صفت کیسے بن سکتے ہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کے دو جواب دیئے پہلا یہ کہ بلدۃ میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں، دوسرا یہ کہ بلدۃ کی صفت میتاً کو اس لیے مذکور لایا گیا ہے کہ بلدۃ کو مکان کی تاویل میں کرلیا ہے، اب موصوف صفت بننا جائز ہے۔ (یاد رہے کہ میتا تخفیف کے ساتھ اسے کہتے ہیں جو مر چکا ہو اور میتا تشدید کے ساتھ اسے کہتے ہیں جو مرنے کے قریب ہو)۔

أَيْ الْمَاء:۔ یہاں سے ،،ہ،، ضمیر کا مرجع بتادیا۔

إِبِلًا وَبَقَرًا وَغَنَمًا:۔ یہاں سے ،،أنعامًا،، کی تمثیل بیان کردی۔

جَمْع إِنْسَان وَأَصْله أَنَاسِينَ فَأُبْدِلَتْ النُّون يَاء وَأُدْغِمَتْ فِيهَا الْيَاء أَوْ جَمْع إِنْسِيّ:۔ یہاں سے ،،أناسيّ،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ اناسی انسان کی جمع ہے اناسی کی اصل اناسین تھی نون کو یا سے بدلا اور یا کو یا میں ادغام کردیا اناسی ہو گیا، پھر اناسی ،انسی کی جمع ہے۔

أَيْ الْمَاء:۔ یہاں سے ،،ہ،، ضمیر کا مرجع بتادیا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کسی شہر میں بارش ہو کبھی کسی میں، کبھی کہیں زیادہ ہو کبھی کہیں، مختلف طور پر حسب اقتضائے حکمت۔ایک حدیث میں ہے کہ آسمان سے روز و شب کی تمام ساعتوں میں بارش ہوتی رہتی ہے اللہ تعالی اسے جس خطہ کی جانب چاہتا ہے پھیرتا ہے اور جس زمین کو چاہتا ہے سیراب کرتا ہے۔

أصله يتذكّروا أدغمت التاء في الذال وفي قراءة ليذكروا بسكون الذال وضم الكاف أي نعمة الله به: ۔یہاں سے ،،لِيَذَّكَّرُوا،، کی صرفی تحقیق بتادی ،،یذکرو،، کی اصل ،،یتذکروا،، تھی تا کو ذال میں بدل کرادغام کردیا اور ایک قراءت میں ،،لیذکروا،، ذال کے سکون اور کاف کے ضمہ کے ساتھ ہے۔

جُحُودًا لِلنِّعْمَةِ: یہاں سے ،،كُفُورًا،، کا معنی مرادی بتادیا، اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والے۔

حَيْثُ قَالُوا مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا: ۔ان کے انکار کی علت نکال کر بتادی۔یعنی نعمت کے منکر رہے، اس طرح سے کہ وہ کہتے تھے کہ فلاں ستارے کے طلوع یا غروب ہونے کی وجہ سے ہم کو بارش دی گئی۔

يُخَوِّفُ أهلها: اس عبارت میں ،يُخَوِّفُ، سے ،نَذِيرًا، کا معنی بتایا اور، أهلها، سے ،نَذِيرًا، کا مفعول نکال کر بتادیا۔

وَلَكِنْ بَعَثْنَاكَ إِلَى أَهْلِ الْقُرَى كُلِّهَا نَذِيرًا لِيَعْظُمَ أَجْرُكَ: ۔مستدرک نکال کر بتادیا یعنی ہم نے رسل و انبیاء کو اپنی اپنی بستی کی طرف مبعوث کیا لیکن آپ کو تمام جہانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔

فِي هَوَاهُمْ: ۔یہاں سے ،،فَلَا تُطِعْ،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

أي القرآن: ۔،،ہ،، ضمیر کا مرجع بتادیا۔

أَرْسَلَهُمَا مُتَجَاوِرَيْنِ: ۔آیت کی تفسیر فرمادی۔

شَدِيدُ الْعُذُوبَةِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،عَذْبٌ،، مبالغہ کا صیغہ ہے۔

شَدِيدُ الْمُلُوحَةِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،مِلْحٌ،، مبالغہ کا صیغہ ہے۔

مطلب یہ کہ نہ میٹھا کھاری ہو نہ کھاری میٹھا، نہ کوئی کسی کے ذائقہ کو بدل سکے جیسے کہ دجلہ دریائے شور میں میلوں تک چلا جاتا ہے اور اس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا عجب شان الٰہی ہے۔

حَاجِزًا لَا يَخْتَلِطُ أحدهما بالآخر: ۔یہاں سے ،،بَرْزَخًا،، کا معنی اور اس کی صفت بتادی۔

سِتْرًا مَمْنُوعًا به اختلاطهما: ۔یہاں سے ،،حِجْرًا مَحْجُورًا،، کا معنی مرادی بتادیا۔

(وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا) مِنَ الْمَنِيِّ إِنْسَانًا (فَجَعَلَهُ نَسَبًا) ذَا نَسَبٍ (وَصِهْرًا) ذَا صِهْرٍ بِأَنْ يَتَزَوَّجَ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى طَلَبًا لِلتَّنَاسُلِ (وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا) قَادِرًا عَلَى مَا يَشَاءُ

(وَيَعْبُدُونَ) أَيِ الْكُفَّار (مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ) بِعِبَادَتِهِ (وَلَا يَضُرُّهُمْ) بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْأَصْنَام (وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَى رَبِّهِ ظَهِيرًا) مُعِينًا للشيطان بطاعته (وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا) بِالْجَنَّةِ (وَنَذِيرًا) مُخَوِّفًا من النار (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ) أَيْ عَلَى تَبْلِيغِ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ (مِنْ أَجْرٍ إِلَّا) لَكِنْ (مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا) طَرِيقًا بِإِنْفَاقِ مَالِهِ فِي مَرْضَاتِهِ تَعَالَى فَلَا أَمْنَعُهُ مِنْ ذَلِكَ (وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ) مُتَلَبِّسًا (بِحَمْدِهِ) قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ (وَكَفَى بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا) عَالِمًا تَعَلَّقَ بِهِ بِذُنُوبِ هُوَ (الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ) مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا أَيْ فِي قَدْرِهَا لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ شَمْسٌ وَلَوْ شَاءَ لَخَلَقَهُنَّ فِي لَمْحَةٍ وَالْعُدُولُ عَنْهُ لِتَعْلِيمِ خَلْقِهِ التَّثَبُّتَ (ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ) هُوَ فِي اللُّغَةِ سَرِيرُ الْمَلِكِ (الرَّحْمَنُ) بَدَلٌ مِنْ ضَمِيرِ اسْتَوَى أَيْ اسْتِوَاءً يَلِيقُ بِهِ (فَاسْأَلْ) أَيُّهَا الْإِنْسَانُ (بِهِ) بِالرَّحْمَنِ (خَبِيرًا) يُخْبِرُكَ بِصِفَاتِهِ

وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے انسان کو پانی یعنی منی کے ذریعے پیدا کیا پھر اس کو صاحب نسب (خونی رشتہ والا) اور صاحب صہر (سسرالی رشتوں والا) بنایا بایں طور کہ وہ افزائش نسل کے لیے نکاح کرتا ہے مذکر ہو یا مؤنث، اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے جو وہ چاہے اس پر قادر ہے اور یہ لوگ یعنی کافر اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی بندگی کرتے ہیں کہ جو ان کی بندگی کی وجہ سے نہ ان کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ ترک بندگی پر نقصان پہنچانے پر قادر ہیں، اور وہ بت ہیں اور کافر تو اپنے رب کی مخالفت میں شیطان کا مددگار ہے ہی شیطان کی اطاعت کر کے اور ہم نے آپ کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ آپ جنت کی خوشخبری سنائیں اور نار جہنم سے ڈرائیں آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس چیز کی تبلیغ پر جس کو میں دیکر بھیجا گیا ہوں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی مرضیات میں مال خرچ کر کے اپنے رب تک (رسائی) کا راستہ اختیار کرے تو میں اس کو اس سے منع نہیں کرتا اور آپ اس ذات لا یموت پر توکل رکھیے اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ کہیے، اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے بخوبی واقف ہے، بذنوب خبیرًا سے متعلق ہے اور وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا دنیا کے دنوں کے حساب سے یعنی ان کی مقدار میں اس لیے کہ اس وقت سورج نہیں تھا، اگر وہ چاہتا تو ان کو ایک لمحہ میں پیدا کر دیتا، اب رہا اپنی اس قدرت سے عدول تو یہ اپنی مخلوق کو جلدی نہ کرنے (اور نرمی) کی تعلیم کے لیے ہے پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا عرش لغت میں تخت شاہی کو کہتے ہیں وہ رحمن ہے رحمن، استوی کی ضمیر سے بدل ہے، اور استوی سے وہ استواء مراد ہے جو اس کی شایان شان ہے تو رحمن (کی شان) میں کسی واقف کار سے دریافت کرو تجھے اس کی صفات کے بارے میں بتائے گا۔

اغراض مفسر

مِنَ الْمَنِیِّ إِنْسَانًا:۔ یہاں سے،،الماء،،اور،،بَشَرًا،،کی تفسیر کردی کہ پانی سے مراد منی ہے اور بشر سے مراد انسان ہے
ذَا نَسَب:۔اس طرف اشارہ کیا کہ نسبا نسبت کا صیغہ ہے یعنی فاعل کے معنی میں ہے۔
ذَا صِهر: اس طرف اشارہ کیا کہ،،صِهرًا،،نسبت کا صیغہ ہے یعنی فاعل کے معنی میں ہے۔
بِأَنْ يَتَزَوَّجَ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى طَلَبًا لِلتَّنَاسُلِ:۔ذا نسب اور صہر کا سبب نکال کر بتادیا کہ بایں طور کہ وہ افزائش نسل کے لیے نکاح کرتا ہے مذکر ہو یا مؤنث۔
قَادِرًا عَلَى مَا يَشَاءُ:۔اس طرف اشارہ کیا کہ صفت مشبہ بمعنی للفاعل ہے۔
أَيِ الْكُفَّارُ:۔یہاں سے یعبدون کا فاعل نکال کر بتادیا۔
بِعِبَادَتِهِ:۔متعلق نکال کر بتادیا۔
بِتَرْكِهَا: متعلق نکال کر بتادیا۔
وَهُوَ الْأَصْنَامُ:۔معبود نکال کر بتادیے کہ کفار کے معبود بت ہیں۔
مُعِينًا لِلشَّيْطَانِ: یہاں سے ظہیرا کا معنی مرادی نکال کر بتادیا۔
بِطَاعَتِهِ:۔شیطان کی مدد کا سبب نکال کر بتادیا۔
بِالْجَنَّةِ:۔یہاں سے،،مُبَشِّرًا،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔
مُخَوِّفًا مِنَ النَّارِ:۔یہاں سے،،نَذِيرًا،،کی تفسیر کردی۔
أَيْ عَلَى تَبْلِيغِ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ:۔،،ہ،،ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔
لَكِنْ:۔اس طرف اشارہ کیا کہ،،الا،،حرف استثناء یہاں لکن حرف استدراک کے معنی میں ہے۔
طَرِيقًا بِإِنْفَاقِ مَالِهِ فِي مَرْضَاتِهِ تَعَالَى:۔یہاں سے،،سبیلا،،کا معنی بتادیا یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا راستہ۔
فَلَا أَمْنَعُهُ مِنْ ذَلِكَ:۔نتیجہ نکال کر بتادیا کہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے منع نہیں کرتا۔
أَيْ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ:۔تسبیح نکال کر بتادی۔
عَالِمًا: یہاں سے،،خبیرا،،کا معنی مرادی بتادیا۔
تَعَلَّقَ بِهِ بِذُنُوبِ هُوَ:۔ترکیبی احتمال بتادیا کہ،،بذنوب،،خبیرا کے متعلق ہے۔
لَخَلَقَهُنَّ فِي لَمْحَةٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا أَيْ فِي قَدْرِهَا لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ شَمْسٌ وَلَوْ شَاءَ وَالْعُدُولُ عَنْهُ لِتَعْلِيمِ خَلْقِهِ التَّثَبُّتَ:۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ جب زمین و آسمان کی پیدائش ہوئی تو اس وقت ایام تھے ہی نہیں پھر چھ ایام کا ذکر کیوں کیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہ اگر

ذات ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا مطلب یہ کہ دنیا کے چھ دنوں کے حساب سے پیدا کیا یعنی ان کی مقدار میں اس لیے کہ اس وقت سورج نہیں تھا، اگر وہ چاہتا تو ان کو ایک لحہ میں پیدا کر دیتا۔
دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالی قادر ہے وہ ایک لحہ میں بھی پیدا کر سکتا تھا پھر چھ دن میں پیدا کرنے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی قدرت سے عدول یہ اپنی مخلوق کو جلدی نہ کرنے (اور نرمی) کی تعلیم کے لیے ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اتنی مقدار میں پیدا کرنا اپنی مخلوق کو آہستگی اور اطمینان کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ وہ ایک لحہ میں سب کچھ پیدا کر دینے پر قادر ہے۔

هُوَ فِي اللُّغَةِ سَرِيرُ الْمُلْكِ: ۔ یہاں سے ،،عرش،، کی تفسیر کر دی کہ وہ لغت میں تخت شاہی کو کہتے ہیں۔

عرش پر استوی کا کیا مطلب؟ سلف کا مذہب یہ ہے کہ استواء اور اس کے امثال جو وارد ہوئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے در پے نہیں ہوتے اس کو اللہ جانے۔ بعض مفسرین استواء کو بلندی اور برتری کے معنیٰ میں لیتے ہیں اور بعض استیلا کے معنیٰ میں لیکن قول اول ہی اسلم واقوی ہے۔

بَدَلٌ مِنْ ضَمِيرِ اسْتَوَى: یہاں سے ،،الرحمن،، کا ترکیبی احتمال بتا دیا کہ یہ استوی کی ضمیر فاعل سے بدل بن رہا ہے۔

أَيُّهَا الْإِنْسَان : ۔ مخاطب نکال کر بتا دیا۔

أَيْ اسْتِوَاء يَلِيقُ بِهِ: ۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالی جسم و جگہ سے پاک ہے پھر عرش پر استواء کا کیا مطلب؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ استوٰی سے وہ استواء مراد ہے جو اس کی شایان شان ہے۔

بِالرَّحْمَن: ۔ ،،ہ،، ضمیر کا مرجع بتا دیا۔

يُخْبِرُكَ بِصِفَاتِهِ: ۔ یہاں سے ،،خبیرا،، کی صفت نکال کر بتا دی یعنی اے انسان تو رحمن (کی شان) میں کسی ایسے واقف کار سے دریافت کرو جو تجھے اس کی صفات کے بارے میں بتائے گا۔

(وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ) لِكُفَّارِ مَكَّة (اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَن أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا) بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ وَالْآمِر مُحَمَّد وَلَا نَعْرِفهُ لَا (وَزَادَهُمْ) هذا القول لهم (نفورا) عن الإيمان قال تعالى(تَبَارَكَ) تَعَاظَمَ (الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاء بُرُوجًا) اثْنَيْ عَشَرَ الْحَمَل وَالثَّوْر وَالْجَوْزَاء وَالسَّرَطَان وَالْأَسَد وَالسُّنْبُلَة وَالْمِيزَان وَالْعَقْرَب وَالْقَوْس وَالْجَدْي وَالدَّلْو وَالْحُوت وَهِيَ مَنَازِل الْكَوَاكِب السَّبْعَة السَّيَّارَة الْمِرِّيخ وَلَهُ الْحَمَل وَالْعَقْرَب وَالزُّهَرَة وَلَهَا الثَّوْر وَالْمِيزَان وَعُطَارِد وَلَهُ الْجَوْزَاء وَالسُّنْبُلَة وَالْقَمَر وَلَهُ السَّرَطَان وَالشَّمْس وَلَهَا الْأَسَد وَالْمُشْتَرِي وَلَهُ الْقَوْس وَالْحُوت وَزُحَل وَلَهُ الْجَدْي وَالدَّلْو (وَجَعَلَ

فِيهَا) أيضًا (سِرَاجًا)هُوَ الشَّمْس (وَقَمَرًا مُنِيرًا) وَفِي قِرَاءَة سُرُجًا بِالْجَمْعِ أَيْ نَيِّرَات وَخُصَّ الْقَمَر مِنْهَا بِالذِّكْرِ لِنَوْعِ فَضِيلَة(وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْل وَالنَّهَار خِلْفَة)أَيْ يَخْلُف كُلّ مِنْهُمَا الْآخَر (لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّر)بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف كَمَا تَقَدَّمَ مَا فَاتَهُ فِي أَحَدهمَا مِنْ خَيْر فَيَفْعَلهُ فِي الْآخَر(أَوْ أَرَادَ شُكُورًا)أَيْ شُكْرًا لِنِعْمَةِ رَبّه عَلَيْهِ فِيهِمَا

اور جب کفار مکہ سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمٰن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کو تو سجدہ کرنے کا حکم دے رہا ہے تامرنا تا اور یا دونوں کے ساتھ ہے اور فاعل محمد ہیں، حال یہ ہے کہ ہم اس (رحمٰن) کو نہیں جانتے، ہم ایسا نہیں کریں گے ،اس قول نے ان کو ایمان سے اور زیادہ نفرت کرنے والا بنا دیا۔ وہ ذات بڑی عالیشان ہے جس نے آسمانوں میں بارہ برج بنائے (۱) حمل (۲) ثور (۳) الجوزاء (۴) السرطان (۵) الاسد (۶) السنبلہ (۷) المیزان (۸) العقرب (۹) القوس (۱۰) الجدی (۱۱) الدلو (۱۲) الحوت یہ سبع سیارہ کی منزلیں ہیں (اور وہ سبع سیارہ یہ ہیں) (۱) المریخ: اس کی منزل حمل اور عقرب ہے (۲) زھرہ: اس کی منزل ثور اور میزان ہے (۳) عطارد: اس کی منزل جوزاء اور سنبلہ ہے (۴) القمر: اس کی منزل سرطان ہے (۵) الشمس: اس کی منزل اسد ہے (۶) المشتری: اس کی منزل قوس اور حوت ہیں (۷) زحل: اس کی منزل جدی اور دلو ہے، اور اس نے آسمان میں چراغ بھی بنایا اور وہ سورج ہے اور نورانی چاند بنایا اور ایک قراءت میں سرجا جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے یعنی روشن کواکب بنائے اور کواکب میں سے خصوصیت کے ساتھ قمر کا ذکر ایک قسم کی فضیلت کی وجہ سے ہے اور وہ ایسی ذات ہے کہ جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے آتا ہے اس شخص کے لیے جو سمجھنا چاہے اس کار خیر کو جو اس سے ان دونوں (رات و دن) میں سے کسی میں فوت ہو گیا ہو تو اس کار خیر کو دوسرے میں کر لے ،اور شکر کرنا چاہے یذکر تشدید اور تخفیف دونوں کیساتھ ہے جیسا کہ ماسبق میں گزر چکا ہے یعنی اپنے اوپر لیل ونہار میں اپنے رب کی نعمتوں کا شکر کرنا چاہیے۔

اغراض مفسر

لِكُفَّارِ مَكَّة:۔ ،،ھم،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا۔

بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّة وَالْآمِر مُحَمَّد: یہاں سے ،،تامر،، کی صرفی تحقیق بتا دی کہ یہ ،،تا،، اور ،،یا،، دونوں کے ساتھ ہے اور دونوں صورتوں میں فاعل محمد ہیں۔

وَلَا نَعْرِفهُ لَا:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں استفہام انکاری ہے، مطلب یہ کہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔

هذا القول:۔ ،،زاد،، فعل کا فاعل بتا دیا۔

عن الإيمان:۔ ،،نفورا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

قال تعالیٰ: ۔اگلے کلام کا فاعل نکال کر بتادیا۔
تَعَاظَمَ: ۔تبارک کا معنی مرادی بتادیا۔یادرہے کہ تبارک کا لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی اور کیلئے مستعمل نہیں ہے۔
سوال: ؟اس آیت میں ،،تبارک،، کی تفسیر ،،تعاظم،، سے کی گئی ،پچھلی آیت میں ،،تبارک،، کی تفسیر ،،تکاثر،، سے کی گئی ،اوراس سے پچھلی آیت میں ،،تبارک،، کی تفسیر ،،تعالی،، سے کی گئی ،یعنی مختلف مقامات پر ،،تبارک،، کی تفسیر مختلف کیوں؟
جواب: ؟اس کا جواب یہ ہے کہ ،،تبارک،، ایک ایسی جامع اور کامل صفت ہے جو تمام کمالات کوشامل بھی ہے اور تمام نقائص سے مانع بھی ہے لہذا اس کا مفہوم وسیع ہونے کی بنا پر اس کی تفسیر مختلف مقام پر مختلف کی گئی ، پہلا مقام ،مقام تنزیہ و پاکیزگی تھا اس لئے اس کی تفسیر ،،تعالی،، سے کی گئی ،اگلا مقام ،مقام عطاونوازشات کا تھا اس لئے اس کی تفسیر ،،تکاثر،، سے کی گئی ،اور یہ مقام ،مقام عظمت و بزرگی تھا اس لئے اس کی تفسیر ،،تعاظم،، سے کی گئی۔

اثْنَیْ عَشَرَ الحَمَل وَالثَّور وَالجَوْزَاء وَالسَّرَطَان وَالأَسَدوَالسُّنْبُلَة وَالمِيزَان وَالعَقْرَب وَالقَوْس وَالجَدى وَالدَّلو وَالحُوت وَهِيَ مَنَازِل الكَوَاكِب السَّبعَة السَّيَّارَة المِرِّيخ وَلَهُ الحَمَل وَالعَقْرَب وَالزُّهرَة وَلَهَا الثَّور وَالمِيزَان وَعُطَارِد وَلَهُ الجَوْزَاء وَالسُّنْبُلَة وَالقَمَر وَلَهُ السَّرَطَان وَالشَّمس وَلَهَا الأَسَد وَالمُشتَرِى وَلَهُ القَوْس وَالحُوت وَزُحَل وَلَهُ الجَدى وَالدَّلو: ۔یہاں سے بارہ برج بتادئے ۔(۱)حمل (۲)ثور (۳)الجوزاء(۴)السرطان (۵)الاسد(۶)السنبلہ (۷)المیزان (۸)العقرب (۹)القوس (۱۰)الجدی (۱۱)الدلو (۱۲)الحوت۔یہ سبع سیارہ کی منزلیں ہیں (اوروہ سبع سیارہ یہ ہیں) (۱)المریخ اس کی منزل حمل اور عقرب ہے (۲)زھرہ :اس کی منزل ثور اور میزان ہے (۳)عطارد :اس کی منزل جوزاء اور سنبلہ ہے (۴)القمر :اس کی منزل سرطان ہے (۵) الشمس :اس کی منزل اسد ہے (۶)المشتری :اس کی منزل قوس اور حوت ہیں (۷)زحل :اس کی منزل جدی اور دلو ہے۔

هُوَ الشَّمس: ۔یہاں سے ،،سراج،، کی تفسیر کردی کہ وہ سورج ہے۔

وَفِى قِرَاءَة سُرُجًا بِالجَمعِ أَىْ نَيِّرَات: ۔یہاں سے ،،سِرَاجًا،، کی لغوی تحقیق بتادی ،کہ ایک قراءت میں سرجا جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے یعنی روشن کواکب۔

وَخُصَّ القَمَر مِنهَا بِالذِّكْرِ لِنَوع فَضِيلَة: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں سورج اور دیگر کواکب کا نام ذکر نہیں ہوا لیکن قمر یعنی چاند کا ذکر کیا گیا کیوں؟مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ کواکب میں سے خصوصیت کے ساتھ قمر کا ذکر ایک قسم کی فضیلت کی وجہ سے ہے کہ اسلامی مہینوں کا اعتبار اسی سے کیا جاتا ہے اور کئی عبادات کا تعلق بھی اسی قمر کے ساتھ خاص ہے۔

أي يخلف كل منهما الآخر: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،خلفۃ،، کا تعلق ،،لیل ونہار،، سے ہے لہذا ،،خلفۃ،، کو تثنیہ لانا چاہیے تھا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مصدر کے معنی میں ہے اور مصدر واحد، تثنیہ، جمع کا احتمال رکھتا ہے لہذا اصل عبارت یہ ہو جائے گی ،،یخلف کل منہما الآخر،،۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان میں ایک کے بعد دوسرا آتا ہے اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے کہ جس کا عمل رات یا دن میں سے کسی ایک میں قضا ہو جائے تو دوسرے میں ادا کرے ایسا ہی فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا اور قائم مقام ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی دلیل ہے۔

بالتشديد والتخفيف كما تقدم: ،،یذکر،، کی صرفی تحقیق بتا دی کہ یہ تشدید اور تخفیف دونوں کیساتھ ہے جیسا کہ ماسبق میں گزر چکا ہے۔

ما فاته في أحدهما من خير فيفعله في الآخر: ۔یہاں سے ،،یذکر،، کا مفعول نکال کر آیت کی تفسیر کر دی یعنی جو اس سے ان دونوں (رات و دن) میں سے کسی میں فوت ہو گیا ہو تو اس کار خیر کو دوسرے میں کر لے۔

أي شكرا: اس طرف اشارہ کیا کہ شکور مصدر کے معنی میں ہے۔

لنعمة ربه عليه فيهما: ۔شکور کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

(وعباد الرحمن) مبتدأ وما بعده صفات له إلى أولئك يجزون غير المعترض فيه (الذين يمشون على الأرض هونا) أي بسكينة وتواضع (وإذا خاطبهم الجاهلون) بما يكرهونه (قالوا سلاما) أي قولا يسلمون فيه من الإثم (والذين يبيتون لربهم سجدا) جمع ساجد (وقياما) بمعنى قائمين يصلون بالليل (والذين يقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم إن عذابها كان غراما) أي لازما (إنها ساءت) بئست (مستقرا ومقاما) هي أي موضع استقرار وإقامة (والذين إذا أنفقوا) على عيالهم (لم يسرفوا ولم يقتروا) بفتح أوله وضمه أي يضيقوا (وكان) إنفاقهم (بين ذلك) الإسراف والإقتار (قواما) وسطا

عباد الرحمن مبتداء ہے اور اس کا مابعد جملہ معترضہ کے علاوہ اس کی صفات ہیں اولٰئک یجزون تک (یعنی یجزون کے ماقبل تک) اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی یعنی سکون اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے ایسی بات کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں کہ جس کو وہ ناپسند کرتے ہیں تو وہ صاحب سلام کہہ دیتے ہیں یعنی ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس میں وہ گناہ سے محفوظ رہتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام میں لگے رہتے ہیں سجد ساجد کی جمع ہے اور قیاما قائمین کے معنی

میں ہے یعنی رات کو نماز پڑھتے ہیں اور جو اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہم سے جہنم کے عذاب کو دور کر کیونکہ اس کا عذاب چمٹ کر رہ جانے والا ہے یعنی لازم ہو جانیوالا ہے بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے یعنی استقرار اور اقامت کے لیے نہایت بری جگہ ہیاور جب وہ اپنے عیال پر خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں یقتروا یا کے فتحہ کے ساتھ (مع تا کے کسرہ کے) اور ضمہ یا کے ساتھ (مع کسرہ تا) لم یقتروا ای لم یضیقوا اور ان کا خرچ کرنا اسراف اور تنگی کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے۔

اغراض مفسر

مُبْتَدَأٌ وَمَا بَعْده صِفَات لَهُ إِلَى أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ غَيْرَ الْمُعْتَرِض فِيهِ: ۔ترکیبی احتمال بتادیا کہ عباد الرحمن مبتداء ہے اور اس کا مابعد جملہ معترضہ کے علاوہ اولٰیک یجزون تک اس کی صفات ہیں اور مبتداء کی خبر آگے آ رہی ہے۔

أَيْ بِسَكِينَةٍ وَتَوَاضُع: ۔یہاں سے ،،ھونا،، کی صورت نکال کر بتادی، یعنی سکون اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔

بِمَا يَكْرَهُونَهُ: ۔،،خاطبھم،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

أَيْ قَوْلًا يَسْلَمُونَ فِيهِ مِنَ الْإِثْم: ۔آیت کی تفسیر کردی کہ یہ سلام متارکت ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ مجادلہ کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا یہ معنٰی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔ حسن بصری نے فرمایا کہ یہ تو ان بندوں کے دن کا حال ہے اور ان کی رات کا بیان آگے آتا ہے، مراد یہ ہے کہ ان کی مجلسی زندگی اور خلق کے ساتھ معاملہ ایسا پاکیزہ ہے اور ان کی خلوت کی زندگانی اور حق کے ساتھ رابطہ یہ ہے جو آگے بیان فرمایا جاتا ہے۔

جَمْع سَاجِد: ۔،،سجدا،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ جمع مذکر مکسر ہے اس کا واحد ،،ساجد،، ہے اور یہ ،،یبیتون،، کی ضمیر سے حال بن رہا ہے۔

بِمَعْنَى قَائِمِينَ: قیاما کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ مصدر ہے اور معنی للفاعل ہے کیونکہ یہ حال بن رہا ہے۔

شب بیداری کی فضیلت: یعنی نماز اور عبادت میں شب بیداری کرتے ہیں اور رات اپنے رب کی عبادت میں گزارتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالٰی اپنے کرم سے تھوڑی عبادت والوں کو بھی شب بیداری کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ جس کسی نے بعد عشاء دو رکعت یا زیادہ نفل پڑھے وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے۔ مسلم شریف میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے جس نے عشاء کی نماز بجماعت ادا کی اس نے نصف شب کے قیام کا ثواب پایا اور جس نے فجر بھی با جماعت ادا کی وہ تمام شب کے عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔

يُصَلُّونَ بِاللَّيْل: ۔آیت کی تفسیر کردی، مطلب یہ کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں۔

أَيْ لَازِمًا: ۔یہاں سے ،،غراما،، کا معنی مرادی بتادیا، مطلب یہ کہ اس کا عذاب لازم ہو جانیوالا ہے۔

ساءت) بئست:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،ساء ت،،فعل ذم ہے اور ،،بئس،، کے معنی میں ہے بعض نے اس کو ،،احزنت،، کے معنی میں لیا اس لئے مفسر نے اس وہم کی نفی کردی۔(خیال رہے کہ ساءت کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور،،ھی،، مخصوص بالذم ہے جو محذوف ہے اور،،مستقرا،،اس کی تمیز ہے۔)

ھی:۔فعل ذم کا مخصوص بالذم محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

أَيْ مَوْضِع اسْتِقْرَار وَإِقَامَة:۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں،،مُقَامًا،مستقرا،،ظرف کے معنی میں ہیں۔

عَلٰى عِيَالِهِمْ:۔،،أَنْفَقُوا،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِفَتْح أَوَّله وَضَمّه:۔،،لَمْ يَقْتُرُوا،،کی صرفی تحقیق بتادی،یعنی یقتروا یا کے فتحہ کے ساتھ مع تا کے کسرہ کے اور ضمہ یا کے ساتھ مع کسرہ تا ہے۔

اسراف کی تعریف:اسراف معصیت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ایک بزرگ نے کہا کہ اسراف میں بھلائی نہیں،دوسرے بزرگ نے کہا نیکی میں اسراف ہی نہیں اور تنگی کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالی کے مقرر کئے ہوئے حقوق کے ادا کرنے میں کمی کرے یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا۔حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی حق کو منع کیا اس نے اِقتار کیا یعنی تنگی کی اور جس نے ناحق میں خرچ کیا اس نے اسراف کیا یہاں ان بندوں کے خرچ کرنے کا حال ذکر فرمایا جاتا ہے کہ وہ اسراف واقتار کے دونوں مذموم طریقوں سے بچتے ہیں۔

أَيْ يُضَيِّقُوا:۔یہاں سے،،لَمْ يَقْتُرُوا،،کا معروف معنی بتادیا۔

إِنْفَاقهمْ:۔کان کا اسم نکال کر بتادیا۔

الْإِسْرَاف وَالْإِقْتَار:۔ذلک کا مشار الیہ بتادیا۔

وسطا:۔،،قَوَامًا،،کا معنی بتادیا۔

نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے:عبد الملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ سے اپنی بیٹی بیاہتے وقت خرچ کا حال دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ نیکی دو بدیوں کے درمیان ہے اس سے مراد یہ تھی کہ خرچ میں اعتدال نیکی ہے اور وہ اسراف واقتار کے درمیان ہے جو دونوں بدیاں ہیں اس سے عبد الملک نے پہچان لیا کہ وہ اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں جن حضرات کا ذکر ہے وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کبار ہیں جو نہ لذت وتنعم کے لئے کھاتے،نہ خوبصورتی اور زینت کے لئے پہنتے،بھوک روکنا،ستر چھپانا، سردی گرمی کی تکلیف سے بچنا ان کا مقصد تھا۔

(وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ) قَتْلَهَا (إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ) أَيْ وَاحِدًا مِنَ الثَّلَاثَةِ (يَلْقَ أَثَامًا) أَيْ عُقُوبَةً (يُضَاعَفْ) وَفِي قِرَاءَةٍ يُضَعَّفُ بِالتَّشْدِيدِ (لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ) بِجَزْمِ الْفِعْلَيْنِ بَدَلًا وَبِرَفْعِهِمَا اسْتِئْنَافًا (مُهَانًا) حَالٌ (إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا) مِنْهُمْ (فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ) الْمَذْكُورَةَ (حَسَنَاتٍ) فِي الْآخِرَةِ (وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا) أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ (وَمَنْ تَابَ) مِنْ ذُنُوبِهِ غَيْرَ مَنْ ذُكِرَ (وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا) أَيْ يَرْجِعُ إِلَيْهِ رُجُوعًا فَيُجَازِيهِ خَيْرًا (وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ) أَيِ الْكَذِبَ وَالْبَاطِلَ (وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ) مِنَ الْكَلَامِ الْقَبِيحِ وَغَيْرِهِ (مَرُّوا كِرَامًا) مُعْرِضِينَ عَنْهُ

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی بندگی نہیں کرتے اور جس نفس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق کے ساتھ، اور وہ زنا کے مرتکب نہیں ہوتے اور جو کوئی (مذکورہ تینوں کاموں میں سے کوئی ایک بھی کام کرے گا) تو اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا اثاما ای عقوبۃ اور اس کو قیامت کیدن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اس میں رہے گا اور ایک قراءت میں یضعف تشدید کے ساتھ ہے دونوں فعل (یعنی یضعف اور یخلد) مجزوم ہیں (یلق سے بدل الاشتمال) واقع ہونے کی وجہ سے اور (مذکورہ دونوں فعل) رفع کے ساتھ بھی ہیں استیناف کی وجہ سے مھانا یخلد کی ضمیر سے حال ہے مگر ان میں سے جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے مذکورہ گناہوں کو آخرت میں نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے یعنی اس صفت کیساتھ ہمیشہ متصف ہے اور جو شخص یہ شخص اس کے علاوہ ہے جس کا ذکر الامن تاب وامن میں ہوا ہے، توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو ایسا شخص (حقیقت میں) اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے یعنی صحیح معنوں میں رجوع کرتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بہتر جزاء عطا فرمائے گا اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے (دوسرا ترجمہ) (اور وہ جھوٹی اور باطل گواہی نہیں دیتے) اور جب لغو چیزوں یعنی بیہودہ کلام وغیرہ پر ان کا گذر ہوتا ہے تو شرافت سے گذر جاتے ہیں یعنی (بے توجہی) کے ساتھ اس سے اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔

اغراض مفسر

قَتْلَهَا:۔ یہاں سے ،،حَرَّمَ،، کا مفعول نکال کر بتادیا۔

أَيْ وَاحِدًا مِنَ الثَّلَاثَةِ:۔ یہاں سے ،،ذلک،، کا مشارالیہ نکال کر بتادیا۔

أَيْ عُقُوبَةً:۔ یہاں سے ،، أَثَامًا،، کا معروف معنی بتادیا۔

وَفِي قِرَاءَةٍ يُضَعَّفُ بِالتَّشْدِيدِ:۔ یہاں سے ،،يُضَاعَفْ،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ تشدید کے ساتھ باب تفعیل ؟

بھی پڑھ سکتے ہیں۔
بجزم الفعلین بدلا وبرفعھما استئنافا: یہاں سے ،،یضاعف،، یخلد،، کی صرفی نحوی تحقیق بتادی کہ ان پر جزم اور رفع دونوں پڑھ سکتے ہیں جزم کی صورت میں یہ دونوں فعل ،،یلق،، کا بدل ہوں گے مبدل منہ پر جزم تو بدل پر بھی جزم ،اور رفع کی صورت میں یہ دونوں نیا جملہ ہوں گے۔
حال: ترکیبی احتمال بتادیا کہ ،مھانا، یخلد، کی ضمیر سے حال ہے۔
منھم: یہاں سے متعلق نکال کر بتادیا۔
المذکورۃ: یہاں سے ،،سیئاتھم،، کی صفت نکال کر بتادی۔
فی الآخرۃ: یہاں سے ،،یبدل،، کا ظرف نکال کر بتادیا۔
نیکی بدی کو مٹادیتی ہے: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ یعنی بدی کرنے کے بعد نیکی کی توفیق دے کر یا یہ معنٰی کہ بدیوں کو توبہ سے مٹادے گا اور ان کی جگہ ایمان وطاعت وغیرہ نیکیاں ثبت فرمائے گا۔ (مدارک) مسلم کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت ایک شخص حاضر کیا جائے گا ملائکہ بحکم الٰہی اس کے صغیرہ گناہ ایک ایک کر کے اس کو یاد دلاتے جائیں گے وہ اقرار کرتا جائے گا اور اپنے بڑے گناہوں کے پیش ہونے سے ڈرتا ہوگا اس کے بعد کہا جائے گا کہ ہر ایک بدی کے عوض تجھ کو نیکی دی گئی، یہ بیان فرماتے ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالٰی کی بندہ نوازی اور اس کی شان کرم پر خوشی ہوئی اور چہرہ اقدس پر سرور سے تبسم کے آثار نمایاں ہوئے۔
أی لم یزل متصفا بذلک: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ،، کان اللہ غفورا رحیما،، میں کان فعل ماضی ہے جو گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرتا ہے اب مطلب یہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالٰی زمانہ ماضی میں غفور ورحیم ہے اب نہیں ؟مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب اس عبارت سے دیا کہ ،،أی لم یزل متصفا بذلک،، یعنی اس صفت کیساتھ ہمیشہ متصف ہے۔
من ذنوبہ: یہاں سے ،،تاب،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔
غیر من ذکر: یہاں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عطف مغایرت کے لئے ہے، کیونکہ آیت میں دو جگہ ،، من تاب،، ذکر ہوا پہلے ،،من تاب،، سے مراد کافر ہیں اور دوسرے ،،من تاب،، سے مومن مراد ہیں۔
أی یرجع إلیہ رجوعا: آیت کی تفسیر کردی۔
فیجازیہ خیرا: نتیجہ نکال کر بتادیا یعنی ایسے شخص کو اللہ تعالٰی بہتر جزا عطا فرمائے گا۔
أی الکذب والباطل: یہاں سے ،،،،کا معروف اور آسان معنی بتادیا۔

مِنَ الْكَلَامِ الْقَبِيحِ وَغَيْرِه:۔ متعلق نکال کر بتادیا۔
مُعْرِضِينَ عَنْهُ:۔ حال نکال کر بتادیا کہ اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔

(وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا) وُعِظُوا (بِآيَاتِ رَبِّهِمْ) الْقُرْآن (لَمْ يَخِرُّوا) يَسْقُطُوا (عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا) بَلْ خَرُّوا سَامِعِينَ نَاظِرِينَ مُنْتَفِعِينَ (وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا) بِالْجَمْعِ وَالْإِفْرَاد (قُرَّةَ أَعْيُنٍ) لَنَا بِأَنْ نَرَاهُمْ مُطِيعِينَ لَكَ (وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا) فِي الخير (أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ) الدَّرَجَة الْعُلْيَا فِي الْجَنَّة (بِمَا صَبَرُوا) عَلَى طَاعَة اللّٰه (وَيُلَقَّوْنَ) بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف مَعَ فَتْح الْيَاء (فِيهَا) فِي الْغُرْفَة (تَحِيَّةً وَسَلَامًا) مِن الْمَلَائِكَة (خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا) مَوْضِع إِقَامَة لَهُمْ وَأُولَئِكَ وَمَا بَعْده خَبَر عِبَاد الرَّحْمَن المبتدإ (قُلْ) يَا مُحَمَّد لِأَهْلِ مَكَّة (مَا) نَافِيَة (يَعْبَأُ) يَكْتَرِث (بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ) إِيَّاهُ فِي الشَّدَائِد فَيَكْشِفهَا (فَقَدْ) أَيْ فَكَيْفَ يَعْبَأُ بِكُمْ وَقَدْ (كَذَّبْتُمْ) الرَّسُول وَالْقُرْآن (فَسَوْفَ يَكُون) الْعَذَاب (لِزَامًا) مُلَازِمًا لَكُمْ فِي الْآخِرَة بَعْد مَا يَحِلّ بِكُمْ فِي الدُّنْيَا فَقُتِلَ مِنْهُمْ يَوْم بَدْر سَبْعُونَ وَجَوَاب لَوْلَا دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلهَا

اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان کو اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر سے بہروں اور اندھوں کی طرح نہیں گذرتے بلکہ بگوش قبول سنتے ہوئے اور بچشم عبرت دیکھتے ہوئے استفادہ کرتے ہوئے گزرتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما ذریاتنا جمع اور افراد کے ساتھ ہے، بایں طور کہ ہم ان کو تیرا فرمانبردار دیکھیں اور ہم کو متقیوں کا خیر میں پیشوا بنا ایسے ہی لوگوں کو جنت میں بلند بالا خانے عطا کیے جائیں گے ان کے اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے جہاں ان کو ملائکہ کی طرف سے (دائمی) بقاء کی (خوشخبری) اور سلامتی کی دعا دی جائے گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے یعنی ان کی قیام گاہ ہے اور اولئک اور اس کا مابعد عباد الرحمٰن مبتداء کی خبر ہے اے محمد ﷺ آپ اہل مکہ سے کہہ دیجیے میرا رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرے گا اگر تم اس کو مصائب میں نہ پکاروگے کہ وہ ان کو زائل کردے یعنی کیسے تمہاری پرواہ کرے گا تم تو رسول اور قرآن کو جھلا چکے ہو، عنقریب عذاب تم سے چسپاں ہو کر رہیگا (یعنی) دنیا میں تم پر عذاب نازل ہونے کے علاوہ آخرت میں تم پر عذاب لازم ہو کر رہے گا، چنانچہ ان میں سے یوم بدر میں ستر قتل کیے گیے، لولا کا جواب (محذوف ہے) جس پر لولا کا ماقبل دلالت کر رہا ہے۔

اغراض مفسر

وَعِظُوا: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ذکر وعظ ونصیحت کے معنی میں ہے۔
أَيِ الْقُرْآن: ۔جز بول کر کل مراد لیا یعنی آیات بول کر پورا قرآن مراد لیا۔
يَسْقُطُوا: ۔یہاں سے،،يَخِرُّوا،،کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔
بَلْ خَرُّوا سَامِعِينَ نَاظِرِينَ مُنْتَفِعِينَ: ۔آیت کی تفسیر کردی کہ گوش قبول سنتے ہوئے اور چشم عبرت دیکھتے ہوئے استفادہ کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔

بِالْجَمْعِ وَالْإِفْرَاد: ۔یہاں سے،،ذُرِّيَّاتِنَا،،کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ واحد اور جمع دونوں طرح جائز ہے۔
لَنَا: ۔متعلق نکال کر بتادیا۔

بِأَنْ نَرَاهُمْ مُطِيعِينَ لَكَ: ۔آنکھوں کی ٹھنڈک کی صورت نکال کر بتادی، بایں طور کہ ہم ان کو تیرا فرمانبردار دیکھیں
فِي الخير: ۔یہاں سے،،اجْعَلْنَا،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔
الدَّرَجَة الْعُلْيَا فِي الْجَنَّة: ۔یہاں سے،،الْغُرْفَة،،کا معنی مرادی بتادیا یعنی جنت میں بلند بالا درجات۔
عَلَى طَاعَة اللّٰه: ۔یہاں سے،،صَبَرُوا،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔
بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف مَعَ فَتْح الْيَاء: ۔یہاں سے،،يُلَقَّوْن،،کی صرفی تحقیق بتادی، کہ یہ تشدید کے ساتھ باب تفعیل ناقص یائی سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بغیر تشدید کے ساتھ ثلاثی مجرد ناقص یائی سے بھی پڑھ سکتے ہیں اس صورت میں علامت مضارع یا پر فتح آئے گا۔

فِي الْغُرْفَة: ۔یہاں سے،،ھا،،ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔
مِنَ الْمَلَائِكَة: ۔یہاں سے،،سَلَامًا،،کا متعلق نکال کر بتادیا، یعنی ان کو ملائکہ کی طرف سے (دائمی) بقاء کی (خوشخبری) اور سلامتی کی دعا دی جائے گی۔

مَوْضِع إِقَامَة لَهُمْ: اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں،،مُقَامًا،،اسم ظرف ہے۔
وَأُولَئِكَ وَمَا بَعْده خَبَر عِبَاد الرَّحْمَن المبتدا: ۔ترکیبی احتمال بتادیا کہ،،أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَة،،خبر ہے اور اس کا مبتداء،،وَعِبَاد الرَّحْمَن،،ہے جو پیچھے گزر چکا۔

يَا مُحَمَّد: مخاطب نکال کر بتادیا۔
لِأَهْلِ مَكَّة: ۔قل کا متعلق نکال کر بتادیا۔
نَافِيَة: ۔عموماً مانافیہ فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے اور مضارع پر لا نافیہ آتا ہے مفسر علیہ الرحمہ نے دفع وہم کے لئے وضاحت کردی کہ یہاں مضارع پر ما نافیہ ہے کیونکہ مضارع پر بھی کبھی کبھی ما نافیہ داخل ہوجاتا ہے۔

يَكْتُرِثْ:۔ یہاں سے ،،يَعْبَأ،، کا معروف معنی نکال کرتا دیا۔

إيّاهُ:۔ مفعول نکال کرتا دیا۔

فِي الشَّدَائِدِ:۔ متعلق نکال کرتا دیا۔

أَيْ فَكَيْفَ يَعْبَأُ بِكُمْ:۔ فا کے بعد اور قد سے پہلے جملہ محذوف تھا نکال کرتا دیا۔

الرَّسُولَ وَالْقُرْآنَ:۔ یہاں سے ،، كَذَّبْتُمْ ،، کا مفعول محذوف تھا نکال کرتا دیا۔

الْعَذَابُ:۔ یہاں سے ،،يَكُونُ،، کا اسم نکال کرتا دیا۔

مُلَازِمًا لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ بَعْدَ مَا يَحِلُّ بِكُمْ فِي الدُّنْيَا فَقُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ سَبْعُونَ:۔

وَجَوَابُ لَوْلَا دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلَهَا:۔ ترکیبی احتمال بتا دیا کہ لولا کا جواب محذوف ہے جس پر لولا کا ماقبل (یعنی ما یعبئوا بکم) دلالت کر رہا ہے اصل عبارت یہ ہوگی ،لولا دعاوکم ما یعبئوا بکم ربی۔

سورة الاحزاب

سورہ احزاب مدنیہ ہے، اس میں نو رکوع ،تہتر آیتیں اور ایک ہزار دو سو اسی کلمے اور پانچ ہزار سات سو ٹو سے حرف ہیں۔

(يَأَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ)دُمْ عَلَى تَقْوَاهُ(وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ)فِيمَا يُخَالِفُ شَرِيعَتَكَ(إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا)بِمَا يَكُونُ قَبْلَ كَوْنِهِ(حَكِيمًا) فِيمَا يَخْلُقُهُ(وَاتَّبِعْ مَا يُوحَى إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ)أَيْ الْقُرْآنَ (إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا) وَفِي قِرَاءَةٍ بِالتَّحْتَانِيَّةِ(وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ) فِي أَمْرِكَ (وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا) حَافِظًا لَكَ وَأُمَّتُهُ تَبَعٌ لَهُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہو یعنی اس کے تقویٰ پر برقرار رہو اور کافروں اور منافقین کی پیروی نہ کرو، اس چیز کے بارے میں جو تمہاری شریعت کی مخالفت کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہوگی اس کے ہونے سے پہلے (علم رکھتا ہے) اور تم پیروی کرو اس چیز کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف وحی کی گئی ہے یعنی قرآن بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے باخبر ہے، ایک قراءت کے مطابق اسے "تحتانیہ" کے طور پر یعملون (یعنی جمع مذکر حاضر کی بجائے جمع مذکر غائب کے صیغے کے طور پر پڑھا جائے گا) اور تم اللہ پر توکل کرو اپنے معاملے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کارساز ہونے کے حوالے سے کافی ہے، یعنی تمہاری حفاظت کرنے کے حوالے سے اس تمام معاملے میں نبی اکرم کی امت آپ کی تابع شمار ہوگی۔

اغراض مفسر

دُمْ عَلَى تَقْوَاهُ:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ تقویٰ و پرہیزگاری کا جامع تھے

پھر ان کو تقوی اختیار کرنے کا حکم کیوں دیا گیا لہذا یہاں تحصیل الحاصل (ایک چیز جو پہلے سے ہی حاصل ہو اس کو حاصل کرنا) لازم آیا جو کہ درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ آیت کا مطلب ہے کہ تقوی پر ہمیشگی اختیار کرو اب اعتراض درست نہیں۔

تقوی کے بارے میں قاعدہ: (۱) الف : جب " تقویٰ " کی نسبت رب کی طرف ہو تو اس سے مراد ڈرنا ہوگا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے: **یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ**

اے لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ (پ4، النسآء:1)

(۲) ب: جب " تقویٰ " کی نسبت آگ یا کفر یا گناہ کی طرف ہو تو اس سے مراد بچنا ہوگا۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

اور بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ (پ1، البقرۃ:24)

پہلے " اتقوا " کے معنی ڈرنا ہے کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور دوسرے " اتقوا " کے معنی بچنا ہے کیونکہ اس کے بعد آگ کا ذکر ہے۔

سوال: یہاں آیت مذکورہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ناموں کے ساتھ پکارا جیسے یا آدم، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ لیکن نبی کریم ﷺ کو پورے قرآن میں آپ کے نام محمد کے ساتھ ندا نہیں کی بلکہ القابات کے ساتھ یوں کہا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ؟

جواب: نبی کریم ﷺ علی الاطلاق، تمام مخلوقات سے افضل ہیں لہذا آپ کی عظمت وجلالت کی وجہ سے آپ کو آپ کے نام کی بجائے القابات سے پکارا۔

فِیْمَا یُخَالِفُ شَرِیْعَتَكَ: یہاں سے ،، لَا تُطِعِ ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی اے نبی! کافروں اور منافقین کی پیروی نہ کرو، اس چیز کے بارے میں جو وہ تمہاری شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔

شانِ نُزول: ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سلمی جنگِ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات، عزیٰ، منات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ یہ بت اپنے پجاریوں کے لئے شفاعت کریں گے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ گفتگو بہت ناگوار ہوئی اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں اس لئے قتل نہ کرو، مدینہ شریف سے نکال دو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس میں خطاب تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور مقصود ہے آپ کی امت سے فرمانا کہ جب

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو اور عہد توڑنے کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلاف شرعی باتیں نہ مانو
بِمَا يَكُوْنُ قَبْلَ كَوْنِهٖ:۔ متعلق نکال کر بتا دیا یعنی اللہ تعالیٰ اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہوگی اس کے ہونے سے پہلے علم رکھتا ہے
فِيْمَا يَخْلُقُهٗ:۔ یہاں سے ،،حکیم،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔
أَيِ الْقُرْآن:۔ یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کر بتا دیا۔
وحی کے بارے میں قاعدہ:(ا) الف :جب وحی کی نسبت نبی کی طرف ہوگی تو اسکے معنی ہوں گے رب تعالیٰ کا بذریعہ
پیغمبر سے کلام فرمانا یعنی وحی الٰہی عرفی۔ الف کی مثال ان آیات میں ہے:
إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ
بے شک ہم نے وحی کی تمہاری طرف جیسے وحی کی تھی نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف۔(پ6،النسآء،163:)
وَ أُوْحِيَ إِلَىٰ نُوْحٍ أَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ
اور وحی کی گئی نوح کی طرف کہ اب ایمان نہ لائیگا مگر وہ جو ایمان لا چکے۔(پ12،ھود36:)
ان جیسی صدہا آیتوں میں وحی سے مراد ہے وحی ربانی جو پیغمبروں پر آتی ہے۔
(۲)ب: جب وحی کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگا دل میں ڈالنا، خیال پیدا کر دینا۔
''ب'' کی مثال یہ آیات ہیں:
وَ أَوْحٰى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ
اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔(پ14،النحل68:)
وَ إِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيٰٓئِهِمْ
اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔(پ8،الانعام121:)
وَأَوْحَيْنَآ إِلٰٓى أُمِّ مُوْسٰٓى أَنْ أَرْضِعِيْهِ
اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں ڈال دیا کہ انہیں دودھ پلاؤ۔(پ20،القصص7:)
ان آیتوں میں چونکہ وحی کی نسبت شہد کی مکھی یا موسیٰ علیہ السلام کی ماں یا شیطان کی طرف ہے اور یہ سب نبی نہیں اس لئے یہاں وحی
نبوت مراد نہ ہوگی بلکہ فقط دل میں ڈال دینا مراد ہوگا۔
وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالتَّحْتَانِيَّةِ:۔ یہاں سے ،،تعملون،، کی صرفی تحقیق بتا دی، ایک قراءت کے مطابق اسے ''تحتانیہ'' کے طور پر
یعملون (یعنی جمع مذکر حاضر کی بجائے جمع مذکر غائب کے صیغے کے طور پر) پڑھا جا سکتا ہے)۔
فِيْ أَمْرِكَ:۔ یہاں سے ،،توکل،، کا متعلق بتا دیا۔

خافظا لك وأمته تبع له في ذلك كله: ۔ یہاں سے ،،وکیل،، کا معنی مرادی بتادیا۔

(مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِن قَلبَينِ فِي جَوفِهِ) رَدًّا عَلَى مَن قَالَ مِنَ الكُفَّارِ إِنَّ لَهُ قَلبَينِ يَعقِلُ بِكُلٍّ مِنهُمَا أَفضَلَ مِن عَقلِ مُحَمَّد (وَمَا جَعَلَ أَزوَاجَكُمُ اللَّائِي) بهمزة وياء وبلا ياء (تظهرون) بلا ألف قبل الهاء وبها والتاء والثانية فِي الأصلِ مُدغَمَة فِي الظاء (مِنهُنَّ) يَقُولُ الوَاحِدُ مَثَلًا لِزَوجَتِهِ أَنتِ عَلَيَّ كَظَهرِ أُمِّي (أُمَّهَاتِكُم) أَي كَالأُمَّهَاتِ فِي تَحرِيمِهَا بِذَلِكَ المَعهُود فِي الجَاهِلِيَّةِ طَلَاقًا وَإِنَّمَا تَجِبُ بِهِ الكَفَّارَةُ بِشَرطِهِ كَمَا ذُكِرَ فِي سُورَةِ المُجَادَلَةِ (وَمَا جَعَلَ أَدعِيَاءَكُم) جَمعُ دَعِيّ وَهُوَ مَن يَدعِي لِغَيرِ أَبِيهِ ابنًا لَهُ (أَبنَاءَكُم) حَقِيقَةً (ذَلِكُم قَولُكُم بِأَفوَاهِكُم) أَيِ اليَهُود وَالمُنَافِقِينَ قَالُوا لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ زَينَبَ بِنتَ جَحشٍ الَّتِي كَانَت امرَأَةَ زَيدِ بنِ حَارِثَةَ الَّذِي تَبَنَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالُوا تَزَوَّجَ مُحَمَّد امرَأَةَ ابنِهِ فَأَكذَبَهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ (وَاللّٰهُ يَقُولُ الحَقَّ) فِي ذَلِكَ (وَهُوَ يَهدِي السَّبِيلَ) سَبِيلَ الحَقِّ لكن

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے ۔ یہ ان کفار کی تردید ہے جو یہ کہتے تھے کہ ان کے دو دل ہیں۔ جن میں سے ہر ایک سمجھ بوجھ رکھتا ہے اور اس حوالے سے وہ عقل میں نبی اکرم ﷺ سے بہتر ہیں اور اس نے یعنی (اللہ تعالیٰ نے) تمہاری بیویوں کو نہیں بنایا یہاں پر لفظ ''اللائی'' ہمزہ اور ''ی'' کے ساتھ بھی ہے اور اس کے بغیر بھی ۔ جن کے ساتھ تم ظہار کرتے ہو اس میں ''ہ'' سے پہلے ''ا'' ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی اور اصل میں دوسری ''ت'' کو ''ظ'' میں مدغم کیا گیا ہے، ان میں سے ایک شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح قابل احترام ہو، (اپنی ماؤں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے) یعنی وہ حرمت میں ماؤں کی طرح ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگ اسے طلاق شمار کرتے تھے لیکن اس کے ذریعے صرف کفارہ لازم ہوتا ہے جو شرائط کے ہمراہ ہے جس کا ذکر سورۃ ''مجادلہ'' میں کیا گیا ہے۔ اور اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے، یہ لفظ ''دعی'' کی جمع ہے یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اس کے حقیقی باپ کی بجائے کوئی دوسرا شخص اپنے بیٹے کے طور پر بلائے ، تمہارے بیٹے یعنی حقیقت کے اعتبار سے یہ تمہاری بات ہے جو تمہارے منہ سے تعلق رکھتی ہے یعنی یہودیوں اور منافقین (کی بات) جب انہوں نے یہ کہا جس وقت نبی اکرم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ اہلیہ تھیں جنہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا، انہوں نے یہ کہا تھا محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی سابقہ بیوی کے ساتھ شادی کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو غلط قرار دیا اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے یعنی اس بارے میں اور وہ

راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی حق کے راستے کی طرف۔

اغراض مفسر

رَدًّا عَلٰی مَنْ قَالَ مِنَ الْكُفَّارِ اِنَّ لَهٗ قَلْبَيْنِ يَعْقِلُ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا اَفْضَلَ مِنْ عَقْلِ مُحَمَّدٍ:۔ یہاں سے غرض مفسر یہ بتانا ہے کہ ان کے رد کے طور پر یہ کلام کیا جو کہتے تھے کہ ان کے دو دل ہیں۔ جن میں سے ہر ایک سمجھ بوجھ رکھتا ہے اور اس حوالے سے وہ عقل میں نبی اکرم ﷺ سے بہتر ہیں۔

شانِ نزول : ابو معمر حمید فہری کی یادداشت اچھی تھی جو سنتا تھا یاد کر لیتا تھا قریش نے کہا کہ اس کے دو دل ہیں جبھی تو اس کا حافظہ اتنا قوی ہے وہ خود بھی کہتا تھا کہ اس کے دو دل ہیں اور ہر ایک میں حضرت سید (عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ دانش ہے۔ جب بدر میں مشرک بھاگے تو ابو معمر اس شان سے بھاگا کہ ایک جوتی ہاتھ میں ایک پاؤں میں، ابوسفیان سے ملاقات ہوئی تو ابوسفیان نے پوچھا کیا حال ہے؟ کہا لوگ بھاگ گئے تو ابوسفیان نے پوچھا ایک جوتی ہاتھ میں ایک پاؤں میں کیوں ہے؟ کہا اس کی مجھے خبر ہی نہیں میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ دونوں جوتیاں پاؤں میں ہیں۔ اس وقت قریش کو معلوم ہوا کہ دو دل ہوتے تو جوتی جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا بھول نہ جاتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ منافقین سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دو دل بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا ایک دل ہمارے ساتھ ہے اور ایک اپنے اصحاب کے ساتھ۔

بِهَمْزَةٍ وَيَاءٍ وَبِلَا يَاءٍ:۔ یہاں سے لفظ "اللائی" کی لغوی تحقیق بتا دی کہ یہ ہمزہ اور "ی" کے ساتھ بھی ہے اور اس کے بغیر بھی ہے، اور یہ "التی" کی جمع ہے۔

بِلَا أَلِفٍ قَبْلَ الْهَاءِ وَبِهَا وَالتَّاءُ الثَّانِيَةُ فِي الْأَصْلِ مُدْغَمَةٌ فِي الظَّاءِ:۔ یہاں سے "تظھرون" کی صرفی تحقیق بتا دی کہ اس میں "ہ" سے پہلے "ا" ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی اور اصل میں دوسری "ت" کو "ظ" میں مدغم کیا گیا ہے۔

يَقُولُ الْوَاحِدُ مَثَلًا لِزَوْجَتِهٖ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ:۔ یہاں سے کفار کے ظہار کا طریقہ بتا دیا کہ ان میں سے ایک شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح قابل احترام ہو۔ نیز زمانہ جاہلیت میں جب کوئی اپنی عورت سے ظہار کرتا تھا تو وہ لوگ اس ظہار کو طلاق کہتے اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے تھے اور جب کوئی شخص کسی کو بیٹا کہ دیتا تھا تو اس کو حقیقی بیٹا قرار دے کر شریک میراث ٹھہراتے اور اس کی زوجہ کو بیٹا کہنے والے کے لئے صلبی بیٹے کی بی بی کی طرح حرام جانتے۔ خیال رہے کہ اسلام میں ظہار سے عورت ماں کے حکم حرام نہیں ہو جاتی۔ ان سب کی رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ظہار کی تعریف: اپنی بیوی کو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور یہ تشبیہ ایسے عضو میں ہو جس کو دیکھنا اور چھونا جائز نہیں ہے مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ یا پیٹ کے مثل ہے تو وہ مظاہر ہو گیا۔

مسئلہ: ظہار سے نکاح باطل نہیں ہوتا لیکن کفارہ ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت سے علیحدہ رہنا اور اس

سے جماع وغیرہ نہ کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا اور یہ میسر نہ ہو تو متواتر دو مہینے کے روزے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کا کھلانا ہے

مسئلہ: کفارہ ادا کرنے کے بعد عورت سے جماع وغیرہ حلال ہو جاتا ہے۔(ہدایہ باب الطلاق فصل فی الظہار)

أي كَالأُمَّهَاتِ فِي تَحرِيمِهَا بِذٰلِكَ المُعَدِّ فِي الجَاهِلِيَّةِ طَلَاقًا وَإِنَّمَا تَجِبُ بِهِ الكَفَّارَةُ بِشَرطِهِ كَمَا ذُكِرَ فِي سُورَةِ المُجَادَلَةِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ,,امہاتکم،، پر کاف مشبہ جارہ محذوف ہے یعنی وہ حرمت میں ماؤں کی طرح ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگ اسے طلاق شمار کرتے تھے لیکن اس کے ذریعے صرف کفارہ لازم ہوتا ہے جو شرائط کے ہمراہ ہے جس کا ذکر سورۃ ''مجادلہ'' میں کیا گیا ہے۔

جَمعُ دَعِيٍّ وَهُوَ مَن يُدعٰى لِغَيرِ أَبِيهِ ابنًا لَهُ: ۔یہاں سے ,, أدعياء ،،کی لغوی تحقیق بتادی، کہ یہ لفظ ''دعی'' کی جمع ہے یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اس کے حقیقی باپ کی بجائے کوئی دوسرا شخص اپنے بیٹے کے طور پر بلائے۔

فوقفہ: ۔,,ابنا،، میں دو احتمال تھے (۱) حقیقی بیٹا اور (۲) سوتیلا بیٹا، مفسر علیہ الرحمہ نے وضاحت کردی کہ آیت میں مراد حقیقی ہے۔

أي اليَهُود وَالمُنَافِقِينَ قَالُوا لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ زَينَبَ بِنتَ جَحشٍ الَّتِي كَانَت امرَأَةَ زَيدِ بنِ حَارِثَةَ الَّذِي تَبَنَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالُوا تَزَوَّجَ مُحَمَّدٌ امرَأَةَ ابنِهِ فَأَكذَبَهُمُ اللهُ تَعَالٰى فِي ذٰلِكَ: ۔آیت کا مخاطب نکل کر بتادیا کہ یعنی یہودیوں اور منافقین کی بات جب انہوں نے یہ کہا جس وقت نبی اکرم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ اہلیہ تھیں جنہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا، انہوں نے یہ کہا تھا محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی سابقہ بیوی کے ساتھ شادی کرلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو غلط قرار دیا۔

شان نزول: خیال رہے کہ بیوی کو ماں کے مثل کہنا اور لے پالک کو بیٹا کہنا بے حقیقت بات ہے، نہ بی بی ماں ہو سکتی ہے نہ دوسرے کا فرزند اپنا بیٹا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو یہود و منافقین نے زبان طعن کھولی اور کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے شادی کرلی کیونکہ پہلے حضرت زینب زید کے نکاح میں تھیں اور حضرت زید ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زرخرید تھے انہوں نے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں انہیں ہبہ کردیا، حضور نے انہیں آزاد کردیا تب بھی وہ اپنے باپ کے پاس نہ گئے حضور ہی کی خدمت میں رہے، حضور ان پر شفقت و کرم فرماتے تھے اس لئے لوگ انہیں حضور کا فرزند کہنے لگے، اس سے وہ حقیقۃً حضور کے بیٹے نہ ہو گئے اور یہود و منافقین کا طعنہ محض غلط اور بیجا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان طعنہ زنوں کی تکذیب فرمائی اور انہیں جھوٹا قرار دیا۔

فِي ذٰلِكَ: متعلق نکال کر بتادیا۔

سَبِيل الْحَق لكن:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ,,السَّبِيل ،، پر الف لام عوض مضاف الیہ ہے اس سے پہلے الحق محذوف ہے

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ) أَعْدَل (عِنْدَ اللّٰه فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ) بَنُو عَمِّكُمْ (وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ) فِي ذٰلِكَ (وَلٰكِنْ) فِي (مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ) فِيهِ أَيْ بَعْدَ النَّهْيِ (وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا) لِمَا كَانَ مِنْ قَوْلِكُمْ قَبْلَ النَّهْيِ (رَحِيمًا) بِكُمْ فِي ذٰلِكَ

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی احسان کرو یہ کتاب (یعنی لوح محفوظ میں ۔) میں لکھا ہے۔تم ان کے (حقیقی) باپوں کے حوالے سے بلاؤ یہ انصاف یعنی عدل کے زیادہ مناسب ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا پتہ نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور آزاد کردہ غلام ہیں ۔ (مصنف کہتے ہیں یہاں لفظ "موالیکم" کا مطلب) چچازاد ہے اور تم پر کوئی حرج نہیں اس چیز کے بارے میں جو تم غلطی سے کرلو اس حوالے سے لیکن اس چیز کے بارے میں (حرج ہے) جو تم جان بوجھ کر کرو اس بارے میں یعنی اس کی ممانعت کے حکم کے بعد اور اللہ تعالیٰ مغفرت فرمانے والا ہے، ممانعت سے پہلے تمہاری کہی ہوئی باتوں کی اور رحم کرنے والا ہے اس بارے میں تم پر۔

اغراض مفسر

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ:یعنی دنیا و دین کے تمام امور میں اور نبی کا حکم ان پر نافذ اور نبی کی طاعت واجب اور نبی کے حکم کے مقابل نفس کی خواہش واجب الترک یا یہ معنٰی ہیں کہ نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ رافت و رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور نافع تر ہیں ۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر مومن کے لئے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اولیٰ ہوں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ" حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت میں "مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کے بعد "وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ" بھی ہے۔مجاہد نے کہا کہ تمام انبیاء اپنی اُمت کے باپ ہوتے ہیں اور اسی رشتہ سے مسلمان آپس میں بھائی کہلاتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی دینی اولاد ہیں۔اور نبی کریم کی ازواج تعظیم و حرمت میں اور نکاح کے ہمیشہ کے لئے حرام ہونے میں اور اس کے علاوہ دوسرے احکام میں مثل وراثت اور پردہ وغیرہ کے ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا اور ان کی بیٹیوں کو مومنین کی بہنیں اور ان کے بھائیوں اور بہنوں کو مومنین کے ماموں خالہ نہ کہا جائے گا۔

غیر خدا کو پکارنے کے بارے میں قاعدہ: (ا) الف: جب غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا جاوے، یا پکارنے والوں کی برائی بیان ہو تو اس پکارنے سے مراد معبود سمجھ کر پکارنا ہے یعنی پوجنا۔

(۲) ب: جہاں غیر خدا کو پکارنے کا حکم ہے یا اس پکارنے پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو اس سے مراد بلانا یا پکارنا ہی ہوگا۔

"الف" کی مثال یہ ہے: **وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ**

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا پوجے۔ (پ26، الاحقاف:5)

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللهِ اَحَدًا اور اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔ (پ29، الجن:18)

ان جیسی صدہا آیتوں میں دعا کے معنی پوجنا ہے یعنی معبود سمجھ کر پکارنا نہ کہ محض پکارنا۔

"ب" کی مثال ان آیات میں ہے: **وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ**

اللہ کے سوا جس کو طاقت رکھتے ہو بلالو۔ (پ11، یونس:38)

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ پکارو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے۔ (پ21، الاحزاب:5)

ان جیسی صدہا آیات میں دعا کے معنی پکارنا یا بلانا ہے۔ اس کی پوری تحقیق دعا کی بحث میں بھی گزر چکی۔

أَعْدَلُ: - یہاں سے اقسط کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔

بَنُو عَمِّكُمْ: اس طرف اشارہ کیا کہ یہاں لفظ "مَوالیکم" کا مطلب چچا زاد بھائی ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام تمام بنی آدم کے باپ ہیں اور موالی کا اطلاق چچا کے بیٹوں پر ہوتا ہے اور مصنف نے بنوعم کی طرف اس لئے عدول کیا ہے تاکہ موالی کا لفظ تمام بنی آدم کے بنی عم کو بھی شامل ہو جائے۔

فِي ذٰلِكَ: - متعلق نکال کر بتادیا۔

فِي: - اس طرف اشارہ کیا کہ ،،ما،، محلا مجرور ہے اور اس سے پہلے ،،فی،، حرف جار محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

فِيهِ أَيْ بَعْدَ النَّهْيِ: - ظرف نکال کر بتادیا کہ ممانعت کے بعد اس چیز کے بارے میں (حرج ہے) جو تم جان بوجھ کر کرو۔

لِمَا كَانَ مِنْ قَوْلِكُمْ قَبْلَ النَّهْيِ: - یہاں سے ،،غَفُوْرًا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِكُمْ فِي ذٰلِكَ: - یہاں سے ،،رَحِيمًا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

(وَ) اُذْكُرْ (إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ) حِينَ أُخْرِجُوا مِنْ صُلْبِ آدَمَ كَالذَّرِّ جَمْعِ ذَرَّةٍ وَهِيَ أَصْغَرُ النَّمْلِ (وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ) بِأَنْ يَعْبُدُوا اللهَ وَيَدْعُوا إِلَى عِبَادَتِهِ وَذِكْرُ الْخَمْسَةِ مِنْ عَطْفِ الْخَاصِّ عَلَى الْعَامِّ (وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا

غَلِيظًا) شَدِيدًا بِالْوَفَاءِ بِمَا حَمَلُوهُ وَهُوَ الْيَمِينُ بِاللهِ تَعَالَى ثُمَّ أَخَذَ الْمِيثَاقَ (لِيَسْأَلَ) اللهُ (الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ) فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ تَبْكِيتًا لِلْكَافِرِينَ بِهِمْ (وَأَعَدَّ) تَعَالَى (لِلْكَافِرِينَ بِهِمْ (عَذَابًا أَلِيمًا) مُؤْلِمًا هُوَ عَطْفٌ عَلَى أَخَذْنَا

اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے پختہ عہد لیا اس وقت جب انہیں آدم کی پشت میں سے چیونٹیوں کی طرح نکالا گیا، یہ لفظ "ذر" لفظ "ذرہ" کی جمع ہے جو چھوٹی چونٹی کو کہتے ہیں اور تم سے بھی (عہد لیا) اور نوح سے ابراہیم سے، موسیٰ سے، عیسیٰ بن مریم سے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیں گے ان پانچ حضرات کا تذکرہ خاص کا عطف عام پر ہے اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا یعنی جسے پورا کرنے میں شدت اختیار کی جائے یعنی انہیں اس کا پابند کیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم تھی۔ پھر اس نے عہد لیا تا کہ وہ سوال کرے یعنی اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے ان کے سچ کے بارے میں یعنی رسالت کی تبلیغ کے حوالے سے تاکہ اس کے ذریعے کافروں کو خاموش کیا جا سکے اور اس نے تیار کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں کے لیے اس وجہ سے دردناک عذاب یعنی الم دینے والا، اس کا عطف لفظ "اخذنا" پر ہے۔

اغراض مفسر

أُذْكُرْ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،اذ،، فعل محذوف ،،اذکر،، کا مفعول فیہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

حِينَ أُخْرِجُوا مِنْ صُلْبِ آدَمَ كَالذَّرِّ جَمْعُ ذَرَّةٍ وَهِيَ أَصْغَرُ النَّمْلِ: ۔ظرف نکال کر بتا دیا کہ یہ میثاق کب اور کہاں ہوا تھا، یعنی اس وقت جب انہیں آدم کی پشت میں سے چیونٹیوں کی طرح نکالا گیا، یہ لفظ "ذر" لفظ "ذرہ" کی جمع ہے جو چھوٹی چونٹی کو کہتے ہیں

بِأَنْ يَعْبُدُوا اللهَ وَيَدْعُوا إِلَى عِبَادَتِهِ: ۔یہاں سے میثاق کی صورت نکال کر بتا دی، کہ وہ اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیں گے۔

وَذِكْرُ الْخَمْسَةِ مِنْ عَطْفِ الْخَاصِّ عَلَى الْعَامِّ: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ جب سابق میں ،،أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ،، کا ذکر ہو چکا تو دوبارہ پانچ انبیاء کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان پانچ حضرات کا تذکرہ خاص کا عطف عام پر ہے یعنی پہلے عمومی انبیاء کا ذکر ہوا پھر ان میں سے پانچ خاص کا ذکر کر دیا۔ اور پھر ان پانچ انبیاء میں نبی کریم ﷺ کا ذکر سب سے پہلے کیا آپ کی عظمت و شرافت کی زیادتی کی وجہ سے نیز اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگرچہ حضور نبی کریم کی بعثت تمام انبیاء کے بعد ہوئی لیکن تخلیق میں اولیت کا شرف آپ ﷺ کو ہی حاصل ہے۔ آپ ﷺ سے جب اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا،،،

(كنت اولهم في الخلق وآخرهم في البعث) تفسیر قرطبی ج۳ ص۱۲۷

یعنی پیدائش میں سب سے پہلے تھا اور بعثت میں سب کے بعد۔

شَدِیدًا بِالْوَفَاءِ بِمَا حَمَلُوهُ: یہاں سے ،، میثاق غلیظا ،، کا معنی مرادی بتا دیا کہ ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا یعنی جسے پورا کرنے میں شدت اختیار کی جائے یعنی انہیں اس کا پابند کیا گیا۔

وَهُوَ الْيَمِينُ بِاللّٰهِ تَعَالَى: یہاں سے میثاق غلیظا کی تفسیر کردی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم تھی۔

ثُمَّ أَخَذَ الميثاق:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،، لیسال ،، پر لام کئی ہے اور اس سے پہلے جملہ (**ثُمَّ أَخَذَ الميثاق**) محذوف ہے اور ،، لیسال ،، اس جملے کی علت ہے۔

اللّٰه:۔ یہاں سے ،، لیسال ،، کا فاعل نکال کر بتا دیا۔

فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ:۔ یہاں سے ،، لیسال ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

تَبْكِيتًا لِلْكَافِرِينَ بِهِمْ:۔ سبب نکال کر بتا دیا یعنی تاکہ وہ سوال کرے کافروں کو خاموش کرنے کے لئے۔ اس سوال سے مقصود کفار کی تذلیل وتبکیت ہے۔

تَعَالَى:۔ یہاں سے ،، أَعَدَّ ،، کا فاعل نکال کر بتا دیا۔

مُؤْلِمًا: اس طرف اشارہ کیا کہ ،، أَلِيمًا ،، صفت مشبہ بمعنی الفاعل ہے۔

هُوَ عَطْفٌ عَلَى أَخَذْنَا:۔ ترکیبی احتمال بتا دیا کہ اس جملے کا عطف لفظ "اخذ" پر ہے۔

(يأيها الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُود) مِنَ الْكُفَّارِ مُتَحَزِّبُونَ أيَّامَ حَفْرِ الْخَنْدَقِ (فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا) مِنَ الْمَلَائِكَةِ (وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ) بِالتَّاءِ مِنْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ وَبِالْيَاءِ مِنْ تَحْزِيبِ الْمُشْرِكِينَ (بَصِيرًا) (إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ) مِنْ أَعْلَى الْوَادِي وَأَسْفَلِهِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ) مَالَتْ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَى عَدُوِّهَا مِنْ كُلِّ جَانِبٍ (وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ) جَمْعُ حَنْجَرَةٍ وَهِيَ مُنْتَهَى الْحُلْقُومِ مِنْ شِدَّةِ الْخَوْفِ (وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا) الْمُخْتَلِفَةَ بِالنَّصْرِ وَالْيَأْسِ (هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ) اخْتُبِرُوا لِيَتَبَيَّنَ الْمُخْلِصُ مِنْ غَيْرِهِ (وَزُلْزِلُوا) حُرِّكُوا (زِلْزَالًا شَدِيدًا) مِنْ شِدَّةِ الْفَزَعِ

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب تمہارے پاس لشکر آ گئے یعنی کفار جو مختلف لشکروں کی شکل میں تھے خندق کھودنے کے موقع پر، پس ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور اپنے لشکر بھیجے جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے یعنی فرشتے اور اللہ تعالیٰ

تمہارے عمل کو ملاحظہ فرما رہا تھا، اگر اس لفظ "تعلمون" کو "ت" کے ساتھ پڑھا جائے (یعنی جمع مذکر حاضر کے صیغے کے طور پر)
تو اس سے مراد خندق کھودنے والے لوگ ہونگے اور اگر اسے "ی" کے ساتھ پڑھا جائے (جمع مذکر غائب کے صیغے کے طور پر)
اس سے مراد مشرکین کے لشکر (کے افراد) ہوں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تمہارے اوپر کی طرف سے تمہارے نیچے کی طرف
سے یعنی وادی کے بالائی حصے کی طرف سے اور زیریں حصے کی طرف سے جو مشرق اور مغرب کی سمت میں ہے اور جب آنکھیں ٹیڑھی
ہوگئیں یعنی ہر طرف سے ہٹ کر دشمن کی طرف لگ گئیں اور دل حلق تک پہنچ گئے یہ لفظ "حناجر" لفظ "حنجرۃ" کی جمع ہے جو حلقوم کے
آخری حصے کو کہتے ہیں یعنی خوف کی شدت کی وجہ سے ایسا ہوا اور تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مخصوص گمان کیا یعنی مدد اور
مایوسی کے حوالے سے اختلاف والا (گمان تھا) اس مقام پر اہل ایمان کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا تا کہ پتہ چلایا جا سکے کہ اخلاص والا
اور اخلاص کے بغیر کون ہے اور انہیں ہلایا گیا یعنی حرکت دی گئی تیزی سے ہلا کر یعنی خوف اور اندیشے کی شدت (کی شکل میں)۔

اغراض مفسر

مِنَ الْكُفَّارِ مُتَحَزِّبُونَ: یہاں سے،،جنود،، کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی کفار کا لشکر۔

أَيَّامَ حَفْرِ الْخَنْدَقِ: ظرف نکال کر بتا دیا۔

غزوہ احزاب کا مختصر بیان یہ غزوہ شوال ۵ھ ہجری میں پیش آیا جب یہود بنی نضیر کو جلا وطن کیا گیا تو ان کے اکابر مکہ
مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ
دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں، ابوسفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی اور کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے
پیارا ہے جو (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب
والے ہو بتاؤ تو ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ یہود نے کہا تمہی حق پر ہو، اس پر قریش خوش ہوئے۔ پھر یہودی
قبائل غطفان و قیس و غیلان وغیرہ میں گئے، وہاں بھی یہی تحریک کی وہ سب ان کے موافق ہو گئے اس طرح انہوں نے جابجا
دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کر لیا، جب سب لوگ تیار ہو گئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے سید
عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی، یہ اطلاع پاتے ہی حضور نے بمشورہ حضرت سلمان فارسی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کھدوائی شروع کر دی، اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کام کیا،
مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار کا لشکر گراں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا،
خندق مسلمانوں کے اور ان کے درمیان حائل تھی اس کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایسی تدبیر ہے جس سے عرب لوگ اب
تک واقف نہ تھے، اب انہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی اور اس محاصرہ کو پندرہ روز یا چوبیس روز گزرے، مسلمانوں پر
خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور ان پر تیز ہوا بھیجی نہایت سرد اور اندھیری رات

میں اس ہوا نے ان کے خیمے گرا دیے، طنابیں توڑ دیں، کھونٹے اکھاڑ دیے، ہانڈیاں الٹ دیں، آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالٰی نے فرشتے بھیج دیے جنہوں نے کفار کو لرزا دیا، ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی مگر اس جنگ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو خبر لینے کے لئے بھیجا وقت نہایت سرد تھا یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ ہوتے وقت ان کے چہرے اور بدن پر دستِ مبارک پھیرا جس سے ان پر سردی اثر نہ کر سکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے، وہاں تیز ہوا چل رہی تھی اور سنگریزے اڑ اڑ کر لوگوں کے لگ رہے تھے، آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی، عجب پریشانی کا عالم تھا، لشکرِ کفار کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالم دیکھ کر اٹھے اور انہوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے، یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کیا، حضرت حذیفہ نے دانائی سے اپنے داہنے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں، اس کے بعد ابوسفیان نے کہا اے گروہ قریش تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے، بنی قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں، ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کر دو، میں کوچ کرتا ہوں ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی کوچ کوچ کا شور مچ گیا، ہوا ہر چیز کو الٹے ڈالتی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر تک محدود تھی اس سے باہر نہ تھی، اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور کثیر سامان چھوڑ گیا۔

مِنَ الْمَلَائِكَة: ۔یہاں سے ،،ھا،، ضمیر کا مرجع بتادیا۔

بِالتَّاءِ مِنْ حَفْرِ الْخَنْدَقِ وَبِالْيَاءِ مِنْ تَحْزِيبِ الْمُشْرِكِيْنَ: ۔یہاں سے ،،**تَعْمَلُوْنَ**،، کی صرفی تحقیق بتادی ،،اگر لفظ "**تعلمون**" کو "ت" کے ساتھ پڑھا جائے یعنی جمع مذکر حاضر کے صیغے کے طور پر تو اس سے مراد خندق کھودنے والے لوگ ہونگے اور اگر اسے "ی" کے ساتھ پڑھا جائے جمع مذکر غائب کے صیغے کے طور پر تو اس سے مراد مشرکین کے لشکر کے افراد ہوں گے۔

مِنْ أَعْلَى الْوَادِي وَأَسْفَلِه: ۔یہاں سے ،،**مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ**،، کی تفسیر کردی۔

مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ: ۔صرفی تحقیق بتادی کہ ،،**الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب**،، بدل ہیں ،،**مِنْ أَعْلَى الْوَادِي وَأَسْفَلِه**،، سے۔

یعنی وادی کی بالائی جانب مشرق سے قبیلہ اسد و غطفان کے لوگ مالک بن عوف نصری و عیینہ بن حسن فزاری کی سرکردگی میں ایک ہزار کی جمعیت لے کر اور ان کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کر اور حیی بن اخطب، یہود بنی قریظہ کی جمعیت لے کر اور وادی کی زیریں جانب مغرب سے قریش اور کنانہ ابوسفیان بن حرب کی سرکردگی میں۔

مَالَتْ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَى عَدُوِّهَا مِنْ كُلِّ جَانِبٍ: ۔آیت کی تفسیر کردی کہ اور جب آنکھیں ٹیڑھی ہو گئیں یعنی ہر طرف سے ہٹ کر دشمن کی طرف لگ گئیں اور شدت رعب و ہیبت سے حیرت میں آ گئیں۔

جمع حَنجَرَة وَهِىَ مُنتَهَى الحَلقُوم: یہاں سے ,,الحَناجِر،، کی لغوی تحقیق بتا دی کہ یہ لفظ "حنجرۃ" کی جمع ہے جو حلقوم کے آخری حصے کو کہتے ہیں۔

مِنْ شِدَّة الخَوف: ۔متعلق نکال کر بتا دیا یعنی شدت خوف کی وجہ سے دل حلق تک پہنچ گئے۔خوف واضطراب انتہا کو پہنچ گیا۔

المُختَلِفَة بِالنَّصرِ والبأس: ۔یہاں سے ,,الظنون،، کی صفت نکال کر بتا دی یعنی مدد اور مایوسی کے حوالے سے اختلاف والا گمان کیا۔مطلب یہ کہ منافق تو یہ گمان کرنے لگے کہ مسلمانوں کا نام ونشان باقی نہ رہے گا، کفار کی اتنی بڑی جمعیت سب کو فنا کر ڈالے گی اور مسلمانوں کو اللہ تعالی کی طرف سے مدد آنے اور اپنے فتحیاب ہونے کی امید تھی۔

اُختُبِرُوا: ۔یہاں سے ,,اُبتُلِیَ،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

لِیَتَبَیَّن المُخلِص مِنْ غَیرِہ: ۔علت نکال کر بتا دی، یعنی تاکہ پتہ چل جائے کہ اخلاص والا اور اخلاص کے بغیر کون ہے۔

حُرِّکُوا: ۔یہاں سے ,,زُلزِلُوا،، کا معروف معنی بتا دیا۔

مِنْ شِدَّة الفزع: ۔یہاں سے ,,,,کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

(وَ)اُذکُرْ (اِذْ یَقُول المُنَافِقُونَ وَالَّذِینَ فِی قُلُوبِهِمْ مَرَض) ضَعف اعْتِقَاد (مَا وَعَدَنَا اللّٰه وَرَسُولُه)بِالنَّصرِوالیاس (اِلَّا غُرُورًا) بَاطِلًا(وَاِذْ قَالَتْ طَائِفَة مِنهُمْ) اَیْ المُنَافِقُونَ (یَا اَهلَ یَثرِب) هِیَ اَرض المَدِینَة وَلَمْ تُصرَف لِلعَلَمِیَّة وَوَزن الفِعل (لَا مُقَام لَکُمْ) بِضَمِّ المِیم وَفَتحِهَا اَیْ لَا اِقَامَة وَلَا مَکَانَة (فَارْجِعُوا) اِلَی مَنَازِلِکُمْ مِنَ المَدِینَة وَکَانُوا خَرَجُوا مَعَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیهِ وَسَلَّمَ اِلَی سَلع جَبَل خَارِج المَدِینَة لِلقِتَالِ (وَیَستَأذِن فَرِیق مِنهُمُ النَّبِیّ) فِی الرُّجُوع (یَقُولُونَ اِنَّ بُیُوتَنَا عورة) غیر حصینة یخشی علیها قال تعالی (وَمَا هِیَ بِعَورَةٍ اِنْ) مَا (یُرِیدُونَ اِلَّا فِرَارًا) مِنَ القِتَال(وَلَوْ دُخِلَتْ) اَیْ المَدِینَة (عَلَیهِمْ مِنْ اَقطَارِهَا) نَوَاحِیهَا (ثُمَّ سُئِلُوا) اَیْ سَأَلَهُمُ الدَّاخِلُونَ (الفِتنَة) الشِّرک (لَآتَوهَا) بِالمَدّ وَالقَصر اَیْ اَعطَوهَا وَفَعَلُوهَا (وما تلبثوا بها اِلا یسیرا)وَلَقَد کَانُوا عَاهَدُوا اللّٰه مِنْ قَبلُ لَا یُوَلُّونَ الاَدبَارَ وَکَانَ عَهدُ اللّٰه مَسْئُولًا

اور یاد کرو جب منافقین نے اور جن کے دلوں میں بیماری تھی یعنی کمزور عقیدہ انہوں نے یہ کہا اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا یعنی مدد کا وہ صرف غرور یعنی باطل (جھوٹا) تھا۔اور جب ان میں سے ایک گروہ نے یعنی منافقین نے یہ کہا اے یثرب والو اس سے مراد مدینے کی سرزمین ہے اسے منصرف کے طور پر نہیں پڑھا جا سکتا کیونکہ یہ علم بھی ہے اور فعل کے وزن پر بھی ہے۔

تمہارے لیے کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے اس میں ''میم'' پر پیش اور زبر دونوں پڑھے جا سکتے ہیں یعنی نہ ٹھہرنا ہے اور نہ ہی جگہ ہے تم لوٹ جاؤ مدینے میں اپنے گھروں کی طرف، یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جنگ کرنے کے لیے ''سلع'' پہاڑ تک آئے تھے جو مدینہ منورہ سے باہر ہے، تو ان میں سے ایک گروہ نے نبی پاک سے اجازت مانگی یعنی واپس جانے کی، انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں (ان پر حملہ ہونے) کا اندیشہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ گھر ''عورت'' (یعنی غیر محفوظ) نہیں ہیں وہ لوگ صرف فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں یعنی جنگ سے۔ اور اگر داخل ہو جاتے یعنی مدینہ منورہ میں ان پر اس کے کناروں کی طرف سے یعنی نواحی علاقے کی طرف سے پھر ان سے پوچھا جاتا یعنی داخل ہونے والے ان سے مطالبہ کرتے فتنے کا یعنی شرک کا تو وہ ضرور اس تک آتے اس کو ''مد'' کے ہمراہ اور قصر کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے یعنی وہ اسے دیتے (جب مد کے ساتھ ہو) یا وہ ایسا کرتے (جب وہ قصر کے طور پر ہو) انہوں نے اس کا صرف ذرا سی دیر کے لیے انتظار کرنا تھا۔ اور اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کے بارے میں سوال کیا جائے گا یعنی اسے پورا کرنے کے حوالے سے حساب لیا جائے گا۔ اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

اغراض مفسر

أذْكُرْ:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،،اذ،، فعل محذوف ،،اذکر،، کا مفعول فیہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

ضَعْفُ اعْتِقَادٍ:۔ یہاں سے ،،مرض،، کا معنی مرادی بتا دیا۔

بِالنَّصْرِ:۔ یہاں سے ،،وعد،، کا متعلق یا موعود بہ بتا دیا۔

بَاطِلًا:۔ یہاں سے ،،غرورا،، کا معنی مرادی بتا دیا۔

خیال رہے کہ یہ بات معتب بن قشیر نے کفار کے لشکر دیکھ کر کہی تھی کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہمیں فارس و روم کی فتح کا وعدہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی یہ مجال بھی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے تو یہ وعدہ دھوکا ہے۔

أيِ الْمُنَافِقُونَ:۔ یہاں سے ،،طائفہ،، کی تفسیر کر دی۔ یعنی منافقین کے ایک گروہ نے۔

هِيَ أرْضُ الْمَدِينَةِ۔ یہاں سے ،،یثرب،، کی تفسیر کر دی۔ یہ مقولہ منافقین کا ہے انہوں نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا۔

مدینہ کو یثرب کہنے کا مسئلہ: مسلمانوں کو یثرب نہ کہنا چاہیے حدیث شریف میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کی ممانعت آئی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نا گوار تھا کہ مدینہ پاک کو یثرب کہا جائے کیونکہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں۔

وَلَمْ تُصْرَفْ لِلْعَلَمِيَّةِ وَوَزْنِ الْفِعْلِ:۔ یہاں سے ،،یثرب،، کی نحوی تحقیق بتا دی، کہ اسے منصرف کے طور پر نہیں پڑھا جا سکتا کیونکہ یہ علم بھی ہے اور فعل کے وزن پر بھی ہے لہذا یہ غیر منصرف ہے۔

بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِهَا أَيْ لَا إِقَامَةَ وَلَا مَكَانَةَ:۔ یہاں سے ،،مقام،، کی نحوی تحقیق بتادی کہ اس میں "میم" پر پیش اور زبر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں پہلی صورت میں اس کا معنی ،،نہ ٹھہرنا ہے،، اور دوسری صورت میں اس کا معنی ،،نہ ہی جگہ ہے،،۔

إِلَى مَنَازِلِكُمْ مِنَ الْمَدِينَةِ: یہاں سے ،،ارجعوا،، کا متعلق نکال کر بتادیا کہ تم لوٹ جاؤ مدینے میں اپنے گھروں کی طرف۔

وَكَانُوا خَرَجُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَلْعِ جَبَلٍ خَارِجِ الْمَدِينَةِ لِلْقِتَالِ:۔ وقوعہ نکال کر بتادیا کہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جنگ کرنے کے لیے "سلع" پہاڑ تک آئے تھے جو مدینہ منورہ سے باہر ہے۔

فِي الرُّجُوعِ:۔ یہاں سے ،،یستاذن،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

غير حصينة يخشى عليها قال تعالى:۔ یہاں سے ،،عورة،، کا معنی مرادی بتادیا یعنی انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں ان پر حملہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

مَا:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ،،ان،، ما نافیہ کے معنی میں ہے۔

مِنَ الْقِتَالِ:۔ ،،فرارا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

أَيِ الْمَدِينَةِ:۔ یہاں سے ،،،، کا نائب فاعل نکال کر بتادیا۔

نَوَاحِيهَا:۔ یہاں سے ،،أقطارها،، کا معنی مرادی بتادیا۔

أَيْ سَأَلَهُمُ الدَّاخِلُونَ:۔

الشِّرْكَ:۔ یہاں سے ،،الفتنة،، کا معنی مرادی بتادیا۔

بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ: یہاں سے ،،لآتوها،، کی صرفی تحقیق بتادی، کہ اس کو "مد" کے ہمراہ اور قصر کے طور پر پڑھا جاسکتا ہے۔

أَيْ أَعْطَوْهَا وَفَعَلُوهَا:۔ قصر اور مد دونوں صورتوں میں اس کا معنی بتادیا۔ جب مد کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا یعنی وہ اسے دیتے، جب قصر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا یعنی وہ ایسا کرتے۔

كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُولًا: یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو دریافت فرمائے گا کہ کیوں وفا نہیں کیا گیا۔

(قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا) إن فررتم (لَا تُمَتَّعُونَ) فِي الدُّنْيَا بَعْدَ فِرَارِكُمْ (إِلَّا قَلِيلًا) بَقِيَّةَ آجَالِكُمْ (قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ) يُجِيرُكُمْ (مِنَ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا) هَلَاكًا وَهَزِيمَةً (أَوْ) يُصِيبُكُمْ بِسُوءٍ إِنْ (أَرَادَ) اللّٰهُ (بِكُمْ رَحْمَةً) خَيْرًا (وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ) أَيْ غَيْرِهِ (وَلِيًّا) يَنْفَعُهُمْ (وَلَا نَصِيرًا) يَدْفَعُ الضر عنهم (قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِينَ) الْمُثَبِّطِينَ (مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ) تَعَالَوْا (إِلَيْنَا

وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ) الْقِتَالَ (إِلَّا قَلِيلًا) رِيَاءً وَسُمْعَةً

تم فرمادو فرار اختیار کرنا تمہیں فائدہ نہیں دے گا اگر تم موت یا قتل سے راہ فرار اختیار کرتے ہو تو اس صورت میں یعنی اگر تم فرار ہو جاؤ تو تمہیں تمہارے فرار ہو جانے کے بعد دنیا میں صرف تھوڑا سا فائدہ ملے گا (جو تمہاری بقیہ زندگی کی صورت میں ہوگا)۔ تم فرمادو تمہیں کون بچائے گا یعنی تمہیں کون پناہ دے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر وہ تمہارے لیے برائی کا ارادہ کرے یعنی ہلاکت اور شکست کا یا پھر (کون) تمہیں برائی پہنچائے گا اگر وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تمہارے لیے رحمت یعنی بھلائی کا ارادہ کرے وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ یعنی کسی اور کو نگران نہیں پائیں گے جو ان سے تکلیف کو دور کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم میں سے روکنے والے ہیں یعنی منع کرنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے آؤ! یعنی ہماری طرف آجاؤ اور تکلیف یعنی جنگ کی طرف بہت تھوڑے لوگ جاتے ہیں جو دکھاوے اور ریاکاری کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔

اغراض مفسر

إِنْ فَرَرْتُمْ: ۔ شرط محذوف تھی نکال کر بتادی۔ یعنی تم فرمادو فرار اختیار کرنا تمہیں فائدہ نہیں دے گا کیونکہ جو مقدر ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا

فِي الدُّنْيَا بَعْدَ فِرَارِكُمْ: ۔ یہاں سے ،، تمتعون ،، کا ظرف نکال کر بتادیا یعنی فرار کے بعد دنیا کا تھوڑا فائدہ پاؤ گے۔ یعنی اگر وقت نہیں آیا ہے تو بھی بھاگ کر تھوڑے ہی دن جتنی عمر باقی ہے اتنے ہی دن دنیا کو برتو گے اور یہ ایک قلیل مدت ہے۔

يُجِيرُكُمْ: ۔ یہاں سے ،، يعصم ،، کا معنی مرادی بتادیا۔

هَلَاكًا وَهَزِيمَةً: ۔ یہاں سے ،، سوء ،، کی تفسیر کردی۔ یعنی ہلاکت اور شکست، مطلب یہ کہ اس کو تمہارا قتل و ہلاک منظور ہو تو اس کو کوئی دفع نہیں کرسکتا۔

يُصِيبُكُمْ بِسُوءٍ: ۔ یہاں سے محذوف جملے کی طرف اشارہ کیا یعنی اگلے جملے کی جزا محذوف تھی نکال کر بتادی۔

إِنْ: ۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،، اراد ،، کا جملہ شرط ہے اور اس سے پہلے حرف شرط ،، ان ،، محذوف ہے۔

اللّٰهُ: ۔ یہاں سے اراد کا فاعل بتادیا۔

خَيْرًا: ۔ ،، رحمۃ ،، کا معنی مرادی بتادیا۔

أَيْ غَيْرِهِ: ۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،، دون ،، غیر کے معنی میں ہے۔

يَنْفَعُهُمْ: ۔ یہاں سے ،، وليا ،، کی صفت نکال کر بتادی۔

ولی کے بارے میں قاعدہ: (۱) الف: جب ''ولی'' رب کے مقابل آئے تو اس سے مراد معبود یا مالک حقیقی ہے اور ایسا ولی اختیار کرنا شرک و کفر ہے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ

کیا کافروں نے سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنا ئیں۔(پ16،الکہف:102)

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا

ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔(پ20،العنکبوت:41)

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ :اور وہ جنہوں نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنالئے۔(پ23،الزمر:3)

ان جیسی آیتوں میں ولی بمعنی معبود ہے یا مالک حقیقی۔

(۲)ب :جب''ولی ''رب کے مقابل نہ ہو تو اس سے مراد دوست یا مددگار،وغیرہ ہیں۔

''ب '' کی مثال یہ ہے:**اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ**: تمہارا دوست یا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اورزکوۃ دیتے ہیں اوررکوع کرتے ہیں۔ (پ6،المآئدۃ:55)

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ??

پس ہمارے لئے اپنی طرف سے ولی بنادے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار مقرر فرمادے۔(پ5،النسآء:75)

ان جیسی آیات میں ''ولی '' سے مراد معبود نہیں، بلکہ دوست یا مددگار وغیرہ مراد ہیں کیونکہ یہاں رب کے مقابل ولی نہیں فرمایا گیا ہے۔

یَدفع الضر عنھم:۔یہاں سے،،نصیرا،،کی صفت نکال کر بتادی۔

الْمُثَبِّطِینَ:۔یہاں سے،،**الْمُعَوِّقِین**،،کا معنی بتادیا یعنی منع کرنے والے ہیں،وہ کہتے کہ سید عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دو،ان کے ساتھ جہاد میں نہ رہو اس میں جان کا خطرہ ہے۔

تَعالَوْا:۔یہاں سے،، **ھَلُمَّ**،،کا معنی مرادی بتادیا۔

شانِ نُزول :یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی ان کے پاس یہود نے پیام بھیجا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابو سفیان کے ہاتھوں سے ہلاک کرانا چاہتے ہو،اس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمہیں پاگئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے،ہمیں تمہارا اندیشہ ہے تم ہمارے بھائی اور ہمسایہ ہو ہمارے پاس آجاؤ، یہ خبر پاکر عبداللہ بن اُبَی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مومنین کو ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور اس میں انہوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انہوں نے کوشش کی مومنین کا ثبات واستقلال اور بڑھتا گیا۔

الْقِتَال:۔یہاں سے،،**الْبَأس**،،کا معنی مرادی بتادیا۔

رِیَاءً وَسُمْعَۃً:۔تمیز نکال کر بتادی یعنی جو دکھاوے اور ریا کاری کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔

(أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ) بِالْمُعَاوَنَةِ جَمْعُ شَحِيحٍ وَهُوَ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ يَأْتُونَ (فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي) كَنَظَرِ أَوْ كَدَوَرَانِ الَّذِي (يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ) أَيْ سَكَرَاتِهِ (فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ) وَحِيزَتِ الْغَنَائِمُ (سَلَقُوكُمْ) آذوكم أو ضربوكم (بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ) أَيِ الْغَنِيمَةِ يَطْلُبُونَهَا (أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا) حَقِيقَةً (فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ) الْإِحْبَاطُ (عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا) بِإِرَادَتِهِ (يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ) مِنَ الْكُفَّارِ (لَمْ يَذْهَبُوا) إِلَى مَكَّةَ لِخَوْفِهِمْ مِنْهُمْ (وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ) كَرَّةً أُخْرَى (يَوَدُّوا) يَتَمَنَّوْا (لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ) أَيْ كَائِنُونَ فِي الْبَادِيَةِ (يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ) أَخْبَارِكُمْ مَعَ الْكُفَّارِ (وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ) هَذِهِ الْكَرَّةَ (مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا) رِيَاءً وَخَوْفًا مِنَ التَّعْيِيرِ

وہ تمہارے ساتھ بخل سے کام لیتے ہیں یعنی تعاون کرنے میں (أَشِحَّةً) یہ لفظ ''شحیح'' کی جمع ہے اور یہ لفظ ''یاتون'' کی ضمیر کا حال واقع ہو رہا ہے پھر جب خوف آجائے تو تم انہیں دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف دیکھیں گے ان کی آنکھیں ادھر ادھر گھوم رہی ہوں گی وہ اس طرح دیکھیں گے یا وہ گھومنا اس طرح ہوگا جس پر موت آجائے یعنی موت کی سختیاں آجائیں اور جب وہ خوف چلا جائے اور مال غنیمت اکٹھا ہو جائے تو وہ تمہیں طعنے دیں یعنی اذیت پہنچائیں اور مثالیں دیں۔ تیز زبانوں کے ذریعے گویا وہ بھلائی کے لالچی ہیں یعنی مال غنیمت طلب کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے یعنی حقیقت میں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو ضائع کر دیا اور وہ یعنی ضائع کرنا اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے یعنی اس کے ارادے کے ہمراہ۔ وہ گروہوں کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں یعنی کفار کے بارے میں کہ وہ لوگ نہیں گئے مکہ کی طرف ایسا ان کے خوف کی وجہ سے ہے اور اگر وہ گروہ آجائیں یعنی دوسری مرتبہ تو وہ یہ پسند کریں گے یعنی یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ لوگ دیہات میں رہ رہے ہوتے یعنی دیہاتی زندگی بسر کرتے، وہ تم سے ہماری خبریں دریافت کریں گے یعنی کفار کے ساتھ تمہارے (جنگ کے نتائج) اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے اس مرتبہ بھی تو انہوں نے جنگ میں تھوڑا سا حصہ لیا تھا (وہ بھی) دکھاوے کے طور پر یا شرمندگی کے خوف سے۔

اغراض مفسر

بِالْمُعَاوَنَةِ: یہاں سے ''أَشِحَّةً'' کا متعلق نکال کر بتا دیا۔ یعنی وہ تمہارے ساتھ بخل سے کام لیتے ہیں تعاون کرنے میں۔

جَمْعُ شَحِيحٍ: یہاں سے ''أَشِحَّةً'' کی لغوی تحقیق نکال کر بتا دی، کہ یہ لفظ ''شحیح'' کی جمع ہے۔

وَهُوَ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ يَأْتُونَ: ۔ یہاں سے ''أَشِحَّةً'' کی صرفی تحقیق نکال کر بتا دی کہ یہ لفظ ''یاتون'' کی ضمیر کا حال واقع ہو رہا ہے۔

كَنَظَرِ أَوْ كَدَوَرَانِ الَّذِي:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ،، کے جملہ میں دوترکیبی صورتیں ہیں (۱) یہ جملہ ینظرون کے محذوف مصدر نظرا کی نعت ہے یعنی ،،**ینظرون الیك نظرا كنظر الذی يغشى عليه من الموت**،، (۲) یہ جملہ ،،تدور کے محذوف مصدر دوران کی نعت ہے یعنی ،،**تدور الیك دورانا كدوران عين الذی يغشى عليه من الموت**،، دونوں صورتوں کا ترجمہ یوں ہوگا ،،تم انہیں دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف دیکھیں گے ان کی آنکھیں ادھر ادھر گھوم رہی ہوں گی وہ اس طرح دیکھیں گے یا وہ گھومنا اس طرح ہوگا جس پر موت آجائے۔

أَیْ سَكَرَاتِهِ:۔اس طرف اشارہ کیا کہ موت سے مراد موت کی سختیاں ہیں یعنی موت کی سختیاں آجائیں۔

وَحِيزَتْ الْغَنَائِمِ:۔اس طرف اشارہ کی کہ جملہ محذوف ہے یعنی مال غنیمت اکٹھا ہو جائے۔

آذوكم أَوْ ضَرَبُوكُمْ:۔یہاں سے ،،سلقوا،، کا مرادی معنی نکال کر بتا دیا۔(اس آیت میں استعارہ بالکنایہ استعمال ہوا ہے یعنی انسان کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ بہ مارنا ہے) یعنی وہ زبان کی تلوار چلاتے ہیں مراد اذیت دیتے ہیں۔

أَیْ الْغَنِيمَةِ يَطْلُبُونَهَا:۔یہاں سے ،،خیرا،، کا مرادی معنی نکال کر بتا دیا۔

حَقِيقَةً:۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ منافق ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے تھے پھر آیت میں ،،لایومنون،، کیوں کہا گیا؟ مفسر نے حقیقت نکال کر جواب دیا کہ وہ بظاہر تو کلمہ پڑھتے تھے لیکن حقیقت یعنی دل سے کلمہ گو نہیں تھے اس لئے انہیں ،،لایومنون،، کہا گیا۔

الْإِحْبَاطِ:۔یہاں سے ،،ذلک،، کا مشار الیہ بتا دیا۔

مِنَ الْكُفَّارِ:۔یہاں سے ،،احزاب،، کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی کفار کا لشکر۔

إِلَى مَكَّةَ:۔یہاں سے ،،لم یذھبوا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

لِخَوْفِهِمْ مِنْهُمْ:۔یہاں سے ،،لم یذھبوا،، یعنی نہ جانے کا سبب نکال کر بتا دیا۔

كَرَّةً أُخْرَى:۔تعدد بتا دیا یعنی دوسری مرتبہ۔

يَتَمَنَّوْا:۔یہاں سے ،،**يَوَدُّوا**،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

أَیْ كَائِنُونَ فِي الْبَادِيَةِ:۔حال نکال کر بتا دیا۔

أَخْبَارِكُمْ مَعَ الْكُفَّارِ:۔یہاں سے ،،**أَنْبَائِكُمْ**،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

هٰذِهِ الْكَرَّةَ:۔تعدد بتا دیا یعنی اس مرتبہ۔

رِيَاءً وَخَوْفًا مِنَ التَّعْيِيرِ:۔تمیز نکال کر بتا دی، دکھاوے کے طور پر یا شرمندگی کے خوف سے۔

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ إِسْوَة) بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ وَضَمِّهَا (حَسَنَة) اقْتِدَاء بِهِ فِي الْقِتَال وَالثَّبَات فِي مَوَاطِنه (لِمَنْ) بَدَل مِنْ لَكُمْ (كَانَ يَرْجُو الله) يَخَافهُ (وَالْيَوْم الْآخِر وَذَكَرَ الله كَثِيرًا) بِخِلَافِ مَنْ لَيْسَ كَذَلِكَ(وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَاب) مِنَ الْكُفَّار (قَالُوا هذا ماوعدنا اللهُ وَرَسُوله) مِنَ الِابْتِلَاء وَالنَّصْر (وَصَدَقَ اللهُ وَرَسُوله) فِي الْوَعْد (وَمَا زَادَهُمْ) ذَلِكَ (إِلَّا إِيمَانًا) تَصْدِيقًا بِوَعْدِ الله (وَتَسْلِيمًا) لِأَمْرِهِ(مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَال صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ) مِنَ الثَّبَات مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبه) مَاتَ أَوْ قُتِلَ فِي سَبِيل الله (وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِر) ذَلِكَ (وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا) فِي الْعَهْد وَهُمْ بِخِلَافِ حَال الْمُنَافِقِينَ

تمہارے لیے اللہ کے رسول (کی سیرت میں) نمونہ ہے اس لفظ (اسوہ) کو''ہ'' پر زبر اور پیش دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے، بہترین (نمونہ) یعنی جنگ کرنے میں ان کی پیروی کرنا اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا یہ اس شخص کے لیے ہے یہ لفظ''لمن'' لکم کا بدل ہے جو اللہ تعالیٰ کی امید رکھتا ہو یعنی اس کا خوف رکھتا ہو اور آخرت کے دن کا بھی اور وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو اس کے برعکس وہ شخص جو ایسا نہیں کرتا۔ جب اہل ایمان نے (دشمن کے) لشکروں کو دیکھا یعنی کفار کے تو انہوں نے یہ کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا یعنی اس آزمائش اور مدد کا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول سچے ہیں اپنے وعدے میں اور اس بات نے ان لوگوں کے ایمان میں یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدے کی تصدیق میں اضافہ ہی کیا اور اس کے حکم کی فرمانبرداری میں بھی (اضافہ ہی کیا) اہل ایمان میں سے بعض وہ مرد ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو سچ ثابت کر دکھایا یعنی وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی منت کو پورا کیا یعنی وہ فوت ہو گئے یا اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے اور بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں جو اس کا انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی یعنی اس عہد میں اور یہ منافقین کی حالت کے برعکس ہیں۔

اغراض مفسر

بِكَسْرِ الْهَمْزَةِ وَضَمِّهَا: یہاں سے،،اسوہ،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ اس لفظ (اسوہ) کو''ہ'' پر زبر اور پیش دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔

اقْتِدَاء بِهِ فِي الْقِتَال وَالثَّبَات فِي مَوَاطِنه: ۔یہاں سے،،حسنہ،، کی تفسیر کردی کہ بہترین (نمونہ) یعنی جنگ کرنے میں ان کی پیروی کرنا اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا۔

بَدَل مِنْ لَكُمْ: ۔یہاں سے،،لِمَنْ،، کا ترکیبی احتمال بتادیا، کہ یہ لفظ''لمن'' لکم کا بدل ہے۔

يَخَافه:۔ یہاں سے ،، یرجو،، کا معنی مراد ی بتادی۔

بِخِلَافِ مَنْ لَيْسَ كَذٰلِكَ:۔

مِنَ الْكُفَّار:۔ یہاں سے ،،الاحزاب،، کا بیان نکال کرتا دیا، یعنی کفار کا لشکر۔

مِنَ الِابْتِلَاء وَالنَّصْر:۔ یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کرتا دیا۔

فِي الْوَعْد:۔ یہاں سے ،،صدق،، کا متعلق نکال کرتا دیا۔

ذٰلِكَ:۔ یہاں سے ،،زاد،، کا فاعل نکال کرتا دیا۔

تَصْدِيقًا بِوَعْدِ الله:۔ یہاں سے ،،ایمانا،، کی تفسیر کردی یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدے کی تصدیق میں اضافہ ہی کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ پچھلی نو یا دس راتوں میں لشکر تمہاری طرف آنے والے ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ اس میعاد پر لشکر آ گئے تو کہا یہ ہے وہ جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا۔

لِأَمْرِه:۔ یہاں سے ،،تسلیما،، کا متعلق نکال کرتا دیا۔

مِنَ الثَّبَات مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔ یہاں سے ،،ما،، کا بیان بتا دیا، یعنی وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید اور حضرت حمزہ اور حضرت مصعب وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نذر کی تھی کہ وہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کا موقع پائیں گے تو ثابت رہیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں، ان کی نسبت اس آیت میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔

مَاتَ أَوْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ الله:۔ منت کی تفسیر کردی کہ ان کی منت اللہ کی راہ میں مر جانا یا شہید ہو جانا تھی۔

جو جہاد پر ثابت رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا جیسے کہ حضرت حمزہ ومصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور جو شہادت کا انتظار کر رہا ہے جیسے کہ حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ذٰلِكَ:۔ یہاں سے ،،ینتظر،، کا مفعول بتا دیا۔

فِي الْعَهْدِ:۔ یہاں سے ،،بدلوا،، کا متعلق نکال کرتا دیا۔ یعنی اپنے عہد پر ویسے ہی ثابت قدم رہے شہید ہو جانے والے بھی اور شہادت کا انتظار کرنے والے بھی، ان منافقین اور مریض القلب لوگوں پر تعریض ہے جو اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔

(لِيَجْزِيَ اللهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ) بِأَنْ يُمِيتَهُمْ عَلَى نِفَاقِهِمْ (أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ كَانَ غَفُورًا) لِمَنْ تَابَ (رحيما) به(وَرَدَّ اللهُ الَّذِينَ كَفَرُوا) أَيْ

الْأَحزاب (بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا) مُرادهم من الظفر بِالْمُؤْمنين (وَكَفَى اللّٰه الْمُؤْمِنِينَ القتال) بِالرِّيحِ وَالْمَلَائِكَة (وَكَانَ اللّٰه قَوِيًّا) عَلَى إيجاد مَا يُريدهُ (عَزِيزًا) غَالِبًا عَلَى أمره(وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ من أهل الْكتاب) أي قُرَيْظَة (مِنْ صَيَاصِيهِمْ) حُصُونهمْ جمع صيصة وَهُوَ مَا يُتَحَصَّن بِهِ (وَقَذَفَ فِي قُلُوبهمْ الرُّعْب) الْخَوْف (فَرِيقًا تَقْتُلُونَ) مِنْهُمْ وَهُمْ الْمُقَاتِلَة (وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا) مِنْهُمْ أَي الذَّرَارِي(وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضهمْ وَدِيَارهمْ وَأَمْوَالهمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا) بعد وهي خيبر أخذت بعد قريظة (وكان الله على كل شيء قديرا)

یہ اس لیے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور منافقین کو عذاب دے اگر وہ چاہے یعنی انہیں ان کے نفاق پر موت دے یا ان کو توبہ کی توفیق دے بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے اس شخص کے لیے جو توبہ کرے اور رحم کرنے والا ہے اس شخص پر۔ اور اللہ تعالیٰ نے واپس کر دیا ان کفار کو یا ان کے لشکروں کو ان کی جلن کے ہمراہ وہ کسی بھلائی تک نہیں پہنچ سکے یعنی اپنی مراد کو نہیں پا سکے جو کامیابی کی شکل میں ہوتی' مومنین کے مقابلے میں اور اللہ تعالیٰ جنگ میں مومنین کی مدد کرنے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ میں مومنین کی کفایت کی' ہوا اور فرشتوں کے ذریعے' اللہ تعالیٰ قوی ہے اس چیز کو نافذ کرنے میں جس کا وہ ارادہ کرے اور عزیز ہے یعنی غالب ہے اپنے فیصلے میں۔ اور اس نے نازل کیا ان لوگوں پر جنہوں نے (اہل کتاب نے) ان کی مدد کی یعنی قبیلہ قریظہ کے لوگوں نے اپنے قلعوں کے ذریعے یہ لفظ صیصة کی جمع ہے اس سے مراد وہ چیز ہے جس کی پناہ میں آیا جائے اور اس نے ڈال دیا ان لوگوں کے دلوں میں خوف، ان میں سے ایک فریق کو تم نے قتل کیا اور یہ جنگجو لوگ تھے اور ایک فریق کو تم نے قیدی بنا لیا اس سے مراد ان کے بچے ہیں۔ اور اس نے تمہیں زمین کا بستیوں کا اور اموال کا وارث بنایا اور اس زمین کا جسے تم نے روندا نہیں ہے (یعنی جنگ نہیں کی) اس کے بعد' اس سے مراد یہ خیبر کی زمین ہے جو قریظہ کے بعد قبضے میں لی گئی اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

اغراض مفسر

بِأَن يُمِيتهُمْ عَلَى نِفَاقهمْ:۔ عذاب کی صورت نکال کر بتا دی۔

لِمَنْ تَابَ:۔ یہاں سے ،،غفور،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

بِهِ:۔ یہاں سے ،،رحیم،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

أَي الْأَحْزَاب:۔ یہاں سے ،،کفروا،، کا فاعل نکال کر بتا دیا۔

مُرادهم من الظَّفَر بِالْمُؤْمِنِينَ:۔ یہاں سے ،،خیرا،، کی تفسیر کر دی۔

بِالرِّيحِ وَالْمَلَائِكَةِ:۔ یہاں سے ،،کفایت،، کا سبب نکال کر بتادیا۔

عَلٰى إِيجَادِ مَا يُرِيدُهُ:۔ یہاں سے ،،قویا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

غَالِبًا عَلٰى أَمْرِهِ:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ صفت مشبہ بنی للفاعل ہے یعنی فاعل کے معنی میں ہے۔

أَيْ قُرَيْظَةَ:۔ اصل کتاب کی تفسیر کردی۔

شانِ نزول: اس میں غزوہ بنی قُریظہ کا بیان ہے ، یہ آخر ذی قعدہ ۴ھ یا ۵ھ میں ہوا جب غزوہ خندق میں شب کو مخالفین کے لشکر بھاگ گئے جس کا اوپر کی آیات میں ذکر ہو چکا ہے اس شب کی صبح کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور ہتھیار اتار دیئے، اس روز ظہر کے وقت جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک دھویا جارہا تھا، جبریل امین حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے چالیس روز سے ہتھیار نہیں رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو بنی قُریظہ کی طرف جانے کا حکم فرماتا ہے، حضور نے حکم فرمایا کہ ندا کردی جائے کہ جو فرمانبردار ہو وہ عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قُریظہ میں جا کر حضور یہ فرما کر روانہ ہو گئے اور مسلمان چلنے شروع ہوئے اور یکے بعد دیگرے حضور کی خدمت میں پہنچتے رہے یہاں تک کہ بعضے حضرات نماز عشا کے بعد پہنچے لیکن انہوں نے اس وقت تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ حضور نے بنی قُریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اس لئے اس روز انہوں نے عصر بعدِ عشا پڑھی اور اس پر نہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، لشکرِ اسلام نے پچیس روز تک بنی قُریظہ کا محاصرہ رکھا اس سے وہ تنگ آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم میرے حکم پر قلعوں سے اُترو گے؟ انہوں نے انکار کیا تو فرمایا کیا قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ کے حکم پر اُترو گے؟ اس پر وہ راضی ہوئے اور سعد بن معاذ کو ان کے بارے میں حکم دینے پر مامور فرمایا، حضرت سعد نے حکم دیا کہ مرد قتل کردیئے جائیں، عورتیں اور بچّے قید کئے جائیں پھر بازار مدینہ میں خندق کھودی گئی اور وہاں لاکر ان سب کی گردنیں ماری گئیں، ان لوگوں میں قبیلہ بنی نُضیر کا سردار حُیی بن اخطب اور بنی قُریظہ کا سردار کعب بن اسد بھی تھا اور یہ لوگ چھ سو یا سات سو جوان تھے جو گردنیں کاٹ کر خندق میں ڈال دیئے گئے۔

حُصُونِهِمْ:۔ یہاں سے ،،صَيَاصِيهِمْ،، کا معنی نکال کر بتادیا، یعنی قلعے۔

جَمْعُ صِيصَةٍ وَهُوَ مَا يُتَحَصَّنُ بِهِ:۔ یہاں سے ،،صَيَاصِيهِمْ،، کی لغوی تحقیق بتادی، یعنی یہ لفظ صیصۃ کی جمع ہے اس سے مراد وہ چیز ہے جس کی پناہ میں آیا جائے۔

الْخَوْفَ:۔ یہاں سے ،،الرعب،، کا معنی مرادی بتادیا۔

مِنْهُمْ:۔ یہاں سے ،،فریقا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

وَهُمُ الْمُقَاتِلَةُ: یہاں سے ،،فریقا،، کی تفسیر نکال کر بتادی کہ وہ جنگجو قوم تھی۔

منهم: یہاں سے ،،فریقا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

أي الذَّرَارِیْ: ۔ یہاں سے ،،فریقا،، کی تفسیر نکال کر بتادی کہ وہ ان کے بچے تھے۔

بعد: ، ظرف نکال کر بتا دیا۔

وھی خیبر أخذت بعد قریظة : ۔ یہاں سے ،،،، کی تفسیر کردی یعنی اس سے مراد یہ خیبر کی زمین ہے جو قریظہ کے بعد قبضے میں لی گئی۔

(یَا أَیُّهَا النَّبِیّ قُلْ لِأَزْوَاجِك) وَهُنَّ تِسع وَطَلَبْنَ مِنهُ من زِینَة الدُّنیَا مَا لَیْسَ عِنده (إِنْ کُنتُنَّ تُرِدنَ الحَیَاة الدُّنیَا وَزِینَتهَا فَتَعَالَیْنَ أُمَتِّعکُنَّ) أَیْ مُتعَة الطَّلَاق (وَأُسَرِّحکُنَّ سَرَاحًا جَمِیلًا) أُطَلِّقکُنَّ مِنْ غَیر ضِرَار(وَإِنْ کُنتُنَّ تُرِدنَ الله وَرَسُوله وَالدَّار الآخِرَة) أَیْ الجَنَّة (فَإِنَّ الله أَعَدَّ لِلمُحسِنَات مِنکُنَّ) بِإِرادة الآخِرَة (أَجرًا عَظِیمًا) أَیْ الجَنَّة فَاختَرْنَ الآخِرَة علی الدنیا(یٰنِسَاء النَّبِیّ مَنْ یَأْتِ مِنکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَیِّنَة) بِفَتحِ الیَاء وَکَسرهَا أَیْ بُیِّنَتْ أَوْ هِیَ بَیِّنَة (یُضَاعِف) وَفِی قِرَاءَة یُضَعِّف بِالتَّشدِیدِ وَفِی أُخرَی نُضَعِّف بِالنُّونِ مَعَهُ وَنَصبَ العَذَاب (لَهَا العَذَاب ضِعفَیْنِ) ضِعفَیْ عَذَاب غَیرهنَّ أَیْ مِثلَیه (وکان ذلك علی الله یسیرا)(وَمَنْ یَقنُت) یُطِعْ (مِنکُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوله وَتَعمَل صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجرهَا مَرَّتَینِ)أَیْ مِثلَیْ ثَوَاب غَیرهنَّ مِنَ النِّسَاء وَفِی قِرَاءَة بِالتَّحتَانِیَّة فِی تَعمَل وَنُؤْتِهَا (وَأَعتَدنَا لَهَا رِزقًا کَرِیمًا) فِی الجنة زیادة

اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو یہ نو خواتین تھیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دنیاوی آسائشوں سے متعلق ان چیزوں کا مطالبہ کیا جو (بظاہر) آپ کے پاس نہیں تھیں اگر تم دنیاوی زندگی چاہتی ہو اور اس کی آسائش چاہتی ہو تو آگے آؤ میں تمہیں متاع دیتا ہوں یعنی وہ جو طلاق کے وقت ساز و سامان دیا جاتا ہے اور میں تمہیں اچھے طریقے سے الگ کر دیتا ہوں یعنی کوئی نقصان پہنچائے بغیر تمہیں الگ کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کا ارادہ کرتی ہو یعنی جنت کا تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والی خواتین کے لیے تیار کیا ہے' آخرت کے ارادے کے تحت' عظیم اجر یعنی جنت' تو ان ازواج نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو اختیار کر لیا۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی واضح فحاشی کا ارتکاب کرے اس میں "ی" کے اوپر زبر بھی پڑھی جاسکتی ہے اور زیر بھی پڑھی جاسکتی ہے یعنی وہ چیز جسے واضح کر دیا گیا ہے یا جو واضح ہو تو اس کے لیے دوگنا ہوگا ایک قرات کے مطابق اس کو یُضَعَّفُ یعنی شد کے ہمراہ پڑھا جائے گا اور ایک قرات میں اس کو نُضَعِّفُ پڑھا جائے گا یعنی "ن" کے ہمراہ اس صورت میں لفظ

عذاب پر "زبر" آئے گی اس کے لیے عذاب دوگنا یعنی دیگر خواتین کے مقابلے میں دوگنا یعنی دو کی مانند اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے۔ اور جو قنوت کرے یعنی فرمانبردار ہو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور وہ نیک عمل کرے تو ہم اسے دو مرتبہ اجر دیں گے یعنی دیگر خواتین کے مقابلے میں دوگنا اجر اور ثواب، ایک قرات کے مطابق لفظ **تعمل** اور **نؤتها** میں قرأت تحتانیہ ہوگی اور ہم نے اس کے لیے تیار کیا ہے معزز رزق یعنی جنت اس کے علاوہ بھی۔

اغراض مفسر

وَهُنَّ تِسع وَطَلَبْنَ مِنهُ مِنْ زِينَةِ الدُّنْيَا مَا لَيْسَ عِنده:۔ شان نزول نکال کر بتا دیا، یہ نو خواتین تھیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دنیاوی آسائشوں سے متعلق ان چیزوں کا مطالبہ کیا جو (بظاہر) آپ کے پاس نہیں تھیں، جس کی تفصیل یہ کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ سے دنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی یہاں تو کمال زہد تھا سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے یہ خاطر اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواج مطہرات کو تخییر دی گئی، اس وقت حضور کی نو بیبیاں تھیں، پانچ قرشیہ (۱) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (۲) حفصہ بنتِ فاروق (۳) اُم حبیبہ بنتِ ابی سفیان (۴) اُم سلمیٰ بنتِ امیہ (۵) سودہ بنتِ زَمعَہ اور چار غیر قرشیہ (۶) زینب بنتِ جحش اسدیہ (۷) میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (۸) صفیہ بنتِ حُیَی بن اخطب خیبریہ (۹) جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن ۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو، انھوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

آیت میں مذکورہ سامان کی تفصیل: جس عورت کے ساتھ بعدِ نکاح دخول یا خلوتِ صحیحہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔

مسئلہ : جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبلِ دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا واجب ہے۔

أَيْ مُتْعَة الطَّلَاق:۔ یہاں سے ,,أُمَتِّعْكُنَّ،، کی تفسیر کردی یعنی وہ جو طلاق کے وقت سازوسامان دیا جاتا ہے۔

أُطَلِّقكُنَّ مِنْ غَيْرِ ضِرَار:۔ آیت کی تفسیر کردی یعنی کوئی نقصان پہنچائے بغیر تمہیں الگ کردیتا ہوں۔

أَيْ الْجَنَّة:۔ یہاں سے ,,دار آخرۃ،، کی تفسیر کردی۔

بِإِرَادَة الْآخِرَة:۔ یہاں سے ,,,,,کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

أَيْ الْجَنَّة:۔ یہاں سے ,,اجر عظیما،، کی تفسیر کردی۔

فَاخْتَرْنَ الْآخِرَة على الدنيا:۔ نتیجہ نکال کر بتا دیا، کہ ان ازواج نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو اختیار کرلیا۔

بفتح الیاء وکسرها أی بینت أو ھی بینة: یہاں سے ،،مُبَیِّنَة،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ اس میں ''ی'' کے اوپر زبر بھی پڑھی جاسکتی ہے اور زیر بھی پڑھی جاسکتی ہے پہلی صورت میں معنی ہوگا وہ چیز جسے واضح کردیا گیا ہے، دوسری صورت میں معنی ہوگا جو واضح ہو۔

لفظ فاحشہ کا تحقیقی پہلو: لفظِ فاحشہ جب معرفہ ہوکر وارد ہو تو اس سے زنا ولواطت مراد ہوتی ہے اور اگر نکرہ غیر موصوفہ ہوکر لایا جائے تو اس سے تمام گناہ مراد ہوتے ہیں اور جب موصوف ہوکر وارد ہو تو اس سے شوہر کی نافرمانی اور فساد معشرت مراد ہوتا ہے، اس آیت میں نکرہ موصوفہ ہے اسی لئے اس سے شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خلقی مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔

وَفِی قِرَاءَ ةٍ یُضَعَّف بِالتَّشْدِیدِ وَفِی أُخْرَی نُضَعِّف بِالنُّونِ مَعَهُ وَنَصبَ العَذَاب:۔ یہاں سے ،،یضاعف،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ، ایک قرات کے مطابق اس کو ،،یُضَعَّف،، (واحد مذکر غائب) یعنی شد کے ہمراہ پڑھا جائے گا اور ایک قرات میں اس کو نُضَعِّف (جمع متکلم) پڑھا جائے گا یعنی ''ن'' کے ہمراہ اس صورت میں لفظ عذاب پر ''زبر'' آئے گی

ضِعْفَیْ عَذَاب غَیرِھِنّ أی مثلیه:۔ یہاں سے ،،العَذَاب ضِعْفَیْن،، کی تفسیر کردی یعنی دیگر خواتین کے مقابلے میں دوگنا یعنی دو کی مانند عذاب۔ کیونکہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے۔

مسئلہ: اسی لئے عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے اور اسی لئے آزادوں کی سزا شریعت میں غلاموں سے زیادہ مقرر ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیبیاں تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اس لئے ان کی اَدنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔

یُطِع:۔ یہاں سے ،،یقنت ،، کا معنی مرادی بتادیا۔

أی مثلی ثواب غیرھنّ من النّساء: یہاں سے ،،أجرھا مرّتین،، کی تفسیر کردی، یعنی دیگر خواتین کے مقابلے میں دوگنا اجر اور ثواب۔

یعنی اے نبی کی بیبیو! اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا ثواب دیں گے تو تمہیں بیس گنا کیونکہ تمام جہان کی عورتوں میں تمہیں شرف و فضیلت ہے اور تمہارے عمل میں بھی دو جہتیں ہیں ایک ادائے اطاعت دوسرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاجوئی اور قناعت وحُسنِ معاشرت کے ساتھ حضور کو خوشنود کرنا۔

وفی قِرَاءَ ةٍ بِالتَّحتَانِیَّة فِی تَعْمَل وَنُؤْتِهَا:۔ یہاں سے ،،تَعْمَل ،، نُؤْتِهَا،، کی صرفی تحقیق بتادی، یعنی ایک قرات کے مطابق لفظ **تعمل** اور **نؤتھا** میں قرأت تحتانیہ ہوگی، یعنی دونوں کو غائب کا صیغہ پڑھا گیا ہے۔

فی الجنة زیادة:۔ یہاں سے ،،اعتدنا،، کا ظرف نکال کر بتادیا۔

(یَا نِسَاء النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَأَحَدٍ) کَجَمَاعَۃٍ (مِنَ النِّسَاء إِنِ اتَّقَیْتُنَّ) اللّٰہ فَإِنَّکُنَّ أَعْظَم (فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ) لِلرِّجَالِ (فَیَطْمَعَ الَّذِی فِی قَلْبِہِ مَرَضٌ) نِفَاق (وَقُلْنَ قَوْلاً مَعْرُوفاً) مِنْ غَیْر خُضُوع (وَقَرْنَ) بِکَسْرِ الْقَاف وَفَتْحِهَا (فِی بُیُوتِکُنَّ) مِنَ الْقَرَار وَأَصْلہ أَقْرِرْنَ بِکَسْرِ الرَّاء وَفَتْحِهَا مِنْ قَرَرْتَ بِفَتْحِ الرَّاء وَکَسْرِهَا نُقِلَتْ حَرَکَۃ الرَّاء إِلَی الْقَاف وَحُذِفَتْ مَعَ هَمْزَۃ الْوَصْل (وَلَا تَبَرَّجْنَ) بِتَرْکِ إِحْدَی التَّاءَیْنِ مِنْ أَصْلہ (تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّۃِ الْأُولَی) أَیْ مَا قَبْل الْإِسْلَام مِنْ إِظْهَار النِّسَاء مَحَاسِنهنَّ لِلرِّجَالِ وَالْإِظْهَار بَعْد الْإِسْلَام مَذْکُور فِی آیَۃ (وَلَا یُبْدِینَ زِینَتهنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) (وَأَقِمْنَ الصَّلَاۃ وَآتِینَ الزَّکَاۃ وَأَطِعْنَ اللّٰہ وَرَسُولہ إِنَّمَا یُرِید اللّٰہ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْس) الْإِثْم یَا (أَهْل الْبَیْت) أَیْ نِسَاء النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَیُطَهِّرَکُمْ) مِنْہ (تَطْهِیرًا)

اے نبی کی بیویو! تم عام خواتین کی طرح نہیں ہو یعنی دیگر خواتین کے گروہ کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو کیونکہ تم زیادہ عظمت کی مالک ہو لہٰذا تم مردوں سے بات کرتے ہوئے نرمی سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں بیماری یا نفاق ہو وہ کوئی لالچ کرے اور تم مناسب طریقے سے بات کرو یعنی کسی نرمی کے بغیر۔ "اور ٹھہری رہو" اس میں قرن کے قاف پر زیر اور زبر دونوں طرح ہے۔ "اپنے گھروں میں" یہ لفظ قرار سے ماخوذ ہے اور اصل میں یہ اقررن تھا یعنی قاف پر زبر اور زیر دونوں طرح سے اور قررت سے بنا اس میں را کی حرکت "ق" کو دے دی اور ہمزہ وصل کے ساتھ اسے بھی حذف کر دیا گیا۔ "اور تم بے پردہ نہ ہو" اس میں دراصل تاء دو تھیں۔ ان میں سے ایک کو حذف کر دیا۔ "پہلی جاہلیت کی بے پردگی کی طرح" اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام سے قبل عورتیں مردوں کے سامنے اپنے حسن کا اظہار کیا کرتی تھیں لیکن اسلام نے اس سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں اور نماز قائم کریں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے۔ اے اہل بیت یعنی اے نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور تمہیں اس سے خوب اچھی طرح پاک کر دے۔

اغراض مفسر

کَجَمَاعَۃٍ: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج جماعت ہیں اور مشبہ ہیں جبکہ ،، کأحد ،، واحد ہے اور مشبہ بہ ہے واحد کا حمل جماعت پر درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے ،، کَجَمَاعَۃٍ ،، نکال کر اس کا جواب دیا یعنی اے نبی کی بیویو! تم کسی ایک کی طرح نہیں ہو یعنی دیگر خواتین کے گروہ کی طرح نہیں ہو۔

اللّٰہ: یہاں سے ،، اتَّقَیْتُنَّ ،، کا مفعول نکال کر بتا دیا۔

لِلرِّجَالِ: ۔یہاں سے ،، فَلَا تَخْضَعْنَ ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

نِفاق:۔ یہاں سے ،،مرض،، کا معنی مرادی بتادیا۔

مِنْ غَیْرِ خضوع:۔ یہاں سے ،،قولا معروفا،، کا بیان نکال کر بتادیا، یعنی کسی نرمی کے بغیر۔
اس میں تعلیم آداب ہے کہ اگر بہ ضرورت غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو، بات نہایت سادگی سے کی جائے، عفت مآب خواتین کے لئے یہی شایاں ہے۔

بِکَسْرِ القَافِ وَفَتْحِهَا: یہاں سے ،قرن، کی لغوی تحقیق بتادی یعنی اس میں قرن کے قاف پر زیر اور زبر دونوں طرح سے ہے

مِنَ القَرَارِ وَأصْله أقْرِرْنَ بِكَسْرِ الرَّاء وَفَتْحِهَا مِنْ قَرِرْت بِفَتْحِ الرَّاء وَكَسْرِهَا نُقِلَتْ حَرَكَة الرَّاء إلَى القَاف وَحُذِفَتْ مَعَ هَمْزَة الْوَصْل:۔ لغوی تحقیق بتادی کہ یہ لفظ قرار سے ماخوذ ہے اور اصل میں یہ اقررن تھا یعنی قاف پر زبر اور زیر دونوں طرح سے اور قررت سے بنا اس میں را کی حرکت ''ق'' کو دے دی اور ہمزہ وصل کے ساتھ اسے بھی حذف کردیا گیا۔

بِتَرْكِ إحْدَى التَّاءَيْنِ مِنْ أصْله:۔ یہاں سے ،،وَلَا تَبَرَّجْن،، کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی، کہ اس میں دراصل تا دو تھیں ان میں سے ایک کو حذف کردیا۔

أيْ مَا قَبْل الْإِسْلَام مِنْ إظْهَار النِّسَاء مَحَاسِنهنَّ لِلرِّجَالِ وَالْإِظْهَار بَعْد الْإِسْلَام مَذْكُور فِي آيَة:۔ جاہلیت کی بے پردگی کی تفسیر کردی'' کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام سے قبل عورتیں مردوں کے سامنے اپنے حسن کا اظہار کیا کرتی تھیں لیکن اسلام نے اس سے روک دیا جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔

اگلی جاہلیت سے کیا مراد ہے: اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے اس زمانہ میں عورتیں اتراتی نکلتی تھیں، اپنی زینت ومحاسن کا اظہار کرتی تھیں کہ غیر مرد دیکھیں، لباس ایسے پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکیں اور پچھلی جاہلیت سے اخیر زمانہ مراد ہے، جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہوجائیں گے۔

الْإِثْم:۔ یہاں سے ،،الرِّجْس،، کا معنی مرادی بتادیا۔

یا:۔ ،،اھل البیت،، سے پہلے حرف ندا محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

أيْ نِسَاء النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔ یہاں سے ،،أهْل الْبَيْت،، کی تفسیر کردی۔

مِنْهُ:۔ یہاں سے ،،يُطَهِّر،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

اہل بیت سے کون مراد ہیں: اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضی اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہم سب داخل ہیں، آیات واحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے، ان

آیات میں اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تا کہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند رہیں، گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔

(وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ)الْقُرْآنِ(وَالْحِكْمَةِ)السُّنَّةِ(ان الله كان لطيفا)بِأَوْلِيَائِهِ(خَبِيرًا)بِجَمِيعِ خَلْقِهِ(إن المسلمين والمسلمات والمؤمنين والمؤمنات والقانتين والقنتات)الْمُطِيعَاتِ(وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ)فِي الْإِيمَانِ(وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ)عَلَى طَاعَةِ (وَالْخَاشِعِينَ)الْمُتَوَاضِعِينَ(وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ)عَنِ الْحَرَامِ (وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً) لِلْمَعَاصِي(وَأَجْرًا عَظِيمًا)عَلَى الطَّاعَاتِ

اور جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں، اسے یاد کرو یعنی قرآن پاک اور حکم یعنی سنت اور بیشک اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور خبر رکھنے والا ہے، اپنی تمام مخلوق کی۔ بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومنہ عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اطاعت کرنے والے، سچے مرد اور سچی عورتیں یعنی ایمان میں سچے اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں یہ اطاعت پر صبر سے کاربند رہتا ہے اور خشوع یعنی تواضع کرنے والے مرد، خشوع یعنی تواضع کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں یعنی حرام سے بچنے والے۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ اللہ نے ان کے لیے بخشش تیار کر رکھی ہے ان کے گناہوں سے اور ان کے لیے بہت بڑا اجر بھی ہے ان کی عبادت کے عوض۔

اغراض مفسر

الْقُرْآنِ: ۔ جزبول کر کل مراد لیا یعنی آیات بول کر قرآن مراد لیا۔

السُّنَّةِ: ۔ یہاں سے ،،الحکمۃ،، کی تفسیر کردی۔

بِأَوْلِيَائِهِ: ۔ یہاں سے ،،لطیفا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِجَمِيعِ خَلْقِهِ: ۔ یہاں سے ،،خبیرا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

الْمُطِيعَات:- یہاں سے،،القانتات،،کی تفسیر کردی۔

فِي الْإِيمَان:- یہاں سے،،الصادقات،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔

عَلَى الطَّاعَات:- یہاں سے،،الصابرات،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔

الْمُتَوَاضِعِينَ:- یہاں سے،،الخاشعین،،کی تفسیر کردی۔

عَنِ الْحَرَام:- یہاں سے،،الحافظات،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِالْمَعَاصِي:- متعلق نکال کر بتادیا۔

عَلَى الطَّاعَات:- متعلق نکال کر بتادیا۔

شانِ نُزول : اسماء بنتِ عمیس جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں تو اسماء نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مَردوں کا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مَردوں کے ساتھ ذکر کیے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے، دوسرا ایمان کہ وہ اعتقاد صحیح اور ظاہر وباطن کا موافق ہونا ہے، تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔

وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ فِي الْإِيمَان: اس میں چوتھے مرتبہ کا بیان ہے کہ وہ صدقِ نیات وصدقِ اقوال وافعال ہے، اس کے بعد پانچویں مرتبہ صبر کا بیان ہے کہ طاعتوں کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے احتراز رکھنا خواہ نفس پر کتنا ہی شاق اور گراں ہو رضائے الٰہی کے لئے اختیار کیا جائے، اس کے بعد پھر چھٹے مرتبہ خشوع کا بیان ہے جو طاعتوں اور عبادتوں میں قلوب وجوارح کے ساتھ متواضع ہونا ہے، اس کے بعد ساتویں مرتبہ صدقہ کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں بطریقِ فرض ونفل دینا ہے پھر آٹھویں مرتبہ صوم کا بیان ہے یہ بھی فرض ونفل دونوں کو شامل ہے۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درہم صدقہ کیا وہ متصدقین میں اور جس نے ہر مہینہ ایامِ بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد نویں مرتبہ عفت کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی پارسائی کو محفوظ رکھے اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے، سب سے آخر میں دسویں مرتبہ کثرتِ ذکر کا بیان ہے ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، قراءتِ قرآن، علمِ دین کا پڑھنا پڑھانا، نماز، وعظ، نصیحت، میلاد شریف، نعت شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔

(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَة إِذَا قَضَى الله ورسوله أمرا أن تكون) بِالتَّاء وَالْيَاء (لَهُمُ الْخِيَرَة) أَيْ الِاخْتِيَار (مِنْ أمرهم) خلاف أمر اللهِ وَرَسُوله نَزَلَتْ فِي عَبْد الله بن جَحْش وَأُخته زَيْنَب خَطَبَهَا النَّبِيّ لِزَيْدِ بن حَارِثَة فَكَرِهَا ذَلِكَ حِين عَلِمَا لِظَنِّهِمَا قَبْل أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهَا لِنَفْسِهِ ثُمَّ رَضِيَا لِلْآيَةِ (وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُوله فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا) بَيِّنًا فَزَوَّجَهَا النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ ثُمَّ وَقَعَ بَصَره عَلَيْهَا بَعْد حِين فَوَقَعَ فِي نَفْسه حُبّهَا وَفِي نَفْس زَيْد كَرَاهَتهَا ثُمَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أريد فراقها فقال أمسك عليك زوجك كما قال تعالى

اور کسی مومن مرد اور عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو انہیں پھر اختیار ہو (ان یکون) میں تاء بھی ہوسکتا ہے اور یاء بھی۔ اور خیرۃ سے مراد ہے اختیار یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے خلاف کوئی اختیار یہ آیت عبداللہ بن جحش اور ان کی بہن زینب بنت جحش کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہیں نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا۔ جب انہیں زید بن حارثہ کا پتہ چلا تو انہوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کیونکہ انہیں یہ خیال گزرا کہ نبی کریم ﷺ نے شاید اپنے لیے پیغام بھیجا ہے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ زید سے شادی کے لیے رضامند ہو گئے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ راہ سے بھٹک گیا صریح گمراہی۔ مبین کا مطلب ہے بین واضح۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کروادیا۔ پھر جب ایک عرصہ بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب کو دیکھا تو آپ کے دل میں ان کی محبت جاگ اٹھی اور اس دوران حضرت زید کے دل میں (سیدہ زینب کے لیے) ناپسندیدگی پیدا ہوگئی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ میں زینب کو چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن آپ نے فرمایا: اپنی بیوی کو روکے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

اغراض مفسر

بِالتَّاء وَالْيَاء:۔ یہاں سے ،،تکون،، کی صرفی تحقیق بتادی، کہ یکون میں تاء بھی ہوسکتا ہے اور یاء بھی۔

أَيْ الِاخْتِيَار:۔ یہاں سے ،،الخیرۃ،، کا مرادی معنی بتادیا۔

خلاف أمر اللهِ وَرَسُوله: یہاں سے **الاختیار** صدر کا مفعول نکال کر بتادیا یعنی یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے خلاف کوئی اختیار۔

نَزَلَتْ فِي عَبْد الله بن جَحْش وَأُخته زَيْنَب خَطَبَهَا النَّبِيّ لِزَيْدِ بن حَارِثَة فَكَرِهَا ذَلِكَ حِين عَلِمَا لِظَنِّهِمَا قَبْل أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهَا لِنَفْسِهِ ثُمَّ رَضِيَا لِلْآيَةِ:۔ شان نزول نکال کر بتادیا، کہ یہ آیت عبداللہ بن جحش اور ان کی بہن زینب بنت جحش کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہیں نبی کریم ﷺ نے

زید بن حارثہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا۔ جب انہیں زید بن حارثہ کا پتہ چلا تو انہوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کیونکہ انہیں یہ خیال گزرا کہ نبی کریم ﷺ نے شاید اپنے لیے پیغام بھیجا ہے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ زید سے شادی کے لیے رضامند ہو گئے،

بَیِّنًا: یہاں سے،، مبینا،، کی لغوی تحقیق نکال کر بتا دی کہ بیّن کا مطلب ہے بین واضح۔

فَزَوَّجَهَا النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ ثُمَّ وَقَعَ بَصَره عَلَيْهَا بَعْد حِين فَوَقَعَ فِي نَفْسه حُبّهَا وَفِي نَفْس زَيْد كَرَاهتهَا ثُمَّ قَالَ لِلنَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أريد فراقها فقال أمسك عليك زوجك كما قال تعالى:۔ نتیجہ نکال کر بتا دیا کہ، اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کروا دیا۔ پھر جب ایک عرصہ بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت زینب کو دیکھا تو آپ کے دل میں ان کی محبت جاگ اٹھی اور اس دوران حضرت زید کے دل میں (سیدہ زینب کے لیے) ناپسندیدگی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ میں زینب کو چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن آپ نے فرمایا: اپنی بیوی کو روکے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

شانِ نزول کی تفصیل: یہ آیت زینب بنتِ جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ اُمیمہ بنتِ عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، اُمیمہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے حضور نے زینب کے لئے ان کا پیام دیا، اس کو زینب نے اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت زینب اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا اور حضور نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم، ایک جوڑا کپڑا، پچاس مُد (ایک پیمانہ ہے) کھانا، تیس صاع کھجوریں دیں۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت ہر امر میں واجب ہے اور نبی علیہ السلام کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔

مسئلہ: اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

(وإذ) منصوب باذكر (تقول للذى أنعم الله عليه) بالإسلام (وأنعمت عليه) بالإعتاق وهو زيد بن حارثة كان من سبى الجاهلية اشتراه رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل البعثة وأعتقه وتبناه (أمسك عليك زوجك واتق الله) فى أمر طلاقها (وتخفى فى نفسك ما الله مبديه) مظهره من محبتها وأن لو فارقها زيد تزوجتها (وتخشى الناس) أن يقولوا تزوج زوجة ابنه (والله أحق أن تخشاه) فى كل شيء، وتزوجها ولا عليك من

قول الناس ثم طلقها زید وانقضت عدتها قال تعالی (فلما قضی زید منها وطرا) حاجۃ (زوجناکها) فدخل علیها النبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر إذن وأشبع المسلمین خبزا ولحما (لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی أزواج أدعیائھم إذا قضوا منھن وطرا وکان أمر اللہ) مقضیہ (مفعولا)

واذ یہ **اذکر** کی وجہ سے منصوب ہے۔یعنی آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا جس پر اللہ نے انعام کیا اسلام سے اسے نواز کر۔اور تم نے اس پر نعمت کی غلامی سے آزادی کی۔یعنی زید بن حارث پر۔وہ زمانہ جاہلیت میں قید ہو گئے تھے۔نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی بعثت سے پہلے خرید لیا اور انہیں آزاد کر کے متبنی بنالیا۔اور آپ ﷺ زید سے فرمارہے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اس کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔یعنی اس کی طلاق کے معاملے میں۔اور آپ کے دل میں جو بات چھپی ہوئی تھی اللہ تعالی اسے ظاہر کرنے والا تھا۔یعنی ان کے لیے جو آپ کے دل میں محبت تھی اسے اور یہ بات تھی کہ اگر ان کی زید سے علیحدگی ہوگئی تو پھر آپ ﷺ خود ان سے نکاح کرلیں گے لیکن آپ ﷺ کو یہ اندیشہ محسوس ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ ﷺ نے اپنے لے پالک بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرلیا اور اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ہر معاملے میں اور تم اس سے نکاح کرلو لوگوں کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر۔چنانچہ حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دیدی اور ان کی عدت ختم ہوئی تو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:پس جب پورا کیا زید نے ان سے اپنی حاجت کو(یہاں "وطر" سے مراد ہے حاجت پوری کرنا) تو ہم نے اس کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا اور نبی اکرم ﷺ ان سے اجازت طلب کیے بغیر ان کے پاس چلے آئے اور پھر تمام لوگوں کی روٹی اور گوشت سے ضیافت کی تاکہ اہل ایمان کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی (سابقہ) بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو جبکہ وہ (بیٹے) اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں (یعنی انہیں طلاق دے چکے ہوں) اور اللہ تعالی کا امر یعنی اس کا فیصلہ جیسے وہ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔

اغراض مفسر

منصوب باذکر:۔۔اس طرف اشارہ کیا کہ،،اذ،، فعل محذوف،،اذکر،،کا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

بالإسلام:۔یہاں سے،،انعم،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بالإعتاق:یہاں سے،،انعمت،،کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی تم نے اس پر نعمت کی غلامی سے آزادی کی۔

غنی کر دینے کے بارے میں قاعدہ:()الف :جہاں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے کہلوایا گیا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں وہاں اللہ کے بغیر مرضی ملکیت مراد ہے۔

"الف" کی مثال یہ ہے(**قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ)**

تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے بھلے اور برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔(پ9،الاعراف188:)

وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اور میں تم سے دفع نہیں کرسکتا اللہ کے مقابل کوئی چیز (پ13، یوسف 67:)
مَا كَانَ يُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا
یعقوب نہیں دفع کرسکتے تھے ان سے اللہ کی کوئی مصیبت مگر یعقوب کے دل کی حاجت تھی جو پوری کردی۔(پ13، یوسف 68:)
ان جیسی تمام آیتوں میں یہ مراد ہے کہ رب تعالیٰ کے اذن کے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا ہر چیز میں اس کی اجازت کا حاجتمند ہوں۔
(۲)ب : جہاں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غنی کردیتے ہیں وہاں عطاء الٰہی، اللہ عزوجل کے ارادے سے غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

"ب" کی مثال یہ ہے (اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ)
غنی کردیا انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔(پ10، التوبۃ 74:)
(وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ)
اور اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا۔(پ10، التوبۃ 59:)
اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ
جب آپ کہتے تھے اس سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی کو روکو۔(پ22، الاحزاب 37:)
ان آیتوں سے پتا لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غنی کرتے ہیں نعمت دیتے ہیں ان میں یہ ہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم، اللہ کے ارادہ اور اذن سے نعمتیں بھی دیتے اور فضل بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا دونوں قسم کی آیتوں میں تعارض نہیں۔

وهو زيد بن حارثة كان من سبى الجاهلية اشتراه رسول الله صلى الله عليه وسلم
یہاں سے ،،ہ،، ضمیر کا مرجع بتادیا یعنی زید بن حارث، وہ زمانہ جاہلیت میں قید ہوگئے تھے۔
قبل البعثة وأعتقه وتبناه:۔ یہاں سے
نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی بعثت سے پہلے خرید لیا اور انہیں آزاد کر کے متبنیٰ بنالیا۔

فى أمر طلاقها:۔ یہاں سے ،،اتق،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔
شانِ نزول : جب حضرت زید کا نکاح حضرت زینب سے ہوچکا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ زینب آپ کے ازواج طاہرات میں داخل ہوں گی اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید اور زینب کے درمیان موافقت نہ ہوئی اور حضرت زید نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زینب کی سخت گفتاری، تیز زبانی عدم اطاعت اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی، ایسا بار بار اتفاق ہوا، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید کو سمجھا دیتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔
مظهره:۔ یہاں سے ،،مبدہ،، کا معروف معنی نکال کر بتادیا یعنی ظاہر کرنے والا تھا۔

من محبتها وأن لو فارقها زيد تزوجتها: ۔یہاں سے ،،ما،، کا بیان بتا دیا۔ یعنی محبت، اور یہ بات کہ اگر ان کی زید سے علیحدگی ہوگئی تو پھر آپ ﷺ خود ان سے نکاح کرلیں گے۔

أن يقولوا تزوج زوجة ابنه: ۔یہاں سے ،،تخشی،، کا مفعول ثانی بتا دیا مطلب یہ کہ آپ ﷺ کو اندیشہ محسوس ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ ﷺ نے اپنے لے پالک بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرلیا۔

في كل شيء: ۔یہاں سے ،،تخشا،، کا متعلق بتا دیا۔

وتزوجها ولا عليك من قول الناس ثم طلقها زيد وانقضت عدتها: ۔کلام محذوف تھا نکال کر بتا دیا کہ تم اس سے نکاح کرلو لوگوں کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر۔ چنانچہ حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دیدی، اور عدت پوری ہوئی تو اللہ تعالی نے اگلے کلام میں فرمایا۔

قال تعالى: ۔اگلے کلام کا فاعل بتا دیا۔

حاجة: ۔یہاں سے ،،وطر،، کا معنی نکال کر بتا دیا۔

فدخل عليها النبي ﷺ بغير إذن وأشبع المسلمين خبزا ولحما: ۔نتیجہ نکال کر بتا دیا کہ نبی اکرم ﷺ ان سے اجازت طلب کیے بغیر ان کے پاس چلے آئے اور پھر تمام لوگوں کی روٹی اور گوشت سے ضیافت کی۔

مقضيه: ۔یہاں سے ،،امر،، کا معنی مرادی بتا دیا یعنی فیصلہ۔

حضرت زینب کی عدت گزرنے کے بعد ان کے پاس حضرت زید رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام لے کر گئے اور انہوں نے سر جھکا کر کمال شرم وادب سے انہیں یہ پیام پہنچایا، انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی جو میرے رب کو منظور ہو اس پر راضی ہوں یہ کہہ کر وہ بارگاہ والٰہی میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی اور یہ آیت نازل ہوئی حضرت زینب کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا۔

(مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ) أَحَلَّ (اللّٰه لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ) أَيْ كَسُنَّةِ اللّٰهِ فَنُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ (فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ) مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَنْ لَا حَرَجَ عَلَيْهِمْ فِي ذٰلِكَ تَوْسِعَةً لَهُمْ فِي النِّكَاحِ (وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ) فِعْلُه (قَدَرًا مَقْدُورًا) مقضيا (الَّذِينَ) نَعْتٌ لِلَّذِينَ قَبْلَه (يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ) فَلَا يَخْشَوْنَ مَقَالَةَ النَّاسِ فِيمَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَهُمْ (وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيبًا) حَافِظًا لِأَعْمَالِ خَلْقِه وَمُحَاسِبَتِهِمْ (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ) فَلَيْسَ أَبَا زَيْدٍ أَيْ وَالِدَه فَلَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ التَّزَوُّجُ بِزَوْجَتِه زَيْنَبَ

(وَلٰكِنْ) كَانَ (رَسُولَ الله وخاتم النبيين) فلا يكون له ابن رَجُل بَعْده يَكُون نَبِيًّا وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ التَّاء كَآلَةِ الْخَتْم أَيْ بِهِ خُتِمُوا (وَكَانَ الله بِكُلِّ شَيْء عَلِيمًا) مِنْهُ بِأَنْ لَا نَبِيّ بَعْده وَإِذَا نَزَلَ السَّيِّد عِيسَى يَحْكُم بشريعته

نبی ﷺ پر اس حوالے سے کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے یعنی حلال قرار دیا ہے۔ اس کے لیے (یہ) اللہ تعالیٰ کی سنت ہے یعنی اس کی سنت کی مانند ہے۔ یہاں پر اس لفظ کو زیر دینے والے حرف کی غیر موجودگی کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں یعنی جو انبیاء (پہلے گزر چکے ہیں) یعنی ان کیلیے اس حوالے سے کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ ان کے لیے (اس طرح کے) نکاح کی گنجائش تھی اور اللہ تعالیٰ کا امر یعنی اس کا فعل طے شدہ ہے جو مقدور ہے یعنی اس کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ وہ لوگ یہ پہلے والے لوگوں کی صفت ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کی تبلیغ کی اور اس سے ڈرتے رہے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرے صرف اللہ سے ڈرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کیلیے جو چیز حلال قرار دی تھی اس کے بارے میں وہ لوگوں کی باتوں سے نہیں ڈرے اور اللہ تعالیٰ حسیب ہونے کے اعتبار سے کافی ہے یعنی اپنی مخلوق کے اعمال کی حفاظت کرنے اور ان سے حساب لینے کے حوالے سے۔ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے والد نہیں ہیں یعنی زید کے ابو نہیں ہیں یعنی اس کے والد نہیں ہیں اس لیے ان کیلیے اس کی اہلیہ زینب کے ساتھ شادی کرنا حرام نہیں ہے لیکن وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور (نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے) والے ہیں لہٰذا ان کے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں ہوگا جو نبی ہو سکے۔ ایک قرات کے مطابق ت پر زبر پڑھی جائے گی یعنی وہ آلہ (یعنی مہر) جس کے ذریعے مہر لگائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کے بارے میں علم رکھتا ہے اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حضرت عیسیٰ بھی جب نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے۔

اغراض مفسر

أَحَلَّ:۔ یہاں سے ،،فرض،، کا معنی مرادی بتادیا۔

أَيْ كَسُنَّةِ اللهِ فَنُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ:۔ یہاں سے سنۃ اللہ کی نحوی تحقیق بتادی کہ یہ منصوب بنزع الخافض ہے، یعنی حرف جر کو حذف کر کے اسم پر نصب لگا دینا۔ (،،سنة الله ،، اصل میں ،، كسنة الله ،، تھا)۔

مِنَ الْأَنْبِيَاءِ:۔ یہاں سے ،،الذین،، کا بیان نکال کر بتادیا۔

أَنْ لَا حَرَجَ عَلَيْهِمْ فِي ذٰلِكَ تَوْسِعَةً لَهُمْ فِي النِّكَاحِ:۔ مفعول نکال کر بتادیا، یعنی ان کیلیے اس حوالے سے کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ ان کے لیے (اس طرح کے) نکاح کی گنجائش تھی۔

یعنی انبیاء علیہم السلام کو باب نکاح میں وسعتیں دی گئیں کہ دوسروں سے زیادہ عورتیں ان کے لئے حلال فرمائیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیبیاں اور حضرت سلیمن علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں یہ ان کے خاص احکام ہیں ان کے سوا دوسروں کو روا نہیں،

نہ کوئی اس پر معترض ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کے لئے جو حکم فرمائے اس پر کسی کو اعتراض کی کیا مجال۔ اس میں یہود کا رد ہے جنہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر چار سے زیادہ نکاح کرنے پر طعن کیا تھا اس میں انہیں بتایا گیا کہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص ہے جیسا کہ پہلے انبیاء کے لئے تعداد ازواج میں خاص احکام تھے۔

فعله: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ امر یہاں فعل کے معنی میں ہے۔

مقضیا: ۔یہاں سے ,,مقدورا،، کا معنی مرادی بتادیا یعنی فیصلہ کیا ہوا۔

نَعت لِلّذِينَ قَبله: ۔یہاں سے ,,الذین،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ سابقہ الذین کی صفت ہے۔

فَلَا يَخْشَوْنَ مَقَالَة النَّاس فِيمَا أَحَلَّ اللّٰه لَهُمْ: ۔آیت کی تفسیر کردی یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کیلیے جو چیز حلال قرار دی تھی اس کے بارے میں وہ لوگوں کی باتوں سے نہیں ڈرے۔

حَافِظًا لِأَعْمَالِ خَلْقه وَمُحَاسَبَتهمْ: ۔یہاں سے ,,حسیبا،، کی تفسیر کردی۔

فَلَيْسَ أَبَا زَيْد أَيْ وَالِده فَلَا يَحْرُم عَلَيْهِ التَّزَوُّج بِزَوْجَتِهِ زَيْنَب: ۔نتیجہ نکال کر بتادیا یعنی زید کے ابو نہیں ہیں یعنی اس کے والد نہیں ہیں اس لیے ان کیلیے اس کی اہلیہ زینب کے ساتھ شادی کرنا حرام نہیں ہے۔

یعنی نبی کریم ﷺ تو حضرت زید کے بھی حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لئے حلال نہ ہوتی، قاسم وطیب وطاہر و ابراہیم حضور کے فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں مرد کہا جائے، انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔ اور سب رسول ناصح شفیق اور واجب التوقیر ولازم الطاعۃ ہونے کے لحاظ سے اپنی امت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہیں لیکن اس سے امت حقیقی اولاد نہیں ہوجاتی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام وراثت وغیرہ اس کے لئے ثابت نہیں ہوتے۔

كَانَ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ,,لکن،، کان کے معنی میں ہے۔

فلا يكون له بن رَجُل بَعْده يَكُون نَبِيًّا: نتیجہ بتادیا کہ ان کے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں ہوگا جو نبی ہوسکے۔

وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ التَّاء كَآلَةِ الْخَتْم أَيْ بِهِ خُتِمُوا: ۔یہاں سے ,,خاتم،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ ایک قرات کے مطابق ت پر زبر پڑھی جائے گی اب معنی ہوگا وہ آلہ (یعنی مہر) جس کے ذریعے مہر لگائی جاتی ہے۔

منْهُ بِأَنْ لَا نَبِيّ بَعْده وَإِذَا نَزَلَ السَّيِّد عِيسَى يَحْكُم بشريعته: ۔متعلق نکال کر بتادیا یعنی اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حضرت عیسیٰ بھی جب نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے، حضور کا آخر الانبیاء ہونا قطعی ہے، نص قرآنی بھی اس میں وارد ہے اور صحاح کی بکثرت احادیث تو حد تواتر تک پہنچتی ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں جو حضور کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے، وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر خارج از اسلام ہے۔

(یأیها الذین آمنوا اذکروا الله ذکرا کثیرا)(وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا) أَوَّلَ النَّهَار وَآخِره (هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ) أَيْ يَرْحَمكُمْ (وَمَلَائِكَته) يَسْتَغْفِرُونَ لَكُمْ (لِيُخْرِجكُمْ) لِيُدِيمَ إخْرَاجه إيَّاكُمْ (مِنْ الظُّلُمَات) أَيْ الكفر (إِلَى النُّور) أَيْ الإيمان (وكان بالمؤمنين رحيما)(تَحِيَّتهمْ) مِنْهُ تَعَالَى (يَوْم يَلْقَوْنَهُ سَلَام) بِلِسَانِ الْمَلَائِكَة (وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا) هُوَ الْجَنَّة(يَأَيُّهَا النَّبِيّ إنَّا أَرْسَلْنَاك شَاهِدًا) عَلَى مَنْ أُرْسِلْت إلَيْهِمْ (وَمُبَشِّرًا) مَنْ صَدَّقَك بِالْجَنَّةِ (وَنَذِيرًا) مُنْذِرًا مَنْ كَذَّبَك بِالنَّارِ(وَدَاعِيًا إلَى اللَّه) إلَى طَاعَته (بِإِذْنِهِ) بِأَمْرِهِ (وَسِرَاجًا مُنِيرًا) أَيْ مِثْله فِي الِاهْتِدَاء بِهِ

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو۔ اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں۔ وہی ہے وہ ذات جو تم پر رحمت نازل کرتی ہے یعنی تم پر رحم کرتی ہے اور اس کے فرشتے بھی یعنی وہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں نکال دے یعنی وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے دور کردے تاریکیوں سے یعنی کفر سے۔ نور کی طرف (لے آئے) یعنی ایمان کی طرف اور وہ (اللہ تعالیٰ) اہل ایمان کے لیے (بطور خاص) رحم کرنے والا ہے۔ سلام (کہا جائے گا) اس کی طرف سے جو برتر ہے اس دن جب وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ لفظ سلام کے ذریعے یعنی فرشتوں کی زبانی اور اس نے ان کے لیے عزت والا اجر تیار کیا ہے۔ یعنی جنت۔ اے نبی ﷺ! ہم نے تمہیں گواہ (حاضر وناظر) بنا کر بھیجا ہے یعنی ان لوگوں پر جن کی طرف تمہیں نازل کیا گیا ہے اور خوشخبری دینے والا یعنی انہیں جنت کی خوشخبری دینے والا جو تمہاری تصدیق کرے اور ڈرانے والا یعنی انہیں جہنم سے ڈرانے والا جو تمہاری تکذیب کرے۔ اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف یعنی اس کی فرمانبرداری کی طرف اس کے اذن کے تحت یعنی اس کے امر کے تحت اور روشنی دینے والا سورج (یا چراغ) یعنی اس کی مانند اس حوالے سے کہ اس کے ذریعے رہنمائی حاصل کی جائے۔

اغراض مفسر

أَوَّلَ النَّهَار وَآخِره:۔ یہاں سے ،،بکرہ اور اصیلا،، کی تفسیر کردی یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصہ۔

صبح وشام ذکر کرنے کی وجہ: کیونکہ صبح اور شام کے اوقات ملائکہ روز وشب کے جمع ہونے کے وقت ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اطراف لیل ونہار کا ذکر کرنے سے ذکر کی مداومت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

أَيْ يَرْحَمكُمْ:۔ یہاں سے ،،یصلی،، کا معنی بتادیا۔

شان نزول: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت "إِنَّ اللهَ وَمَلَئِكَتَه يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ" نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی فضل وشرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیاز مندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

صلاۃ کے بارے میں قاعدہ:(ا) الف: جب "صلوٰۃ" کے بعد "علیٰ" آئے تو اس کے معنی رحمت یا دعاء رحمت ہوں گے یا نماز جنازہ۔ "الف" کی مثال یہ ہے: **هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُه**

وہ اللہ ہے جو تم پر رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔ (پ22، الاحزاب 43:)

وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

آپ ان کے لئے دعا کریں۔ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔ (پ11، التوبۃ 103:)

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

ان منافقوں میں سے کسی پر نہ آپ نماز جنازہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ (پ10، التوبۃ 84:)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ (پ22، الاحزاب 56:)

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد دعا یا رحمت یا نماز جنازہ ہی مراد ہوگا کیونکہ ان میں صلوٰۃ کے بعد "علیٰ" آ رہا ہے۔

(۲) ب: جب "صلوٰۃ" کے بعد "علیٰ" نہ آئے تو صلوٰۃ کے معنی نماز ہوں گے۔

"ب" کی مثال یہ ہے: **وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ (پ1، البقرۃ 43:)

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ؟؟

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کے مطابق واجب ہے۔ (پ5، النسآء 103:)

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے کیونکہ یہاں صلوٰۃ سے علیٰ کا تعلق نہیں دوسری آیت میں اگر چہ "علیٰ" ہے مگر علیٰ کا تعلق کتابا سے ہے، نہ کہ صلوٰۃ سے لہٰذا یہاں بھی مراد نماز ہی ہے۔

یَسْتَغْفِرُوْنَ لَكُمْ:۔ محذوف کلام کی طرف اشارہ کیا۔

لِیُدِیْمَ اِخْرَاجَه اِیَّاكُمْ:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ مومنین تو پہلے ہی ظلمات سے نور کی طرف داخل ہو چکے تھے پھر، ،**لِیُخْرِجَكُمْ**)، ، کیوں کہا گیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ، ،**لِیُخْرِجَكُمْ**)، ، یہاں ، ،**لِیُدِیْمَ**، ، کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے دور کردے تاریکیوں سے یعنی کفر سے، نور کی طرف لے آئے۔

أی الکفر:۔ یہاں سے، ،ظلمات، ، کی تفسیر کردی۔

أی الإیمان:۔ یہاں سے، ،نور، ، کی تفسیر کردی۔

سوال: آیت کریمہ میں ظلمات، کو جمع اور، نور، کو واحد ذکر کیوں کیا حالانکہ جس طرح ظلمات زیادہ ہیں اسیطرح انوار بھی کثیر ہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ظلمات سے مراد کفر ہے اور نور سے مراد ایمان ہے، کفر کی انواع متعدد ہیں جبکہ ایمان کے

اجزا اور انواع نہیں یعنی اس میں تعدد نہیں بلکہ ایمان ایک شئی واحد ہے اس لئے نور کو واحد ذکر کیا اور ظلمات کو جمع۔

منہ تعالٰی: ۔ یہاں سے ،،تحیۃ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

بلسان الملائکۃ: ۔ یہاں سے ،،سلام،، کا متعلق نکال کر بتا دیا، یعنی فرشتوں کی زبان سے سلام۔

خیال رہے کہ ملتے وقت سے مراد یا موت کا وقت ہے یا قبروں سے نکلنے کا یا جنت میں داخل ہونے کا۔ مروی ہے کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام کسی مومن کی روح اس کو سلام کئے بغیر قبض نہیں فرماتے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھے سلام فرماتا ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو ملائکہ سلامتی کی بشارت کے طور پر انہیں سلام کریں گے۔ (تفسیر جمل وخازن)

ھو الجنۃ: ۔ یہاں سے ،،اجرا کریما،، کی تفسیر کردی۔

علی من أرسلت إلیھم: ۔ یہاں سے ،،شاہدا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

شاہد کا ترجمہ: شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفردات راغب میں ہے "**اَلشُّهُوْدُ وَ الشَّهَادَةُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ**" یعنی شہود اور شہادت کے معنٰی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کی رسالت عامہ ہے جیسا کہ سورہ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال وافعال واحوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (تفسیر جمل)

من صدقك بالجنۃ: ۔ یہاں سے ،،مبشرا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

منذرا من کذبك بالنار: ۔ اس طرف اشارہ کیا کہ ،،نذیرا،، بمعنی للفاعل ہے۔

إلی طاعته: ۔ اس طرف اشارہ کیا کہ لفظ ،،اللہ،، سے پہلے مضاف محذوف ہے۔

بأمرہ: ۔ یہاں سے ایک اعتراض مقدر کا جواب نکال کر بتا دیا، اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ،،اذن،، کا مفہوم ،،**یأیھا النبی إنا أرسلناك شاھدا ومبشرا ونذیرا**،، سے سمجھ آ رہا ہے پھر دوبارہ ،،باذنہ،، کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ مفسر نے اس کا جواب ،،بامرہ،، نکال کر یہ دیا کہ آیت میں ،،باذنہ،، یعنی اجازت سے مراد ،،بامرہ،، یعنی حکم ہے، اب کوئی اعتراض نہ رہا کیونکہ اجازت اور حکم میں فرق ہوتا ہے۔

أی مثله فی الاھتداء به: ۔ اس طرف اشارہ کیا کہ یہاں تشبیہ بیان کی گئی ہے یعنی آپ ﷺ مشبہ ہیں اور سورج مشبہ بہ ہے اور لو وجہ شبہ ہے۔

سراج کا ترجمہ: سراج کا ترجمہ آفتاب، قرآن کریم کے بالکل مطابق ہے کہ اس میں آفتاب کو سراج فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورہ نوح میں "وَجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا" اور آخر پارہ کی پہلی سورۃ میں ہے "وَجَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا" اور در حقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لئے معرفت و توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کے وادی تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا، حقیقت میں آپ کا وجود مبارک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے اسی لئے اس کی صفت میں منیر ارشاد فرمایا گیا۔ (خزائن)

حضور کو سراج کہنے پر اعتراض کا جواب: آیت مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کو سراج کہا گیا ہے جسکا معنی ہے چراغ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو شمس یعنی سورج کیوں نہیں کہا کیوں کہ شمس کی روشنی چراغ سے زیادہ ہوتی ہے اور سورج کے سامنے سب کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک چراغ سے کئی چراغ روشن ہوتے ہیں جبکہ ایک سورج سے دوسرا سورج نہیں بنتا نبی کریم ﷺ وہ چراغ ہیں کہ جن سے کروڑوں چراغ روشن ہوئے اور تا قیامت روشنی پاتے رہیں گے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے سرکار دو عالم ﷺ کو سورج نہیں کہا چراغ کہا۔

رسولوں میں فرق کرنے کے بارے میں قاعدہ: (۱) الف: جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ رسولوں میں فرق نہ کرو۔ وہاں ایمان میں فرق کرنا مراد ہے یعنی ایسے فرق نہ کرو کہ بعض کو مانو اور بعض کو نہ مانو یا مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے فرق پیدا نہ کرو یعنی ان کے فضائل اپنی طرف سے نہ گھٹاؤ یا ایسا فرق نہ کرو جس سے بعض پیغمبروں کی توہین ہو جاوے۔

(۲) ب: جن آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبروں میں فرق ہے وہاں درجات اور مراتب کا فرق مراد ہے یعنی بعض کے درجے بعض سے اعلیٰ ہیں

"الف" کی مثال یہ ہے: **لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ**

مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔ (پ3، البقرۃ:285)

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمۡ يُفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ اُولٰٓئِكَ سَوۡفَ يُؤۡتِيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ??÷

اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی میں فرق نہ کرے۔ یہ وہ ہیں جنہیں رب ان کا ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ6، النسآء:152)

ان آیتوں میں ایمان کا فرق مراد ہے یعنی بعض پیغمبروں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ کفر ہے۔ ایمان کے لئے سب نبیوں کو ماننا ضروری ہے اس کی تفسیر اس آیت نے کی۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ

بَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا
بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں رستہ بنالیں۔(پ6،النسآء150:)

اس آیت نے بتادیا کہ پیغمبروں کے درمیان ایمان لانے میں فرق کرنا منع ہے۔

''ب'' کی مثال یہ ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ
یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جنہیں درجوں میں بلند کیا۔(پ3،البقرۃ253:)

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ??وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا
اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا گواہ خوش خبریاں دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلاتا اور چمکانے والا سورج۔(پ22،الاحزاب45:۔46)

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کی رحمت۔(پ17،الانبیآء107:)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بعض پیغمبر بعض سے افضل ہیں اور خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سارے رسولوں میں ایسے ہیں جیسے تاروں میں سورج اور سارے جہان کی رحمت ہیں یہ صفات اوروں کو نہ ملیں۔

نوٹ ضروری: بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہم کو یونس علیہ السلام پر بھی بزرگی نہ دو اور بعض میں آیا ہے کہ ہم تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔ان احادیث میں مطابقت اسی طرح ہے کہ ایسی بزرگی دینا جس سے یونس علیہ السلام کی توہین ہو جاوے منع ہے اور اس طرح حضور کی شان بیان کرنا کہ ان حضرات کی عظمت برقرار رہے اور حضور کی شان معلوم ہو جائے۔بالکل جائز بلکہ ضروری ہے۔

(وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا) هُوَ الْجَنَّةُ (وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ) فِيمَا يُخَالِفُ شَرِيعَتَك (وَدَعْ) اُتْرُكْ (أَذَاهُمْ) لَا تُجَازِهِمْ عَلَيْهِ إلَى أَنْ تُؤْمَرَ فِيهِمْ بِأَمْرٍ (وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ) فَهُوَ كَافِيك (وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيلًا) مُفَوَّضًا إلَيْهِ (يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ) وَفِي قِرَاءَةٍ تُمَاسُّوهُنَّ أَيْ تُجَامِعُوهُنَّ (فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا) تُحْصُونَهَا بِالْأَقْرَاءِ وَغَيْرِهَا (فَمَتِّعُوهُنَّ) أَعْطُوهُنَّ مَا يَسْتَمْتِعْنَ بِهِ أَيْ إنْ لَمْ يُسَمِّ لَهُنَّ أصدقة وإلا فلهن نصف المسمى فقط قاله ابْن عَبَّاس وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ (وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا) خلوا سبيلهن من غير إضرار

اور تم بشارت دو اہل ایمان کو کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے اور وہ جنت ہے۔ اور تم کافروں اور منافقوں کی پیروی نہ کرو اس چیز کے بارے میں جو وہ تمہاری شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور تم چھوڑ دو یعنی ترک کر دو ان کی تکلیف دہ باتوں کو یعنی انہیں اس کا بدلہ نہ دو اس وقت تک جب تک تمہیں ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جاتا اور اللہ پر توکل کرو۔ وہ تمہارے لیے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے کے حوالے سے کافی ہے یعنی جب معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔ اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں کے ساتھ نکاح کرو اور پھر انہیں چھونے سے پہلے انہیں طلاق دیدو۔ ایک قرات کے مطابق لفظ "**تماسوھن**" ہے یعنی تمہارا ان کے ساتھ صحبت کرنا (یعنی اس سے پہلے) تو تمہارے حوالے سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی جس کی تم گنتی کرو یعنی "قروء" وغیرہ کے حساب سے اسے شمار کرلو تو تم انہیں متاع دو یعنی انہیں وہ چیزیں دو جسے وہ استعمال کر سکیں یعنی اس صورت میں اگر ان کے لیے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو ورنہ انہیں صرف طے شدہ مہر کا نصف ملے گا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے اور تم انہیں آرام سے الگ کر دو یعنی کوئی نقصان پہنچائے بغیر ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اغراض مفسر

هُوَ الْجَنَّة:۔ یہاں سے ،،فضلا کبیرا،، کی تفسیر کر دی۔

فِيمَا يُخَالِف شَرِيعَتك:۔ یہاں سے ،،لاتطع،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

اُتْرُكْ :۔ یہاں سے ،،دع،، کا معروف معنی بتا دیا۔

لَا تُجَازِهِمْ عَلَيْهِ إِلَى أَن تُؤْمَر فِيهِمْ بِأَمْرٍ :۔ آیت کی تفسیر کر دی یعنی انہیں اس کا بدلہ نہ دو اس وقت تک جب تک تمہیں ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جاتا۔

فَهُوَ كَافِيك:۔ نتیجہ نکال کر بتا دیا۔

مُفَوَّضًا إِلَيْهِ:۔ وکیل کا معنی بتا دیا۔

وَفِي قِرَاءَة تُمَاسُوهُنَّ:أَيْ تُجَامِعُوهُنَّ:۔ یہاں سے ،،**تمسوھن**،، کی لغوی تحقیق اور معنی بتا دیا کہ ایک قرات کے مطابق لفظ "**تماسوھن**" ہے یعنی تمہارا ان کے ساتھ صحبت کرنا۔

تُحْصُونَهَا بِالْأَقْرَاءِ وَغَيْرهَا:۔ یہاں سے ،،تعتدون،، کا معنی اور متعلق نکال کر بتا دیا یعنی تمہارے حوالے سے غیر مدخولہ پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی نہ تین حیض کی عدت اور نہ اس کے علاوہ کوئی عدت۔

مسئلہ :اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو قبل جماع طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں۔

مسئلہ : خلوت صحیحہ قربت کے حکم میں ہے تو اگر خلوت صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہوگی اگرچہ مباشرت نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ : یہ حکم مومنہ اور کتابیہ دونوں کو عام ہے لیکن آیت میں مومنات کا ذکر فرمانا اس طرف مشیر ہے کہ نکاح کرنا مومنہ سے اولیٰ ہے۔

مسئلہ: یعنی اگر ان کا مہر مقرر ہو چکا تھا تو قبل خلوت طلاق دینے سے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو ایک
جوڑا دینا واجب ہے جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں۔

أعطوهنّ مَا يَستَمتِعنَ بِهِ أيْ إن لَمْ يُسَمّ لَهُنّ أصدقة وإلا فلهن نصف المسمى فقط قاله بن عَبّاس وَعَلَيهِ الشّافِعِيّ: ۔آیت کی تفسیر اور ائمہ کا موقف بیان کر دیا آیت کا مطلب یہ کہ تم انہیں متاع دو یعنی انہیں وہ چیزیں دو جسے وہ استعمال کر سکیں یعنی اس صورت میں اگر ان کے لیے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو ورنہ انہیں صرف طے شدہ مہر کا نصف ملے گا یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

خلّوا سبيلهن من غير إضرار: ۔آیت کی تفسیر کر دی یعنی کوئی نقصان پہنچائے بغیر ان کا راستہ چھوڑ دو۔ اچھی طرح چھوڑنا یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دیے جائیں اور ان کو کوئی ضرر نہ دیا جائے اور انہیں روکا نہ جائے کیونکہ ان پر عدت نہیں ہے۔

(يأيها النّبِيّ إنّا أحلَلنَا لَكَ أزوَاجكَ اللّاتِي آتَيتَ أجُورهنّ)مُهُورهنّ(وَمَا مَلَكَتْ يَمِينكَ مِمّا أفَاءَ اللّه عَلَيكَ)مِنَ الكُفّار بِالسّبي كَصَفِيّة وَجُوَيرِيَة(وَبَنَات عَمّك وَبَنَات عَمّاتك وَبَنَات خَالك وَبَنَات خَالَاتك اللّاتِي هَاجَرنَ مَعَك)بِخِلَاف مَن لَم يُهَاجِرنَ (وَامرَأة مُؤمِنَة إن وَهَبَتْ نَفسهَا لِلنّبِيّ إن أرَادَ النّبِيّ أن يَستَنكِحهَا)يَطلُب نِكَاحهَا بِغَيرِ صَدَاق (خَالِصَة لَكَ مِن دُون المُؤمِنِينَ) النّكَاح بِلَفظِ الهِبَة مِن غَير صَدَاق (قَد عَلِمنَا مَا فَرَضنَا عَلَيهِم) أيْ المُؤمِنِينَ (فِي أزوَاجهم) مِنَ الأحكَام بِأن لَا يَزِيدُوا عَلَى أربَع نِسوَة وَلَا يَتَزَوّجُوا إلّا بِوَلِيّ وَشُهُود ومهر (و) في (ما مَلَكَتْ أيمَانهم) مِنَ الإمَاء بِشِرَاء وَغَيره بِأن تَكُون الأمَة مِمّن تَحِل لِمَالِكِهَا كَالكِتَابِيّة بِخِلَاف المجوسية والوثنية وأن تستبرى، قَبل الوَطء (لِكَيلَا) مُتَعَلّق بِمَا قَبل ذَلِكَ (يكون عليه حَرَج) ضِيق فِي النّكَاح (وَكَانَ اللّه غَفُورًا) فِيمَا يَعسُر التّحَرّز عَنهُ (رَحِيمًا) بِالتّوسِعَة فِي ذلك

اے نبی ﷺ! ہم نے تمہارے لیے حلال قرار دی ہیں تمہاری وہ بیویاں جنہیں تم ان کا اجر یعنی مہر دے دیتے ہو اور تمہارے زیر ملکیت (وہ عورتیں) جو اللہ تعالیٰ نے مال فے کے طور پر تمہیں دی ہیں یعنی جو کفار قیدی ہو کر آئے تھے جیسے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھی کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی (یعنی) جنہوں نے ہجرت نہیں کی ان کا حکم مختلف ہے اور مومن عورت اگر اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دیتی ہے اگر نبی ﷺ اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کریں یعنی وہ مہر کے بغیر اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں۔ (یہ اجازت)

صرف تمہارے لیے ہے۔ دیگر اہل ایمان کے لیے نہیں ہے یعنی کسی مہر کے بغیر لفظ ہبہ کے ذریعے نکاح کرنا۔ ہم جانتے ہیں جو ہم نے مقرر کیا ہے۔ ان پر یعنی اہل ایمان پر ان کی بیویوں کے بارے میں یعنی جو احکام لازم کیے ہیں یعنی وہ چار سے زیادہ خواتین کے ساتھ بیک وقت شادی نہیں کر سکتے اور سرپرست' گواہوں اور مہر کے بغیر بھی شادی نہیں کر سکتے۔ اور اس کے بارے میں جس کے تمہارے ہاتھ مالک ہوتے ہیں یعنی جو کنیزیں خرید کر یا کسی اور طریقے سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ کنیز ہو جو (یعنی جس کے ساتھ صحبت کرنا) اس کے مالک کے لیے حلال ہو جیسے کتابیہ عورت مجوسی اور بت پرست عورت کا حکم مختلف ہے۔ اسی طرح صحبت سے پہلے کنیز کا استبراء کروالیا جائے تا کہ تم پر کوئی حرج نہ ہو، یہ لفظ متعلق ہے اس سے پہلے کے پورے جملے کے اور (حرج سے مراد) نکاح کے معاملے میں تنگی ہے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے۔ اس کی جس سے بچنا مشکل ہے اور رحم کرنے والا ہے یعنی اس معاملے میں کشادگی کے حوالے سے۔

اغراض مفسر

مُهُورهنّ: ۔یہاں سے ،،اجورھن،، کا معنی مرادی بتادیا۔

مِنَ الْكُفَّار بِالسَّبي كَصَفِيَّة وَجُوَيرِيَة: ۔یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کر بتادیا، یعنی جو کفار قیدی ہو کر آئے تھے جیسے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا۔

بِخِلَاف مَنْ لَمْ يُهَاجِرْنَ: يَطْلُب نِكَاحهَا بِغَيْرِ صَدَاق: ۔یہاں سے استثناء نکال کر بتادیا یعنی جنھوں نے ہجرت نہیں کی ان کا حکم مختلف ہے۔

النِّكَاح بِلَفْظِ الْهِبَة مِنْ غَيْر صَدَاق: ۔مفعول نکال کر بتادیا یعنی کسی مہر کے بغیر لفظ ہبہ کے ذریعے نکاح کرنا کسی اور کو جائز نہیں (یاد رہے کہ یہ امام شافعی کا مسلک ہے احناف کے نزدیک ھبہ کے لفظ سے نکاح ہو جاتا ہے)۔

أَيْ الْمُؤْمِنِين: ۔یہاں سے ،،ھم،، ضمیر کا مرجع بتادیا۔

مِنْ الْأَحْكَام بِأَنْ لَا يَزِيدُوا عَلَى أَرْبَع نِسْوَة وَلَا يَتَزَوَّجُوا إلَّا بِوَلِيٍّ وَشُهُود ومهر: ۔یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کر بتادیا، یعنی وہ چار سے زیادہ خواتین کے ساتھ بیک وقت شادی نہیں کر سکتے اور سرپرست' گواہوں اور مہر کے بغیر بھی شادی نہیں کر سکتے (یہ بھی امام شافعی کا مسلک ہے احناف کے نزدیک ولی اور مہر کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے)۔

في: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،ما،، محل جر میں ہے اور اس سے پہلے حرف جر محذوف ہے۔

مِنْ الْإِمَاء بِشِرَاء وَغَيْره بِأَنْ تَكُون الْأَمَة مِمَّنْ تَحِلّ لِمَالِكِهَا كَالْكِتَابِيَّةِ بِخِلَاف المجوسية والوثنية وأن تستبرئ قبل الْوَطْء: ۔یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کر بتادیا، یعنی جو کنیزیں خرید کر یا کسی اور طریقے سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ کنیز ہو جس کے ساتھ جماع کرنا اس کے مالک کے لیے حلال ہو جیسے کتابیہ عورت، لیکن مجوسی اور بت

بت عورت کا حکم مختلف ہے، اسی طرح جماع سے پہلے کنیز کا استبراء کروالیا جائے۔

متعلق بما قبل ذلك: ۔ترکیبی احتمال بتادیا کہ ،،لکیلا،، کالفظ متعلق ہے اس سے پہلے کے پورے جملے کے۔

ضیق فی النكاح: ۔یہاں سے حرج کی تفسیر کردی یعنی نکاح کے معاملے میں تنگی ہے۔

فیما یعسر التحرز عنه: ۔یہاں سے ،،غفور،، کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی اللہ تعالی مغفرت کرنے والا ہے اس کی جس سے بچنا مشکل ہے۔

بالتوسعة فی ذلك: ۔یہاں سے ،،رحیم،، کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی اللہ تعالی رحم کرنے والا ہے اس معاملے میں کشادگی کے حوالے سے۔

(ترجی ء)بِالْهَمْزَةِ وَالْيَاء بَدَله تُؤَخِّر (مَنْ تَشَاء مِنْهُنَّ) أَيْ أَزْوَاجك عَنْ نَوْبَتهَا (وَتُؤْوِي) تَضُمّ (إِلَيْك مَنْ تَشَاء) مِنْهُنَّ فَتَأْتِيهَا (وَمَنْ ابْتَغَيْت) طَلَبْت (مِمَّنْ عَزَلْت) مِنْ الْقِسْمَة (فَلَا جُنَاح عَلَيْك) فِي طَلَبهَا وَضَمّهَا إلَيْك خُيِّرَ فِي ذَلِكَ بَعْد أَنْ كَانَ الْقَسْم وَاجِبًا عَلَيْهِ (ذَلِكَ) التَّخْيِير (أَدْنَى) أَقْرَب إلَى (أَنْ تَقَرّ أَعْيُنهنَّ ولا يحزن ويرضين بِمَا آتَيْتهنَّ) مَا ذُكِرَ الْمُخَيَّر فِيهِ (كُلّهنَّ) تَأْكِيد لِلْفَاعِلِ فِي يَرْضَيْنَ (وَاَللَّه يَعْلَم مَا فِي قُلُوبكُمْ) مِنْ أَمْر النِّسَاء وَالْمَيْل إلَى بَعْضهنَّ وَإِنَّمَا خَيَّرْنَاك فِيهِنَّ تَيْسِيرًا عَلَيْك فِي كُلّ مَا أَرَدْت (وَكَانَ اللَّه عَلِيمًا) بِخَلْقِهِ (حليما) عن عقابهم(لا تحل) بالتاء والياء (لَك النِّسَاء مِنْ بَعْد) بَعْد التِّسْع الَّتِي اخْتَرْنَك (وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ) بِتَرْكِ إحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْأَصْل (بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاج) بِأَنْ تُطَلِّقهُنَّ أَوْ بَعْضهنَّ وَتَنْكِح بَدَل مَنْ طَلَّقْت (وَلَوْ أَعْجَبَك حُسْنهنَّ إلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينك) مِنْ الْإِمَاء فَتَحِلّ لَك وَقَدْ مَلَكَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدهنَّ مَارِيَة وَوَلَدَتْ لَهُ إبْرَاهِيم وَمَاتَ فِي حَيَاته (وَكَانَ اللَّه عَلَى كُلّ شَيْء رَقِيبًا) حفيظا

ترجیء کرو، یہ ہمزہ کے ساتھ ہے اور ''ی'' اس کے بدل کے طور پر ہے یعنی تم مؤخر کردو ان میں سے جسے چاہو یعنی اپنی ازواج میں سے کسی کی باری کو اور تم ملالو یعنی ضم کردو اپنے ساتھ جسے تم چاہو یعنی ان میں سے تو تم اس کے پاس چلے جاؤ اور جسے تم تلاش کرو یعنی طلب کرو ان میں سے جنہیں تم نے الگ کیا ہے تقسیم کے حوالے سے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی اسے طلب کرنے کے حوالے سے اور اپنے ساتھ چلانے کے حوالے سے۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ اختیار بعد میں دیا گیا۔ پہلے آپ ﷺ پر تقسیم واجب تھی یہ یعنی اختیار دینا ادنی ہے یعنی زیادہ قریب ہے اس کے کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہوں اور وہ راضی رہیں اس پر جو تم نے انہیں دیا ہے

یعنی جس بارے میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے اس کا جو تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب یہ لفظ "یرضین" میں موجود فاعل کی تاکید کے لیے ہے اور تمہارے دلوں میں جو ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے یعنی خواتین کے بارے میں اور ان میں سے کسی ایک کی طرف میلان کے حوالے سے (جو کچھ ہے) یعنی ہم نے تمہیں تمہاری مراد کے مطابق آسانی دینے کے لیے تمہیں ان کے بارے میں اختیار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا ہے اپنی مخلوق کے بارے میں اور بردبار ہے انہیں سزا دینے کے حوالے سے۔ اور تمہارے لیے حلال نہیں ہیں۔ اس لفظ کو "ی" اور "ت" (یعنی غائب اور حاضر دونوں صیغوں) کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ خواتین اس کے بعد یعنی ان کو خواتین کے بعد جنہوں نے تمہیں اختیار کر لیا اور نہ ہی یہ کہ تم تبدیل کرو یہاں اصل میں دو میں سے ایک ت کو حذف کر دیا گیا ہے ان بیویوں کو یعنی انہیں یا ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر جسے طلاق دی ہو اس کی جگہ کسی اور سے شادی کر لو۔ اگرچہ ان کی خوبصورتی تمہیں پسند آئے البتہ جو تمہاری زیر ملکیت ہیں (ان کا حکم مختلف ہے) یعنی کنیزیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اس کے بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے مالک بنے تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تھا جن کا وصال آپ ﷺ کی ظاہری زندگی میں ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا نگہبان یعنی حفاظت کرنے والا ہے۔

اغراض مفسر

بِالْهَمْزَةِ وَالْيَاءِ بَدَلَه تُؤَخِّر:۔ یہاں سے ،،ترجی،، کی لغوی تحقیق اور معنی بتا دیا یعنی یہ ہمزہ کے ساتھ ہے اور "ی" اس کے بدل کے طور پر ہے اس کا معنی ہے تم مؤخر کر دو۔

أَيْ أَزْوَاجَكَ عَنْ نَوْبَتِهَا:۔ ،،من، ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا۔

تَضُمّ:۔ یہاں سے ،،تؤوی،، کا معروف معنی بتا دیا۔ یعنی آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس بی بی کو چاہیں پاس رکھیں اور بیبیوں میں باری مقرر کریں یا نہ کریں لیکن باوجود اس اختیار کے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے ساتھ عدل فرماتے اور ان کی باریاں برابر رکھتے سوائے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنہوں نے اپنی باری کا دن حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیا تھا اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا تھا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کے ازواج میں ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ یہ آیت ان عورتوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی جانیں حضور کو نذر کیں اور حضور کو اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اس کے ساتھ تزوج فرمائیں اور جس کو چاہیں انکار فرما دیں۔

مِنْهُنَّ : یہاں سے ،،تشاء،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

فَتَأْتِيهَا:۔ نتیجہ نکال کر بتا دیا۔

طَلَبْتَ:۔ ،،ابتغیت،، کا معروف معنی بتا دیا۔

مِنَ الْقِسْمَةِ:۔ یہاں سے ،،عزلت،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

فِي طَلَبِهَا وَضَمِّهَا إِلَيْكَ: یہاں سے ،،جناح،،کا متعلق نکال کر بتا دیا، کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی اسے طلب کرنے کے حوالے سے اور اپنے ساتھ چلانے کے حوالے سے۔

خَيْر فِي ذَٰلِكَ بَعْد أَنْ كَانَ الْقَسْم وَاجِبًا عَلَيْهِ: ۔سابقہ حکم بیان کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ اختیار بعد میں دیا گیا پہلے آپ ﷺ پر تقسیم واجب تھی۔

التَّخْيِير: ۔،،ذلک کا مشار الیہ نکال کر بتا دیا۔

أَقْرَب إِلَى: ۔،،ادنی،،اسم تفضیل کا معنی مرادی بتا دیا اور ،،الی،، سے اس طرف اشارہ کیا کہ اسم تفضیل ،،الی،، کے ساتھ مستعمل ہے۔

تَأْكِيد لِلْفَاعِلِ فِي يَرْضَيْنَ: یہاں سے، کلھن ،کا ترکیبی احتمال بتا دیا کہ یہ لفظ' یرضین' میں موجود فاعل کی تاکید کے لیے ہے

مِنْ أَمْر النِّسَاء وَالْمَيْل إِلَى بَعْضهنَّ وَإِنَّمَا خَيَّرْنَاكَ فِيهِنَّ تَيْسِيرًا عَلَيْكَ فِي كُلّ مَا أَرَدْت: یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی تمہارے دلوں میں جو ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے یعنی خواتین کے بارے میں اور ان میں سے کسی ایک کی طرف میلان کے حوالے سے جو کچھ ہے یعنی ہم نے تمہیں تمہاری مراد کے مطابق آسانی دینے کے لیے تمہیں ان کے بارے میں اختیار دیا ہے۔

بِخَلْقِهِ: ۔یہاں سے ،،علیما،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

عن عقابهم: ۔یہاں سے ،،حلیما،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

بالتاء واليا: ۔یہاں سے ،،تحل،، کی صرفی تحقیق بتا دی کہ اس لفظ کو"ی" اور "ت" (یعنی غائب اور حاضر دونوں صیغوں) کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

بَعْد التِّسْع الَّتِي اخْتَرْنَكَ: ۔،،بعد،، کے بعد مضاف الیہ محذوف تھا نکال کر بتا دیا یعنی ان کو خواتین کے بعد جنہوں نے تمہیں اختیار کر لیا۔

بِتَرْكِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْأَصْل: ۔یہاں سے ،،تبدل،، کی صرفی تحقیق نکال کر بتا دی کہ یہاں اصل میں دو میں سے ایک ت کو حزف کر دیا گیا ہے۔

بِأَنْ تُطَلِّقهُنَّ أَوْ بَعْضهنَّ وَتَنْكِح بَدَل مَنْ طَلَّقْت: صورت نکال کر بتا دی یعنی انہیں یا ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر جسے طلاق دی ہو اس کی جگہ کسی اور سے شادی کر لو ۔

مِنْ الْإِمَاء: یہاں سے ،،ما،، کا بیان نکال کر بتا دیا۔

فَتَحِلّ لَكَ: نتیجہ نکال کر بتا دیا۔

وَقَدْ مَلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُنَّ مَارِيَةَ وَوَلَدَتْ لَهُ إِبْرَاهِيمَ وَمَاتَ فِي حَيَاتِهِ: ۔ حکم کا ثمرہ بتادیا کہ نبی اکرم ﷺ اس کے بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے مالک بنے تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تھا جن کا وصال آپ ﷺ کی ظاہری زندگی میں ہو گیا۔

حفیظا: ۔ یہاں سے ،، رقیبا ،، کا معروف معنی بتادیا۔

(يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ) فِي الدُّخُولِ بِالدُّعَاءِ (إِلَى طَعَامٍ) فَتَدْخُلُوا (غَيْرَ نَاظِرِينَ) مُنْتَظِرِينَ (إِنَاهُ) نُضْجَهُ مَصْدَرُ أَنَى يَأْنِي (وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا) تَمْكُثُوا (مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ) مِنْ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ (إِنَّ ذٰلِكُمْ) الْمُكْثَ (كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ) أَنْ يُخْرِجَكُمْ (وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ) أَنْ يُخْرِجَكُمْ أَيْ لَا يَتْرُكُ بَيَانَهُ وَقُرِئَ يَسْتَحِي بِيَاءٍ وَاحِدَةٍ (وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ) أَيْ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ) سِتْرٍ (ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ) مِنَ الْخَوَاطِرِ الْمُرِيبَةِ (وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ) بِشَيْءٍ (وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ) ذَنْبًا (عَظِيمًا)(إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ) مِنْ نِكَاحِهِنَّ بَعْدَهُ (فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا) فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ(لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ) أَيِ الْمُؤْمِنَاتِ (وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ) مِنَ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيدِ أَنْ يَرَوْهُنَّ وَيُكَلِّمُوهُنَّ مِنْ غَيْرِ حِجَابٍ (وَاتَّقِينَ اللّٰهَ) فِيمَا أُمِرْتُنَّ بِهِ (إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا) لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ

اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں صرف اسی وقت داخل ہو جب تمہیں اجازت دی جائے یعنی اندر آنے کے لیے بلایا جائے کھانے کے لیے تو تم آجاؤ (اس حال میں کہ) تم نظر کرنے والے نہ ہو یعنی انتظار ظاہر کرنے والے نہ ہو اس کے پکنے یعنی تیار ہونے کا۔ یہ لفظ "انی یانی" کا مصدر ہے لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو تم اندر آجاؤ اور جب تم کھا چکو تو تم منتشر ہو جاؤ یعنی ٹھہر و نہیں آپس میں بات چیت کرنے کے لیے یعنی ایک دوسرے کے ساتھ۔ بے شک یہ یعنی ٹھہرنا نبی اکرم ﷺ کو اذیت دیتا ہے وہ تم سے حیاء کرتے ہیں کہ تمہیں نکال دیں لیکن اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں کرتا انہیں باہر نکالنے کے حوالے سے یعنی وہ اس کے بیان کو ترک نہیں کرتا۔ اس لفظ کو **یستحی** "یعنی ایک "ی" کے ساتھ ہمراہ بھی پڑھا گیا ہے اور جب تم خواتین سے سوال کرو یعنی

اگر حضور ﷺ کی ازواج سے کسی چیز کا تو تم حجاب یعنی پردے کے پیچھے سے ان سے مانگو۔ یہ تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔ شک میں مبتلاء کرنے والے خیالات کے حوالے سے۔ اور تمہیں یہ حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ کسی بھی چیز کے ذریعے اور نہ ہی یہ کہ تم ان کے بعد کبھی بھی ان کی ازواج کے ساتھ نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک عظیم یعنی گناہ ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اسے پوشیدہ رکھو یعنی بعد میں ان کے ساتھ نکاح کرنے کے حوالے سے تو بے شک اللہ ہر شے کے بارے میں علم رکھنے والا ہے اس کی جزا (یعنی سزا) دے گا۔ ان ازواج کے لیے کوئی حرج نہیں ہے ان کے آباء ان کے بیٹوں ان کے بھائیوں ان کے بھتیجوں ان کے بھانجوں ان کی خواتین یعنی مومن خواتین اور ان کی زیر ملکیت کے حوالے سے خواہ وہ کنیزیں ہوں یا غلام ہوں۔ یہ لوگ انہیں دیکھ سکتے ہیں اور حجاب کے بغیر بات چیت کر سکتے ہیں (اے ازواج نبی ﷺ) تم اللہ سے ڈرتی رہو اس بارے میں جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے سے واقف ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

اغراض مفسر

فِی الدُّخُول بِالدُّعَاء: ۔ یہاں سے ،،یوذن،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

فَتَدخُلُوا: ۔ نتیجہ نکال کر بتا دیا۔

شانِ نُزول: جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں، آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے، مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور ازواجِ مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے، اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے تب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اس سے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال حیا اور شانِ کرم و حسنِ اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے بلکہ جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسنِ آداب کا اعلیٰ ترین معلّم ہے۔

مُنتَظِرِینَ: ۔ اس طرف اشارہ کیا کہ مجرد، مزید فیہ کے معنی میں ہے۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دعوت کسی کے یہاں کھانے نہ جائے۔

نُضجه: یہاں سے ،،اناہ،، کا معنی بتا دیا کہ اس کے پکنے یعنی تیار ہونے کا۔

مَصدَر أَنِیَ یَأنِی: ۔ صرفی تحقیق بتا دی کہ یہ لفظ ''انی یانی'' کا مصدر ہے۔

تَمکُثُوا: ۔ لا کے بعد فعل محذوف تھا نکال کر بتا دیا۔

مِنْ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ:۔ یہاں سے،،،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

الْمُكْث:۔ یہاں سے،،ذلکم،، کا مشارالیہ بتادیا۔

أن يخرجكم:۔ یہاں سے،،يستحي،، کا مفعول نکال کر بتادیا۔

أنْ يُخْرِجَكُمْ: یہاں سے،،یستحی،، کا مفعول نکال کر بتادیا۔

أيْ لَا يَتْرُكُ بيانه : یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ حیا مخلوق کا خاصہ ہے اس کی نسبت اللہ کی طرف کرنا درست نہیں پھر،،**والله لا يستحيي**،، کیوں کہا گیا؟

جواب: مفسر نے،، **لَا يَتْرُكُ بيانه**،، نکال کر اس کا جواب دیا کہ آیت،، **لَا يَتْرُكُ بيانه**،، کے معنی میں ہے۔ یعنی حیا ،ترک کے معنی میں ہے۔

وقرئ، يَسْتَحِي بِيَاءٍ وَاحِدَةٍ:۔ یہاں سے،،یستحی،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ اس لفظ کو"**يستحي**" یعنی ایک"ی" کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

أيْ أزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔ یہاں سے،،هن،، ضمیر کا مرجع بتادیا۔

سِتْر:۔ یہاں سے،،حجاب،، کا معنی بتادیا۔

مِنَ الْخَوَاطِرِ الْمُرِيبَةِ:۔ یہاں سے،،**اطهر**،، اسم تفضیل کا مفضل علیہ نکال کر بتادیا۔

بِشَيْءٍ:۔،،تؤذون،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

ذنبا:۔ مفسر علیہ الرحمہ نے،،عظیما،، کا موصوف محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

مِنْ نِكَاحِهِنَّ بَعْدَه:۔ یہاں سے،،شیئا،، کا بیان نکال کر بتادیا۔

فيجازيكم عليه:۔ نتیجہ نکال کر بتادیا۔

أيْ الْمُؤْمِنَات:۔ مذکورہ قرابتوں کی صفت نکال کر بتادی۔

مِنَ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيد: یہاں سے،،ما،، کا بیان نکال کر بتادیا۔

أنْ يَرَوْهُنَّ وَيُكَلِّمُوهُنَّ مِنْ غَيْرِ حِجَاب:۔ مفعول نکال کر بتادیا۔

فِيمَا أُمِرْتُنَّ بِهِ:۔ یہاں سے،،اتقین،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ:۔،،شهید،، کی صفت نکال کر بتادی۔

شانِ نُزول : جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں، اس پر

آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یعنی ان اقارب کے سامنے آنے اور ان سے کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی مسلمان بیبیوں کے سامنے آنا جائز ہے اور کافرہ عورتوں سے پردہ کرنا اور اپنے جسم چھپانا لازم ہے سوائے جسم کے ان حصوں کے جو گھر کے کام کاج کے لئے کھولنے ضروری ہوتے ہیں۔ یہاں چچا اور ماموں کا صراحۃً ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ والدین کے حکم میں ہیں۔

(إنَّ اللهَ وَمَلَائِكَته يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ) مُحَمَّد صلى الله عليه وسلم (يَأيها الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) أيْ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدنَا مُحَمَّد وَسَلِّمْ (إنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُوله) وَهُمْ الْكُفَّار يَصِفُونَ اللهَ بِمَا هُوَ مُنَزَّه عَنْهُ مِنَ الْوَلَد وَالشَّرِيك وَيُكَذِّبُونَ رَسُوله (لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَة) أَبْعَدَهُمْ (وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا) ذَا إهَانَة وَهُوَ النَّار (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَات بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا) يَرْمُونَهُمْ بِغَيْرِ مَا عَمِلُوا (فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا) تحملوا كذبا (وإثما مبينا) بينا (يَأيها النَّبِيّ قُلْ لِأَزْوَاجِك وَبَنَاتك وَنِسَاء الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبهنَّ) جَمْع جِلْبَاب وَهِيَ الْمُلَاءَة الَّتِي تَشْتَمِل بِهَا الْمَرْأَة أَيْ يُرْخِينَ بَعْضهَا عَلَى الْوُجُوه إذَا خَرَجْنَ لِحَاجَتِهِنَّ إلَّا عَيْنًا وَاحِدَة (ذَلِكَ أَدْنَى) أَقْرَب إلَى (أَنْ يُعْرَفْنَ) بِأَنَّهُنَّ حَرَائِر (فَلَا يُؤْذَيْنَ) بِالتَّعَرُّضِ لَهُنَّ بِخِلَافِ الْإِمَاء فَلَا يُغَطِّينَ وُجُوههنَّ فَكَانَ الْمُنَافِقُونَ يَتَعَرَّضُونَ لَهُنَّ (وَكَانَ اللهُ غَفُورًا) لِمَا سَلَفَ مِنْهُنَّ مِنْ تَرْك السَّتْر (رَحِيمًا) بِهِنَّ إذْ سَتَرَهُنَّ

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی یعنی حضرت محمد ﷺ پر رحمت نازل کرتے ہیں اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اہتمام کے ساتھ سلام بھیجو یعنی تم یہ پڑھو۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدنَا مُحَمَّد وَسَلِّمْ "اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام نازل کر" بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اس سے مراد کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اولاد اور شریک وغیرہ سے موصوف کرتے ہیں جن سے وہ پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کرے گا یعنی (اپنی رحمت سے) دور کر دے گا اور اس نے ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے یعنی اہانت والا یعنی جہنم۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں ان کے کسی جرم کے بغیر یعنی ان پر وہ الزام لگاتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیا تو وہ بہتان کا بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی جھوٹ کا وزن اٹھاتے ہیں اور واضح یعنی بین گناہ کا بھی ۔ اے نبی ﷺ اپنی ازواج' بیٹیوں اور مومن خواتین سے کہہ دو کہ وہ اپنی بڑی چادریں اپنے اوپر ڈالے رکھیں۔ یہ لفظ "جلباب" کی جمع ہے یعنی وہ چادر جسے عورت اوڑھتی ہے یعنی وہ خواتین جب کسی کام سے باہر نکلیں تو اس چادر کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر ڈال دیں البتہ ایک آنکھ کی جگہ چھوڑ دیں۔ یہ ادنیٰ ہے

یعنی اس کے زیادہ قریب ہے کہ انہیں پہچان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور انہیں اذیت نہ پہنچائی جائے یعنی ان سے تعرض نہ کیا جائے' کنیزوں کا حکم اس سے مختلف ہے وہ اپنے چہروں کو نہیں ڈھانپتی تھیں اور منافقین ان سے تعرض کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے یعنی اس کی جو پردہ ترک کرنے کے حوالے سے ان خواتین سے پہلے سرزد ہوا اور رحم کرنے والا ہے یعنی ان خواتین پر جب وہ پردہ کریں۔

اغراض مفسر

مُحَمَّد صلى الله عليه وسلم: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ,,النبی,, پر الف لام عہد کا ہے۔

الف،لام، کی اقسام: اس کی پانچ اقسام ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی (۵) عہد حضوری۔

الف لام جنسی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد فقط جنس ہو اور افراد کا اعتبار نہ ہو۔

جیسے **اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَۃِ**,, یعنی جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے,,

الف لام استغراقی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد جنس کے تمام افراد ہوں۔ جیسے **اِنَّ الانْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ** (بے شک ہر انسان خسارے میں ہے) اس مثال میں اَلانسان کا الف لام استغراقی ہے۔اور اسی کو تفسیر میں مفسر نے جنسی قرار دیا ہے یعنی جنس انسان خسارے میں ہے۔

الف لام عہد خارجی: وہ الف لام جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور اس کا مدخول متکلم اور مخاطب دونوں کے نزدیک متعین ہو۔ جیسے **فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ** (تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی) اس مثال میں اَلرَّسُول پر عہد خارجی کا الف لام ہے،اور الرسول سے خاص اور معین رسول ہے اور وہ حضرت موسیٰ ہیں۔

الف لام عہد ذہنی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور وہ بعض کوئی غیر معین فرد ہو۔ جیسے اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ (میں خوف کرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھالے)۔اس مثال میں اَلذِّئب پر عہد ذہنی کا الف لام ہے۔

الف لام عہد حضوری: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد وہ فرد ہو جو فی الوقت موجود و حاضر ہو۔ جیسے **اَلْیَوْمَ**۔

أَیْ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ: ۔درود پاک بتادیا، یعنی تم یہ پڑھو" اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام نازل کر"۔

درود پاک کا حکم شرعی: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعدِ تشہد درود شریف پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا

کرم ہے۔

مسئلہ: درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللھم صل علی محمد کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یا رب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار بھیجتا ہے۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔

وَهُمُ الْكُفَّار: یہاں سے،، یؤذون،، کا فاعل نکال کر بتا دیا یعنی کفار۔

يَصِفُونَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ مُنَزَّه عَنْهُ مِنَ الْوَلَد وَالشَّرِيك وَيُكَذِّبُونَ رَسُوله:۔ اذیت کی وجہ بتادی کہ وہ کفار اللہ تعالیٰ کو اولاد اور شریک وغیرہ سے موصوف کرتے ہیں جن سے وہ پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

أَبْعَدَهُمْ:۔ یہاں سے،، لعنت،، کا معنی نکال کر بتا دیا یعنی اللہ کی رحمت سے دوری۔

ذَا إِهَانَة: اس طرف اشارہ کیا کہ،، مُهِينًا،، نسبت کا صیغہ ہے۔

وَهُوَ النَّار:۔ یہاں سے،، عَذَابًا مُهِينًا،، کی تفسیر کردی۔

يَرْمُونَهُمْ بِغَيْرِ مَا عَمِلُوا:۔ آیت کی تفسیر کردی یعنی جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں ان کے کسی جرم کے بغیر یعنی ان پر وہ الزام لگاتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیا۔

شانِ نُزول: یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بدگوئی کرتے تھے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔

تحملوا كذبا: یہاں سے، اِحْتَمَلُوا بُهْتَانًا، کی تفسیر کردی کہ وہ بہتان کا بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی جھوٹ کا وزن اٹھاتے ہیں

جَمْع جِلْبَاب وَهِيَ الْمُلَاءَة الَّتِي تَشْتَمِل بِهَا الْمَرْأَة أَيْ يُرْخِينَ بَعْضهَا عَلَى الْوُجُوه إِذَا خَرَجْنَ لِحَاجَتِهِنَّ إِلَّا عَيْنًا وَاحِدَة:۔ یہاں سے،، جَلَابِيبِهِنَّ،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ لفظ "جلباب" کی جمع ہے یعنی وہ چادر جسے عورت اوڑھتی ہے یعنی وہ خواتین جب کسی کام سے باہر نکلیں تو اس چادر کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر ڈال دیں

البتہ ایک آنکھ کی جگہ چھوڑ دیں۔

أَقْرَب إِلَى:۔ یہاں سے ،،ادنی،، کا معنی بتایا اور ،،الی،، سے اس طرف اشارہ کیا کہ اسم تفضیل ،،الی،، کے ساتھ مستعمل ہے جو کہ محذوف ہے۔

بِأَنَّهُنَّ حَرَائِر:۔ یہاں سے ،،یعرفن،، کا مفعول غیر صریح بتادیا۔

بِالتَّعَرُّضِ لَهُنَّ: یہاں سے ،،یوذین،، کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

بِخِلَافِ الْإِمَاء فَلَا يُغَطِّينَ وُجُوهَهُنَّ فَكَانَ الْمُنَافِقُونَ يَتَعَرَّضُونَ لَهُنَّ:۔ استثناء بتادیا کہ کنیزوں کا حکم اس سے مختلف ہے وہ اپنے چہروں کو نہیں ڈھانپتی تھیں اور منافقین ان سے تعرض کرتے تھے۔

لِمَا سَلَفَ مِنْهُنَّ مِنْ تَرْكِ السَّتْر:۔ یہاں سے ،،غفورا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِهِنَّ إِذْ سَتَرَهُن:۔ یہاں سے ،،رحیما،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

(لَئِن) لام قسم (لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ) عَنْ نفاقهم (والذين في قلوبهم مرض) بالزنى (وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَة) الْمُؤْمِنِينَ بِقَوْلِهِمْ قَدْ أَتَاكُمُ الْعَدُوّ وَسَرَايَاكُمْ قُتِلُوا أَوْ هُزِمُوا (لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ) لنسلطنك عليهم (ثم لا يجاورونك) يساكنونك (فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا) ثُمَّ يَخْرُجُونَ (مَلْعُونِينَ) مُبْعَدِينَ عَنِ الرَّحْمَة (أَيْنَمَا ثُقِفُوا) وُجِدُوا (أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا) أَيْ الْحُكْم فِيهِمْ هَذَا عَلَى جِهَة الْأَمْر بِهِ (سُنَّة الله) أَيْ سَنَّ اللهُ ذَلِكَ (فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْل) مِنَ الْأُمَم الْمَاضِيَة فِي مُنَافِقِيهِمْ الْمُرْجِفِينَ الْمُؤْمِنِينَ (وَلَنْ تَجِد لِسُنَّةِ الله تَبْدِيلًا) مِنْهُ (يَسْأَلك النَّاس) أَهْل مَكَّة (عَنِ السَّاعَة) مَتَى تَكُون (قُلْ إِنَّمَا عِلْمهَا عِنْد الله وَمَا يُدْرِيك) يُعْلِمك بِهَا أَيْ أَنْتَ لَا تَعْلَمهَا (لعل الساعة تكون) توجد (قريبا)

قسم ہے اگر یہاں پر ''ل'' قسم کے لیے ہے منافقین باز نہیں آتے یعنی اپنے نفاق سے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یعنی زنا کا اور مدینہ میں جو جھوٹ پھیلاتے ہیں یعنی اہل ایمان کے درمیان یہ کہہ کر کہ دشمن تم تک پہنچنے والا ہے یا جو مہم تم نے بھیجی تھی ،، سب مارے گئے یا شکست کھا گئے تو ہم تمہیں ان پر قابو دیں گے یعنی ہم تمہیں ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ تمہارے پڑوس میں نہیں رہ سکیں گے یعنی تمہارے ساتھ نہیں رہ سکیں گے اس میں مگر یہ کہ تھوڑے دن۔ پھر انہیں نکالا جائے گا ملعون کر کے یعنی رحمت سے دور کر کے وہ جہاں کہیں ملیں یعنی پائے جائیں انہیں پکڑا جائے اور سختی سے قتل کیا جائے یعنی ان کے بارے میں یہ حکم امر کے طور پر ہے (جس پر عمل لازم ہے) یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے جاری کیا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر چکے ہیں یعنی سابقہ امتوں پر ان کے منافقین کے بارے میں جو اہل ایمان کے درمیان جھوٹی باتیں پھیلایا کرتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی

تبدیلی نہیں پاؤ گے یعنی اس کی طرف سے۔لوگ تم سے سوال کرتے ہیں یعنی اہل مکہ قیامت کے بارے میں کہ وہ کب واقع ہوگی تم فرما دو اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور تمہیں کیا پتہ؟ یعنی کیسے علم ہو سکتا ہے؟ اس کا یعنی تمہیں اس کا علم نہیں ہے شاید وہ ہو یعنی پائی جائے قریب۔

اغراض مفسر

لَام قَسَم: ۔نحوی تحقیق بتا دی کہ ،،ان،، پر لام قسمیہ ہے۔

عَنْ نفاقهم: ۔یہاں سے ،،لَمْ يَنْتَهِ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

بالزنی: ۔یہاں سے ،،مرض،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

الْمُؤْمِنِينَ بِقَوْلِهِمْ قَدْ أَتَاكُمُ الْعَدُوّ وَسَرَايَاكُمْ قُتِلُوا أَوْ هُزِمُوا: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے، مدینہ ول کر مدینہ والے یعنی مومنین مراد لئے ہیں اب معنی یہ ہوگا کہ منافق اہل ایمان کے درمیان یہ کہہ کر کہ دشمن تم تک پہنچنے والا ہے یا جو مہم تم نے بھیجی تھی وہ سب مارے گئے یا شکست کھا گئے۔

لنسلطنك عليهم: ۔یہاں سے ،،لَنُغْرِيَنَّكَ،، کا معنی نکال کر بتا دیا۔

يساكنونك: ۔یہاں سے ،،یجاورون،، کا معنی مرادی بتا دیا۔

مُبْعَدِينَ عَنِ الرَّحْمَةِ: ۔یہاں سے ،،ملعونین،، کا معنی نکال کر بتا دیا۔

وُجِدُوا: ۔یہاں سے ،،ثقفوا،، کا معنی نکال کر بتا دیا۔

أَيِ الْحُكْمُ فِيهِمْ هَذَا عَلَى جِهَةِ الْأَمْرِ بِهِ: ۔حکم شرعی نکال کر بتا دیا یعنی ان کے بارے میں یہ حکم امر کے طور پر ہے جس پر عمل لازم ہے۔

مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ فِي مُنَافِقِيهِمُ الْمُرْجِفِينَ الْمُؤْمِنِينَ: ۔یہاں سے ،،الذین،، کا بیان نکال کر بتا دیا یعنی یعنی سابقہ امتوں پر ان کے منافقین کے بارے میں جو اہل ایمان کے درمیان جھوٹی باتیں پھیلایا کرتے تھے۔

مِنْهُ: ۔یہاں سے ،،تبدیلا،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

أَهْلُ مَكَّةَ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،الناس،، پر الف لام عہد کا ہے مراد مکہ والے ہیں۔

مَتَى تَكُونُ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،عن،، وقت کے معنی میں ہے۔

يُعْلِمُكَ بِهَا أَيْ أَنْتَ لَا تَعْلَمُهَا: ۔

توجد: ۔یہاں سے ،،یکون،، کا معنی مرادی بتا دیا۔

شان نزول: مشرکین تو تمسخر و استہزاء کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے تھے

گویا کہ ان کو بہت جلدی ہے اور یہود اس کو امتحانا پوچھتے تھے کیونکہ توریت میں اس کا علم مخفی رکھا گیا تھا تو اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا۔

(إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ)أبعدهم(وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا)نَارًا شَدِيدَة يَدخُلُونَهَا(خَالِدِينَ) مُقَدَّرًا خُلُودهمْ(فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا)يَحفَظهُمْ عَنهَا (وَلَا نَصِيرًا)يَدفَعهَا عَنهُمْ(يَوم تُقَلَّب وُجُوههمْ فِي النَّار يَقُولُونَ يَا)للتنبيه(ليتنا أطعنا الله وأطعنا الرسولا(وَقَالُوا)أيْ الْأَتبَاع مِنهُمْ (رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتنَا)وَفِي قِرَاءَة سَادَاتنَا جَمع الْجَمع(وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا) طَرِيق الْهُدَى(رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعفَيْنِ مِنَ الْعَذَاب)أيْ مِثلَيْ عذابنا(والعنهم)عذبهم (لعنا كثيرا)عدده وفي قراءة بالموحدة أي عظيما

بے شک اللہ تعالی نے لعنت کی ہے کافروں پر یعنی انہیں دور کر دیا ہے اور اس نے ان کے لیے "سعیر" تیار کیا ہے یعنی شدید آگ جس میں وہ داخل ہوں گے۔ وہ ہمیشہ رہیں گے یعنی ان کا ہمیشہ رہنا طے شدہ ہے اس میں ابد تک' اور وہ نہیں پائیں گے کوئی مددگار جو اس (آگ) سے ان کی حفاظت کرے اور نہ ہی نصیر جو اس (آگ) کو ان سے دور کر دے۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ ہوں گے اور وہ کہیں گے' اے کاش! یہ تنبیہ کے لیے ہے۔ ہم نے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی ہوتی اور ہم نے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی ہوتی۔ اور وہ کہیں گے یعنی ان میں سے جو پیروکار ہیں وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں کی اطاعت کی۔ ایک قرات کے مطابق اس لفظ کو "ساداتنا" پڑھا جائے گا یعنی "جمع الجمع" کے طور پر۔ اور اپنے بڑوں کی تو انہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا یعنی ہدایت کے راستے سے۔ اے ہمارے پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے یعنی ہمارے عذاب کا دو مثل اور تو ان پر لعنت کر یعنی عذاب دے ایسی لعنت جو بکثرت ہو یعنی تعداد کے اعتبار سے اور ایک قراءت کے مطابق اسے ایک نکتے کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی عظیم ہو۔

اغراض مفسر

أَبعَدَهُمْ: ۔ یہاں سے ,,لعن,, کا معنی نکال کر بتادیا یعنی رحمت سے دور کر دیا۔

نَارًا شَدِيدَة يَدخُلُونَهَا: ۔ سعیرا کی تفسیر کر دی, یعنی شدید آگ جس میں وہ داخل ہوں گے۔

مُقَدَّرًا خُلُودهمْ: ۔

يَحفَظهُمْ عَنهَا: ۔ یہاں سے ,,ولیا,, کی صفت نکال کر بتادی یعنی وہ نہیں پائیں گے کوئی مددگار جو اس (آگ) سے ان کی حفاظت کرے۔

يدفعها عنهم: -یہاں سے ،،نصیرا،، کی صفت نکال کر بتادی، یعنی نہ ہی نصیر جو اس (آگ) کو ان سے دور کردے۔

للتنبيه: -اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ،،یا،، اپنے اصلی معنی نداء کے لئے نہیں بلکہ تنبیہ کرنے کے لئے ہے۔

أي الأتباع منهم: -یہاں سے ،،قالوا،، کا فاعل بتادیا۔

وفي قراءة ساداتنا جمع الجمع: -یہاں سے ،،سادتنا،، کی لغوی تحقیق بتادی، کہ ایک قرات کے مطابق اس لفظ کو "ساداتنا" پڑھا جائے گا یعنی "جمع الجمع" کے طور پر۔

طريق الهدى: -یہاں سے ،،سبیلا،، کی تفسیر کردی، یعنی راہ ہدایت۔

أي مثلي عذابنا: دگنا عذاب کی تفسیر کردی یعنی اے ہمارے پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے یعنی ہمارے عذاب کا دومثل۔

عذبهم: -یہاں سے ،،لعن،، کا معنی مرادی بتادیا۔

وفي قراءة بالموحدة أي عظيما: -یہاں سے ،،کثرا،، کی لغوی تحقیق بتادی، کہ ایک قرامت کے مطابق اسے ایک نقطے کے ساتھ یعنی ،،کبیرا،، پڑھا گیا ہے۔

(يأيها الذين آمنوا لا تكونوا) مع نبيكم (كالذين آذوا موسى) بقولهم مثلا ما يمنعه أن يغتسل معنا إلا أنه آدر (فبرأه الله مما قالوا) بأن وضع ثوبه على حجر ليغتسل ففر الحجر به حتى وقف بين ملأ من بني إسرائيل فأدركه موسى فأخذ ثوبه فاستتر به فرأوه ولا أدرة به وهي نفخة في الخصية (وكان عند الله وجيها) ذا جاه ومما أوذي به نبينا صلى الله عليه وسلم أنه قسم قسما فقال رجل هذه قسمة ما أريد بها وجه الله تعالى فغضب النبي صلى الله عليه وسلم من ذلك وقال يرحم الله موسى لقد أوذي بأكثر من هذا فصبر رواه البخاري

اے ایمان والو! تم نہ ہو جانا یعنی اپنے نبی ﷺ کے ساتھ ان لوگوں کی مانند جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی مثلاً یہ کہہ کر یہ ہمارے ساتھ غسل اس لیے نہیں کرتے کیونکہ ان کے خصیوں میں عیب ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے بری ظاہر کردیا جو انہوں نے کہا یعنی انہوں نے اپنے کپڑے غسل کرنے سے پہلے ایک پتھر پہ رکھے تو وہ پتھر انہیں لے کر دوڑ پڑا اور بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے درمیان آکر ٹھہر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تک پہنچے اور اپنے کپڑے پکڑ کر اپنی پردہ پوشی کی۔ اس دوران ان لوگوں نے انہیں دیکھ لیا کہ انہیں "ادرت" کی بیماری نہیں ہے۔ یہ خصیے پھولنے کو کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجیہ ہیں یعنی وقار کے مالک ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ کو جو اذیت پہنچائی گئی ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے تو

ایک شخص بولا: اس تقسیم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ اس بات پر غضبناک ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اغراض مفسر

مَعَ نَبِيِّكُمْ:۔ یہاں سے ،،لاتکون،، کا ظرف نکال کر بتادیا۔

بِقَوْلِهِمْ مَثَلًا مَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَر:۔ یہاں سے ،، آذَوْا،، کا متعلق اور حضرت موسیٰ کے بارے میں لوگوں کا مقولہ نکال کر بتادیا، مثلاً یہ کہ یہ ہمارے ساتھ غسل اس لیے نہیں کرتے کیونکہ ان کے خصیوں میں عیب ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یعنی ان بنی اسرائیل کی طرح نہ ہونا جو ننگے نہاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طعن کرتے تھے کہ حضرت ہمارے ساتھ کیوں نہیں نہاتے انہیں برص وغیرہ کی کوئی بیماری ہے۔

بِأَنْ وَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ لِيَغْتَسِلَ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِهِ حَتّٰى وَقَفَ بَيْنَ مَلَأٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَأَدْرَكَهُ مُوسَى فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَاسْتَتَرَ بِهِ فَرَأَوْهُ وَلَا أُدْرَةَ بِهِ وَهِيَ نَفْخَةٌ فِي الْخُصْيَةِ:۔ حضرت موسیٰ کی برات کا واقعہ بتادیا یعنی ایک دن انہوں نے اپنے کپڑے غسل کرنے سے پہلے ایک پتھر پر رکھے تو وہ پتھر انہیں لے کر دوڑ پڑا اور بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے درمیان آکر ٹھہر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تک پہنچے اور اپنے کپڑے پکڑ کر اپنی پردہ پوشی کی۔ اس دوران ان لوگوں نے انہیں دیکھ لیا کہ انہیں ''ادرت'' کی بیماری نہیں ہے۔''ادرت'' خصیے پھولنے کو کہتے ہیں۔ اس طرح بنی اسرائیل نے دیکھ لیا کہ جسمِ مبارک پر کوئی داغ اور کوئی عیب نہیں ہے۔

ذَا جَاهٍ: اس طرف اشارہ کیا کہ صفت مشبہ بمعنی للفاعل ہے۔

وَمِمَّا أُوذِيَ بِهِ نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَسَمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ هٰذِهِ قِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللهِ تَعَالَى فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ وَقَالَ يَرْحَمُ اللهُ مُوسَى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ رواه البخاري:۔ حضرت موسیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کی اذیت کا ذکر حدیث کی روشنی میں بیان کردیا کہ ہمارے نبی ﷺ کو جو اذیت پہنچائی گئی ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے تو ایک شخص بولا: اس تقسیم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ اس بات پر غضبناک ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

زمانہ موسیٰ میں دوڑنے والا پتھر: آیت مذکورہ کا یہ پتھر ایک ہاتھ لمبا ایک ہاتھ چوڑا چوکور پتھر تھا، جو ہمیشہ حضرت موسیٰ ←

السلام کے جھولے میں رہتا تھا۔ اس مبارک پتھر کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزات کا ظہور ہوا۔ جن کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہوا ہے۔

پہلا معجزہ:۔ اس پتھر کا پہلا عجیب کارنامہ جو درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا وہ اس پتھر کی دانشمندانہ لمبی دوڑ ہے اور یہی معجزہ اس پتھر کے ملنے کی تاریخ ہے۔ اس کا مفصل واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ عام دستور تھا کہ وہ بالکل ننگے بدن ہو کر مجمع عام میں غسل کیا کرتے تھے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام گو کہ اسی قوم کے ایک فرد تھے اور اسی ماحول میں پلے بڑھے تھے، لیکن خداوند قدوس نے اُن کو نبوت و رسالت کی عظمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس لئے آپ کی عصمتِ نبوت بھلا اس حیاسوز بے غیرتی کو کب گوارا کر سکتی تھی۔ آپ بنی اسرائیل کی اس بے حیائی سے سخت نالاں اور انتہائی بیزار تھے اس لئے آپ ہمیشہ یا تو تنہائی میں یا تہبند پہن کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے جب یہ دیکھا کہ آپ کبھی بھی ننگے ہو کر غسل نہیں فرماتے تو ظالموں نے آپ پر بہتان لگا دیا کہ آپ کے بدن کے اندرونی حصہ میں یا تو برص کا سفید داغ یا کوئی ایسا عیب ضرور ہے کہ جس کو چھپانے کے لئے یہ کبھی برہنہ نہیں ہوتے اور ظالموں نے اس تہمت کا اس قدر اعلان اور چرچا کیا کہ ہر کوچہ و بازار میں اس کا پروپیگنڈہ پھیل گیا۔ اس مکروہ تہمت کی شورش کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب نازک پر بڑا صدمہ و رنج گزرا اور آپ بڑی کوفت اور اذیت میں پڑ گئے۔ تو خداوند قدوس اپنے مقدس کلیم کے رنج و غم کو بھلا کب گوارا فرماتا۔ اور اپنے ایک برگزیدہ رسول پر ایک عیب کی تہمت بھلا خالق عالم کو کب اور کیونکر اور کس طرح پسند ہو سکتی تھی۔ اَرحم الرّاحمین نے آپ کی برأت اور بے عیبی ظاہر کر دینے کا ایک ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا کہ دم زدن میں بنی اسرائیل کے پروپیگنڈوں اور اُن کے شکوک و شبہات کے بادل چھٹ گئے اور آپ کی برأت اور بے عیبی کا سورج آفتاب عالمتاب سے زیادہ روشن و آشکارا ہو گیا۔

اور وہ یوں ہوا کہ ایک دن آپ پہاڑوں کے دامنوں میں چھپے ہوئے ایک چشمہ پر غسل کے لئے تشریف لے گئے اور یہ دیکھ کر کہ یہاں دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان نہیں ہے، آپ اپنے تمام کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ کر اور بالکل برہنہ بدن ہو کر غسل فرمانے لگے، غسل کے بعد جب آپ لباس پہننے کے لئے پتھر کے پاس پہنچے تو کیا دیکھا کہ وہ پتھر آپ کے کپڑوں کو لئے ہوئے سرپٹ بھاگا چلا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے کہ ثوبی حجر، ثوبی حجر۔ یعنی اے پتھر! میرا کپڑا۔ اے پتھر میرا کپڑا۔ مگر یہ پتھر برابر بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ شہر کی بڑی بڑی سڑکوں سے گزرتا ہوا گلی کوچوں میں پہنچ گیا۔ اور آپ بھی برہنہ بدن ہونے کی حالت میں برابر پتھر کو دوڑاتے چلے گئے۔ اسطرح بنی اسرائیل کے ہر چھوٹے بڑے نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سر سے پاؤں تک آپ کے مقدس بدن میں کہیں بھی کوئی عیب نہیں ہے بلکہ آپ کے جسم اقدس کا ہر حصہ حسن و جمال میں اس قدر نقطۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ عام انسانوں میں اس کی مثال تقریباً محال ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے ہر ہر فرد کی زبان پر یہی جملہ تھا کہ وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰی مِنْ بَاْسٍ یعنی خدا کی قسم موسیٰ بالکل ہی بے عیب ہیں۔ جب یہ پتھر پوری طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

برأت کا اعلان کر چکا تو خود بخود ٹھہر گیا۔ آپ نے جلدی سے اپنا لباس پہن لیا اور اس پتھر کو اٹھا کر اپنے جھولے میں رکھ لیا۔
(بخاری شریف، کتاب الانبیاء، ج ۲، ص ۴۴۲، تفسیر الصاوی، ج ۵، ص ۱۶۵۹، پ ۲۲، الاحزاب ۶۹)
اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے ایمان والو اُن جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرما دیا اس بات سے جو انہوں نے کہی۔ اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے۔ (پ22، الاحزاب69:)

دوسرا معجزہ:۔ "میدان تیہ" میں اسی پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار دیا تھا تو اس میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے جس کے پانی کو چالیس برس تک بنی اسرائیل میدان تیہ میں استعمال کرتے رہے۔ جس کا پورا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ قرآن مجید کی آیت فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (پ1، البقرۃ60:) میں "پتھر" سے یہی پتھر مراد ہے۔

(يأيها الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا)صوابًا(يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ) يَتَقَبَّلْهَا (وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَه فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا) نَالَ غَايَةَ مَطْلُوبَه(إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ) الصَّلَوَات وَغَيرهَا مِمَّا فِي فِعْلِهَا مِنَ الثَّوَابِ وَتَرْكِهَا مِنَ الْعِقَابِ (عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ) بِأَنْ خَلَقَ فِيهِمَا فَهْمًا وَنُطْقًا (فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ) خِفْنَ (مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ) آدَم بَعْدَ عَرْضِهَا عَلَيْهِ (إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا) لِنَفْسِهِ بِمَا حَمَلَهُ (جَهُولًا) بِهِ(لِيُعَذِّبَ اللهُ) اللَّام مُتَعَلِّقَة بِعَرَضْنَا الْمُتَرَتِّب عَلَيْهِ حَمْل آدَم (الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ) الْمُضَيِّعِينَ الْأَمَانَةَ (وَيَتُوبَ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) الْمُؤَدِّينَ الْأَمَانَةَ (وَكَانَ اللهُ غَفُورًا) لِلْمُؤْمِنِينَ (رَحِيمًا) بِهِمْ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی یعنی درست بات کرو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کو درست کر دے گا یعنی انہیں قبول کرلے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے تو اس نے بڑی کامیابی کو حاصل کر لیا یعنی مطلوب کی انتہاء تک پہنچ گیا۔ بے شک ہم نے اس امانت کو یعنی نمازوں اور ان کے علاوہ دیگر اعمال کو' جنہیں کرنے پر ثواب ملتا ہے اور ترک کرنے پر عذاب ہوتا ہے' آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا یعنی ان میں شعور اور گویائی پیدا کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ ڈر گئے یعنی خوف زدہ ہو گئے اس سے اور انسان نے اسے اٹھا لیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے جب اسے ان کے سامنے پیش کیا گیا بے شک وہ (یعنی انسان) ظالم ہے یعنی اپنے آپ کے لیے' اسے اٹھانے کے حوالے سے' اور ناواقف ہے' اس حوالے سے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ عذاب دے' یہاں پر "ل" لفظ "عرضنا" سے متعلق ہے۔ جس پر آدم

علیہ السلام کا (اس بوجھ کو) اٹھانا مترتب ہے۔منافق مردوں' منافق عورتوں' مشرک مردوں' مشرک عورتوں کو (عذاب دے) جنہوں نے اس امانت کو ضائع کیا اور وہ کرم کرنے مومن مردوں اور مومن عورتوں پر جنہوں نے امانت کو ادا کیا اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے یعنی مومنین کی اور رحم کرنے والا ہے یعنی ان پر۔

اغراض مفسر

صوابًا:۔ یہاں سے ،،سدیدا،، کا معروف معنی بتادیا۔

یَتَقَبَّلُهَا:۔ یہاں سے ،،یصلح،، کا معنی مرادی بتادیا۔

نَالَ غَايَةَ مَطْلُوبَهٖ:۔ یہاں سے آیت کی تفسیر کردی یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے تو اس نے بڑی کامیابی کو حاصل کرلیا یعنی مطلوب کی انتہاء تک پہنچ گیا۔

الصَّلَوٰاتِ وَغَيْرِهَا مِمَّا فِي فِعْلِهَا مِنَ الثَّوَابِ وَتَرْكِهَا مِنَ الْعِقَابِ:۔ یہاں سے ،،امانت،، کی تفسیر کردی یعنی نمازوں اور ان کے علاوہ دیگر اعمال کو' جنہیں کرنے پر ثواب ملتا ہے اور ترک کرنے پر عذاب ہوتا ہے۔

امانت کے بارے میں مفسرین کے اقوال: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے نہ ادا کریں گے تو عذاب کئے جائیں گے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امانت نمازیں ادا کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج، سچ بولنا، ناپ اور تول میں اور لوگوں کی ودیعتوں میں عدل کرنا ہے۔بعضوں نے کہا کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا حکم دیا گیا اور جن کی ممانعت کی گئی۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا کہ تمام اعضاء کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سب امانت ہیں اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد لوگوں کی ودیعتیں اور عہدوں کا پورا کرنا ہے تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے نہ کافر معاہد کی، نہ قلیل میں نہ کثیر میں، اللہ تعالیٰ نے یہ امانت اعیان سمٰوٰت وارض و جبال پر پیش فرمائی پھر ان سے فرمایا کیا تم ان امانتوں کو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھاؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا ذمہ داری کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اگر تم انہیں اچھی طرح ادا کرو تو تمہیں جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب کیا جائے گا، انہوں نے عرض کیا نہیں اے رب ہم تیرے حکم کے مطیع ہیں نہ ثواب چاہیں نہ عذاب اور ان کا یہ عرض کرنا براہ خوف و خشیت تھا اور امانت بطور تخییر پیش کی گئی تھی یعنی انہیں اختیار دیا گیا تھا کہ اپنے میں قوت و ہمت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کردیں، اس کا اٹھانا لازم نہیں کیا گیا تھا اور اگر لازم کیا جاتا تو وہ انکار نہ کرتے۔

بِأَنْ خَلَقَ فِيهِمَا فَهْمًا وَنُطْقًا: خِفْنَ:۔ اعتراض کا جواب دیا کہ آسمان، زمین، پہاڑ غیر حسی ہیں پھر ان پر امانت کو کیسے پیش کیا مفسر نے اس کا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں شعور اور گویائی پیدا کی۔اللہ عزوجل نے وہ امانت آدم علیہ السلام کے

سامنے پیش کی اور فرمایا کہ میں نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی تھی وہ نہ اٹھا سکے کیا تو مع اس کی ذمہ داری کے اٹھا سکے گا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے اقرار کیا۔

آدم بَعْدَ عَرْضِهَا عَلَيْهِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،الانسان،، پر الف لام عہد کا ہے مراد آدم ہیں۔

لِنَفْسِهِ بِمَا حَمَلَهُ: ۔یہاں سے ،،ظلوما،، کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی بے شک وہ (یعنی انسان) ظالم ہے اپنے آپ کے لیے اسے اٹھانے کے حوالے سے۔

بِه: ۔یہاں سے ،،جھولا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

اللَّام مُتَعَلِّقَة بِعَرَضْنَا الْمُتَرَتِّب عَلَيْهِ حَمْل آدَم: ۔یہاں سے ،،لِيُعَذِّب،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہاں پر ''ل'' لفظ ''عرضنا'' سے متعلق ہے جس پر آدم علیہ السلام کا (اس بوجھ کو) اٹھانا مترتب ہے۔

الْمُضَيِّعِينَ الْأَمَانَة: ۔یہاں سے ،،المشرکین،، کی صفت نکال کر بتادی۔

الْمُؤَدِّينَ الْأَمَانَة: ۔یہاں سے ،،المومنین،، کی صفت نکال کر بتادی۔

لِلْمُؤْمِنِين: ۔یہاں سے ،،غفورا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِهِمْ: ۔یہاں سے ،،رحیما،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

سُورَة الْحُجُرَات

سورہ حجرات مدنیہ ہے، اس میں دو رکوع، اٹھارہ آیتیں، تین سو تینتالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو چھتر حرف ہیں۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا)مِنْ قَدَّمَ بِمَعْنَى تَقَدَّمَ أَيْ لَا تَقَدَّمُوا بِقَوْلٍ وَلَا فِعْل(بَيْن يَدَيِ اللَّه وَرَسُوله)الْمُبَلِّغ عَنْهُ أَيْ بِغَيْرِ إذْنهمَا(وَاتَّقُوا اللَّه إنَّ اللَّه سَمِيع) لِقَوْلِكُمْ (عَلِيم) بِفِعْلِكُمْ نَزَلَتْ فِي مُجَادَلَة أَبِي بَكْر وَعُمَر رَضِيَ اللَّه عَنْهُمَا عِنْد النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَأْمِير الْأَقْرَع بْن حَابِس أَوْ الْقَعْقَاع بْن مَعْبَد وَنَزَلَ فِيمَنْ رَفَعَ صَوْته عِنْد النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتكُمْ) إذَا نَطَقْتُمْ(فَوْق صَوْت النَّبِيّ) إذَا نَطَقَ (وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ) إذَا نَاجَيْتُمُوهُ(كَجَهْرِ بَعْضكُمْ لِبَعْضٍ)بَلْ دُون ذَلِكَ إجْلَالًا لَهُ(أَنْ تَحْبَط أَعْمَالكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ)أَيْ خَشْيَة ذَلِكَ بِالرَّفْعِ وَالْجَهْر الْمَذْكُورَيْنِ وَنَزَلَ فِيمَنْ كَانَ يَخْفِض صَوْته عِنْد النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَبِي بَكْر وَعُمَر وَغَيْرهمَا رَضِيَ اللَّه عَنْهُم(إنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتهمْ عِنْد رَسُول اللَّه أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ)اخْتَبَرَ(اللَّه قُلُوبهمْ لِلتَّقْوَى)أَيْ لِتَظْهَر مِنْهُمْ(لَهُمْ مَغْفِرَة وَأَجْر عَظِيم)

الجنة۔ونزل فی قوم جاؤوا وَقتَ الظَهِيرَة وَالنَبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی مَنزله فَنَادَوْهُ(إنَّ الَّذِینَ یُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ) حُجُرَات نِسَائِهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمع حُجْرَة وَهِیَ مَا یُحجر عَلَیْهِ مِنَ الأرض بِحَائِطٍ وَنَحوه وَكَانَ كُلّ وَاحِد مِنهُمْ نَادَی خَلف حُجْرَة لِأنَهُمْ لَمْ یَعْلَمُوهُ فِی أیّ حُجْرَة مُنَادَاة الأعْرَاب بِغِلظَةٍ وَجَفَاء (أكثَرهمْ لَا یَعْقِلُونَ) فِیمَا فَعَلُوهُ مَحلّك الرَّفِیع وَمَا یُنَاسبهُ مِنَ التعظیم(وَلَوْ أنَّهُمْ صَبَرُوا) أنَّهُمْ فِی مَحَلّ رَفع بِالِابْتِدَاء وَقِیلَ فَاعِل لِفِعْلٍ مُقَدّر أیْ ثَبتَ (حَتّی تَخرُجَ إلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَهُمْ وَاللّٰه غَفُور رَحِیم) لِمَنْ تَابَ مِنْهُمْ

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو یہ لفظ ''قدم'' سے ماخوذ ہے اور تقدیم کے معنی میں ہے یعنی تم عملی طور پر اور زبانی طور پر آگے بڑھنے کی (کوشش نہ کرو) اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والے ہیں یعنی ان دونوں کی اجازت کے بغیر (ایسا نہ کرو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے تمہاری باتوں کو اور جاننے والا ہے تمہارے کام کو یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بحث کے بارے میں نازل ہوئی جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اقرع بن حابس یا قعقاع بن معبد کو امیر مقرر کرنے کے بارے میں کی تھی۔ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اپنی آواز کو بلند کیا تھا۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو جب تم بات کرو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے جب وہ بات کر رہے ہوں اور تم انہیں اس طرح سے نہ بلاؤ جب تم انہیں پکارتے ہو جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو بلکہ ان کی تعظیم کرتے ہوئے دوسرے طریقے سے مخاطب کرو (یا ہلکی آواز میں مخاطب کرو) ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے یعنی اس آواز کو بلند کرنے اور بلانے کے طریقے کے حوالے سے ڈرتے ہوئے جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اپنی آواز کو پست کرتے تھے جیسے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور دیگر حضرات۔ بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں کہ امتحان لیا ہے یعنی خبر معلوم کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی تقویٰ کے لیے' یعنی تقویٰ کو ان سے ظاہر کر دے۔ ان لوگوں کے لیے عظیم اجر ہے اور بخشش ہے۔ یہ آیت ان لوگوں کے لیے کے بارے میں نازل ہوئی جو دوپہر کے وقت آئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ انہیں نے بلند آواز میں پکارا (ارشاد باری تعالیٰ ہے) بے شک وہ لوگ جو تمہیں حجرے کے باہر سے بلاتے ہیں اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے حجرات ہیں۔ لفظ حجرہ کی جمع ہے اور اس سے مراد زمین کا وہ حصہ ہے جسے چار دیواری کے ذریعے محفوظ کر دیا جائے۔ ان لوگوں میں سے ہر ایک نے آپ کو ہر ایک حجرے کے باہر سے بلایا کیونکہ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ اس وقت کونسے حجرے میں ہیں اور انہوں نے دیہاتیوں کے مخصوص انداز میں بدتمیزی کے ساتھ بلایا تھا۔ (ارشاد باری تعالیٰ

ہے) ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے اس چیز کے بارے میں جو وہ کر رہے ہوتے ہیں اور آپ کی بلند شان کے بارے میں نہیں جانتے۔ پھر جو مناسب تعظیم ہے اس کے بارے میں بھی نہیں جانتے۔ اور اگر وہ صبر سے کام لیں۔ یہ محل رفع میں ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور ایک قول کے مطابق یہ محذوف فعل ثبت کا فاعل ہے یعنی یہ بات ثابت ہے یہاں تک کہ آپ نکل کر ان کے پاس جائیں تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے اس شخص کے لیے جو ان میں سے توبہ کر لے

اغراض مفسر

مِنْ قَدَّمَ بِمَعْنَى تَقَدَّمَ أَيْ لَا تَقَدَّمُوا بِقَوْلٍ وَلَا فِعْلٍ:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،لا تقدموا،، باب تفعیل سے فعل متعدی ہے جبکہ آیت میں اس کا مفعول موجود نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ ،،قدم،، یعنی باب تفعیل ،،تقدم،، یعنی باب تفعل کے معنی میں ہے اور یہ فعل لازم ہے اب مفعول کی ضرورت نہیں لہذا اعتراض بھی درست نہیں۔

شانِ نزول: چند شخصوں نے عید اضحی کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بعضے لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی سے تقدم نہ کرو۔ یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاتم سے تقدیم واقع نہ ہو، نہ قول میں، نہ فعل میں کہ تقدیم کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام کے خلاف ہے بارگاہِ رسالت میں نیازمندی و آداب لازم ہیں۔

الْمُبَلِّغِ عَنْهُ أَيْ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا: یہاں سے ،،رسولہ،، کی صفت نکال کر بتا دی یعنی ایسے رسول ﷺ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والے ہیں۔

لِقَوْلِكُمْ: یہاں سے ،،سَمِيع،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

بِفِعْلِكُمْ: یہاں سے ،،عَلِيم،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

نَزَلَتْ فِي مُجَادَلَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَأْمِيرِ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ أَوْ الْقَعْقَاعِ بْنِ مَعْبَدٍ: یہاں سے پچھلی آیت کا شان نزول بتا دیا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بحث کے بارے میں نازل ہوئی جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اقرع بن حابس یا قعقاع بن معبد کو امیر مقرر کرنے کے بارے میں کی تھی۔

وَنَزَلَ فِيمَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔ یہاں سے اگلی آیت کا شان نزول بتا دیا یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اپنی آواز کو بلند کیا تھا۔ اس آیت میں حضور کا

اجلال واکرام وادب واحترام تعلیم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں اس طرح نہ پکاریں بلکہ کلمات ادب وتعظیم وتوصیف وتکریم والقاب عظمت کے ساتھ عرض کرو جو عرض کرنا ہو کہ ترک ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔

شانِ نزول : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی انہیں ثقل سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی، بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے لگے کہ میں اہل نار سے ہوں، حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا، انھوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی، پھر آ کر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا، ثابت نے کہا، یہ آیت نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا، حضرت سعد نے یہ حال خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ اہل جنت سے ہیں۔

آیہ ''**يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ**'' کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض اور صحابہ نے بہت احتیاط لازم کر لی اور خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔ ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

إِذَا نَطَقْتُمْ:۔ ظرف نکال کر بتا دیا، یعنی اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو جب تم بات کرو۔

إِذَا نَطَقَ:۔ ظرف نکال کر بتا دیا، یعنی اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو جب وہ بات کر رہے ہوں۔

إِذَا نَاجَيْتُمُوْهُ:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ سابقہ دونوں جملوں ''**لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ**'' اور ''**وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ**'' کا معنی ومفہوم ایک ہے پھر عطف کے ساتھ تکرار کی کیا ضرورت تھی کیونکہ عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب ''**إِذَا نَاجَيْتُمُوْهُ**'' سے دیا یعنی پہلے جملے ''**لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ**'' کا مطلب یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو جب تم بات کرو، اور دوسرے جملے ''**وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ**'' کا مطلب یہ ہے کہ اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو جب وہ بات کر رہے ہوں اور تمہارے سوالات کے جوابات دے رہے ہوں، لہذا آیت کے جملوں میں نہ تکرار ہے اور نہ معنی ومفہوم ایک ہیں۔

إجلالاً له:۔ آواز بلند نہ کرنے کی علت نکال کر بتا دی، یعنی آپ کی عظمت وبزرگی کی وجہ سے۔

أَيْ خَشْيَةَ ذٰلِكَ بِالرَّفْعِ وَالْجَهْرِ الْمَذْكُوْرَيْنِ:۔ یہاں سے ترکیبی احتمال بتا دیا کہ ''ان تحبط'' سے پہلے مضاف محذوف ہے جو محلاً منصوب ہے، رفع وجہر (**لَا تَرْفَعُوْا**، **لَا تَجْهَرُوْا**) کے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے، لہذا اصل عبارت اس طرح ہوگی ''**انتهوا عما نهيتم لخَشْيَةَ حبوط اعمالكم**''۔

وَنَزَلَ فِيمَنْ كَانَ يَخْفِضُ صَوْتَه عِندَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَغَيْرِهِمَا رَضِيَ اللهُ عنهم: ۔اگلی آیت کا شان نزول بتادیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اپنی آواز کو پست کرتے تھے جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر حضرات۔

اخْتَبَرَ: ۔یہاں سے،، امتحن،، کا معنی مرادی بتادیا۔

أَيْ لِتَظْهَرَ مِنْهُمْ: ۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا،، **امْتَحَنَ اللهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى**،، یعنی تقوی کا سبب امتحان کو قرار دیا گیا جو کہ درست نہیں کیونکہ امتحان، تقوی کا سبب نہیں ہوتا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب،، **لِتَظْهَرَ مِنْهُم**،، سے دیا مطلب یہ کہ امتحان تقوی کا سبب نہیں لیکن امتحان، ظہور تقوی کا سبب ضرور ہوتا ہے۔ کیونکہ امتحان، دل میں چھپے تقوی کو ظاہر کرنے کا سبب بن جاتا ہے اور تقوی کو ظاہر کر دیتا ہے۔ لہذا اعتراض درست نہیں۔

الجنة: ۔یہاں سے،، **أَجْرٌ عَظِيمٌ**،، کی تفسیر کردی۔

ونزل فی قوم جاؤوا وَقْتَ الظَّهِيرَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِله فَنَادَوْه: ۔شان نزول نکال کر بتادیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو دوپہر کے وقت آئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ انہیں نے بلند آواز میں پکارا۔

شانِ نزول: یہ آیت وفدِ بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دوپہر کے وقت پہنچے جب کہ حضور آرام فرما رہے تھے ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا شروع کیا، حضور تشریف لے آئے، ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور اجلالِ شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان فرمایا گیا کہ بارگاہ اقدس میں اس طرح پکارنا جہل و بے عقلی ہے اور ان لوگوں کو ادب کی تلقین کی گئی۔

حُجُرَاتِ نِسَائِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ الحجرات،، پر الف لام عوض مضاف الیہ ہے۔ اس سے مراد آپ کی ازواج پاک کے حجرات ہیں۔

جَمْعُ حُجْرَةٍ وَهِيَ مَا يُحْجَرُ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ بِحَائِطٍ وَنَحْوِه: ۔یہاں سے حجرہ کی لغوی تحقیق بتا دی، کہ لفظ حجرہ کی جمع ہے اور اس سے مراد زمین کا وہ حصہ ہے جسے چار دیواری کے ذریعے محفوظ کر دیا جائے۔

وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ نَادَى خَلْفَ حُجْرَةٍ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَعْلَمُوهُ فِي أَيِّ حُجْرَةٍ مُنَادَاةَ الْأَعْرَابِ بِغِلْظَةٍ وَجَفَاءٍ: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کسی ایک حجرے میں آرام فرماتے پھر حجرات کو جمع کیوں لایا گیا مفسر علیہ الرحمہ نے جمع لانے کی توجیہ بیان کردی کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک نے آپ کو ہر ایک حجرے کے باہر سے بلایا کیونکہ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ اس وقت کونسے حجرے میں ہیں اور انہوں نے دیہاتیوں کے مخصوص انداز میں

بدتمیزی کے ساتھ بلایا تھا۔

فِيمَا فَعَلُوهُ مَحَلَّكَ الرَّفِيعِ وَمَا يُنَاسِبُهُ مِنَ التعظيم: ۔یہاں سے ,,**لَا يَعْقِلُون**,, کا متعلق نکال کر بتا دیا یعنی ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے اس چیز کے بارے میں جو وہ کر رہے ہوتے ہیں اور آپ کی بلند شان کے بارے میں نہیں جانتے۔ پھر جو مناسب تعظیم ہے اس کے بارے میں بھی نہیں جانتے۔

أَنَّهُمْ فِي مَحَلِّ رَفْعٍ بِالِابْتِدَاءِ وَقِيلَ فَاعِلٌ لِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ أَيْ ثَبَتَ: یہاں سے ,,**أَنَّهُم**,, میں دو ترکیبی احتمال تھے وہ بتا دیے (۱) یہ محل رفع میں ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے (۲) اور ایک قول کے مطابق یہ محذوف فعل ثبت کا فاعل ہے

لِمَنْ تَابَ مِنْهُمْ: ۔یہاں سے ,,**غَفُور**,, کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

وَنَزَلَ فِي الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ وَقَدْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ مُصَدِّقًا فَخَافَهُمْ لِتِرَةٍ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَرَجَعَ وَقَالَ إِنَّهُمْ مَنَعُوا الصَّدَقَةَ وَهَمُّوا بِقَتْلِهِ فَهَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَزْوِهِمْ فَجَاؤُوا مُنْكِرِينَ مَا قَالَهُ عَنْهُمْ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ) خَبَرٍ (فَتَبَيَّنُوا) صِدْقَهُ مِنْ كَذِبِهِ وَفِي قِرَاءَةٍ فَتَثَبَّتُوا مِنَ الثَّبَاتِ (أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا) مَفْعُولٌ لَهُ أَيْ خَشْيَةَ ذَلِكَ (بِجَهَالَةٍ) حَالٌ مِنَ الْفَاعِلِ أَيْ جَاهِلِينَ (فَتُصْبِحُوا) تَصِيرُوا (عَلَى مَا فَعَلْتُمْ) مِنَ الْخَطَأِ بِالْقَوْمِ (نَادِمِينَ) وَأَرْسَلَ صلى الله عليه وسلم إِلَيْهِمْ بَعْدَ عَوْدِهِمْ إِلَى بِلَادِهِمْ خَالِدًا فَلَمْ يَرَ فِيهِمْ إِلَّا الطَّاعَةَ وَالْخَيْرَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ بِذَلِكَ (وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ) فَلَا تَقُولُوا الْبَاطِلَ فَإِنَّ اللَّهَ يُخْبِرُهُ بِالْحَالِ (لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ) الَّذِي تُخْبِرُونَ بِهِ عَلَى خِلَافِ الْوَاقِعِ فَيُرَتِّبُ عَلَى ذَلِكَ مُقْتَضَاهُ (لَعَنِتُّمْ) لَأَثِمْتُمْ دُونَهُ إِثْمَ التَّسَبُّبِ إِلَى الْمُرَتَّبِ (وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ) حَسَّنَهُ (فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ) اسْتِدْرَاكٌ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى دُونَ اللَّفْظِ لِأَنَّ مَنْ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ إِلَخْ غَايَرَتْ صِفَتُهُ صِفَةَ مَنْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ (أُولَئِكَ هُمُ) فِيهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْخِطَابِ (الرَّاشِدُونَ) الثَّابِتُونَ عَلَى دِينِهِمْ (فَضْلًا مِنَ اللَّهِ) مَصْدَرٌ مَنْصُوبٌ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ أَيْ أَفْضَلَ (وَنِعْمَةً) مِنْهُ (وَاللَّهُ عَلِيمٌ) بِهِمْ (حَكِيمٌ) فِي إِنْعَامِهِ عَلَيْهِمْ

یہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی جسے نبی اکرم ﷺ نے بنی مصطلق کی طرف بھیجا تھا تاکہ ان سے صدقات وصول کرے۔ اسے

ان لوگوں کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہوا کیونکہ اس کے اور ان قبیلوں والوں کے درمیان زمانہ جاہلیت سے اختلاف چلا آ رہا تھا، واپس آیا اور بولا: انہوں نے صدقہ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ صحابہ کرام نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تو وہ لوگ آئے اور انہوں نے اس بات کا انکار کیا جو اس شخص نے ان لوگوں کے حوالے سے بیان کی تھی۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے) اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص تمہارے پاس خبر لے کر آئے یعنی اطلاع لے کر تو تم تحقیق کر لو اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کی۔ ایک قرات کے مطابق لفظ "فَتَثَبَّتُوا" ہے جو لفظ ثبات سے ماخوذ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم پر حملہ کر دو یہ مفعول الیہ یعنی اس بات سے بچتے ہوئے جہالت کی وجہ سے یہ لفظ فاعل کا حال ہے یعنی ناواقفیت کی حالت میں تو تم ہو جاؤ گے یعنی بن جاؤ گے نادم وہ جو تم نے کیا ہے اس کے اوپر یعنی کسی قوم کے ساتھ جو غلطی کی وجہ سے کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے اپنے علاقے واپس چلے جانے کے بعد ان کی طرف حضرت خالد کو بھیجا تو حضرت خالد نے ان میں صرف اطاعت اور بھلائی ہی پائی تو نبی اکرم ﷺ کو اس حوالے سے آگاہ کیا۔ یہ بات جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے اور تم جھوٹی بات نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں حقیقت حال کے بارے میں آگاہ کر دے گا۔ اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لے جو تم انہیں اطلاع دیتے ہو جو خلاف واقعہ ہوتی ہیں اور وہ اس کے مقتضی پر عمل کرے تو تم لوگ گناہگار ہو جاؤ گے وہ گناہگار نہیں ہوں گے چونکہ یہاں پر سبب بننے کو نتیجے کا گناہ مقرر کیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور اسے آراستہ کر دیا ہے یعنی خوشنما کر دیا ہے تمہارے دلوں میں اور اس نے تمہارے لیے کفر اور گناہ کو ناپسند کیا ہے۔ یہ معنوی اعتبار سے استدراک ہے اور لفظی اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ جس شخص کے لیے ایمان کو محبوب کر دیا جائے اس شخص کی صفات اس شخص کی صفت سے مختلف ہو جاتی ہے جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں یہاں خطاب کی طرف التفات ہے جو ہدایت یافتہ ہیں یعنی اپنے دین پر ثابت ہیں۔
یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے یہ مصدر ہے اور محذوف فعل کا منصوب ہے یعنی افضل اور یہ اس کی طرف سے نعمت ہے اور وہ علم رکھنے والا ہے ان لوگوں کے بارے میں اور حکمت والا ہے ان پر انعام کرنے کے حوالے سے۔

اغراض مفسر

وَنَزَلَ فِي الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ وَقَدْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ مُصَدِّقًا فَخَافَهُمْ لِتِرَةٍ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَرَجَعَ وَقَالَ إِنَّهُمْ مَنَعُوا الصَّدَقَةَ وَهَمُّوا بِقَتْلِهِ فَهَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَزْوِهِمْ فَجَاؤُوا مُنْكِرِينَ مَا قَالَهُ عَنْهُمْ: الخ

آیت کا شان نزول بتا دیا کہ یہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی جسے نبی اکرم ﷺ نے بنی مصطلق کی طرف بھیجا تھا تا کہ ان سے صدقات وصول کرے۔ اسے ان لوگوں کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہوا کیونکہ اس کے اور ان قبیلہ والوں کے درمیان زمانہ جاہلیت سے اختلاف چلا آ رہا تھا وہ واپس آیا اور بولا: انہوں نے صدقہ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ صحابہ کرام نے ان کو قتل کرنے کا

فیصلہ کیا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تو وہ لوگ آئے اور انہوں نے اس بات کا انکار کیا جو اس شخص نے ان لوگوں کے حوالے سے بیان کی تھی۔

شانِ نزول : یہ آیت ولید بن عقبہ کے حق میں نازل ہوئی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا اور زمانۂ جاہلیت میں انکے اور انکے درمیان عداوت تھی، جب ولید ان کے دیار کے قریب پہنچے اور انہیں خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں بہت سے لوگ تعظیماً ان کے استقبال کے واسطے آئے، ولید نے گمان کیا کہ یہ پرانی عداوت سے مجھے قتل کرنے آ رہے ہیں، یہ خیال کر کے ولید واپس ہو گئے اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دیا کہ حضور ان لوگوں نے صدقہ کو منع کر دیا اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ حضور نے خالد بن ولید کو تحقیقِ حال کے لئے بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیے، حضرت خالد یہ صدقات لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ بعض مفسّرین نے کہا کہ یہ آیت عام ہے اس بیان میں نازل ہوئی ہے کہ فاسق کے قول پر اعتماد نہ کیا جائے۔ مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اگر عادل ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

خَبَرٍ: یہاں سے ،،بِنَبَإٍ،، کا معروف معنی بتا دیا۔

صدقه من كَذِبه: یہاں سے ،،فَتَبَيَّنُوا،، کا مفعول نکال کر بتا دیا۔

وَفِي قِرَاءَةٍ فَتَثَبَّتُوا مِنَ الثَّبَاتِ:۔ قرات سبعہ میں سے ایک اور قراۃ بتا دی کہ ایک قراۃ میں ،،فَتَبَيَّنُوا،، کی بجائے ،،فَتَثَبَّتُوا،، ہے۔

مَفْعُول لَهُ أَيْ خَشْيَةَ ذَلِكَ:۔ یہاں سے ،،أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا،، کا ترکیبی احتمال بتا دیا، کہ یہ جملہ ،،فَتَبَيَّنُوا،، کا مفعول لہ ہے اور ،،أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا،، سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی ،،خشية اصابة قوم،، جس کو مصنف نے ،،خَشْيَةَ ذَلِكَ،، کے ساتھ ذکر کیا۔

حَال مِنَ الفَاعِلِ أَيْ جَاهِلِينَ:۔ یہاں سے ،جہالۃ، کا ترکیبی احتمال بتا دیا کہ یہ فاعل سے حال ہے اور اسم فاعل کے معنی میں ہے۔

تَصِيرُوا:۔ یہاں سے ،،فَتُصْبِحُوا،، کا معنی مرادی بتا دیا۔

مِنَ الْخَطَأ: یہاں سے ،،مَا،، کا بیان نکال کر بتا دیا۔

بِالقَوْمِ:۔ یہاں سے ،،فَعَلْتُمْ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

وَأَرْسَلَ صلى الله عليه وسلم إِلَيْهِمْ بَعْدَ عَوْدِهِمْ إِلَى بِلَادِهِمْ خَالِدًا فَلَمْ يَرَ فِيهِمْ إِلَّا

الطَّاعَة وَالخَيرَ فَأخبرَ النَّبِيَ بذلك:۔ تحقیق وتفتیش بتادی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے اپنے علاقے واپس چلے جانے کے بعد ان کی طرف حضرت خالد کو بھیجا تو حضرت خالد نے ان میں صرف اطاعت اور بھلائی ہی پائی تو نبی اکرم ﷺ کو اس حوالے سے آگاہ کیا۔

فَلَا تَقُولُوا البَاطِل فَإنَّ اللّٰه يُخبِرهُ بِالحَالِ:۔ نتیجہ بتادیا کہ جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے اور تم جھوٹی بات نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں حقیقت حال کے بارے میں آگاہ کر دے گا۔

الَّذِي تُخبِرُونَ بِهِ عَلَى خِلَاف الوَاقِع فَيُرَتّب عَلَى ذَٰلِكَ مُقتَضَاهُ:۔ یہاں سے ،،الأمر،، کی منت نکال کر بتادی کہ اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لے جو تم انہیں اطلاع دیتے ہو جو خلاف واقعہ ہوتی ہیں اور وہ اس کے مقتضی پر عمل کرے تو تم لوگ گناہگار ہو جاؤ گے۔

لَأثِمتُم:۔ یہاں سے ،،لَعَنِتُّم،، کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔

دُونه إثم التَّسَبُّب إلَى المُرَتّب:۔ استثناء نکال کر بتادیا کہ گناہ گار تم ہو گے نبی کریم نہیں۔

حَسَّنَهُ:۔ یہاں سے ،،زَيَّنَه،، کا معروف معنی بتادیا۔

اِستِدرَاك مِن حَيثُ المَعنَى دُون اللَّفظ لِأنَّ مَن حُبّبَ إلَيهِ الإِيمَان إلَخ غَايَرَت صِفَته صِفَة مَن تَقَدَّمَ ذِكره:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،لکن،، استدراک کے لئے آتا ہے اور استدراک کے لئے ضروری ہے کہ مستدرک منہ، مستدرک کا اثبات اور انکار میں غیر اور مقابل ہو جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں لفظی اعتبار سے استدراک نہیں ہے لیکن معنوی اعتبار سے استدراک ہے کیونکہ جس شخص کے لیے ایمان کو محبوب کر دیا جائے اس شخص کی صفات اس شخص کی صفت سے مختلف ہو جاتی ہے جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔

فِيهِ اِلتِفَات عَنِ الخِطَاب:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ سابق میں ہر جگہ حاضر کی ضمیر ،،انتم،، یا ،،کم،، استعمال ہوتی رہی اور یہاں سے اچانک غائب کی ضمیر ،،ھم،، ذکر کی گئی یعنی یہاں خطاب یعنی حاضر سے غائب کی طرف التفات ہوا۔

الثَّابِتُونَ عَلَى دِينهِم:۔ یہاں سے ،،الرَّاشِدُونَ،، کا معنی نکال کر بتادیا یعنی دین پر ثابت قدم رہنے والے۔

مَصدَر مَنصُوب بِفِعلِهِ المُقَدَّر أي أفضَل:۔ یہاں سے ،،فضلا،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ مصدر ہے اور محذوف فعل ،،افضل،، کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مِنهُ:۔ یہاں سے ،،نِعمَة،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

بِهِم:۔ یہاں سے ،،عَلِيم،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

فِي إنعَامه عَلَيهِم:۔ یہاں سے ،،حَكِيم،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

(وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) الآيَة نَزَلَتْ فِي قَضِيَّة هِيَ أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وسلم ركب حمارا ومر على بن أبى فبال الحمار فسد بن أبى أنفه فقال بن رَوَاحَة وَاللَّه لَبَوْل حِمَاره أَطْيَب رِيحًا مِنْ مِسْكك فَكَانَ بَيْن قَوْمَيْهِمَا ضَرْب بِالْأَيْدِي وَالنِّعَال وَالسَّعَف (اقْتَتَلُوا) جُمِعَ نَظَرًا إلَى الْمَعْنَى لِأَنَّ كُلّ طَائِفَة جَمَاعَة وَقُرِئَ اقْتَتَلَتَا (فَأَصْلِحُوا بَيْنهمَا) ثُنِّيَ نَظَرًا إلَى اللَّفظ (فَإِنْ بَغَتْ) تَعَدَّتْ (إحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيء) تَرْجِع (إلَى أَمْر الله) الْحَق (فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنهمَا بِالْعَدْلِ) بِالْإِنْصَافِ (وَأَقْسِطُوا) اعْدِلُوا (إن الله يحب المقسطين) (إنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إخْوَة) في الدين (فَأَصْلِحُوا بَيْن أخويكم) إذا تنازعا وقرىء إخوتكم بالفوقانية (واتقوا الله لعلكم ترحمون) (يَا أَيّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَر) الآيَة نَزَلَتْ فِي وَفْد تَمِيم حِين سَخِرُوا مِنْ فُقَرَاء المسلمين كَعَمَّارٍ وَصُهَيْبٍ وَالسُّخْرِيَة الِازْدِرَاء وَالِاحْتِقَار (قَوْم) أَيْ رِجَال مِنْكُمْ (مِنْ قَوْم عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ) عِنْد اللَّه (وَلَا نِسَاء) مِنْكُمْ (مِنْ نِسَاء عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسكُمْ) لَا تَعِيبُوا فَتُعَابُوا أَيْ لَا يَعِبْ بَعْضكُمْ بَعْضًا (وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ) لَا يَدْعُو بَعْضكُمْ بَعْضًا بِلَقَبٍ يَكْرَههُ وَمِنْهُ يَا فَاسِق يَا كَافِر (بِئْسَ الِاسْم) أَيْ الْمَذْكُور مِنْ السُّخْرِيَة وَاللَّمْز وَالتَّنَابُز (الْفُسُوق بَعْد الْإِيمَان) بَدَل مِنْ الِاسْم أَنَّهُ فِسْق لِتَكَرُّرِهِ عَادَة (وَمَنْ لَمْ يَتُبْ) مِنْ ذلك (فأولئك هم الظالمون)

اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ یہ آیت ایک مقدمے کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ یہ ہے نبی اکرم ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے۔ آپ ''ابن ابی'' کے پاس سے گزرے۔ گدھے نے پیشاب کر دیا تو ابن ابی نے اپنے ناک کے اوپر کپڑا رکھ لیا تو ابن رواحہ نے کہا اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ کے گدھے کا پیشاب تمہاری مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے تو اس بات پر لوگوں کے درمیان ہاتھوں لاٹھیوں اور جوتوں کے ذریعے لڑائی ہوگئی (ارشاد باری تعالیٰ ہے) اگر وہ آپس میں لڑ پڑیں اس کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے جمع کے طور پر لایا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک گروہ ایک جماعت تھا اور ایک قرات کے مطابق اس کو لفظ ''اقتلتا'' بھی پڑھا گیا ہے تو ان کے درمیان صلح کرادو تو یہاں پر لفظ کے اعتبار سے تثنیہ کا لفظ لایا گیا ہے۔ پس اگر کوئی سرکشی اختیار کرے یعنی حد سے تجاوز کرے یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کے خلاف تو اس سے لڑو جو حد سے تجاوز کرتا ہو یہاں تک کہ وہ واپس آجائے یہاں پر لفظ تفیء ترجع کے معنی میں ہے جس کا مطلب لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف یعنی حق کی طرف تو اگر وہ لوٹ آئیں تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو یعنی عدل سے کام لو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

بے شک اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دینی اعتبار سے تو تم صلح کروادو اپنے بھائیوں کے درمیان جب وہ آپس میں لڑ پڑیں اس کو "ت" کے ساتھ یعنی بین اخوتکم بھی پڑھا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی صلح کراونے کے معاملے میں تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے ایمان والو! مذاق نہ اڑاؤ۔ یہ آیت بنو تمیم کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب انہوں نے غریب مسلمانوں حضرت عمار اور حضرت صہیب کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مذاق نہ کرو یہاں پر تحریت کا مطلب ہے ایک دوسرے کو حقیر سمجھنا ہے۔ کوئی ایک گروہ یعنی تم میں سے ایک گروہ کسی دوسرے گروہ کو ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور نہ ہی عورتیں یعنی تم میں سے دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں ان سے بہتر ہوں اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو یعنی تم ایک دوسرے کے اوپر کوئی عیب نہ لگاؤ کہ تمہارا عیب بیان کیا جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو اور ایک دوسرے کو برے ناموں سے بھی یاد نہ کرو یعنی ایسے القاب سے نہ بلاؤ جو ناپسندیدہ ہوں۔ جن میں اے فاسق اور اے کافر کہنا شامل ہے۔ برا نام اس سے مراد مذاق طعنہ زنی اور برے القاب سے پکارنا ہے فسق ہے۔ ایمان لانے کے بعد یہاں پر لفظ فسق الاسم کا بدل ہے تاکہ یہ مقصد حاصل ہو جائے کہ اگر کوئی شخص عادت کے طور پر اس طرح کرتا ہے تو وہ فسق ہو جاتا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے برے عمل سے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اغراض مفسر

نَزَلَتْ فِي قَضِيَّةٍ هِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم ركب حمارا ومر على بن أبي فبال الحمار فسد بن أبي أنفه فقال بن رَوَاحَة وَاللّٰه لَبَوْل حِمَاره أَطْيَب رِيحًا مِنْ مسكك فَكَانَ بَيْن قَوْمَيْهِمَا ضَرْب بِالْأَيْدِي وَالنِّعَال وَالسَّعَف: شان نزول نکال کر بتا دیا کہ یہ آیت ایک مقدمے کے بارے میں نازل ہوئی وہ یہ ہے نبی اکرم ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے۔ آپ "ابن ابی" کے پاس سے گزرے، گدھے نے پیشاب کردیا تو ابن ابی نے اپنے ناک کے اوپر کپڑا رکھ لیا تو ابن رواحہ نے کہا اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ کے گدھے کا پیشاب تمہاری مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے تو اس بات پر لوگوں کے درمیان ہاتھوں لاٹھیوں اور جوتوں کے ذریعے لڑائی ہوگئی اور ہاتھاپائی تک نوبت پہنچی تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

جُمِعَ نَظَرًا إِلَى الْمَعْنَى لِأَنَّ كُلّ طَائِفَة جَمَاعَة وَقُرِئَ اقْتَتَلَتَا: ۔ یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،اقْتَتَلُوا،، جمع کا صیغہ ہے جبکہ پیچھے ،،طَائِفَتَانِ،، تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں ؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے جمع کے طور پر لایا گیا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک گروہ ایک جماعت تھا اور ایک قرات کے مطابق اس کو لفظ "اقتتلا" بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں اب کوئی اعتراض نہیں۔۔

ثُنِّيَ نَظَرًا إِلَى اللَّفْظ: ۔ یہ عبارت بھی ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،طَائِفَتَانِ،، کے لئے پیچھے جمع؟

صیغہ ،،اِقْتَتَلُوا،، استعمال ہوا لیکن یہاں ،،بَیْنَھُمَا،، تثنیہ کی ضمیر ذکر کی گئی ؟مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں پر ،،طَائِفَتَانِ،، کے لفظ کے اعتبار سے تثنیہ کی ضمیر لائی گئی ہے۔

تَعْدٗت: ۔یہاں سے ،،بَغَتْ،، کا معنی مرادی بتادیا۔

تَرْجِع: ۔یہاں سے ،،تَفِیءَ،، کا معروف معنی بتادیا۔

الحَق: ۔صفت نکال کر بتادی۔

بِالْإِنْصَاف: ۔یہاں سے ،،بِالْعَدْلِ،، کا معروف معنی بتادیا۔

اعْدِلُوا: ۔یہاں سے ،،أَقْسِطُوا،، کا معروف معنی بتادیا۔

فِي الدِّين: ۔،،إِخْوَة،، میں دو احتمال تھے نسبی بھائی اور دینی بھائی مفسر نے بتایا کہ آیت میں دینی بھائی مراد ہیں۔

إذا تنازعا: یہاں سے ،،فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُم،، کی شرط محذوف تھی نکال کر بتادی۔

وقرء إخوتكم بالفوقانية: ۔یہاں سے ،،أخويكم،، کی قرات میں دو احتمال تھے وہ بتادیئے کہ اسے ،،إخوتكم،، تا کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

الآيَة نَزَلَتْ فِي وَفْدِ تَمِيم حِينَ سَخِرُوا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ كَعَمَّارٍ وَصُهَيْبٍ: اگلی آیت کا شان نزول نکال کر بتادیا، کہ یہ آیت بنو تمیم کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب انہوں نے غریب مسلمانوں حضرت عمار اور حضرت صہیب کا مذاق اڑایا۔

شانِ نزول : اس آیت کا نزول کئی واقعوں میں ہوا پہلا واقعہ یہ ہے کہ ثابت ابن قیس بن شماس کو ثقل سماعت تھا جب وہ سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابہ انہیں آگے بٹھاتے اور ان کے لئے جگہ خالی کر دیتے تا کہ وہ حضور کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں، ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہوگئی اور مجلس شریف خوب بھر گئی، اس وقت ثابت آئے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا کھڑا رہتا، ثابت آئے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھنے کے لئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ جگہ دو جگہ یہاں تک کہ حضور کے قریب پہنچ گئے اور انکے اور حضور کے درمیان میں صرف ایک شخص رہ گیا، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو، اس نے کہا تمہیں جگہ مل گئی، بیٹھ جاؤ، ثابت غصہ میں آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئے اور جب دن خوب روشن ہوا تو ثابت نے اس کا جسم دبا کر کہا کہ، کون؟ اس نے کہا میں فلاں شخص ہوں، ثابت نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا فلانی کا لڑکا اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکا لیا اور اس زمانہ میں ایسا کلمہ عار دلانے کے لئے کہا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا واقعہ ضحاک نے بیان کیا کہ یہ آیت بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت عمار و خباب و بلال و صہیب و سلمان و سالم وغیرہ غریب صحابہ کی غربت دیکھ کر ان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے، ان کے حق میں یہ آیت نازل

ہوئی اور فرمایا گیا کہ مرد مردوں سے نہ ہنسیں یعنی مال دار غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسب غیر ذی نسب کی، اور نہ تندرست اپاہج کی، نہ بینا اس کی جس کی آنکھ میں عیب ہو۔

وَالسُّخْرِيَةُ الْاِزْدِرَاءُ وَالِاحْتِقَارُ: یہاں سے ''السُّخْرِيَةُ'' کا معنی بتا دیا کہ یہاں پر تحریت کا مطلب ہے ایک دوسرے کو حقیر سمجھنا ہے۔

أَيْ رِجَالٌ مِنْكُمْ: اس طرف اشارہ کیا کہ قوم اسم جنس ہے اس سے مراد مرد ہیں کیونکہ عورتوں کا ذکر ''نساء'' میں ہو چکا۔

عِنْدَ اللّٰهِ: ظرف نکال کر بتا دیا۔

مِنْكُمْ: متعلق بتا دیا۔

لَا تَعِيبُوْا: یہاں سے **لَا تَلْمِزُوْا** کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

فَتُعَابُوْا: نتیجہ نکال کر بتا دیا، کہ عیب لگاؤ گے تو تم پر بھی عیب لگایا جائے گا۔

شانِ نزول: یہ آیت ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالی عنہا کے حق میں نازل ہوئی، انہیں معلوم ہوا تھا کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا، اس پر انہیں رنج ہوا اور روئیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو حضور نے فرمایا کہ تم نبی زادی اور نبی کی بی بی ہو تم پر وہ کیا فخر کرتی ہیں اور حضرت حفصہ سے فرمایا اے حفصہ خدا سے ڈرو۔

أَيْ لَا يَعِبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا: آیت کی تفسیر کر دی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو۔

لَا يَدْعُو بَعْضُكُمْ بَعْضًا بِلَقَبٍ يَكْرَهُهُ وَمِنْهُ يَا فَاسِقُ يَا كَافِرُ: آیت کی تفسیر کر دی کہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے بھی یاد نہ کرو یعنی ایسے القاب سے نہ بلاؤ جو ناپسندیدہ ہوں۔ جن میں اے فاسق اور اے کافر کہنا شامل ہے۔

ضروری مسائل: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کر لی ہو اس کو بعد توبہ اس برائی سے عار دلانا بھی اس نہی میں داخل اور ممنوع ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کتا یا گدھا یا سور کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ القاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو لیکن تعریف کے القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں جیسے کہ حضرت ابوبکر کا لقب عتیق اور حضرت عمر کا فاروق اور حضرت عثمان غنی کا ذوالنورین اور حضرت علی کا ابوتراب اور حضرت خالد کا سیف اللہ اور جو القاب بمنزلہ علم ہو گئے اور صاحب القاب کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں جیسے کہ اعمش، اعرج۔

أَيِ الْمَذْكُوْرُ مِنَ السُّخْرِيَةِ وَاللَّمْزِ وَالتَّنَابُزِ: یہاں سے ''الِاسْمُ'' پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دیا، اعتراض یہ ہے کہ ''الاسم'' سے مراد تین چیزیں یعنی ''السُّخْرِيَةُ وَاللَّمْزُ وَالتَّنَابُزُ'' ہیں اور یہ جمع ہیں لہذا ''الاسماء'' آنا چاہیے تھا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ ''الاسم'' یہاں، اسم، فعل، اور حرف والا اسم نہیں ہے اور نہ ہی علم یعنی

نام والا اسم مراد ہے بلکہ ،،الاسم،، سے مراد یہاں ،،المذکور،، اور ،،المشہور،، ہے لہذا ،،الاسم،، کو جمع لانا لازم نہ رہا۔

بَدَل مِنَ الاسم: یہاں سے ،،**الْفُسُوق**،، کا ترکیبی احتمال بتادیا، کہ لفظ فسق الاسم کا بدل ہے۔

أَنَّهُ فِسق لِتَكَرُّرِه عَادَةً:۔ بدل ذکر کرنے کی وجہ بتادی تا کہ یہ مقصد حاصل ہو جائے کہ اگر کوئی شخص گناہ صغیرہ کو عادت کے طور پر اس طرح کرتا ہے تو وہ فسق یعنی گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔

مِنْ ذلك:۔ یہاں سے ،،لَمْ يَتُبْ،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

(يأيها الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْم) أَيْ مُؤْثِم وَهُوَ كَثِير كَظَنِّ السَّوْءِ بِأَهْلِ الْخَيْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَهُمْ كَثِير بِخِلَافِهِ بِالْفُسَّاقِ مِنْهُمْ فَلَا إِثْم فِيهِ فِي نَحْو مَا يَظْهَر مِنْهُمْ (وَلَا تَجَسَّسُوا) حذف منه إحدى التاء ين ولا تَتَبِعُوا عَوْرَات الْمُسْلِمِينَ وَمَعَايِبهمْ بِالْبَحْثِ عَنْهَا (وَلَا يَغْتَبْ بَعْضكُمْ بَعْضًا) لَا يَذْكُرهُ بِشَيْءٍ يَكْرَههُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ (أَيُحِبُّ أَحَدكُمْ أَنْ يَأْكُل لَحْم أَخِيهِ مَيْتًا) بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد أَيْ لَا يَحْسُن بِهِ لا (فَكَرِهْتُمُوهُ) أَيْ فَاغْتِيَابه فِي حَيَاته كَأَكْلِ لَحْمه بَعْد مَمَاته وَقَدْ عُرِضَ عَلَيْكُمْ الثَّانِي فَكَرِهْتُمُوهُ فَاكْرَهُوا الْأَوَّل (وَاتَّقُوا اللَّه) أَيْ عِقَابه فِي الِاغْتِيَاب بِأَنْ تَتُوبُوا مِنْهُ (إِنَّ اللَّه تَوَّاب) قَابِل تَوْبَة التَّائِبِينَ (رَحِيم) بِهِمْ

اے ایمان والو! بکثرت گمان کرنے سے بچو! بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ یعنی گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں اور اس سے مراد نیک مومنوں کے بارے میں بدگمانی کرنا ہے اور یہ بہت بری بات ہے اور اس کے برعکس مسلمانوں کے بارے میں ایسی بدگمانی گناہ نہیں ہے ان کاموں کے حوالے سے جوان سے ظاہر ہوتے ہیں اور تم تجسس نہ کرو۔ اس میں ایک ،،ت،، کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں اور عیب جاننے کی کوشش نہ کرو تا کہ تم ان کے بارے میں بحث کرو اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے یعنی ایسی بات کے ساتھ اس کا تذکرہ نہ کرے جو اسے ناپسند ہو اگر چہ وہ اس میں موجود ہو۔ کیا کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ یہاں پر لفظ میتا کو شد کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے اور تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے یعنی وہ اس بات کا احساس نہیں کرتا پس تم اس بات کو پسند نہیں کرو گے یعنی زندگی میں اس شخص کی غیبت کرنا بالکل اس طرح ہے جیسے مرنے کے بعد اس شخص کا گوشت کھانا ہے تو جب تم دوسری بات کو ناپسند کرتے ہو تو پہلی کو بھی اسی طرح ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی غیبت کرنے کے معاملے میں جو عذاب ہوگا اس سے بچنے کی کوشش کرو اور اس سے توبہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے یعنی توبہ کرنے والوں کی توبہ

قبول کرنے والا ہے۔ اور رحم کرنے والا یعنی ان لوگوں پر۔

اغراض مفسر

أَيْ مُؤْثِم: یہ بتایا کہ مصدر بمعنی للفاعل ہے بعض ظن گناہ ہیں یعنی گناہ میں جلا کر دیتے ہیں۔

وَهُوَ كَثِير كَظَنّ السُّوء بِأَهْلِ الْخَيْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَهُمْ كَثِير بِخِلَافِهِ بِالْفُسَّاقِ مِنْهُمْ فَلَا إِثْم فِيهِ فِي نَحْو مَا يَظْهَر مِنْهُمْ: ۔شرعی حکم کی تفصیل بتادی کہ اس سے مراد نیک مومنوں کے بارے میں بدگمانی کرنا ہے اور یہ بہت بری بات ہے اور اس کے برعکس فاسق مسلمانوں کے بارے میں ایسی بدگمانی گناہ نہیں ہے ان کاموں کے حوالے سے جو ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔

شرعی مسئلہ: مومنِ صالح کے ساتھ بُرا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنٰی مراد لینا باوجود یہ کہ اس کے دوسرے صحیح معنٰی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے، یہ اگر مسلمان پر بدی کے ساتھ ہے گناہ ہے، دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضرور ہے۔

گمان کی اقسام: گمان کی کئی قسمیں ہیں، ایک واجب ہے وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ایک مستحب وہ مومنِ صالح کے ساتھ نیک گمان ایک ممنوع حرام وہ اللہ کے ساتھ بُرا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ بُرا گمان کرنا ایک جائز وہ فاسقِ معلن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔

حذف منه إحدى التاء ين: مفسر نے ،تجسسوا، کی صرفی تحقیق بتادی کہ اس میں ایک ،ت، کو حذف کر دیا گیا ہے

ولا تَتَّبِعُوا عَوْرَات الْمُسْلِمِينَ وَمَعَايِبهمْ بِالْبَحْثِ عَنْهَا: ۔آیت کی تفسیر کردی یعنی مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں اور عیب جاننے کی کوشش نہ کرو تا کہ تم ان کے بارے میں بحث کرو۔

لَا يَذْكُرهُ بِشَيْءٍ يَكْرَههُ وَإِنْ كَانَ فِيهِ: ۔غیبت کی تعریف کردی، یعنی ایسی بات کہ ساتھ اس کا تذکرہ نہ کرے جو اسے ناپسند ہو اگرچہ وہ اس میں موجود ہو۔

بالتَّخْفِيف وَالتَّشْدِيد: لغوی تحقیق بتادی کہ یہاں پر لفظ ،،میتا،، کو شد کے ساتھ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

أَيْ لَا يَحُسّ بِهِ: ۔یہاں سے ،،میتا،، کی تفسیر کردی، یعنی میت اس کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو محسوس نہ کرے اسی طرح غیبت کرنے والا بھی احساس نہ کرنے کی بنا پر میت کی طرح ہے، کیونکہ وہ اس بات کا احساس نہیں کرتا۔

لا: اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں استفہام انکاری ہے۔

أي فاغتيابه في حياته كأكل لحمه بعد مماته وقد عرض عليكم الثاني فكرهتموه فاكرهوا الأول:۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں تمثیل یعنی تشبیہ بیان کی گئی ہے اسے استعارہ تمثیلیہ کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ زندگی میں اس شخص کی غیبت کرنا بالکل اس طرح ہے جیسے مرنے کے بعد اس شخص کا گوشت کھانا ہے تو جب تم دوسری بات کو ناپسند کرتے ہو تو پہلی کو بھی اسی طرح ناپسند کرو۔

شانِ نزول: سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کردیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے اسی طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کرسکے تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور کے خادمِ مطبخ حضرت اُسامہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے پاس کچھ رہا نہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہی آکر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بخل کیا، جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں، انہوں نے عرض کیا ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں، فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔

مسئلہ: غیبت بالاتفاق کبائر میں سے ہے، غیبت کرنے والے کو توبہ لازم ہے، ایک حدیث میں یہ ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

مسئلہ: فاسق معلن کے عیب کا بیان غیبت نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ فاجر کے عیب بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

مسئلہ: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تین شخصوں کی حرمت نہیں ایک صاحب ہوا (بدمذہب)، دوسرا فاسق معلن، تیسرا بادشاہ ظالم، یعنی ان کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں۔

حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بڑی جھوٹی بات ہے اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو، ان کے ساتھ حرص وحسد، بغض، بے مروتی نہ کرو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو بھائی بنے رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو رسوا نہ کرے، اس کی تحقیر نہ کرے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، (اور یہاں کے لفظ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا) آدمی کے لئے یہ برائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر دیکھے، ہر مسلمان مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کی آبرو بھی، اس کا مال بھی، اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں اور عملوں پر نظر نہیں فرماتا لیکن تمہارے دلوں پر نظر فرماتا ہے۔ (بخاری ومسلم) حدیث جو بندہ دنیا میں دوسرے کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

أَيْ عِقَابه:۔اس طرف اشارہ کیا کہ لفظ ،،اللہ،، سے پہلے ،،عقاب،، مضاف محذوف ہے۔
فِي الِاغْتِيَاب:۔مفسر نے ،،اتقوا،، کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو غیبت کرنے کے معاملے میں۔
بِأَنْ تَتُوبُوا مِنْهُ:۔اتقوا کی صورت نکال کر بتادی یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو بایں صورت کہ اس سے توبہ کرو۔
قَابِل تَوْبَة التَّائِبِينَ:۔،،تواب،، کی تفسیر کردی یعنی توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔
بِهِمْ:۔،،رحیم،، کا متعلق بتادیا۔

(يأيها النّاس إنّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَر وَأُنثى) آدَم وَحَوَّاء (وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا) جَمْع شَعْب بِفَتْحِ الشّين هُوَ أَعْلَى طَبَقَات النّسَب (وَقَبَائِل) هِيَ دُون الشُّعُوب وَبَعْدهَا الْعَمَائِر ثُمّ الْبُطُون ثُمّ الْأَفْخَاذ ثُمّ الْفَصَائِل آخِرهَا مِثَاله خُزَيْمَة شَعْب كِنَانَة قَبِيلَة قُرَيْش عِمَارَة بِكَسْرِ الْعَيْن قُصَيّ بَطْن هَاشِم فَخِذ الْعَبّاس فَصِيلَة (لِتَعَارَفُوا) حُذِفَ مِنْهُ إحْدَى التّاءَيْنِ لِيَعْرِف بَعْضكُمْ بَعْضًا لَا لِتُفَاخِرُوا بِعُلُوّ النّسَب وَإِنّمَا الْفَخْر بِالتّقْوَى (إنّ أَكْرَمكُمْ عِنْد الله أَتْقَاكُمْ إنّ الله عَلِيم) بِكُمْ (خَبِير) ببواطنكم

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک مرد سے اور ایک عورت سے' یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا سے۔اور ہم نے تمہیں قبیلوں کی شکل میں بنایا ہے۔یہاں پر لفظ شعوب شعب کی جمع ہے۔ش پر زبر پڑھی جائے گی اور اس سے مراد نسب کا سب سے اعلیٰ ترین طبقہ ہے اور شعوب سے نیچے قبیلہ ہوتا ہے اس کے بعد عمائر ہوتے ہیں۔اس کے بعد بطون ہیں اس کے بعد افخاذ ہیں پھر فصائل ہیں جو سب سے آخر میں ہیں۔اس کی مثال یہ ہے خذیمہ شعب ہے کنانہ قبیلہ ہے قریش عمارہ ہے اس میں ع پر زیر پڑھی جائے گی۔قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے۔عباس فصیلہ ہے (یہ اس لیے بنائے ہیں) تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان جاؤ یہاں پر ایک ت کو حذف کیا گیا ہے تا کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو جان لے' اس لیے نہیں کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں نسب کی بلندی کے اعتبار سے فخر کرو کیونکہ فخر صرف تقویٰ کی وجہ سے کیا جا سکتا ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔بے شک اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا ہے اور خبر رکھنے والا ہے تمہارے باطن کے بارے میں۔

اغراض مفسر

آدَم وَحَوَّاء:۔،،ذکر وانثی،، کی تفسیر کردی۔
تخلیق آدم علیہ السلام: حضرت آدم علیہ السلام کی نہ ماں ہیں نہ باپ۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے بنایا ہے۔چنانچہ

روایت ہے کہ جب خداوند قدوس عزوجل نے آپ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لائیں۔ حکمِ خداوندی عزوجل کے مطابق حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آسمان سے اتر کر زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھائی تو پوری روئے زمین کی اوپری پرت چھلکے کے مانند اتر کر آپ کی مٹھی میں آ گئی۔ جس میں ساٹھ رنگوں اور مختلف کیفیتوں والی مٹیاں تھیں یعنی سفید وسیاہ اور سرخ وزرد رنگوں والی اور نرم وسخت، شیریں وتلخ، نمکین وپھیکی وغیرہ کیفیتوں والی مٹیاں شامل تھی۔

(تذکرۃ الانبیاء، ص ۴۸)

پھر اس مٹی کو مختلف پانیوں سے گوندھنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ایک مدت کے بعد یہ چپکنے والی بن گئی۔ پھر ایک مدت تک یہ گوندھی گئی تو کیچڑ کی طرح بودار گارا بن گئی۔ پھر یہ خشک ہو کر کھنکھناتی اور بجتی ہوئی مٹی بن گئی۔ پھر اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر جنت کے دروازے پر رکھ دیا گیا جس کو دیکھ دیکھ کر فرشتوں کی جماعت تعجب کرتی تھی۔ کیونکہ فرشتوں نے ایسی شکل وصورت کی کوئی مخلوق کبھی دیکھی ہی نہیں تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پتلے میں روح کو داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ روح داخل ہو کر جب آپ کے نتھنوں میں پہنچی تو آپ کو چھینک آئی اور جب روح زبان تک پہنچ گئی، تو آپ نے ''الحمد للہ'' پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یرحمک اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔ اے ابو محمد (آدم) میں نے تم کو اپنی حمد ہی کے لئے بنایا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ پورے بدن میں روح پہنچ گئی اور آپ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ (تفسیر خازن، ج ۱، ص ۴۳، پ البقرۃ:)

ترمذی اور ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا جس مٹی سے بنایا گیا چونکہ وہ مختلف رنگوں اور مختلف کیفیتوں کی مٹیوں کا مجموعہ تھی اسی لئے آپ کی اولاد یعنی انسانوں میں مختلف رنگوں اور قسم قسم کے مزاجوں والے لوگ ہو گئے۔

(تفسیر صاوی، ج ۱، ص ۳۹، پ البقرہ)

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد یا ابو البشر اور آپ کا لقب ''خلیفۃ اللہ'' ہے اور آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ آپ نے نو سو ساٹھ برس کی عمر پائی اور بوقت وفات آپ کی اولاد کی تعداد ایک لاکھ ہو چکی تھی۔ جنہوں نے طرح طرح کی صنعتوں

(تفسیر صاوی، ج ۱، ص ۴۸، البقرۃ)

اور عمارتوں سے زمین کو آباد کیا۔

تخلیق حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند قدوس نے بہشت میں رہنے کا حکم دیا تو آپ جنت میں تنہائی کی وجہ سے کچھ ملول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند کا غلبہ فرمایا اور آپ گہری نیند سو گئے تو نیند ہی کی حالت میں آپ کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرمادیا۔ جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین وجمیل عورت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور کس لئے یہاں آئی ہو؟ تو حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ آپ کو مجھ سے اُنس اور سکون قلب حاصل ہو۔ اور مجھے آپ سے اُنسیت اور تسکین ملے اور ہم دونوں ایک

دوسرے سے مل کر خوش رہیں اور پیار ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور خداوند قدوس عزوجل کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔
(تفسیر روح المعانی، ج۱،ص۳۱۶،البقرۃ)

اللہ نے انسانوں کو چار طریقوں سے پیدا فرمایا ہے:۔ حضرت آدم وحواء علیہما السلام کی تخلیق کا واقعہ مضامین قرآن مجید کے ان عجائبات میں سے ہے جس کے دامن میں بڑی بڑی عبرتوں اور نصیحتوں کے گوہر آبدار کے انبار پوشیدہ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا۔ قرآن کے اس فرمان سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ خلاق عالم جل جلالہ نے انسانوں کو چار طریقوں سے پیدا فرمایا ہے: (اول) یہ کہ مرد وعورت دونوں کے ملاپ سے، جیسا کہ عام طور پر انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف صاف اعلان ہے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ ☆ (پ29، الدھر 2)

ترجمہ کنزالایمان:۔ بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے

(دوم) یہ کہ تنہا مرد سے ایک انسان پیدا ہو۔ اور وہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا فرما دیا۔

(سوم) یہ کہ تنہا ایک عورت سے ایک انسان پیدا ہو۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ پاک دامن کنواری بی بی مریم علیہا السلام کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(چہارم) یہ کہ بغیر مرد وعورت کے بھی ایک انسان کو خداوند قدوس عزوجل نے پیدا فرما دیا اور وہ انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے بنا دیا۔ ان واقعات سے مندرجہ ذیل اسباق کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔

() خداوند قدوس ایسا قادر وقیوم اور خلاق ہے کہ انسانوں کو کسی خاص ایک ہی طریقے سے پیدا فرمانے کا پابند نہیں ہے، بلکہ وہ ایک عظیم قدرت والا ہے کہ وہ جس طرح چاہے انسانوں کو پیدا فرما دے۔ چنانچہ مذکورہ بالا چار طریقوں سے اس نے انسانوں کو پیدا فرما دیا۔ جو اس کی قدرت وحکمت اور اس کی عظیم الشان خلاقیت کا نشانِ اعظم ہے۔

چار طریقوں سے پیدا کرنے کی توجیہ: () یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو چار طریقوں سے پیدا کرنے کی توجیہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن تھا کہ کوئی مرد یہ خیال کرتا کہ اگر ہم مردوں کی جماعت نہ ہوتی تو تنہا عورتوں سے کوئی انسان پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ممکن تھا کہ عورتوں کو یہ گمان ہوتا کہ اگر ہم عورتیں نہ ہوتیں تو تنہا مردوں سے کوئی انسان پیدا نہ ہوتا۔ اسی طرح ممکن تھا کہ عورت ومرد دونوں مل کر یہ ناز کرتے کہ اگر ہم مردوں اور عورتوں کا وجود نہ ہوتا تو کوئی انسان پیدا نہیں ہو سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے چاروں طریقوں سے انسانوں کو پیدا فرما کر عورتوں اور مردوں دونوں کا منہ بند کر دیا کہ دیکھ لو، ہم ایسے قادر وقیوم ہیں کہ حضرت حواء علیہا السلام کو تنہا مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرما دیا۔ لہٰذا اے عورتو ! تم یہ گمان مت رکھو کہ اگر

عورتیں نہ ہوتیں تو کوئی انسان پیدا نہ ہوتا۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا عورت کے شکم سے بغیر مرد کے پیدا فرما کر مردوں کو تنبیہ فرمادی کہ اے مردو! تم یہ ناز نہ کرو کہ اگر تم نہ ہوتے تو انسانوں کی پیدائش نہیں ہوسکتی تھی۔دیکھ لو! ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا عورت کے شکم سے بغیر مرد کے پیدا فرمادیا۔اور حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر مرد و عورت کے مٹی سے پیدا فرما کر عورتوں اور مردوں کا منہ بند فرمادیا کہ اے عورتو! اور مردو! تم کبھی بھی اپنے دل میں خیال نہ لانا کہ اگر ہم دونوں نہ ہوتے تو انسانوں کی جماعت پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔دیکھ لو! حضرت آدم علیہ السلام کے نہ باپ ہیں نہ ماں، بلکہ ہم نے ان کو مٹی سے پیدا فرمادیا۔

جَمع شَعب بِفَتحِ الشِّين هُوَ أَعْلَى طَبَقَاتِ النَّسَب: ۔مفسر نے،،شعوب،،کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہاں پر لفظ شعوب شعب کی جمع ہے۔ش پر زبر پڑھی جائے گی اور اس سے مراد نسب کا سب سے اعلیٰ ترین طبقہ ہے۔

شانِ نزول: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازار مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے، اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہوگیا تو سیّد عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دفن میں تشریف لائے، اس پر لوگوں نے کچھ (ناپسندیدہ) کہا، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔مطلب یہ کہ اے لوگو نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں تفاخر اور تفاضل کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو، ایک جدّ اعلیٰ کی اولاد۔اور کوئی ایک دوسرے کا نسب جاننے کی کوشش نہ کرے اور نہ کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے، نہ یہ کہ نسب پر فخر کرے اور دوسروں کی تحقیر کرے۔اس سے معلوم ہوا کہ مدارِ عزّت و فضیلت کا پرہیزگاری ہے، نہ کہ نسب۔

ثُمَّ القَبَائِلُ وَبَعْدَهَا الْعَمَائِرُ ثُمَّ الْبُطُونُ ثُمَّ الْأَفْخَاذُ ثُمَّ الْفَصَائِلُ آخِرُهَا مِثَالُهُ خُزَيْمَةُ هِيَ دُونَ الشُّعُوبِ شَعْبٌ كِنَانَةُ قَبِيلَةٌ قُرَيْشٌ عِمَارَةٌ بِكَسْرِ الْعَيْنِ قُصَيٌّ بَطْنٌ هَاشِمٌ فَخِذٌ الْعَبَّاسُ فَصِيلَةٌ: یہاں سے،،،، قبائل،،،کی تفسیر کردی کہ شعوب سے نیچے قبیلہ ہوتا ہے اس کے بعد عمائر ہوتے ہیں۔اس کے بعد بطون ہیں اس کے بعد افخاذ ہیں پھر فصائل ہیں جو سب سے آخر میں ہیں۔اس کی مثال یہ ہے خذیمہ شعب ہے کنانہ قبیلہ ہے قریش عمارہ ہے، عمارہ میں ع پر زیر پڑھی جائے گی۔قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے۔عباس فصیلہ ہے۔

حُذِفَ مِنْهُ إِحْدَى التَّاءَيْنِ: یہاں پر،،لِتَعَارَفُوا،،کی صرفی تحقیق بتادی کہ اس کی ایک ت کو حذف کیا گیا ہے۔

لِيَعْرِفَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا لَا لِتَفَاخَرُوا بِعُلُوِّ النَّسَبِ وَإِنَّمَا الْفَخْرُ بِالتَّقْوَى: ۔انسانوں کو قبائل میں تقسیم کرنے کی علت نکال کر بتادی یعنی تا کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو جان لے اس لیے نہیں کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں نسب کی بلندی کے اعتبار سے فخر کرو کیونکہ فخر صرف تقویٰ کی وجہ سے کیا جاسکتا ہے۔

بِكُمْ: مفسر نے ،،عَلِيمِ،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

ببواطنکم:۔ مفسر نے ،،خبیر،، کا متعلق بتا دیا۔

(قَالَتِ الْأَعْرَابُ) نَفَر مِن بَنِي أَسَد (آمَنَّا) صَدَّقْنَا بِقُلُوبِنَا (قُلْ) لَهُمْ (لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا) انقدنا ظاهِرًا (وَلَمَّا) أَيْ لَمْ (يَدخُل الْإِيمَان فِي قُلُوبِكُمْ) إِلَى الآن لَكِنَّهُ يَتَوَقَّع مِنكُمْ (وَإِن تُطِيعُوا اللَّه وَرَسُوله) بِالْإِيمَانِ وغيره (لا يالتكم) بِالْهَمز وَتَركه وَبِإِبْدَالِهِ أَلِفًا لَا يُنقِصكُمْ (مِن أَعْمَالِكُمْ) أَيْ مِن ثَوَابِهَا (شَيْئًا إِنَّ اللَّه غَفُور) لِلْمُؤْمِنِينَ (رَحِيم) بِهِمْ(إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ) أَيْ الصَّادِقُونَ فِي إِيمَانِهِمْ كَمَا صَرَّحَ بِهِ بَعْد (الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُوله ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا) لَمْ يَشُكُّوا فِي الْإِيمَان (وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيل اللَّه) فَجِهَادهمْ يَظْهَر بِصِدْقِ إِيمَانهمْ (أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ) فِي إِيمَانهمْ لَا مَنْ قَالُوا آمَنَّا وَلَمْ يُوجَد مِنْهُمْ غير الإسلام

دیہاتی یہ کہتے ہیں اس سے مراد بنو اسد کا ایک گروہ ہے ہم ایمان لائے یعنی ہم نے اپنے دلوں کے ذریعے تصدیق کی تم ان سے فرما دو کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے بلکہ تم لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یعنی ظاہری طور پر اطاعت کی ہے اور جب ایسا ہے کہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ابھی تک۔ لیکن اس کی تم سے توقع کی جا سکتی ہے۔ اگر تم اللہ تعالی کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی ایمان کے ذریعے یا اس کے علاوہ تو کمی نہیں ہوگی۔ اس میں لفظ ہمزہ کو پڑھا جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے الف کی شکل میں بدل کر یعنی وہ کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں سے یا اس کے ثواب کے اعتبار سے کسی بھی چیز کی۔ بے شک اللہ تعالی مغفرت کرنے والا ہے مومنوں کی اور رحم کرنے والا ہے ان پر۔ بے شک اہل ایمان! یعنی جو لوگ اپنے ایمان میں سچے ہوں جیسا کہ اس کے بعد اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر انہوں نے شک نہیں کیا یعنی اپنے ایمان کے بارے میں شک کا شکار نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنی جانوں کے ذریعے اور اموال کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو ان کا یہ جہاد ان کے ایمان کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی لوگ سچے ہیں اپنے ایمان کے حوالے سے نہ کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ ان سے صرف اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔

اغراض مفسر

نَفَر مِن بَنِي أَسَد:۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ ،،الاعراب،، پر الف لام عہد کا ہے، اس سے مراد بنو اسد کا ایک گروہ ہے۔

الف، لام، کی اقسام: اسکی پانچ اقسام ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی (۵) عہد حضوری۔

الف لام جنسی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد فقط جنس ہو اور افراد کا اعتبار نہ ہو۔
جیسے اَلرَّجُلُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَرْأَةِ،، یعنی جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے،،
الف لام استغراقی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد جنس کے تمام افراد ہوں۔ جیسے اِنَّ الاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْر (بے شک ہر انسان خسارے میں ہے) اس مثال میں اَلانسان کا الف لام استغراقی ہے۔ اور اسی کو تفسیر میں مفسر نے جنسی قرار دیا ہے یعنی جنس انسان خسارے میں ہے۔
الف لام عہد خارجی: وہ الف لام جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور اس کا مدخول متکلم اور مخاطب دونوں کے نزدیک متعین ہو۔ جیسے فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی) اس مثال میں اَلرَّسُوْل پر عہد خارجی کا الف لام ہے، اور الرسول سے خاص اور معین رسول ہے اور وہ حضرت موسیٰ ہیں۔
الف لام عہد ذہنی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور وہ بعض کوئی غیر معین فرد ہو۔ جیسے اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ (میں خوف کرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھالے)۔ اس مثال میں اَلذِّئْبُ پر عہد ذہنی کا الف لام ہے۔
الف لام عہد حضوری: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد وہ فرد ہو جو فی الوقت موجود و حاضر ہو۔ جیسے اَلْيَوْمَ۔
شانِ نزول: یہ آیت بنی اسد بن خزیمہ کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو خشک سالی کے زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام کا اظہار کیا اور حقیقت میں وہ ایمان نہ رکھتے تھے، ان لوگوں نے مدینہ کے رستہ میں گندگیاں کیں اور وہاں کے بھاؤ گراں کر دیے، صبح و شام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے ہمیں کچھ دیجئے، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔
شرعی مسئلہ: محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو معتبر نہیں، اس سے آدمی مومن نہیں ہوتا، اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے لغوی معنیٰ ہیں اور شرعی معنیٰ میں اسلام اور ایمان ایک ہیں کوئی فرق نہیں۔
صَدَّقْنَا بِقُلُوْبِنَا:۔ آیت کی تفسیر کر دی یعنی ہم نے اپنے دلوں کے ذریعے تصدیق کی۔
لَهُمْ:۔،،قل،، کا متعلق بتادیا یعنی تم ان سے فرمادو۔
اِنْقَدْنَا ظَاهِرًا:۔ یہاں سے،،قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا،، کی تفسیر کر دی یعنی ظاہری طور پر اطاعت کی ہے۔
اَیْ لَمْ:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ،،لما،، لم کے معنی میں ہے۔
اِلَى الْآن:،، یدخل،، کا متعلق یا ظرف بتادیا۔
لٰكِنَّهُ يَتَوَقَّعُ مِنْكُمْ:۔ کیونکہ،،لما،، متوقع الحصول کی نفی کے لئے آتا اور،،لم،، متوقع الحصول کے لئے آتا ہے، اس لئے اس طرف اشارہ کیا کہ،،لما،، آیت میں،،لم،، کے معنی میں ہے، کیونکہ مستقبل میں ان کے ایمان کی توقع ہے۔

بِالْإِيْمَانِ وغیرہ:۔یہاں سے ,,تطیعو،، کا متعلق بتادیا۔

بِالْهَمْزِ وَتَرْكِه وَبِإِبْدَالِهِ أَلِفًا:ہاں سے ,,لایا تلکم،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ اس میں لفظ ہمزہ کو پڑھا جاسکتا ہے اور ترک بھی کیا جاسکتا ہے الف کی شکل میں بدل کر۔

لَا يُنْقِصكُمْ:۔یہاں سے ,,لایا تلکم،، کا معنی بتادیا یعنی وہ کمی نہیں کرے گا۔

أَيْ مِنْ ثَوَابِهَا:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ,,اعمال،، سے پہلے ثواب محذوف ہے۔یعنی اعمال کے ثواب میں کمی نہیں کرے گا۔

لِلْمُؤْمِنِيْنَ:۔یہاں سے ,,غفور،، کا متعلق بتادیا۔

بِهِمْ:۔یہاں سے ,,رحیم،، کا متعلق بتادیا۔

أَيْ الصَّادِقُوْنَ فِي إِيْمَانِهِمْ كَمَا صَرَّحَ بِهِ بَعْدَ:۔مومنین کی صفت نکال کر بتادی، یعنی جو لوگ اپنے ایمان میں سچے ہوں جیسا کہ اس کے بعد آیت میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔

شانِ نزول :جب یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں تو اعراب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم مومنِ مخلص ہیں۔اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا۔

لَمْ يَشُكُّوْا فِي الْإِيْمَانِ:۔یہاں سے ,,لم یرتابوا،، کا معروف معنی اور متعلق بتادیا۔

فَجِهَادُهُمْ يَظْهَرُ بِصِدْقِ إِيْمَانِهِمْ:۔ان کے ایمان میں سچا ہونے کی دلیل دے دی یعنی ان کا یہ جہاد ان کے ایمان کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔

فِي إِيْمَانِهِمْ لَا مَنْ قَالُوْا آمَنَّا وَلَمْ يُوجَد مِنْهُمْ غير الإسلام:۔متعلق نکال کر بتادیا یعنی یہی لوگ سچے ہیں اپنے ایمان کے حوالے سے نہ کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ ان سے صرف اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔

(قُلْ)لَهُمْ (أَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰه بِدِيْنِكُمْ)مُضَعَّف عَلِمَ بِمَعْنَى شَعَرَ أَيْ أَتُشْعِرُوْنَهُ بِمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ فِي قولكم آمنا(والله يَعْلَم مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْض والله بكل شيء عليم)(يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوْا) مِنْ غَيْر قِتَال بِخِلَاف غَيْرهمْ مِمَّنْ أَسْلَمَ بَعْد قِتَاله مِنْهُمْ (قُلْ لَا تَمُنُّوْا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ) مَنْصُوب بِنَزْعِ الْخَافِضِ الْبَاء، وَيُقَدَّر قَبْل أَنْ فِي الْمَوْضِعَيْنِ (بَلْ اللّٰه يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيْمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ) فِي قَوْلكُمْ آمَنَّا(إِنَّ اللّٰه يَعْلَم غَيْب السَّمَاوَات وَالْأَرْض) أَيْ مَا غَابَ فِيْهِمَا (وَاللّٰه بَصِير بِمَا يَعْمَلُوْنَ) بِالْيَاءِ وَالتَّاء لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْء مِنْهُ

تم فرمادو یعنی ان سے' کیا تم اللہ تعالیٰ کو بتاؤ گے اپنے دین کے بارے میں؟ یہ لفظ علم سے باب تفعیل کے وزن پر ہے اور یہ شعور کے معنی میں ہے۔ کیا تم اسے یہ شعور دلاؤ گے کہ تم اپنے قول "امنا" کے ذریعے کس حالت میں ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ لوگ تم پر احسان کرتے ہیں' کہ وہ اسلام لائے ہیں یعنی کسی جنگ کے بغیر جب کہ اس کے برعکس دوسرے لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد۔ تم فرمادو تم لوگ مجھ پر اپنے اسلام کے ذریعے احسان نہ کرو۔ اسے منصوب پڑھا گیا ہے کیونکہ نصب دینے والی "ب" کو وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے اور یہاں پر دونوں جگہ پر "اَن" سے پہلے یہ مقدر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی ہے اگر تم سچے ہوئے اپنے قول "امنا" کے حوالے سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے' آسمانوں اور زمین کے غیب کے بارے میں یعنی جو بھی ان دونوں میں غیب کی حالت میں ہے اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اس چیز کو جو تم عمل کرتے ہو اس کو "ی" اور "ت" کے ساتھ (غائب اور حاضر) سے پڑھا گیا ہے۔ اس پر اس میں سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے۔

اغراض مفسر

لَهُمْ:۔،،قل،،کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

مُضَعَّف عَلِمَ بِمَعْنَى شَعَرَ أَيْ أَتُشْعِرُونَهُ بِمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ فِي قولكم آمنا:۔یہاں سے،،تُعَلِّمُون،، کی صرفی تحقیق بتا دی کہ یہ لفظ علم سے باب تفعیل کے وزن پر ہے اور یہ شعور کے معنی میں ہے، مطلب یہ ہوگا کہ کیا تم اسے یہ شعور دلاؤ گے کہ تم اپنے قول "امنا" کے ذریعے کس حالت میں ہو۔

مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَسْلَمَ بَعْدَ قِتَالِهِ مِنْهُمْ:۔یہاں سے،،اسلموا،،کا متعلق اور تفسیر بتا دی، یعنی لوگ تم پر احسان کرتے ہیں' کہ وہ اسلام لائے ہیں کسی جنگ کے بغیر جب کہ اس کے برعکس دوسرے لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد۔

مَنْصُوب بِنَزْعِ الْخَافِضِ الْبَاء وَيُقَدَّر قَبْل أَنْ فِي الْمَوْضِعَيْنِ:۔یہاں سے،،اسلامکم،،کی نحوی تحقیق بتا دی کہ منصوب بنزع الخافض ہے یعنی اسے منصوب پڑھا گیا ہے کیونکہ "ب" کو وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے اور یہاں پر دونوں جگہ پر "اَن" سے پہلے یہ مقدر ہے۔ (حرف جر کو ہٹا کر اس کی جگہ اسم پر فتحہ لگا دینا منصوب بنزع الخافض کہلاتا ہے)۔

فِي قَوْلِكُمْ آمَنَّا:۔،،صادقین،،کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

أَيْ مَا غَابَ فِيهِمَا:۔اس طرف اشارہ کیا کہ غیب سے مراد غیب ہونے والی چیزیں ہیں یعنی جو بھی ان دونوں میں غیب کی حالت میں ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے۔

بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهُ:۔،،یعملون،،کی صرفی تحقیق بتا دی، کہ اس کو "ی" اور "ت" کے ساتھ (یعنی

غائب اور حاضر) دونوں سے پڑھا گیا ہے۔

93 =سورة الضحى

سورہ والضحیٰ مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چالیس ۴۰ کلمے، ایک سو بہتر حرف ہیں۔

(وَالضُّحٰی) أَیْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَوْ کُلِّهِ(وَاللَّیْلِ إِذَا سَجٰی) غَطّٰی بِظَلَامِهِ أَوْ سَکَنَ(مَا وَدَّعَكَ) تَرَکَكَ یَا مُحَمَّدُ (رَبُّكَ وَمَا قَلٰی) أَبْغَضَكَ نَزَلَ هٰذَا لَمَّا قَالَ الْکُفَّارُ عِنْدَ تَأَخُّرِ الْوَحْیِ عَنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا إِنَّ رَبَّهُ وَدَّعَهُ وَقَلَاهُ(وَلَلْآخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ) لِمَا فِیْهَا مِنَ الْکَرَامَاتِ لَكَ (مِنَ الْأُوْلٰی) للدنیا(وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ) فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخَیْرَاتِ عَطَاءً جَزِیْلًا (فَتَرْضٰی) بِهِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَنْ لَا أَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِنْ أُمَّتِیْ فِی النَّارِ إِلٰی هُنَا تَمَّ جَوَابُ الْقَسَمِ بِمُثْبَتَیْنِ بَعْدَ مَنْفِیَّیْنِ(أَلَمْ یَجِدْكَ) اِسْتِفْهَامُ تَقْرِیْرٍ أَیْ وَجَدَكَ (یَتِیْمًا) بِفَقْدِ أَبِیْكَ قَبْلَ وِلَادَتِكَ أَوْ بَعْدَهَا (فَآوٰی) بِأَنْ ضَمَّكَ إِلٰی عَمِّكَ أَبِیْ طَالِبٍ(وَوَجَدَكَ ضَالًّا) عَمَّا أَنْتَ عَلَیْهِ مِنَ الشَّرِیْعَةِ (فَهَدٰی) أَیْ هَدَاكَ إِلَیْهَا(وَوَجَدَكَ عَائِلًا) فَقِیْرًا (فَأَغْنٰی) أَغْنَاكَ بِمَا قَنَّعَكَ بِهِ مِنَ الْغَنِیْمَةِ وَغَیْرِهَا وَفِی الْحَدِیْثِ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ(فَأَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ) بِأَخْذِ مَالِهِ أَوْ غَیْرِ ذٰلِكَ(وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ) تَزْجُرْهُ لِفَقْرِهِ(وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ) علیك بالنبوة وغیره (فَحَدِّثْ) أَخْبِرْ وَحُذِفَ ضَمِیْرُهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وسلم فی بعض الأفعال رعایة للفواصل

چاشت کی قسم! اس سے مراد دن کا ابتدائی حصہ ہے یا پورا دن مراد ہے اور رات کی قسم! جب وہ ڈھانپ لے یعنی وہ اندھیرے کی وجہ سے ہر چیز پر پردہ ڈال دے یا سکون کی حالت میں آجائے۔ تم کو نہیں چھوڑا ہے یعنی تمہیں ترک نہیں کیا ہے۔ اے محمد ﷺ! تمہارے پروردگار نے اور نہ ہی اس نے تمہیں ناپسند کیا ہے یعنی تم سے بغض نہیں رکھا۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہا کہ اس کے پروردگار نے اسے چھوڑ دیا اور اسے ناپسند کیا ہے اور تمہاری آنے والی گھڑی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اس میں جو تمہارے لیے عزت واحترام ہوگا پہلے والی گھڑی سے یعنی دنیا سے۔

اور تمہارا پروردگار عنقریب تمہیں عطا کرے گا یعنی آخرت میں وہ بھلائی جو عظیم عطا ہوگی تو تم راضی ہو جاؤ گے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی جہنم میں ہوگا۔ یہاں پر دو منفی جملوں کے بعد دو مثبت باتوں کے ساتھ قسم کا جواب دے دیا گیا ہے۔ کیا اس نے تمہیں نہیں پایا؟ یہاں پر استفہام کسی بات کو پختہ کرنے کے لیے ہے؟ یعنی اس نے تمہیں پایا ہے یتیم۔ یعنی تمہاری ولادت سے پہلے یا بعد میں تمہارے والد موجود نہیں تھے تو اس نے پناہ دی یعنی تمہیں

تمہارے چچا ابو طالب تک پہنچا دیا اور اس نے تمہیں پایا "عائل" اس حوالے سے جس پر اب تم شریعت کے حوالے سے گامزن ہوا س نے تمہاری رہنمائی کی یعنی اس شریعت کی طرف تمہاری رہنمائی کی۔ اور اس نے تمہیں پایا حاجت مند یعنی غریب اور پھر اس نے تمہیں خوشحال کر دیا یعنی تمہیں خوشحال کیا اس حوالے سے کہ مال غنیمت اور اس طرح کی دیگر چیزوں کے ذریعے قناعت حاصل کی اور حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ خوشحال ہونے کا مطلب مال زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ اصل خوشحالی نفس کا بے نیاز ہونا ہے۔

جہاں تک یتیم کا معاملہ ہے تو اس پر تم غصہ نہ کرو یعنی اس کا مال نہ لو اور دیگر حوالے سے (نہ جھڑکو)۔ جہاں تک مانگنے والے کا تعلق ہے تو تم اسے جھڑکو نہیں یعنی اس کی غربت کی وجہ سے اسے ڈانٹو نہیں۔ جہاں تک تمہارے پروردگار کی نعمت کا تعلق ہے جو اس نے نبوت وغیرہ کے حوالے سے تم پر کی ہے تو تم اسے بیان کرو یعنی اس کی خبر دو یہاں پر نبی اکرم ﷺ کے لیے ضمیر کو حذف کیا گیا ہے بعض افعال میں تاکہ "فواصل" کا خیال رکھا جا سکے۔

اغراض مفسر

أي أول النهار أو كله: یہاں سے شارح نے "والضحى" کے معنی میں دو احتمال نکال کر بتا دیئے ایک یہ کہ اس سے اول دن مراد ہے دوسرا یہ کہ اس سے پورا دن مراد ہے۔ جمہور کے نزدیک والضحی کا معنی ہے جس وقت آفتاب بلند ہو کیونکہ یہ وقت وہی ہے جس میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے مشرف کیا اور اسی وقت جادوگر سجدے میں گرے۔ اسی وقت کو چاشت بھی کہتے ہیں اس وقت میں پڑھی جانے والی نماز کو نماز چاشت کہتے ہیں۔

شان نزول: ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نہ آئی تو کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا۔ اس پر والضحی نازل ہوئی۔

نماز چاشت کی فضیلت: چاشت کی نماز سنت ہے اور اس کا وقت آفتاب کے بلند ہونے سے قبل زوال تک ہے۔ امام صاحب کے نزدیک چاشت کی نماز دو رکعتیں ہیں یا چار ایک سلام کے ساتھ۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ضحی سے دن مراد ہے۔ اور اس کی تاریکی عام ہو جائے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ چاشت سے مراد وہ چاشت ہے جس میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ چاشت سے اشارہ ہے نور جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور شب کنایہ ہے آپ کے گیسوئے عنبرین سے۔

اللہ تعالی نے اول النہار کی قسم کیوں کھائی؟

سوال: ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اول النہار کی قسم کیوں کھائی؟ [sic: printed as] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دن اور رات اللہ تعالی کی دو عظیم نعمتوں اور نشانیوں میں سے ہیں

جواب: ۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ دن اور رات اللہ تعالی کی دو عظیم نعمتوں اور نشانیوں میں سے ہیں اسی لئے پچھلی سورت میں رات کی اور اس سورت میں دن کی قسم کھائی۔ دوسری یہ کہ دن وہ ساعت ہے جس میں اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس لئے قسم میں اسی کو خاص کیا۔

سوال : پچھلی سورت میں رات کی قسم ہے اور اس سورت میں دن کی، رات کی قسم کو دن کی قسم پر مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب: اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں (۱) رات تخلیق کے اعتبار سے مقدم ہے اور دن موخر جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''**و جعل الظلمات و النور**،، اللہ نے اندھیروں اور روشنی کو پیدا کیا۔ اس میں رات کو دن پر مقدم کیا گیا۔

(۲) اس سے پچھلی سورت یعنی ،،والیل،، میں حضرت ابو بکر کا ذکر ہے اور اس سورت یعنی ،،والضحیٰ ،، میں نبی کریم ﷺ کے فضائل مذکور ہیں، اور حضرت ابو بکر کے ایمان سے پہلے ان کے کفر کا زمانہ ہے اور کفر رات کی تاریکی کے مشابہ ہے اور سورہ ،،والضحیٰ ،، میں نبی کریم ﷺ کا ذکر ہے اور آپ ﷺ ابتدا سے ہی مومن اور سیرت کاملہ کے حامل ہیں اور یہ چیز نور وضیاء کے مشابہ ہے اس لئے ،،والیل ،، کی سورت کو ،،والضحیٰ ،، کی سورت سے مقدم کیا گیا۔

غَطّٰى بِظَلَامِهِ أَوْ سَكَنَ: شارح نے ،، **سَجٰى** ،، کے معنی میں دو احتمال نکال کر بتا دیئے (۱) پہلا یہ کہ رات اپنے اندھیرے کے ساتھ جب ہر چیز کو ڈھانپ لے۔ (۲) دوسرا یہ کہ جب وہ پر سکون ہو جائے کیونکہ جب رات آتی ہے تو ہر ایک کو سکون و آرام فراہم کرتی ہے۔

تَرَكَكَ يَا مُحَمَّدُ: شارح نے ،،**مَا وَدَّعَكَ**،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا اور یا محمد سے ،،ک،، ضمیر کا مخاطب نکال کر بتا دیا

أَبْغَضَكَ: یہاں سے ،،**وَمَا قَلٰى**،، کا معروف یا مرادی معنی نکال کر بتا دیا۔

نَزَلَ هٰذَا لَمَّا قَالَ الْكُفَّارُ عِنْدَ تَأَخُّرِ الْوَحْيِ عَنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا إِنَّ رَبَّهُ وَدَّعَهُ وَقَلَاهُ: یہاں سے اس آیت کا شان نزول نکال کر بتا دیا۔ کہ جب ۱۵ دن وحی آنے میں تاخیر ہوئی تو کفار نے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ آپ ﷺ کا رب آپ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔

لِمَا فِيهَا مِنَ الْكَرَامَاتِ لَكَ: آنے والی گھڑی آپ کے لئے بہتر ہوگی اس کا سبب نکال کر بتا دیا کہ اس میں آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا۔

الدنيا: یہاں سے الاولی کا مرادی معنی نکال کر بتا دیا کہ پچھلی گھڑی سے مراد دنیا ہے۔

آپ کی آخرت دنیا سے بہتر کیوں ہے؟ یعنی آخرت دنیا سے بہتر کیونکہ وہاں آپ کے لئے مقام محمود و حوض مورود و خیر موعود اور تمام انبیاء و رسل پر تقدم اور آپ کی امت کا تمام امتوں پر گواہ ہونا اور آپ کی شفاعت سے مومنین کے مرتبے اور درجے بلند ہونا اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آتیں۔ اور مفسرین نے اس کے یہ معنیٰ بھی بیان فرمائے ہیں کہ آنے والے احوال آپ کے لئے گذشتہ سے بہتر و برتر ہیں گویا کہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا اور عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کے مراتب ترقیوں میں رہیں گے۔

فِي الْآخِرَةِ: یہاں سے عطیک کا ظرف نکال کر بتا دیا کہ آخرت میں عطا فرمائے گا۔

مِنَ الْخَيْرَاتِ: یعطی کا متعلق نکال کر بتادیا۔

عَطَاءً جَزِيلًا: یعطیک کا مفعول مطلق عددی نکال کر بتادیا کہ بے انتہا عطا فرمائے گا۔

بِهٖ: یہاں سے ،،فَتَرْضٰى،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

عالم رضاء خدا کا طالب ہے اور خدا رضاء مصطفیٰ چاہتا ہے: اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ وعدہ کریمہ ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔ کمال نفس اور علوم اوّلین وآخرین اور ظہور امر اور اعلائے دین اور وہ فتوحات جو عہد مبارک میں ہوئیں اور عہدِ صحابہ میں ہوئیں اور تا قیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی اور دعوت کا عام ہونا اور اسلام کا مشارق ومغارب میں پھیل جانا اور آپ کی امت کا بہترین اُمم ہونا اور آپ کے وہ کرامات وکمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے اور آخرت کی عزت وتکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعتِ عامہ وخاصہ اور مقامِ محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔

فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَنْ لَا أَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ: اس آیت کے نزول کے وقت شارح نے سرکار دو عالم ﷺ کے تاثرات بیان فرمادیئے، کہ اس کے نزول کے وقت، خیر خواہ امت محسن اعظم ﷺ نے فرمایا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک بھی امتی جہنم میں ہوگا، کروڑوں درود غم خوار امت پر۔

حضور کی امت سے محبت کا عالم: مسلم شریف کی حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں دستِ مبارک اٹھا کر امت کے حق میں رو کر دعا فرمائی اور عرض کیا اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ، اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں جا کر دریافت کرو رونے کا کیا سبب ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ دانا ہے، جبریل نے حسب حکم حاضر ہو کر دریافت کیا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تمام حال بتایا اور غمِ امت کا اظہار فرمایا، جبریل امین نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں باوجود یہ کہ وہ خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا جاؤ اور میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے، حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہ ہوں گا۔ آیتِ کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگارانِ امت بخش دیئے جائیں تو آیت و احادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول اور حسب مرضی مبارک گنہگارانِ امت بخشے جائیں گے، سبحان اللہ کیا رتبہ علیا ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کے لئے تمام مقربین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اٹھاتے ہیں، وہ اس حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے عطا عام کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو آپ کے ابتدائے حال سے آپ پر فرمائیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

إلَى هٰنَا تَمَّ جَوَابُ القَسَمِ بِمُثْبَتَيْنِ بَعْدَ مَنْفِيَيْنِ: شارح نے یہاں سے سابقہ کلام کا ترکیبی احتمال نکال کر بتادیا کہ یہاں تک قسم کا جواب قسم تمام ہوگیا، ابتدائے کلام میں اللہ رب العزت نے ضحیٰ اور لیل کی قسم اٹھائی اس کے بعد وَلسوف یعطیک ربک فترضی تک جواب قسم تمام ہوئی، جواب قسم میں چار جملے بیان ہوئے پہلے دو جملوں میں نفی انعامات کا ذکر کیا گیا (۱) (ما وَدَّعَكَ) کہ نہ تو آپ کا رب آپ کو بھولا (۲) (وَمَا قَلٰی) اور نہ آپ کا رب آپ سے ناراض ہے، اس کے بعد پھر دو جملے بیان ہوئے جس میں مثبت انعامات کو بیان کیا گیا (۱) (وَلَلآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الأُولٰى) آنے والی گھڑی آپ کے لئے پچھلی گھڑی سے بہتر ہوگی، (۲) (وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ) کہ آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے، یہ چاروں جملے،، قسم،، کا،، جواب قسم،، ہیں۔

إِسْتِفْهَامُ تَقْرِيرٍ أَيْ وَجَدَكَ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اللہ رب العزت استفہام اور سوال سے پاک ہے پھر آیت میں استفہام کیوں استعمال کیا گیا؟ شارح نے اس کا جواب دیا کہ یہاں استفہام اپنے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں بلکہ یہ تقریر اور بات کو پختہ کرنے کے لئے ہے، یعنی آپ کو یقیناً یتیم پایا، لہذا اعتراض نہ رہا۔

بِفَقْدِ أَبِيكَ: آپ کے یتیم ہونے کا سبب نکال کر بتادیا کہ آپ کے والد گرامی کے فوت ہونے کے سبب، آپ کو یتیم پایا۔

حضور نبی کریم کی حالت یتیمی: سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے، حمل دو ماہ کا تھا، آپ کے والد صاحب نے مدینہ شریف میں وفات پائی اور نہ کچھ مال چھوڑا، نہ کوئی جگہ چھوڑی، آپ کی خدمت کے متکفل آپ کے دادا عبد المطلب ہوئے، جب آپ کی عمر شریف چار یا چھ سال کی ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی، جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا عبد المطلب نے بھی وفات پائی، انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند ابو طالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تھے آپ کی خدمت ونگرانی کی وصیت کی ابو طالب آپ کی خدمت میں سرگرم رہے، یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک معنٰی یہ بیان کئے ہیں کہ یتیم معنٰی یکتا و بے نظیر کے ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے دُرِّ یتیمہ۔ اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عز وشرف میں یکتا و بے نظیر پایا اور آپ کو مقام قرب میں جگہ دی اور اپنی حفاظت میں آپ کے دشمنوں کے اندر آپ کی پرورش فرمائی اور آپ کو نبوّت واصطفا و رسالت کے ساتھ مشرف کیا۔

قَبْلَ وِلَادَتِكَ أَوْ بَعْدَهَا: یہاں سے شارح نے آپ کے والد محترم کی وفات میں دو احتمال نکال کر بتادیئے کہ ان کا وصال ایک قول کے مطابق حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ولادت کے بعد ہوا۔ (الاول راجح،، قادری عفی عنہ)

بِأَنْ ضَمَّكَ إِلَى عَمِّكَ أَبِي طَالِبٍ: ٹھکانے کی صورت نکال کر بتادی بایں صورت کہ آپ کو آپ کے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ ملادیا یعنی ان کی کفالت میں دے دیا۔

عَمَّا أَنْتَ عَلَيْهِ مِنَ الشَّرِيعَةِ: شارح نے ضالا کا متعلق نکال کر بتادیا کہ آپ کو ان شرعی احکام کی طرف راہ دی جس پر آپ

عمًا أنتَ عَليهِ مِنَ الشَّرِيعَة: شارح نے ضالا کا متعلق نکال کر بتادیا کہ آپ کو ان شرعی احکام کی طرف راہ دی جس پر آپ اس وقت قائم ہیں۔ بعض مفسرین نے ضالا کا ترجمہ کیا کہ آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو آپ کو راہ دی۔ (الثانی راجح، قادری)

لفظ ضلال کے بارے میں قاعدہ: (ا) جب ''ضلال'' کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی گمراہ ہوں گے۔

(۲) ب: جب ''ضلال'' کی نسبت نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی وارفتہ محبت یا راہ سے ناواقف ہوں گے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے: **مَنْ يُّضْلِلِ اللهُ فَلَاهَادِىَ لَه**

جسے خدا گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ (پ9، الاعراف186)

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ان کا راستہ نہ چلا جن پر غضب ہوا نہ گمراہوں کا۔ (پ1، الفاتحہ)

ان جیسی تمام آیتوں میں چونکہ ضلال کا تعلق نبی سے نہیں غیر نبی سے ہے تو اس کے معنی ہیں گمراہی خواہ کفر ہو یا شرک یا کوئی اور گمراہی سب اس میں داخل ہوں گے۔

''ب'' کی مثالیں: (وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى)

اے محبوب رب نے تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو اپنی راہ دے دی۔ (پ30، الضحی)

قَالُوْا تَاللهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ

ان جیسی تمام آیتوں میں ''ضلال'' کے معنی گمراہی نہیں ہو سکتے کیونکہ نبی ایک آن کے لئے گمراہ نہیں ہوتے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

تمہارے صاحب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (پ27، النجم)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی گمراہ نہیں ہو سکتے کیونکہ نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہو سکتی۔

أيْ هَدَاكَ إِلَيْهَا: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ ''هدی يهدی'' فعل متعدی ہے لیکن آیت میں اس کا مفعول مذکور نہیں شارح نے ھداک نکال کر بتادیا کہ اس کا مفعول، ک، ضمیر محذوف ہے۔

آپ کو رموز اسرار کی معرفت عطا فرمائی: اور غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے اور علوم ماکان و ما یکون عطا کئے، اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مفسرین نے ایک معنٰی اس آیت کے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور اپنے مراتب کی خبر بھی نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کے ذات وصفات اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔ خیال رہے کہ انبیاء علیہ السلام سب معصوم ہوتے ہیں نبوت سے قبل بھی، نبوت سے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔

فَقِيرًا: شارح نے ،،عَائِلًا،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

أغْنَاكَ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ اغنی متعدی بالمفعول ہے لیکن اس کا مفعول آیت میں موجود نہیں؟ شارح نے اغنک نکال کر بتا دیا کہ اس کا مفعول ،،ک،، ضمیر محذوف ہے۔

بِمَاقَنَّعَكَ بِهِ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَغَيرِهَا: شارح نے غنی کا سبب نکال کر بتا دیا کہ اللہ نے آپ کو مال غنیمت وغیرہ کے سبب آپ کو قناعت بخشی اور غنی کر دیا۔

وَفِي الْحَدِيثِ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنَى غِنَى النفس: شارح نے حدیث پاک کی رو سے غنی کی حقیقت بتا دی کہ غنی کا تعلق کثرت مال سے نہیں بلکہ غنی کا تعلق دل سے ہے۔

بِأَخْذِ مَاله أَوْ غَيرِ ذَٰلِكَ: **تقهر** کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ یتیم کا مال لے کر اس پر سختی مت کرو۔

آیت میں یتیموں پر سختی سے منع فرمایا: جیسا کہ اہل جاہلیت کا طریقہ تھا کہ یتیموں کو دباتے اور ان پر زیادتی کرتے تھے۔ حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں وہ بہت اچھا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور وہ بہت برا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

تَزْجُرهُ: **تنهر** کا معروف اور آسان معنی نکال کر بتا دیا کہ سائل کو زجر و توبیخ مت کرو۔

لِفَقْرِهِ: یہاں سے زجر و توبیخ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کا سبب نکال کر بتا دیا، کہ اس کے فقر کے سبب اس کو زجر و توبیخ مت کرو۔

سائل کو مت جھڑکو: یعنی سائل کو کچھ دے دو یا حسنِ اخلاق اور نرمی کے ساتھ عذر کر دو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سائل سے طالب علم مراد ہے اس کا اکرام کرنا چاہئے اور جو اس کی حاجت ہو اس کا پورا کرنا اور اس کے ساتھ ترش روئی و بد خُلقی نہ کرنا چاہئے۔

أَخْبِرْ: یہاں سے فحدث کا معروف معنی نکال کر بتا دیا، کہ اپنے رب کی نعمتوں کی لوگوں کو خبر دیں۔

وَحُذِفَ ضَمِيره صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم فى بعض الأفعال رعاية للفواصل: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،، **(فَلَى)(فَتَرْضَى)(فَآوَى)(فَهَدَى)(فَأَغْنَى)**،، افعال متعدیہ بالمفعول ہیں لیکن ان کا مفعول بہ مذکور نہیں؟ شارح نے اس کا جواب یہ دیا کہ فواصل کی رعایت کرتے ہوئے ان کے مفاعیل کو حذف کیا گیا۔

اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرو: نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائیں اور وہ بھی جن کا حضور سے وعدہ فرمایا۔ نعمتوں کے ذکر کا اس لئے حکم فرمایا کہ نعمت کا بیان کرنا شکر گذاری ہے۔

94 =سورة الشرح

سورہ الم نشرح مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، ستائیس کلمے، ایک سو تین حرف ہیں۔

(ألم نشرح) إستفهام تقرر أى شَرَحْنَا (لَكَ) يَا مُحَمَّد (صَدرك) بِالنُّبُوَة وغيرها(وَوَضَعْنَا)

خططنا (عَنكَ وِزْرَكَ)(الَّذِی أَنقَضَ) أَثقَل (ظَهرَكَ) وَهذَا كَقَولِهِ تَعَالَى (لِيَغفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ)(وَرَفَعنَا لَكَ ذِكرَكَ) بِأَن تُذكَرَ مَعَ ذِكرِى فِی الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَالتَّشَهُّدِ وَالخُطبَةِ وَغَيرِهَا(فَإِنَّ مَعَ العُسرِ) الشِّدَّةِ (يُسرًا) سُهُولَةً(إِنَّ مَعَ العُسرِ يُسرًا) وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَاسَى مِنَ الكُفَّارِ شِدَّةً ثُمَّ حَصَلَ لَهُ اليُسرُ بِنَصرِهِ عَلَيهِمْ(فَإِذَا فَرَغتَ) مِنَ الصَّلَاةِ (فَانصَبْ) اِتعَبْ فِی الدعاء (والی ربك فارغب) تضرع

کیا ہم نے کھول نہیں دیا یہاں پر استفہام نے بات کو پختہ کردیا ہے یعنی ہم نے کھول دیا ہے۔ اے محمد ﷺ! تمہارے سینے کو نبوت وغیرہ کے ذریعے۔ ورہم نے ہٹا دیا ہے یعنی اتار دیا ہے تم سے تمہارے بوجھ کو۔ جس نے بھاری کیا تھا یا ثقیل کیا تھا تمہاری پست کو اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مانند ہے" تا کہ اللہ تعالیٰ مغفرت کردے تمہاری اور تمہارے گذشتہ ذنب کی"، اور ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند کیا یعنی آذان واقامت' تشہد خطبے وغیرہ' میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر کیا جائے گا۔ بے شک "عسر" کے ساتھ "یسر" ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کفار کی طرف سے بہت سختی برداشت کی تھی پھر آپ کو ان کے خلاف مدد کی شکل میں آسانی نصیب ہوئی۔ جب تم فارغ ہو جاؤ یعنی نماز سے نصب کرو یعنی اہتمام کے ساتھ دعا کرو اور تم اپنے پروردگار کی طرف رغبت رکھو یعنی اس کی بارگاہ میں گڑگڑاؤ۔

اغراض مفسر

إستفهام تقرر: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ استفہام اور سوال لاعلمی کی دلیل ہے جبکہ اللہ رب العزت استفہام اور سوال سے پاک ہے پھر آیت میں استفہام کیوں استعمال کیا گیا؟ شارح نے اس کا جواب دیا کہ یہاں استفہام اپنے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں بلکہ یہ تقریر اور بات کو پختہ کرنے کے لئے ہے، یعنی آپ کا سینہ یقیناً ہم نے کھولا، لہذا اعتراض نہ رہا۔ (خیال رہے کہ جب نفی پر استفہام داخل ہو تو وہ انکاری ہوتا ہے یعنی وہ منفی کی نفی کردیتا ہے جیسے،، الم نشرح،، منفی ہے،،،، ہمزہ استفہام نے اس منفی کی نفی کردی اور اس سے تقریر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے) یعنی ہم نے یقیناً آپ کا سینہ کھولا۔

أَیْ شَرَحنَا: یہاں سے شارح نے بلاغت کا ایک ضابطہ بیان فرمایا کہ استفہام اور نفی جب جمع ہو جائیں تو وہ اثبات کا فائدہ دیتے ہیں الم نشرح میں ہمزہ استفہام اور حرف نفی لم استعمال ہوا لہذا،، **الم نشرح**،، میں اثبات پیدا ہو گیا اور اب اس کا معنی،، **شرحنا**،، ہو گیا یعنی ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا۔

شق صدر کیوں اور کتنی مرتبہ ہوا؟ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ یعنی ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ اور وسیع کیا ہدایت و معرفت اور موعظت ونبوت اور علم وحکمت کے لئے یہاں تک کہ عالم غیب وشہادت اس کی وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ، انوار روحانیہ کے لئے مانع نہ ہو سکے اور علوم لدنیہ وحکم الہیہ ومعارف ربانیہ وحقائق رحمانیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے۔ اور ظاہری

شرحِ صدر بھی بار بار ہوا ابتدائے عمر شریف میں اور ابتدائے نزولِ وحی کے وقت اور شبِ معراج جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، اس کی شکل یہ تھی کہ جبریل امین نے سینۂ پاک کو چاک کر کے قلبِ مبارک نکالا اور زریں طشت میں آبِ زمزم سے غسل دیا اور نور و حکمت سے بھر کر اس کو اس کی جگہ رکھ دیا۔

کیا آپ کو بچپن سے نبوت عطا کردی گئی تھیں؟ علماء اہل سنت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا بچپن میں شق صدر کیا گیا اور حدیث پاک (مسند امام احمد ج ۴ ص ۱۸۴) میں آپ ﷺ نے شق صدر کے مذکورہ واقعہ کو اپنی نبوت کی نشانی قرار دیا اور اسی شق صدر سے اپنی نبوت کو پہچان لیا اور بچپن میں حضرت جبرائیل کو دیکھ بھی لیا تھا لہذا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو بچپن سے نبوت عطا کر دی گئی تھی اور نبوت کے احکام اس وقت جاری ہوئے جب آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس سال کو پہنچی اور آپ کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ خیال رہے کہ بعض انبیاء کو بچپن میں ہی نبوت عطا کی گئی جیسا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا،،

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ؟؟

اے یحیٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

يَا مُحَمَّد: یہاں سے،،ک،، ضمیر کا مخاطب نکال کر بتا دیا۔

بِالنُّبُوَّةِ وغيرها: سینہ کھولنے کا سبب نکال کر بتا دیا کہ نبوۃ وغیرہ کے لئے آپ کا سینہ کھول دیا (وغیرہ سے اشارہ لیلۃ المعراج اور آپ ﷺ کے شق صدر کی طرف ہے جو مقام صبا میں ہوا تھا)۔

حَطَطْنَا: یہاں سے،،ووضعنا،،کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا۔

أَثْقَل: یہاں سے،،أَنْقَضَ،،کا معروف اور آسان معنی نکال کر بتا دیا۔

وَهٰذَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ): شارح نے مذکورہ کلام کی ایک اور تمثیل بیان فرما دی کہ اس آیت میں جس طرح کہا گیا کہ آپ کی پشت اطہر پر امت کے گناہوں کا بوجھ ہم نے اتار دیا، اسی طرح دوسری آیت میں بھی فرمایا گیا کہ آپ کے سبب ہم نے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو معاف فرما دیا،، دونوں آیات کا مفہوم و مطلب ایک ہی ہے۔

آیت میں بوجھ سے مراد کون سا بوجھ ہے؟ اس بوجھ سے مراد یا وہ غم ہے جو آپ کو کفار کے ایمان نہ لانے سے رہتا تھا یا امت کے گناہوں کا غم جس میں قلب مبارک مشغول رہتا تھا، مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو مقبول الشفاعت کر کے وہ بار غم دور کر دیا۔

بِأَنْ تُذْكَرَ مَعَ ذِكْرِي فِي الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَالتَّشَهُّدِ وَالْخُطْبَةِ وَغَيْرِهَا: ذکر مصطفیٰ کے بلند ہونے کی صورت نکال کر بتا دی، بایں صورت کہ آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ اذان، اقامت، تشہد، خطبہ وغیرہ میں کیا جائے گا۔

ذکر مصطفیٰ کی بلندی کے بارے میں فقہاء کے نظریات: حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا

جائے میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں۔ تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے ہر بات میں اس کی تصدیق کرے اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دے تو یہ سب بے کار وہ کافر ہی رہے گا۔ قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا ہر خطیب ہر تشہد پڑھنے والا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پکارتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔

رفع کے بارے میں قاعدہ: (۱) الف: جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم ہو تو رفع کے معنی ہوں گے اونچی جگہ میں اٹھانا چڑھانا، اونچا کرنا۔ ''الف'' کی مثال یہ آیات ہیں:

یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا،، اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے تمہیں پاک کرنے والا ہوں۔ (پ3، ال عمران 55:)

وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ اٹھالیا یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر۔ (پ13، یوسف100:)

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ،، اور ہم نے بنی اسرائیل کے اوپر طور پہاڑ اٹھالیا۔ (پ6، نساء154:)

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ

اور جب ابراہیم بیت اللہ کی دیواریں اونچی کررہے تھے۔ (پ1، البقرۃ127:)

ان آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول عیسیٰ علیہ السلام یا یوسف علیہ السلام کے والدین یا طور پہاڑ یا کعبہ کی دیوار ہے اور یہ سب زمینی جسم ہیں لہٰذا ان میں رفع کرنے کے معنی ہونگے بلند جگہ میں پہنچانا، اٹھانا، اونچا کرنا۔ درجے بلند کرنا مراد نہ ہوگا۔

(۲) ب: جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم نہ ہو تو اس کے معنی ہوں گے روحانی بلندی، مرتبہ کا اونچا ہونا۔

''ب'' کی مثال یہ آیت ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؟؟ ہم نے آپ کا ذکر اونچا کردیا۔ (پ30، الانشراح4:)

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

ان پیغمبروں میں بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے اونچے کیے۔ (پ3، البقرۃ253:)

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ

ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ (پ18، النور36:)

ان تمام آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول زمینی جسم نہیں ہے بلکہ ذکر یا درجے یا خدا تعالیٰ کا نام ہے اس لئے یہاں مکانی بلندی مراد نہ ہوگی بلکہ روحانی بلندی مراد ہے، کیونکہ یہ ہی اس کے لائق ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو آیت آئی **اِنِّیْ رَافِعُكَ**

(آل عمرٰن:) اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہیں آسمان پر اٹھانے والے ہیں یہ نہیں کہ تمہارے درجے بلند کرنے والے ہیں جیسے کہ قادیانی کہتے ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام زمینی جسم ہیں اور جسم کے لئے بلندی مکانی مناسب ہے۔

الشِّدَّة: یہاں سے ،،عسر،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

ہر مشکل کے بعد آسانی ہے: یعنی جو شدت وسختی کہ آپ کفار کے مقابلے میں برداشت فرما رہے ہیں اس کے ساتھ ہی آسانی ہے کہ ہم آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے، آپ ہر نماز کے بعد دعا میں کوشش کریں کہ دعا بعدِ نماز مقبول ہوتی ہے، اس دعا سے مراد آخرِ نماز کی وہ دعا ہے جو نماز کے اندر ہو یا وہ دعا جو سلام کے بعد ہو، اس میں اختلاف ہے۔

سُهُولَة: یہاں سے ،،یسر،، کا معروف معنی نکال کر بتا دیا۔

،،العسر،، اور ،،یسر،، میں ایک باریک نکتہ: خیال رہے کہ اس سورت میں لفظ ،،العسر،، میں تکرار ہے اور یہ معرفہ ہے اور لفظ ،،یسر،، بھی مکرر ہے اور یہ نکرہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب معرفہ تکرار کے ساتھ ذکر ہو تو ثانی، اول کا عین ہوتا ہے اور جب نکرہ مکرر ہو تو ثانی، اول کا غیر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ،،العسر،، (یعنی مشکل) ایک ہے اور ،،یسر،، (یعنی آسانی) دو ہیں لہذا ایک مشکل کے ساتھ دو آسانیاں ہیں جب کسی انسان کو مشکل پیش آئے تو گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ اس کو اس ایک مشکل کے بعد دو آسانیاں ملنے والی ہیں۔ سبحان اللہ!

وَالنَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاسَى مِنَ الْكُفَّارِ شِدَّةً ثُمَّ حَصَلَ لَهُ الْيُسْرُ بِنَصْرِهِ عَلَيْهِمْ: شارح نے اس آیت کریمہ کا نتیجہ نکال کر بتا دیا کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے کفار کی صعوبتوں کو برداشت کیا پھر آپ ﷺ کو اللہ کی مدد اور نصرت سے آسانیاں فراہم کی گئیں۔

مِنَ الصَّلَاة: یہاں سے فرغت کا متعلق نکال کر بتا دیا کہ جب نماز سے فارغ ہوں۔

اِتْعَبْ فِي الدعاء: شارح نے ،،فانصب،، کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا۔ یعنی دعا میں کوشش کریں۔

تضرع: شارح نے ،،فارغب،، کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا۔ یعنی عاجزی اختیار کریں۔

95 =سورة التين

سورہ والتین مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، چونتیس کلمے، ایک سو پانچ حرف ہیں۔

(وَالتِّين وَالزَّيْتُون) أَيْ الْمَأْكُولَيْنِ أَوْ جَبَلَيْنِ بِالشَّامِ يُنْبِتَانِ الْمَأْكُولَيْنِ (وَطُور سِينِينَ) الْجَبَل الَّذِي كَلَّمَ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ مُوسَى وَمَعْنَى سِينِينَ الْمُبَارَك أَوْ الْحَسَن بِالْأَشْجَارِ الْمُثْمِرَة (وَهٰذَا الْبَلَد الْأَمِين) مَكَّة لِأَمْنِ النَّاس فِيهَا جَاهِلِيَّة وَإِسْلَامًا (لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَان) الْجِنْس (فِي أَحْسَن تَقْوِيم) تَعْدِيل لِصُورَتِهِ (ثُمَّ رَدَدْنَاهُ) فِي بَعْض أَفْرَاده (أَسْفَل

سَافِلِينَ) كِنَايَةٌ عَنِ الْهَرَمِ وَالضُّعْفِ فَيَنْقُصُ عَمَلُ الْمُؤْمِنِ عَنْ زَمنِ الشباب ويكون له أجره بقوله تعالى(إِلَّا) لَكِنْ (الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ) مَقْطُوعٍ وَفِي الْحَدِيثِ إِذَا بَلَغَ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكِبَرِ مَا يُعْجِزُهُ عَنِ الْعَمَلِ كُتِبَ لَهُ مَا كَانَ يَعْمَلُ(فَمَا يُكَذِّبُكَ) أَيُّهَا الْكَافِرُ (بَعْدُ) بَعْدَ مَا ذُكِرَ مِنْ خَلْقِ الْإِنْسَانِ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ ثُمَّ رَدِّهِ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ الدَّالِّ عَلَى الْقُدْرَةِ عَلَى الْبَعْثِ (بِالدِّينِ) بِالْجَزَاءِ الْمَسْبُوقِ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ أَيْ مَا يَجْعَلُكَ مُكَذِّبًا بِذَلِكَ وَلَا جاعل له(أَلَيْسَ اللهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ) هُوَ أَقْضَى الْقَاضِينَ وَحُكْمه بِالْجَزَاءِ مِنْ ذَلِكَ وَفِي الْحَدِيثِ مَنْ قَرَأَ وَالتِّينِ إِلَى آخِرِهَا فَلْيَقُلْ بَلَى وَأَنَا على ذلك من الشاهدين

انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم! اس سے مراد یا تو کھائی جانے والی دو چیزیں ہیں یا شام میں موجود دو پہاڑ ہیں جن (میں پیدا ہونے والوں پھلوں کو) کھایا جاتا ہے اور طور سینا کی قسم! اس سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا اور سینین کا مطلب مبارک ہے یا اچھا پھلدار درخت ہے اور اس امین شہر کی قسم! اس سے مراد مکہ ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں امن کی حالت میں رہتے ہیں۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے جنس انسان کو یعنی اچھی شکل میں اور بالکل مناسب بنائی ہے پھر ہم نے اسے لوٹا دیا سب سے پست حالت میں۔ یہ کنایہ ہے اس کے بوڑھے ہونے اور کمزور ہونے کی طرف تو اس وقت مومن کا عمل جوانی کے عالم میں کم ہو جاتا ہے لیکن اس لیے اجر ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے۔ ماسوائے ان لوگوں کے یعنی لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے۔ انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے ایسا ثواب ہوگا جو ختم نہیں ہوگا یعنی منقطع نہیں ہوگا۔ حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ جب مومن بوڑھا ہو جاتا ہے اور عمل کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں وہی عمل لکھا جاتا ہے جو وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ تو کیا بات تمہیں جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے۔ اے کافر! اس کے بعد یعنی اس کے بعد؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہترین شکل میں تخلیق کیئے جانے کا ذکر کیا تو تو اسے انتہائی عمر تک پہنچانے کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ دین کا (انکار کرنا) یعنی جزاء کا جو دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب سے پہلے ہوگی یعنی کس بات نے تمہیں اس بات کو جھٹلانے پر مجبور کیا اور تم ایسا نہیں کر سکتے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔ وہ سب سے عظیم فیصلہ کرنے والا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے گا۔ حدیث میں یہ بات موجود ہے۔

''جو شخص سورۃ والتین کو پوری پڑھ لے گا تو پھر یہ کہے: جی ہاں! میں اس بات پر گواہی دینے والوں میں شامل ہوں''۔

اغراض مفسر

أَيِ الْمَأْكُولَيْنِ أَوْ جَبَلَيْنِ بِالشَّامِ ينبتان المأكولين: شارح نے ،،وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ،، کے بارے

میں دو احتمال بیان فرمادیے۔(۱) پہلا یہ کہ یہ دونوں کھانے والے پھلوں کے نام ہیں۔(۲) دوسرا یہ کہ یہ ملک شام کے دو پہاڑوں کے نام ہیں جن پر یہ پھل پیدا ہوتے ہیں۔

تین وزیتون کے فضائل: تین یعنی انجیر نہایت عمدہ میوہ ہے جس میں فضلہ نہیں، سریع الہضم، کثیر النفع، جگر، بدن کا فربہ کرنے والا، بلغم کو چھانٹنے والا۔ زیتون ایک مبارک درخت ہے اس کا تیل روشنی کے کام لایا جاتا ہے اور بجائے سالن کے بھی کھایا جاتا ہے۔ یہ وصف دنیا کے کسی تیل میں نہیں، اس کا درخت خشک پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہے جن میں دہنیت کا نام ونشان نہیں، بغیر خدمت کے پرورش پاتا ہے، ہزاروں برس رہتا ہے، ان چیزوں میں قدرتِ الٰہی کے آثار ظاہر ہیں۔

الْجَبَل الَّذِي كَلَّمَ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ مُوسَى: طور کی تفسیر کر دی کہ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جس پر اللہ جل مجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرمایا تھا۔

طور وسینا کی وضاحت: طور یہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے مشرف فرمایا اور سینا اس جگہ کا نام ہے جہاں یہ پہاڑ واقع ہے یا بمعنی خوش منظر کے ہے جہاں کثرت سے پھل دار درخت ہوں۔

وَمَعْنَى سِينِينَ الْمُبَارَكُ أَوِ الْحَسَنُ بِالْأَشْجَارِ الْمُثْمِرَةِ: یہاں سے شارح نے سینین کے معنی میں دو احتمال بیان فرمادیے کہ پہلا یہ کہ اس کا معنی مبارک ہے دوسرا یہ کہ سینین اس خوبصورت باغ کو کہتے ہیں جس میں درخت اور پھل ہوں۔

مَكَّة: اس طرف اشارہ کیا کہ بلد پر الف لام عہد کا ہے اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

لِأَمْنِ النَّاسِ فِيهَا جَاهِلِيَّةً وَإِسْلَامًا: مکہ کے بلد امین ہونے کا سبب نکال کر بتا دیا کہ کہ اس میں زمانہ جہالت میں بھی اور زمانہ اسلام میں ہر آدمی کو امن حاصل ہوتا ہے۔

شہر مکہ کی قسم کھانے کی توجیہ: اللہ تعالیٰ نے دمشق کے پہاڑ کی قسم کھائی ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ کی پناہ کی جگہ ہے، بیت المقدس کی قسم کھائی کیونکہ وہ انبیاء کی قیام گاہ ہے اور حضرت ابراہیم کی نشانی ہے اور اس سورہ میں شہر مکہ کی قسم کھائی کیونکہ یہ محبوب خدا محبوب کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جائے ولادت ہے۔

الْجِنْس: اس طرف اشارہ کیا کہ انسان پر الف لام جنسی ہے۔

تعديل لصورته: ،،احسن تقویم،، کی تفسیر کر دی کہ اس سے مراد معتدل صورت ہے۔

فِي بَعْضِ أَفْرَادِهِ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا ،،**لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ**،، (ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اچھی شکل میں پھر ہم نے اسے لوٹا دیا سب سے پست حالت یعنی بڑھاپے میں)۔ حالانکہ تمام انسان اسفل عمر یعنی بڑھاپے کو نہیں پہنچ پاتے بلکہ بچپن اور جوانی میں ہی فوت ہو جاتے ہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب ،،**فِي بَعْضِ أَفْرَادِهِ**،، سے دیا کہ آیت میں صنعت

استخدام استعمال ہوا یعنی آیت میں اولا انسان کو جنس یعنی تمام انسان کے معنی میں لیا پھر ،،رددناہ،، میں انسان کو عہد یعنی بعض افراد کے معنی میں لیا لہذا ،،رددناہ،، میں تمام انسان مراد نہیں بلکہ بعض ہیں، لہذا اعتراض بھی نہ رہا۔

كِنَايَة عَنِ الْهَرَمِ وَالضَّعْفِ فَيَنْقُصُ عَمَلُ الْمُؤْمِنِ عن زمن الشباب ويكون له أجره بقوله تعالى: یہاں سے اسفل سافلین کی تفسیر کردی کہ یہ کنایہ ہے اس کے بوڑھے ہونے اور کمزور ہونے کی طرف تو اس وقت مومن کا عمل جوانی کے عالم میں کم ہو جاتا ہے لیکن اس لیے اجر ہوگا اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے۔

لٰكِنْ: یہ بتانا مقصود ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے یعنی اگرچہ مستثنی، مستثنی منہ کی جنس سے ہے لیکن ان کو حکم سے نکالنا مقصود نہیں ہے

مَقْطُوعٍ وَفِي الْحَدِيثِ إِذَا بَلَغَ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكِبَرِ مَا يُعْجِزُهُ عَنِ الْعَمَلِ كُتِبَ لَهُ مَا كَانَ يَعْمَلُ: یہاں سے غیر ممنون کی تفسیر کردی یعنی منقطع نہیں ہوگا۔ حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ جب مومن بوڑھا ہو جاتا ہے اور عمل کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں وہی عمل لکھا جاتا ہے جو وہ پہلے کیا کرتا تھا۔

آیت میں ارزل عمر سے مراد کیا ہے؟ یہ مراد ہے کہ بڑھاپے کی طرف جب کہ بدن ضعیف، اعضاء ناکارہ، عقل ناقص، پشت خم، بال سفید ہو جاتے ہیں، جلد میں جھریاں پڑ جاتی ہیں، اپنے ضروریات انجام دینے میں مجبور ہو جاتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ جب اس نے اچھی شکل وصورت کی شکر گذاری نہ کی اور نافرمانی پر جما رہا اور ایمان نہ لایا تو جہنم کے اسفل ترین درجات کو ہم نے اس کا ٹھکانا کردیا۔

لیکن مطیع وفرمانبردار مومن اگرچہ ضعف پیری کے باعث وہ جوانی کی طرح کثیر طاعتیں بجا نہ لاسکیں اوران کے عمل کم ہو جائیں لیکن کرم الٰہی سے انہیں وہی اجر ملے گا جو شباب اور قوت کے زمانہ میں عمل کرنے سے ملتا تھا اور اتنے ہی عمل ان کے لکھے جائیں گے۔

أَيُّهَا الْكَافِرُ: یہاں سے ،،ک،، ضمیر کا مخاطب نکال کر بتادیا یعنی کافر۔

بَعْدَ مَا ذُكِرَ مِنْ خَلْقِ الْإِنْسَانِ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ ثُمَّ رَدِّهِ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ الدَّالِّ عَلَى الْقُدْرَةِ عَلَى الْبَعْثِ: یہاں سے شارح نے بعد کا مضاف الیہ جو محذوف منوی تھا نکال کر بتادیا۔ یعنی بعد اس کے کہ ہم نے انسان کو معتدل صورت پر پیدا کیا پھر اس کو ارزل عمر کی طرف لوٹا دیا جو قیامت کے دن اٹھنے پر دلالت کرتی ہے۔

بِالْجَزَاءِ الْمَسْبُوقِ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ أَيْ مَا يَجْعَلُكَ مُكَذِّبًا بِذٰلِكَ وَلَا جَاعِلَ لَهُ: شارح نے بالدین یعنی روز جزا کی تفسیر کردی کہ وہ جزا جو بروز قیامت اٹھنے اور حساب وکتاب کے بعد ہوگی اس کو کس چیز نے تجھے جھٹلانے پر ابھارا حالانکہ اس کو جھٹلانے کا کوئی سبب نہیں۔ خیال رہے کہ (**وَلَا جَاعِلَ لَهُ**) سے اس طرف اشارہ کیا کہ استفہام انکاری ہے

هُوَ أَقْضَى الْقَاضِينَ: ،،احکم الحاکمین،، کی تفسیر کردی کہ وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔

وَحُكْمُهُ بِالْجَزَاءِ مِنْ ذٰلِكَ: اللہ کے فیصلوں میں سے ایک فیصلہ کی تمثیل بتادی کہ حکم جزا بھی اس کے فیصلوں میں سے

ایک بڑا فیصلہ ہے۔

وَفِی الحَدِیث مَن قَرَأَ وَالتِّین إِلَی آخِرِهَا فَلیَقُل بَلَی وَأَنَا علی ذلك من الشاهدين:

شارح نے اس سورہ کے اختتام پر حدیث پاک کی روشنی میں ایک سنت بیان فرمادی کہ اس کی تلاوت کے آخر میں یہ کلمات کہے جائیں،، **بَلَی وَأَنَا علی ذلك من الشاهدين**،، کیوں نہیں میں اس بات کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔

96 =سورة العلق

سورہ اقراء اس کو سورہ علق بھی کہتے ہیں مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، انیس آیتیں، بانوے کلمے، دوسواسی حرف ہیں۔

(اِقرَأ) أَوجِد القِرَاءَة مُبتَدِئًا (بِاسمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَق) الخلائق (خَلَقَ الإِنسَان) الجِنس (مِن عَلَق) جَمعِ عَلَقَة وَهِيَ القِطعَة اليَسِيرَة مِنَ الدَّم الغَلِيظ (اِقرَأ) تَأكِيد لِلأَوَّلِ (وَرَبُّكَ الأَكرَم) الَّذِي لَا يُوَازِيه كَرِيم حَال مِنَ الضَّمِير فِي اِقرَأ (الَّذِي عَلَّمَ) الخَطّ (بِالقَلَمِ) وَأَوَّل مَن خَطَّ بِهِ إِدرِيس عَلَيهِ السَّلَام (عَلَّمَ الإِنسَان) الجِنس (مَا لَم يَعلَم) قَبلَ تَعلِيمه مِنَ الهُدَى وَالكِتَابَة وَالصِّنَاعَة وَغَيرِهَا (كَلَّا) حَقًّا:

تم پڑھو یعنی قرات وجود میں لاؤ ابتداء کرتے ہوئے اپنے پروردگار کے اسم سے برکت حاصل کرتے ہوئے جس نے پیدا کیا ہے مخلوقات کو۔ اس نے انسان کو یعنی جنس انسان کو پیدا کیا ہے۔ "علق" کے ذریعے یہ لفظ علاقہ کی جمع ہے اس سے مراد گاڑھے خون کا چھوٹا سا قطرہ ہے۔ تم قرات کرو یہ پہلے کی تاکید کے لیے ہے۔ وہ تمہارا پروردگار بڑا کرم کرنے والا ہے۔ وہ یعنی کوئی بھی شخص کریم ہونے کے اعتبار سے اس کے مانند نہیں ہوسکتا۔ یہ لفظ اقراء کی ضمیر کا حال ہے۔ وہ جس نے علم دیا ہے یعنی خط کے ذریعے۔ قلم کے ذریعے اور سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنا شروع کیا تھا۔ اس نے انسان کو یعنی جنس انسان کو علم دیا اس چیز کے بارے میں جو وہ نہیں جانتا تھا یعنی اس کے اس شخص کو ہدایت' کتابت' کاریگری وغیرہ کی تعلیم دینے سے پہلے۔

اغراض مفسر

سب سے پہلی سورت: اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی پہلی پانچ آیتیں **مَالَمْ يَعْلَمْ** تک غارِ حرا میں نازل ہوئیں فرشتے نے آکر حضرت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا **اِقْرَأ** یعنی پڑھیے، فرمایا ہم پڑھے نہیں، اس نے سینہ سے لگا کر بہت زور سے دبایا، پھر چھوڑ کر **اِقْرَأ** کہا آپ نے وہی جواب دیا، تین مرتبہ ایسا ہی ہوا پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے **مَالَمْ يَعْلَمْ** تک پڑھا۔

أَوجِد القِرَاءَة: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ،، اقرء،، فعل متعدی ہے لیکن عبارت میں اس کا مفعول موجود نہیں ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے،، اوجد،، سے اس کا جواب دیا کہ یہ،، اوجد،، کے معنی میں بمنزلہ لازم کے ہے لہذا اب

مفعول کی ضرورت نہیں۔

مُبْتَدِئًا:۔اس طرف اشارہ کیا کہ،،باسم،،کی،با،،ملابست کے لئے ہے اور یہ جس کے متعلق ہے وہ موضع حال میں ہے۔

الخلائق:۔،،خلق،،کا مفعول نکال کر بتادیا۔

الْجِنس:۔اس طرف اشارہ کیا کہ،،الانسان،،پر الف لام جنس کا ہے۔

جَمع عَلَقَة وَهِيَ الْقِطْعَة الْيَسِيرَة مِنَ الدَّم الْغَلِيظ:۔،،علق،،کی لغوی تحقیق بتادی،کہ یہ لفظ علقہ کی جمع ہے اس سے مراد گاڑھے خون کا چھوٹا سا قطرہ ہے۔

تَأْكِيد لِلْأَوَّل:۔،،اقرء،،کی صرفی تحقیق بتادی کہ اسے دوبارہ لانا پہلے،،اقرء،،کی تاکید کے لئے ہے۔

الَّذِي لَا يُوَازِيه كَرِيم:۔صفت نکال کر بتادی یعنی کوئی بھی شخص کریم ہونے کے اعتبار سے اس کے مانند نہیں ہو سکتا۔

حَال مِنَ الضَّمِير فِي اِقْرَأْ:۔،،الاکرم،،کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ لفظ اقراء کی ضمیر کا حال ہے۔

الْخَطّ:،،علم،،کا مفعول نکال کر بتادیا۔

وَأَوَّل مَنْ خَطَّ بِهِ إِدْرِيس عَلَيْهِ السَّلَام:۔یہاں سے دنیا کا اول کاتب نکال کر بتادیا کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنا شروع کیا تھا۔

کتابت کی فضیلت: اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔

الْجِنس:اس طرف اشارہ کیا کہ،،الانسان،،پر الف لام جنس کا ہے۔

قَبل تَعْلِيمه مِنَ الْهُدَى وَالْكِتَابَة وَالصِّنَاعَة وَغَيْرهَا:۔ظرف نکال کر بتادیا یعنی اس کے اس شخص کو ہدایت، کتابت، کاریگری وغیرہ کی تعلیم دینے سے پہلے، وہ نہیں جانتا تھا۔

(إِنَّ الْإِنْسَان لَيَطْغَى)(أَن رَآهُ) أَيْ نَفْسه (اِسْتَغْنَى) بِالْمَالِ نَزَلَ فِي أَبِي جَهْل وَرَأَى عِلْمِيَّة وَاسْتَغْنَى مَفْعُول ثَانٍ وَأَن رَآهُ مَفْعُول لَهُ(إِنَّ إِلَى رَبِّك) يَا إِنْسَان (الرُّجْعَى) أَيْ الرُّجُوع تَخْوِيف لَهُ فَيُجَازِي الطَّاغِي بِمَا يَسْتَحِقّهُ(أَرَأَيْت) فِي الثَّلَاثَة مَوَاضِع لِلتَّعَجُّبِ (الَّذِي يَنْهَى) هُوَ أَبُو جَهْل(عَبْدًا) هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِذَا صَلَّى)(أَرَأَيْت إِنْ كَانَ) الْمَنْهِيّ (عَلَى الْهُدَى)(أَوْ) لِلتَّقْسِيمِ (أَمَرَ بِالتَّقْوَى)(أَرَأَيْت إِنْ كَذَّبَ) أَيْ

النَّاهِي النَّبِيِّ (وَتَوَلّٰى) عن الإيمان(أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى) مَا صَدَرَ مِنْهُ أَيْ يَعْلَمهُ فَيُجَازِيه عَلَيْهِ أَيْ إِعْجَبْ مِنْهُ يَا مُخَاطَب مِنْ حَيْثُ نَهْيِه عَنِ الصَّلَاة وَمِنْ حَيْثُ أَنَّ الْمَنْهِيَّ عَلَى الْهُدٰى آمِر بِالتَّقْوٰى وَمِنْ حَيْثُ أَنَّ النَّاهِي مُكَذِّب مُتَوَلٍّ عَنِ الْإِيْمَان

درحقیقت بے شک انسان سرکشی کرتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے اس کو یعنی اپنے آپ کو کہ وہ بے نیاز ہے مال کے اعتبار سے۔ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور لفظ ''رای'' کا مطلب جاننا ہے اور ''استغنی'' یہ دوسرا مفعول ہے اور ''ان راہ'' مفعول الیہ ہے۔ بے شک تمہارے پروردگار کی طرف ہی یعنی اے انسان لوٹنا ہے یعنی رجوع کرنا ہے اور یہ خوف دلانے کے لیے ہے کہ پروردگار سرکشی کرنے والے کو اس کے مطابق بدلہ دے گا۔ کیا تم نے دیکھا ہے تینوں جگہ پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے اس شخص کو جو منع کرتا ہے اس سے مراد ابوجہل ہے۔ اور بندے سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا ہے اگر وہ ہو یعنی جسے منع کیا گیا ہے ہدایت کے اوپر یا یہ تقسیم کے لیے ہے۔ وہ ہدایت کرتا ہو پرہیزگاری کی۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو جھٹلا دے یعنی نبی اکرم ﷺ کو روکنے والا اور منہ موڑے یعنی ایمان سے۔ کیا وہ یہ بات نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس چیز کو جو اس سے صادر ہو رہی ہے یعنی اے مخاطب اسے اس کا علم ہیا اور وہ بدلہ اسے دے گا یعنی اے مخاطب اس کے اوپر حیرانگی کا اظہار کرو کہ وہ نماز سے روکتا ہے اور جس کو وہ روک رہا ہے وہ ہدایت کے اوپر ہے اور وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے اس اعتبار سے کہ منع کرنے والا شخص جھٹلا رہا ہے اور ایمان سے منہ پھیر رہا ہے۔

اغراض مفسر

أَيْ نَفْسه: ۔،،،،ضمیر سے پہلے مضاف محذوف تھا نکال کر بتا دیا اور اس طرف اشارہ کیا کہ ،،رای،، کی فاعل ضمیر، انسان کی طرف راجع ہے اور ،،رای،، کی مفعول ضمیر بھی انسان کی طرف راجع ہے یعنی انسان دیکھتا ہے اپنے آپ کو۔

بِالْمَال: ۔،،استغنی،، کا متعلق نکال کر بتا دیا۔

نَزَلَ فِي أَبِي جهل: شان نزول نکال کر بتا دیا کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

شانِ نزول : یہ آیت بھی ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور لوگوں سے کہا تھا کہ اگر میں انہیں ایسا کرتا دیکھوں گا تو (معاذ اللہ) گردن پاؤں سے کچل ڈالوں گا اور چہرہ خاک میں ملا دوں گا، پھر وہ اسی ارادہ فاسدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھتے میں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ کر الٹے پاؤں پیچھے بھاگا، ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے، چہرہ کا رنگ اڑ گیا، اعضاء کانپنے لگے، لوگوں نے کہا کیا حال ہے، کہنے لگا میرے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے اور دہشت ناک پرند بازو پھیلائے ہوئے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو

فرشتے اس کا عضو عضو جدا کر ڈالتے۔
ورأى عملية وَاستَغْنَى مَفْعُول ثَانٍ وَأَن رَآهُ مَفْعُول لَهُ:۔،،رای،، کا معنی اور ترکیبی احتمال بتادیا کہ اس لفظ ''رأی'' کا مطلب جاننا ہے اور ''استغنی'' رای،، کا دوسرا مفعول ہے (پہلا مفعول ،،ہ،، ضمیر ہے) اور ''ان راہ'' (اپنے مفعولوں سے ملنے کے بعد) مفعول لہ ہے پچھلے فعل کا۔
يَا إنسَان:۔،،ک،، ضمیر کا مخاطب نکال کر بتادیا۔
أيْ الرُّجُوع تَخْوِيف لَهُ :رجعی کا مفہوم اور مفعول لہ نکال کر بتادیا یعنی پروردگار کی طرف لوٹنا ہے یعنی رجوع کرنا ہے اور یہ خوف دلانے کے لیے ہے۔
فَيُجَازِي الطَّاغِي بِمَا يَسْتَحِقّهُ:۔جزا نکال کر بتادی کہ پروردگار سرکشی کرنے والے کو اس کے مطابق بدلہ دے گا۔
فِي الثَّلَاثَة مَوَاضِع لِلتَّعَجُّبِ:۔کلام میں تین بار ،،ارئیت،، کہنے کی توجیہ بتادی کہ تینوں جگہ پر تعجب کا اظہار کرنے کے لیے ہے۔
هُوَ أَبُو جَهْل:۔،،ینھی ،، کا فاعل نکال کر بتادیا یعنی وہ روکنے والا ابوجہل ہے۔
هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:۔،،عبدا،، کی تفسیر کردی کہ بندے سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔
الْمَنْهِيّ:۔،،کان،، کا اسم نکال کر بتادیا۔
لِلتَّقْسِيمِ:۔،،،، متعلق نکال کر بتادیا۔
أيْ النَّاهِي النَّبِيّ :۔،،الناھی،، سے کذب کا فاعل اور ،،النبی،، سے کذب کا مفعول نکال کر بتادیا۔
عن الإيمان:،،تولی،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔
مَا صَدَرَ مِنْهُ: یہاں سے ،،یری،، کا مفعول نکال کر بتادیا کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے اس چیز کو جو اس سے صادر ہورہی ہے۔
أيْ يَعْلَمهُ فَيُجَازِيه عَلَيْهِ أيْ اعْجَبْ مِنْهُ يَا مُخَاطَب مِنْ حَيْثُ نَهْيه عَنْ الصَّلَاة وَمِنْ حَيْثُ أَنَّ الْمَنْهِيّ عَلَى الْهُدَى آمِر بِالتَّقْوَى وَمِنْ حَيْثُ أَنَّ النَّاهِي مُكَذِّب مُتَوَلٍّ عَنْ الْإِيمَان:۔آیت کی تفسیر کردی یعنی اے مخاطب اسے اس کا علم ہے اور وہ بدلہ اسے دے گا یعنی اے مخاطب اس کے اوپر حیرانگی کا اظہار کرو کہ وہ نماز سے روکتا ہے اور جس کو وہ روک رہا ہے وہ ہدایت کے اوپر ہے اور وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے اس اعتبار سے کہ منع کرنے والا شخص جھٹلا رہا ہے اور ایمان سے منہ پھیر رہا ہے۔

(كَلَّا) رَدْع لَهُ (لَئِنْ) لَام قَسَم (لَمْ يَنْتَهِ) عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنْ الْكُفْر (لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ) لنجرن

بِنَاصِيَتِهِ إِلَى النَّارِ(نَاصِيَة)بَدَل نَكِرَة مِن مَعْرِفَة (كَاذِبَة خَاطِئَة)وَصَفَهَا بِذٰلِكَ مَجَاز وَالْمُرَاد صَاحِبهَا(فَلْيَدْعُ نَادِيَه)أَيْ أَهْل نَادِيهِ وَهُوَ الْمَجْلِس يُنْتَدَى يَتَحَدَّث فِيهِ الْقَوْم وَكَانَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لما انتهزه حَيْثُ نَهَاهُ عَنِ الصَّلَاة لَقَدْ عَلِمْت مَا بِهَا رَجُل أَكْثَر نَادِيًا مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ عَلَيْك هٰذَا الْوَادِي إِنْ شِئْت خَيْلًا جُرْدًا وَرِجَالًا مردا(سَنَدْعُ الزَّبَانِيَة) الْمَلَائِكَة الْغِلَاظ الشِّدَاد لِإِهْلَاكِهِ كَمَا فِي الْحَدِيث لَوْ دَعَا نَادِيه لَأَخَذَتْهُ الزَّبَانِيَة عيانا(كَلَّا) رَدْع لَهُ (لَا تُطِعْهُ) يَا مُحَمَّد فِي تَرْك الصَّلَاة (وَاسْجُدْ) صَلِّ لِلّٰهِ (وَاقْتَرِبْ) منه بطاعته۔

یہ اس کی ردع کے لیے ہے یہاں پر لام قسم کے لیے ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا یعنی جس کفر پر ہے تو ہم اس کی پیشانی کو پکڑ لیں گے یعنی اس کی پیشانی کے ذریعے گھسیٹ کر اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ ''پیشانی'' یہاں پر معرفہ کے بدل پر نکرہ آیا ہے یہ پیشانی کے لیے ہے جو جھوٹ بولنے والی ہے اور خطا کرنے والی ہے۔ اس کو مجازی طور پر موصوف کیا گیا ہے۔ اس سے مراد پیشانی کا مالک شخص ہے تو وہ اپنی مجلس کو یعنی اپنی مجلس میں شریک لوگوں کو۔ اس سے مراد وہ مجلس ہے جسے وہ اس لیے اختیار کر رہا ہے تاکہ وہ لوگون کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کر سکے جیسا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا تھا جب اس نے آپ کو جھڑکا تھا اور نماز پڑھنے سے روکا تھا۔ کیا تم جانتے ہو یہاں پر مجھ سے زیادہ بڑی مجلس کسی اور شخص کی نہیں ہوتی۔ میں چاہوں تو تمہارے خلاف اس وادی کو گھڑسواروں کے ساتھ اور جوان مردوں کے ساتھ بھر دوں' تو ہم اپنے محافظوں کو بلالیں گے یعنی وہ فرشتے جو سخت ہیں اور شدید ہیں تم کو ہلاک کرنے کے لیے۔ حدیث میں یہ الفاظ ہیں اگر وہ مجلس کے افراد کو بلالیتا تو فرشتے سب کے سامنے اس کو پکڑ لیتے۔ ''کلا'' یہ اس کی ردع کے لیے ہے تم اس اطاعت نہ کرو یعنی اے محمد! نماز ترک کرنے کے حوالے سے۔ سجدہ کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے نماز ادا کرو۔ قربت حاصل کرو یعنی فرمانبرداری کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرو۔

اغراض مفسر

رَدْع لَهُ: ۔یہاں سے ،،کلا،، کی نحوی تحقیق بتادی کہ یہ حرف ردع ہے یہ تنبیہ اور زجر یعنی ڈانٹ ڈپٹ کے لئے آتا ہے۔

لَام قَسَم: ۔نحوی تحقیق بتادی کہ ،،لان،، پر لام قسمیہ ہے۔

عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الْكُفْر: ،،لم ینتہ،، کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی اگر وہ باز نہ آیا اس سے جس پر وہ ہے یعنی جس کفر پر ہے۔

بَدَل نَكِرَة مِن مَعْرِفَة: ۔صرفی تحقیق بتادی کہ یہاں پر ،،ناصیہ،، پچھلے ،،الناصیہ،، کا بدل ہے معرفہ کا بدل نکرہ آسکتا ہے۔

وَصَفَهَا بِذٰلِكَ مَجَاز وَالْمُرَاد صَاحِبهَا: ۔یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ناصیہ یعنی پیشانی کا موصوف بننا درست نہیں کیونکہ موصوف کے لئے ذات ہونا ضروری ہے (آیت کا ترجمہ ہے ،، جھوٹ بولنے والی اور خطا کرنے والی

پیشانی،،حالانکہ جھوٹ اور خطا انسان سے ہوتی ہے پیشانی سے نہیں) تو پھر آیت میں اسے موصوف کیوں بنایا گیا؟ مفسر نے اس کا جواب دیا کہ اس کو مجازی طور پر موصوف کیا گیا ہے، مراد پیشانی والا ہے (اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جز بول کر کل مراد لیا یعنی پیشانی بول کر انسان مراد لیا۔ قادری عفی عنہ)۔

أهل نَادِيهِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے یعنی مجلس بول کر مجلس والے مراد لئے ہیں۔

وَهُوَ المَجلِس يُنتَدَى يَتَحدّث فِيهِ القَوم وَكَانَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لما انتهزه حَيثُ نَهَاهُ عَنِ الصَّلَاة لَقَد عَلِمتَ مَا بِهَا رَجُل أكثَر نَادِيًا مِنّى لَأملَأنّ عَلَيك هذا الوَادى إن شِئت خَيلًا جُردًا وَرِجَالًا مردا: ۔مجلس کی تفسیر کردی کہ اس سے مراد وہ مجلس ہے جسے وہ اس لیے اختیار کر رہا ہے تا کہ وہ لوگون کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کر سکے جیسا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا تھا جب اس نے آپ کو جھڑکا تھا اور نماز پڑھنے سے روکا تھا۔ کیا تم جانتے ہو یہاں پر مجھ سے زیادہ بڑی مجلس کسی ،،رشخص کی نہیں ہوتی ۔ میں چاہوں تو تمہارے خلاف اس وادی کو گھڑ سواروں کے ساتھ اور جوان مردوں کے ساتھ بھردوں۔

شانِ نزول: جب ابو جہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے منع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو سختی سے جھڑک دیا اس پر اس نے کہا کہ آپ مجھے جھڑکتے ہیں خدا کی قسم میں آپ کے مقابل تو جوان سواروں اور پیدلوں سے اس جنگل کو بھردوں گا، آپ جانتے ہیں کہ مکّہ مکرّمہ میں مجھ سے زیادہ بڑے جتھے اور مجلس والا کوئی نہیں ہے۔

المَلَائِكَة الغِلَاظ الشّدَاد لِإهلَاكِهِ كَمَا فِي الحَدِيث ، لَو دَعَا نَادِيهِ لَأَخَذَتهُ الزَّبَانِيَة عيانا: ۔محافظ کی تفسیر کردی کہ تو ہم اپنے محافظوں کو بلالیں گے یعنی وہ فرشتے جو سخت ہیں اور شدید ہیں تم کو ہلاک کرنے کے لیے ۔حدیث میں یہ الفاظ ہیں اگر وہ مجلس کے افراد کو بلا لیتا تو فرشتے سب کے سامنے اس کو پکڑ لیتے۔

رَدع لَهُ: یہاں سے ،،کلا،، کی نحوی تحقیق بتادی کہ یہ حرف ردع ہے یہ تنبیہ اور زجر یعنی ڈانٹ ڈپٹ کے لئے آتا ہے۔

يَا مُحَمَّد فِي تَركِ الصَّلَاة: ،،لاتطع،، کا مخاطب نکال کر بتادیا۔ یعنی اے محمد! نماز ترک کرنے کے حوالے سے تم اس کی اطاعت نہ کرو۔

صَلِّ لِلّهِ: ۔یہ بتانا مقصود ہے کہ آیت میں جز بول کر کل مراد لیا ہے یعنی سجدہ بول کر نماز مراد لی ہے۔

منه بطاعته: ،،اقترب،، کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی فرمانبرداری کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرو۔

یہ آیات ابو جہل کے حق میں نازل ہوئیں: یعنی غفلت کا سبب دنیا کی محبت اور مال پر تکبر ہے۔ یہ آیتیں ابو جہل کے حق میں نازل ہوئیں اس کو کچھ مال ہاتھ آ گیا تھا تو اس نے لباس اور سواری اور کھانے پینے میں تکلفات شروع کئے اور اس کا غرور وتکبر بہت بڑھ گیا۔ یعنی انسان کو یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ اسے اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے تو سرکشی وطغیان اور

غرور وتکبر کا انجام عذاب ہوگا۔

97 =سورۃ القدر

سورۃ القدر مدنیہ وبقولے مکیہ ہے،اس میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، تیس ۳۰ کلمے، ایک سو بارہ حرف ہیں۔

(إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ) أَيْ الْقُرْآن جُمْلَة وَاحِدَة مِنْ اللَّوْح الْمَحْفُوظ إِلَى السَّمَاء الدُّنْيَا (فِي لَيْلَة الْقَدْر) أَيْ الشَّرَف الْعَظِيم(وَمَا أَدْرَاك) أَعْلَمَك يَا مُحَمَّد (مَا لَيْلَة الْقَدْر) تَعْظِيم لِشَأْنِهَا وَتَعْجِيب مِنْهُ(لَيْلَة الْقَدْر خَيْر مِنْ أَلْف شَهْر) لَيْسَ فِيهَا لَيْلَة الْقَدْر فَالْعَمَل الصَّالِح فِيهَا خَيْر مِنْهُ فِي أَلْف شَهْر لَيْسَتْ فِيهَا(تَنَزَّل الْمَلَائِكَة) بِحَذْفِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنْ الْأَصْل (وَالرُّوح) أَيْ جِبْرِيل (فِيهَا) فِي اللَّيْلَة (بِإِذْنِ رَبّهمْ) بِأَمْرِهِ (مِنْ كُلّ أَمْر) قَضَاهُ اللَّه فِيهَا لِتِلْكَ السَّنَة إِلَى قَابِل وَمِنْ سَبَبِيَّة بِمَعْنَى الْبَاء (سَلَام هِيَ) خَبَر مُقَدَّم وَمُبْتَدَأ (حَتَّى مَطْلَع الْفَجْر) بِفَتْحِ اللَّام وَكَسْرهَا إِلَى وَقْت طُلُوعه جُعِلَتْ سَلَامًا لِكَثْرَةِ السَّلَام فِيهَا مِنْ الْمَلَائِكَة لَا تَمُرّ بِمُؤْمِنٍ وَلَا بِمُؤْمِنَةٍ إِلَّا سَلَّمَتْ عَلَيْهِ

بے شک ہم نے اس کو نازل کیا یعنی قرآن کو ایک ہی مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف (نازل کیا)۔شب قدر میں یعنی شرف اور عظمت والی (رات میں) اور تمہیں کیا معلوم یعنی تمہیں کس نے بتایا ہے محمد ﷺ! کہ شب قدر کیا ہے؟ یعنی یہ اس (رات) کے عظمت کے اظہار کے لیے اور حیرانگی کے اظہار کے لیے۔شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی جن میں شب قدر موجود نہ ہو تو اس رات میں کوئی نیک عمل کرنا ان ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں یہ رات موجود نہ ہو۔فرشتے نازل ہوتے ہیں۔اس میں اصل میں دو میں سے ایک "ت" کو حذف کر دیا گیا ہے اور روح بھی (نازل ہوتا ہے) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اس میں یعنی اس رات میں۔اپنے پروردگار کے اذن کے تحت یعنی حکم کے تحت ہر حوالے سے یعنی اللہ تعالیٰ اس رات میں اس سال سے اگلے سال تک کے فیصلے (فرشتوں کو) بتا دیتا ہے۔یہاں پر "من" سببیت کے لیے ہے اور "باء" کے معنی میں ہیں۔یہ سلامتی والی ہے۔یہ مقدم خبر ہے اور مبتداء یہ ہے یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہو جائے۔اس میں "ل" پر زبر بھی پڑھی جاسکتی ہے یعنی اس کے طلوع ہونے کے وقت تک میں نے اسے سلامتی والا بنایا ہے کیونکہ اس میں فرشتوں کی طرف سے بکثرت سلام کیا جاتا ہے جو بھی مومن (مرد یا عورت) گزرتے ہیں تو فرشتے انہیں سلام کرتے ہیں۔

اغراض مفسر

أَيْ الْقُرْآن:۔۔۔۔۔ضمیر کا مرجع نکال کر بتا دیا۔

اعتراض: آیت میں اضمار قبل الذکر ہے کیونکہ۔۔۔۔۔ضمیر کا ذکر کیا گیا لیکن سابق میں اس کے مرجع (قرآن) کا ذکر نہیں جو کہ درست نہیں

جواب:۔ مرجع جب مشہور و معروف ہو اور ضمیر سے ذہن فوراً اس کے مرجع کی طرف جائے تو مرجع کو ذکر کرنا ضروری نہیں قرآن پاک ہر مسلمان کے دل و دماغ میں ہے اور مشہور و معروف ہے اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ لہذا اعتراض درست نہیں۔

جُمْلَةً وَاحِدَةً مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا:۔ انزلنا کا معنی بتا دیا کہ قرآن کو یکبارگی یعنی ایک ہی مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارنے کو انزال کہتے ہیں۔

انزل اور نزل کے معنی میں فرق: قرآنِ مجید کو لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف یکبارگی اتارا گیا اسے انزال کہتے ہیں اور آسمان دنیا سے زمین پر آہستہ آہستہ اس کا نزول ہوا اسے تنزیل کہتے ہیں۔

اعتراض:۔ اللہ تعالی نے فرمایا،،، ہم نے قرآن کو نازل کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ قرآن عرض ہے جسم نہیں یعنی یہ الفاظ کا مجموعہ ہے تو اس کا نزول کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ نزول اجسام کا ہوتا ہے؟

جواب:۔ یہاں قرآن کی طرف نزول کی نسبت مجازی ہے صحیح یہ ہے کہ نزول حامل قرآن کا ہوا ہے۔

أَيِ الشَّرَفِ الْعَظِيمِ:۔ (لیلۃ القدر) کو قدر والی رات کہنے کی وجہ بتا دی یعنی شرف اور عظمت والی رات۔

شب قدر کو شب قدر کہنے کی توجیہات: شب قدر شرف و برکت والی رات ہے اس کو شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمال صالحہ منقول ہوتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔

أَعْلَمَكَ يَا مُحَمَّدُ:۔،، اعلمک،، سے،، ادراک،، کا معنی بتا دیا اور،، یا محمد،، سے،، ک،، کا مخاطب نکال کر بتا دیا۔

تَعْظِيمٌ لِشَأْنِهَا وَتَعْجِيبٌ مِنْهُ:۔ لیلۃ القدر کا علم اللہ کے پاس ہے پھر،، ما،، استفہامیہ کیوں ذکر ہوا؟ مفسر نے اس کا جواب دیا کہ یعنی یہ اس رات کے عظمت کے اظہار کے لیے اور حیرانگی کے اظہار کے لیے ہے۔

لَيْسَ فِيهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ فَالْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا خَيْرٌ مِنْهُ فِي أَلْفِ شَهْرٍ لَيْسَتْ فِيهَا:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ لیلۃ القدر بھی کسی نہ کسی مہینے کی رات میں ہی آئے گی پھر وہ ہزار مہینے سے کیسے بہتر ہوگی اس سے،، **تفضيل الشئي على نفسه**،، (ایک شئی کو فضیلت دینا اپنے آپ پر) لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ جن میں شب قدر موجود نہ ہو تو اس رات میں کوئی نیک عمل کرنا ان ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں یہ رات موجود نہ ہو۔

شب قدر کے فضائل و برکات: احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان و اخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی اللہ تعالی اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے

آدمی کو چاہئے کہ اس شب میں کثرت سے استغفار کرے اور رات عبادت میں گذارے سال بھر میں شب قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور روایاتِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات میں۔ بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہوتی ہے یہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔ اس رات کے فضائل عظیمہ اگلی آیتوں میں ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔

بِحَذفِ إِحدَى التَّاءَين مِنَ الأَصل: ،،تنزل،، کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی کہ اس میں اصل میں دو میں سے ایک ''ت'' کو حذف کر دیا گیا ہے اصل میں ،،**تتنزل**،، تھا۔

أَيْ جِبْرِيل: - یہاں سے ،،الروح،، کی تفسیر کردی۔

فِي اللَّيلَة: ،،ھا،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا۔

بِأَمْرِهِ: ،،اذن،، کا مرادی معنی نکال کر بتادیا، یعنی اپنے پروردگار کے حکم کے تحت۔

قَضَاهُ اللهُ فِيهَا لِتِلْكَ السَّنَة إِلَى قَابِل: - آیت کی تفسیر کردی یعنی اللہ تعالی اس رات میں اس سال سے اگلے سال تک کے فیصلے (فرشتوں کو) بتادیتا ہے۔

وَمِن سَبَبِيَّة بمعنى الباء: ،،من،، کی نحوی تحقیق بتادی کہ یہاں پر ''من'' سببیت کے لیے ہے اور ''باء'' کے معنی میں ہیں۔

شب قدر کے نزول کا سبب: اس ایک رات میں نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امم گذشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو تمام رات عبادت کرتا تھا اور تمام دن جہاد میں معروف رہتا تھا، اس طرح اس نے ہزار مہینے گذارے تھے مسلمانوں کو اس سے تعجب ہوا تو اللہ تعالی نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی اور یہ آیت نازل کی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (اخرجہ ابن جریر عن طریق مجاہد) یہ اللہ تعالی کا اپنے حبیب پر کرم ہے کہ آپ کے امتی شب قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی امت کے ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ تفسیر خزائن

خَبَرٌ مُقَدَّم وَمُبتَدَأ: ،،سلام ھی،، کا ترکیبی احتمال نکال کر بتادیا، کہ سلام خبر مقدم ہے اور ھی مبتداء موخر ہے۔ خیال رہے کہ یہاں خبر کو مقدم اور مبتداء کو موخر کرنے کا مقصد قصر وحصر کا فائدہ حاصل کرنا ہے، یعنی یہ رات سلامتی ہی سلامتی ہے۔

یعنی اس کے طلوع ہونے کے وقت تک میں نے اسے سلامتی والا بنایا ہے کیونکہ اس میں فرشتوں کی طرف سے بکثرت سلام کیا جاتا ہے جو بھی مومن (مرد یا عورت) گزرتے ہیں تو فرشتے انہیں سلام کرتے ہیں۔

بِفَتحِ اللَّام وَكَسرِهَا: یہاں سے ،،**مَطلَع**،، کی صرفی تحقیق بتادی کہ اس میں 'ل' پر فتحہ اور کسرہ بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

إِلَى وَقتِ طُلُوعِه: : اس طرف اشارہ کیا کہ حتی، الی، کے معنی میں ہے اور مطلع ظرف زماں کا صیغہ ہے۔

جُعِلَتْ سَلَامًا لِكَثرَةِ السَّلَام فِيهَا مِنَ المَلَائِكَة لَا تَمُرّ بِمُؤمِنٍ وَلَا بِمُؤمِنَةٍ إِلَّا سَلَّمَتْ

عَلَيْهِ:۔اس رات کو سلامتی والا کہنے کا سبب نکال کر بتا دیا، کہ اسے سلامتی والا بنایا ہے کیونکہ اس میں فرشتوں کی طرف سے بکثرت سلام کیا جاتا ہے جو بھی مومن مرد یا عورت گزرتے ہیں تو فرشتے انہیں سلام کرتے ہیں۔

98 =سورة البينة

سورہ لم یکن اس کو سورہ بینہ بھی کہتے ہیں، جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت یہ ہے کہ مکیہ ہے، اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، چورانوے کلمے، تین سو نانوے حرف ہیں۔

(لَمْ يَكُنْ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ) لِلْبَيَانِ (أَهْل الْكِتَاب وَالْمُشْرِكِينَ) أَيْ عَبَدَة الْأَصْنَام عَطْف عَلَى أَهْل (مُنْفَكِّينَ) خَبَر يَكُنْ أَيْ زَائِلِينَ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ (حَتَّى تَأْتِيهِمْ) أَيْ أَتَتْهُمْ (الْبَيِّنَة) أَيْ الْحُجَّة الْوَاضِحَة وَهِيَ مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عليه وسلم(رَسُول مِنْ اللّٰه) بَدَل مِنْ الْبَيِّنَة وَهُوَ النبي صلى الله عليه وسلم (يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَة) مِنْ الْبَاطِل(فِيهَا كُتُب) أَحْكَام مَكْتُوبَة (قَيِّمَة) مُسْتَقِيمَة أَيْ يَتْلُو مَضْمُون ذَلِكَ وَهُوَ الْقُرْآن فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ(وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَاب) فِي الْإِيمَان بِهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِلَّا مِنْ بَعْد مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَة) أَيْ هُوَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ الْقُرْآن الْجَائِي بِهِ مُعْجِزَة لَهُ وَقَبْل مَجِيئِهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا مُجْتَمِعِينَ عَلَى الْإِيمَان بِهِ إِذَا جَاءَهُ فَحَسَدَهُ مَنْ كَفَرَ بِهِ مِنْهُمْ(وَمَا أُمِرُوا) فِي كِتَابهمْ التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل (إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰه) أَيْ أَنْ يَعْبُدُوهُ فَحُذِفَتْ أَنْ وَزِيدَتْ اللَّام (مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّين) مِنْ الشِّرْك (حُنَفَاء) مُسْتَقِيمِينَ عَلَى دِين إِبْرَاهِيم وَدِين مُحَمَّد إِذَا جَاءَ فَكَيْفَ كَفَرُوا بِهِ (وَيُقِيمُوا الصَّلَاة وَيُؤْتُوا الزَّكَاة وَذَلِكَ دِين)الْمِلَّة (الْقَيِّمَة) الْمُسْتَقِيمَة

نہیں تھے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا یہاں پر "من" بیان کے لیے ہے اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے یعنی بتوں کی پوجا کرنے والوں میں سے۔اس کا عطف ہے لفظ اہل پر اور چھوڑنے والے یہ لفظ یکن کی خبر ہے یعنی جس (نظریے) پر وہ ہیں اسے ترک کرنے والے۔ یہاں تک کہ آجائے گی ان کے پاس یعنی ان کے پاس آجائے گی یعنی ان کے پاس آ گئی۔ "البینہ" یعنی واضح حجت جو حضرت محمد ﷺ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں۔ یہ لفظ البینہ کا بدل ہے اور اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔ وہ تلاوت کرتے ہیں پاکیزہ صحیفوں کی یعنی جو باطل سے پاک ہیں۔ اس میں کتابیں ہیں یعنی احکام ہیں جو تحریر کیے گئے ہیں اور وہ تلاوت کرتے ہیں اس مضمون کو یعنی اس سے مراد قرآن ہے تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے اور کچھ نے ان کا انکار کیا اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ مختلف گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے یعنی نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے حوالے سے مگر یہ کہ

اس کے بعد ہوئے جب ان کے پاس البینۃ آگئی یعنی نبی اکرم ﷺ آگئے یا قرآن آگیا جسے آپ ساتھ لے کر آئے ہیں اور جو آپ کا معجزہ ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ ایمان لانے کے حوالے سے اکٹھے ہوئے تھے لیکن جب آپ تشریف لائے تو جس نے آپ کا انکار کیا اس نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا۔ انہیں صرف یہی حکم دیا گیا یعنی ان کی کتاب تورات میں اور انجیل میں کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں یعنی اس کی بندگی کریں۔ یہاں پر "اَن" کو حذف کر دیا گیا ہے اور "ل" کو زائد کر دیا گیا ہے۔ دین کے اعتبار سے اس کے لیے خالص رہتے ہوئے یعنی شرک سے (بچتے ہوئے) حنفاء کے طور پر یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت محمد کے دین پر مستقیم رہتے ہوئے جب حضرت محمد تشریف لے آئے تو کیسے انہوں نے اس کا انکار کیا اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی دین یعنی ملت سیدھی راہ ہے۔

اغراض مفسر

لِلْبَیَانِ: ،،من،، کی نحوی تحقیق بتادی کہ یہ بیان کے لئے ہے۔

أَیْ عَبَدَةِ الْأَصْنَامِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ مشرکین کی متعدد اقسام ہیں مثلاً بت پرست، آتش پرست، سورج پرست وغیرہ وغیرہ لیکن آیت میں عرب کے مشرکین یعنی بت پرست مراد ہیں۔

اعتراض: ۔یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ آیت میں اہل کتاب کے لئے فعل ماضی ،،کفروا،، کا صیغہ استعمال ہوا اور مشرکین کے لئے ،،المشرکین،، اسم فاعل کا صیغہ استعمال ہوا کیوں؟

جواب: ۔اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب ابتداء سے کافر نہیں تھے کیونکہ وہ توراۃ، انجیل، زبور اور بعثت محمدی کے ماننے والے تھے بعد میں کفر اختیار کیا لیکن اس کے برعکس مشرکین پیدائشی بت پرستی میں تھے اور انہی کی عبادت کرتے تھے اور یہ کفر کے ثبات پر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی اسم فاعل سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اس لئے ان کے لئے اسم فاعل اور اہل کتاب کے لئے ماضی کا صیغہ آیا

عَطْفٌ عَلٰی أَھْلِ: ۔،،،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ اس کا عطف لفظ اہل پر ہے۔

خَبَرُ یَکُنْ: ،،منفکین،، کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی کہ یہ ،،یکن،، فعل ناقص کی خبر ہے۔

أَیْ زَائِلِیْنَ: ،،منفکین،، کا معنی بتادیا یعنی جس (نظریے) پر وہ ہیں اسے ترک کرنے والے۔

عَمَّا ھُمْ عَلَیْہِ: ۔یہاں سے ،،منفکین،، کا مفعول نکال کر بتادیا جو پہلے محذوف تھا۔

أَیْ الْحُجَّۃُ الْوَاضِحَۃُ: ۔یہاں سے اس طرف اشارہ کیا کہ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔

وَھِیَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم: ۔یہاں سے ،،البینۃ،، کی تفسیر کردی کہ وہ محمد ﷺ ہیں۔

شانِ نزول: یعنی سید انبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہوں کیونکہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی تشریف آوری سے پہلے یہ تمام یہی کہتے تھے کہ ہم اپنا دین چھوڑنے والے نہیں جب تک کہ وہ نبی موعود تشریف فرما نہ ہوں جن کا ذکر

توریت وانجیل میں ہے۔ یعنی یہ لوگ پہلے سے تو سب اس پر متفق تھے کہ جب نبی موعود تشریف لائیں تو ہم ان پر ایمان لائیں گے لیکن جب وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو بعض تو آپ پر ایمان لائے اور بعض نے حسداً وعناداً کفر اختیار کیا۔

بَدَل مِنَ الْبَيِّنَة:۔ ،،رسول،، کا ترکیبی احتمال نکال کر بتادیا۔ کہ رسول من اللہ،، بینہ،، کا بدل ہے۔

وَهُوَ النبی ﷺ:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ رسول سے اس کا فرد کامل مراد ہے اور وہ فرد کامل نبی کریم ﷺ ہیں۔

مِنَ الْبَاطِل:،، مطھرہ،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

أَحْكَام مَكْتُوبَة:۔ اس طرف اشارہ کیا کہ،، کتب،، مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی مکتوبۃ کے معنی میں ہے اور اس سے پہلے موصوف (احکام) محذوف ہے۔

مُسْتَقِيمَة:۔ یہاں سے،، قیمہ،، کا معنی بتادیا۔

أَيْ يَتْلُو مَضْمُون ذَلِكَ:۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا،، **يتلو صُحُفًا مُطَهَّرَة**،، (وہ تلاوت کرتے ہیں پاکیزہ صحیفوں کی) اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ قرآن میں لکھا ہوا پڑھ کر سناتے تھے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کوئی چیز صحیفے میں لکھی ہوئی نہیں تھی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا،، **يَتْلُو مَضْمُون ذَلِكَ**،، وہ صحیفے کا مضمون پڑھ کر سناتے تھے یعنی وہ تلاوت کرتے ہیں اس مضمون کی۔

وَهُوَ الْقُرْآن:۔ صحیفہ کا تفسیر کردی، یعنی قرآن پاک۔

فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ:۔ نتیجہ نکال کر بتادیا کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے اور کچھ نے ان کا انکار کیا۔

فِي الْإِيمَان بِهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:،،،، متعلق نکال کر بتادیا۔

أَيْ هُوَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ الْقُرْآن الْجَائِي بِهِ مُعْجِزَة لَهُ: یہاں سے،، **الْبَيِّنَة**،، میں دو احتمال تھے نکال کر بتادیے یعنی نبی اکرم ﷺ آگئے یا قرآن آگیا جسے آپ ساتھ لے کر آئے ہیں اور جو آپ کا معجزہ ہے۔

وَقَبْل مَجِيئِهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا مُجْتَمِعِينَ عَلَى الْإِيمَان بِهِ إِذَا جَاءَهُ فَحَسَدَهُ مَنْ كَفَرَ بِهِ مِنْهُمْ: بعثت سے پہلے کفار کی حالت بتادی کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ ایمان لانے کے حوالے سے اکٹھے ہوئے تھے لیکن جب آپ تشریف لائے تو جس نے آپ کا انکار کیا اس نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا۔

فِي كِتَابهمْ التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل:،، امروا،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

أَيْ أَنْ يَعْبُدُوهُ فَحُذِفَتْ أَنْ وَزِيدَتْ اللَّام: نحوی تحقیق بتادی اور ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا، اعتراض یہ ہے کہ،، (لیعبدوا)،، میں لام غرض کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرانے کے لئے حکم دیا، یہ (اشکال

بالغیر) ہے یعنی اپنے کمال کو غیر کے ذریعے طلب کرنا یہ نقص کی علامت ہے اور ذات باری کے شایان شان نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے مذکورہ عبارت نکال کر جواب دیا کہ (لیعبدوا) میں "اَن" کو حذف کر دیا گیا ہے اور "ل" کو زائد کر دیا گیا ہے، اصل عبارت ،،أَنْ يَعْبُدُوه،، ہے لہذا اب اعتراض بھی نہ رہا۔

مِنَ الشِّرْكِ: ،،مخلصین ،،کا متعلق نکال کر بتادیا۔

مستقيمين عَلَى دِين إبْرَاهِيم وَدِين مُحَمَّد إِذَا جَاءَ فَكَيْفَ كَفَرُوا بِهِ: ،،حنفاء،،کا معنی بتادیا یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت محمد کے دین پر مستقیم رہتے ہوئے جب حضرت محمد تشریف لے آئے تو کیسے انہوں نے اس کا انکار کیا۔

الْمِلَّة: یہاں سے ،،دین ،،کا معنی مرادی بتادیا اور دوسری بات یہ بتائی کہ یہ اضافت موصوف الی الصفت کے قبیل سے ہے یعنی دین حقیقت میں موصوف اور القیمہ صفت تھی دین کو نکرہ کر کے مضاف کر دیا صفت کی طرف اسے اضافت موصوف الی الصفت (موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دینا) کہتے ہیں۔

الْمُسْتَقِيمَة: یہاں سے ،،القیمہ ،،کا معنی مرادی بتادیا یعنی سیدھی راہ۔

(إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن أَهْل الْكِتَاب وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَار جَهَنَّم خَالِدِينَ فِيهَا) حَال مُقَدَّرَة أَيْ مُقَدَّرًا خُلُودهمْ فِيهَا مِنَ اللّٰه تَعَالَى (أُولَئِكَ هُمْ شَرّ الْبَرِيَّة)(إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات أُولَئِكَ هُمْ خَيْر الْبَرِيَّة) الْخَلِيقَة(جزاؤهم عند ربهم جنات عدن) إقَامَة (تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمْ) بِطَاعَتِهِ (وَرَضُوا عَنْهُ) بِثَوَابِهِ (ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبّه) خَافَ عِقَابه فَانْتَهَى عن معصيته تعالى -

بے شک وہ لوگ جنہیں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا اور مشرکین میں سے بھی وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ "مقدرۃ" کا حال ہے یعنی ان کا اس میں ہمیشہ رہنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کر دیا گیا ہے اور یہ لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں یہاں پر لفظ بریہ کا مطلب مخلوق ہے۔ ان کی جگہ ان کے پروردگار کے نزدیک جنت عدن ہے یعنی جہاں رہائش ہوگی۔ جس کے نیچے نہریں جاری ہوتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا ان کی فرمانبرداری کی وجہ سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے۔ اس کے اجر وثواب کی وجہ سے "یہ اس کے لیے ہے جو اپنے پروادگار سے ڈر جائے اور اس کی ناراضگی کی وجہ سے خوف زدہ رہے اور اس کی نافرمانی سے باز آجائے۔

اغراض مفسر

حَال مُقَدَّرَة أَيْ مُقَدَّرًا خُلُودهمْ فِيهَا مِنَ اللّٰه تَعَالَى: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض

یہ ہے کہ،،خالدین،،حال ہے،،مشرکون،،سے جو کہ درست نہیں، کیونکہ اصول یہ ہے کہ ذوالحال اور حال دونوں کا زمانہ ایک ہونا ضروری ہے، جبکہ مذکورہ صورت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کے جہنم میں خلود کا اعتقاد رکھتے ہیں جبکہ ہمارے اعتقاد اور جہنم میں خلود دونوں زمانے مختلف ہیں کیونکہ ہمارا اعتقاد خلود کا زمانہ دنیا ہے اور جہنم میں خلود کا زمانہ آخرت ہے لہذا یہ حال اور ذوالحال درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے یہ عبارت،،**مُقَدَّرًا خُلُودهمْ فِيهَا منَ اللّٰه تَعَالَى**،،نکال کر اس کا جواب دیا کہ ہم اللہ رب العزت کی جانب سے ان کفار و مشرکین کے خلود مقدر (یعنی جو خلود تقدیر میں لکھ دیا گیا) کا اعتقاد رکھتے ہیں مطلب یہ کہ اس طرح کا اعتقاد رکھنا ہمارا کام ہے اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالنا اللہ تعالی کا کام ہے اور باری تعالی کی جانب سے تقدیر کا زمانہ اور اعتقاد کا زمانہ ایک ہے لہذا اب حال اور ذوالحال دونوں کا زمانہ ایک ہے۔

الْخَلِيقَة: لفظ،،بریہ،،کا مطلب بتادیا یعنی مخلوق۔

إِقَامَة: ،،عدن،،کا معنی نکال کر بتادیا۔

بِطَاعَتِهِ: ،،اللہ کی رضاء،،کا سبب نکال کر بتادیا۔

بِثَوَابِهِ: ،،مومنین کی رضاء،،کا سبب نکال کر بتادیا۔

خَافَ عِقَابَه فَانْتَهَى عن معصيته تعالى: یہاں سے،،خاف،،نکال کر،،خشی،،کا معنی بتایا اور،،عقاب،،نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ رب سے پہلے مضاف (عقاب) محذوف ہے۔ مطلب یہ ہو جائے گا کہ جو اپنے پروردگار سے ڈر جائے اور اس کی ناراضگی کی وجہ سے خوف زدہ رہے اور اس کی نافرمانی سے باز آجائے۔

99 =سورة الزلزلة

سورہ اذا زلزلت جس کو سورہ زلزلہ بھی کہتے ہیں مکیہ وبقولے مدنیہ ہے۔ اس میں ایک رکوع، آٹھ آیتیں، پینتیس کلمے اور ایک سو انتالیس حرف ہیں۔

(إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْض)حُرِّكَتْ لِقِيَامِ السَّاعَة(زِلْزَالَهَا)تَحْرِيكَهَا الشَّدِيد الْمُنَاسِب لِعَظَمَتِهَا (وَأَخْرَجَتِ الْأَرْض أَثْقَالَهَا)كُنُوزهَا وَمَوْتَاهَا فَأَلْقَتْهَا عَلَى ظَهرهَا(وَقَالَ الْإِنْسَان)الْكَافِر بِالْبَعْثِ(مَا لَهَا)إِنْكَارًا لتلك الحالة(يَوْمَئِذٍ)بَدَل من إِذَا وَجَوَابهَا(تُحَدِّث أَخْبَارهَا) تُخْبِر بِمَا عُمِلَ عَلَيْهَا مِنْ خَيْر وَشَرّ(بِأَنَّ) بِسَبَبِ أَنَّ(رَبّك أَوْحَى لَهَا)أَيْ أَمَرَهَا بِذَلِكَ وَفِي الْحَدِيث تَشْهَد عَلَى كُلّ عَبْد أَوْ أَمَة بِكُلِّ مَا عُمِلَ عَلَى ظَهرهَا(يَوْمَئِذٍ يَصْدُر النَّاس)يَنْصَرِفُونَ مِنْ مَوْقِف الْحِسَاب(أَشْتَاتًا) مُتَفَرِّقِينَ فَآخِذ ذَات الْيَمِين إِلَى الْجَنَّة وَآخِذ ذَات الشِّمَال إِلَى النَّار(لِيُرَوْا أَعْمَالهمْ)أَيْ جَزَاءَهَا من الْجَنَّة أَوْ النَّار(فَمَنْ يَعْمَل

مثقال ذرة) زنة نملة صغيرة (خيرا يره) ير ثوابه (ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره) ير جزاءه

جب زمین میں زلزلہ آئے گا یعنی اسے قیامت قائم ہونے کے وقت حرکت دی جائے گی اس کا زلزلہ یعنی اس کی شدید حرکت جو اس کی عظمت کے مناسب ہے اور زمین اپنے بوجھ کو باہر نکال دے گی یعنی اپنے خزانوں کو اور اپنے مردوں کو اور انہیں اپنی پشت پر رکھ لے گی۔ اور انسان کہے گا یعنی کافر شخص زندہ ہوتے وقت کہے گا یہ کیا ہے؟ یعنی وہ ایسی حالت کا انکار کرے گا۔ اس دن یہ بدل ہے اذا کا اور اس کا جواب ہے وہ (زمین) اپنی خبریں بیان کرے گی یعنی وہ بتائے گی کہ اس کے اوپر برائی یا اچھائی میں سے کیا عمل کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے یعنی اس سبب کی وجہ سے کہ تمہارے پروردگار نے اسے وحی کی ہوگی۔ اسے اس بات کا حکم دیا گیا ہوگا۔ ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے وہ ہر بندے اور کنیز کے خلاف گواہی دے گی۔ ہر چیز کے بارے میں جو اس نے اس زمین کی پشت پر عمل کیا تھا۔ اس دن لوگ واپس آئیں گے یعنی حساب کے لیے کھڑے ہونے والے مقام سے واپس آئیں گے "اشتات" کے طور پر یعنی متفرق طور پر کسی نے دائیں ہاتھ کو اختیار کرنا ہے وہ جنت کی طرف جائے گا اور کوئی بائیں ہاتھ کو پکڑے گا اور وہ جہنم کی طرف جائے گا تا کہ وہ لوگ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔ یعنی جنت اور جہنم کی شکل میں اپنی جگہ کو دیکھ لیں تو جس شخص نے ذرے کے وزن جتنا عمل کیا ہوگا یعنی چھوٹی چیونٹی کے وزن جتنا بھلائی کا تو وہ بھی دیکھ لے گا یعنی اس کے ثواب کو دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرے کے وزن جتنی برائی کی ہوگی وہ اس کے بدلے کو دیکھ لے گا۔

اغراض مفسر

حُرِّكَتْ: ۔،،زلزلت،، کا معروف معنی بتادیا۔

لِقِيَامِ السَّاعَةِ: ۔زمین کے ہلنے کا ظرف یعنی وقت نکال کر بتادیا (قیام پر لام وقت کے لئے ہے)۔

تَحْرِيكَهَا الشَّدِيدَ الْمُنَاسِبَ لِعَظَمَتِهَا: ۔زلزالھا،، کا معنی اور اس کے ہلنے کا سبب نکال کر بتادیا۔

كُنُوزَهَا وَمَوْتَاهَا فَأَلْقَتْهَا عَلَى ظَهْرِهَا: ۔یہاں سے،، اثقالھا،، کی تفسیر کر دی یعنی اپنے خزانوں کو اور اپنے مردوں کو اور انہیں اپنی پشت پر رکھ لے گی۔

آیت میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے: یعنی بروز قیامت یا قرب قیامت زمین پر کوئی درخت، کوئی عمارت، کوئی پہاڑ باقی نہ رہے، ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے۔ اور اس دن زمین جو نیکی بدی اس پر کی گئی سب بیان کرے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر مرد، عورت نے جو کچھ اس پر کیا اس کی گواہی دے گی، کہے گی فلاں روز یہ کیا، فلاں روز یہ۔ (ترمذی) اور حشر کے دن کوئی دائیں طرف سے ہو کر جنت کی طرف جائے گا، کوئی بائیں جانب سے دوزخ کی طرف جارہا ہوگا۔

الْكَافِرُ بِالْبَعْثِ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ،، الانسان،، پر الف لام عہد خارجی کا ہے مراد کافر ہے۔

إِنْكَارًا لِتِلْكَ الْحَالَةِ: ۔تمیز نکال کر بتادی یعنی وہ ایسی حالت کا انکار کرتے ہوئے کہے گا۔

بَدَل مِنْ إِذَا وَجَوَابِهَا: ،،یومئذ،، کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی کی یہ پچھلے یوم کا بدل ہے مبدل منہ اور بدل مل کر شرط اور
اگلا جملہ اس کا جواب ہے۔

تُخبِر بِمَا عُمِلَ عَلَيهَا مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ: ۔آیت کی تفسیر کردی یعنی وہ بتائے گی کہ اس کے اوپر برائی یا اچھائی میں سے کیا
عمل کیا گیا۔

مومن وکافر کو روزِ قیامت اس کے نیک و بداعمال دکھائے جائیں گے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہر مومن وکافر کو روزِ قیامت اس کے نیک و بداعمال دکھائے جائیں گے مومن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کردی جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب اکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی بدیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔ اس آیت میں ترغیب ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد ہے اور ترہیب ہے کہ گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مومنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفار کے۔

بِسَبَبِ أَنَّ: ۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،ان،، کے اوپر ،،ب،، سببیہ ہے۔

أَيْ أَمَرَهَا بِذٰلِكَ: یہاں سے وحی کا معنی بتادیا کہ یہ حکم کے معنی میں ہے یعنی اس بات کا حکم دیا گیا ہوگا۔

وَفِي الْحَدِيثِ تَشْهَدُ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِكُلِّ مَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا: ۔اس آیت کی تفسیر حدیث کی روشنی میں بیان کردی کہ ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے وہ ہر بندے اور کنیز کے خلاف گواہی دے گی۔ ہر چیز کے بارے میں جو اس نے اس زمین کی پشت پر عمل کیا تھا۔

يَنصَرِفُونَ مِنْ مَوْقِفِ الْحِسَابِ: ۔آیت کی تفسیر کردی یعنی جس دن لوگ حساب کے لیے کھڑے ہونے والے مقام سے واپس آئیں گے۔

مُتَفَرِّقِينَ: یہاں سے ،،اشتاتا،، کا معنی بتادیا یعنی متفرق طور پر۔

فَآخِذُ ذَاتِ الْيَمِينِ إِلَى الْجَنَّةِ وَآخِذُ ذَاتِ الشِّمَالِ إِلَى النَّارِ: ۔آیت میں متفرق طور پر آنے کی تفسیر کر دی کسی نے دائیں ہاتھ کو اختیار کرنا ہے وہ جنت کی طرف جائے گا اور کوئی بائیں ہاتھ کو پکڑے گا اور وہ جہنم کی طرف جائے گا۔

أَيْ جَزَاءَهَا مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ: ۔یہاں سے ،،اعمال،، کا معنی مرادی بتادیا یعنی جزاء اور پھر جزا کا بیان بتادیا یعنی جنت یا جہنم۔

زِنَةَ نَمْلَةٍ صَغِيرَةٍ: ۔یہاں سے ،،ذرۃ،، کا معنی مرادی بتادیا یعنی چھوٹی چیونٹی کے وزن جتنا۔

يَرَ ثَوَابه:۔ یہاں سے ,,ہ,, ضمیر سے پہلے مضاف (ثواب) محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

يَرَ جزاء ہ:۔ یہاں سے ,,ہ,, ضمیر سے پہلے مضاف (جزاء) محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

100 =سورة العاديات

سورۃ والعدیٰت بقول حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکیہ ہے، اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما مدنیہ۔ اس میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چالیس ۴۰ کلمے، ایک سو ترسٹھ حرف ہیں۔

(وَالْعَادِيَاتِ) الْخَيْل تَعْدُو فِي الْغَزْو وَتَضْبَح (ضَبْحًا) هُوَ صَوْت أَجْوَافهَا إِذَا عَدَتْ (فَالْمُورِيَاتِ) الْخَيْل تُورِي النَّار (قَدْحًا) بِحَوَافِرِهَا إِذَا سَارَتْ فِي الْأَرْض ذَات الْحِجَارَة بِاللَّيْلِ (فَالْمُغِيرَات صُبْحًا) الْخَيْل تُغِير عَلَى الْعَدُوّ وَقْت الصُّبْح بِإِغَارَةِ أَصْحَابهَا (فَأَثَرْنَ) هَيَّجْنَ (بِهِ) بِمَكَانِ عَدْوهنَّ أَوْ بِذَلِكَ الْوَقْت (نَقْعًا) غُبَارًا بِشِدَّةِ حَرَكَتهنَّ (فَوَسَطْنَ بِهِ) بِالنَّقْعِ (جَمْعًا) مِنَ الْعَدُو أَيْ صِرْنَ وَسَطه وَعُطِفَ الْفِعْل عَلَى الِاسْم لِأَنَّهُ فِي تَأْوِيل الْفِعْل أَيْ وَاللَّاتِي عَدَوْنَ فَأَوْرَيْن فَأَغرن (إِنَّ الْإِنْسَان) الْكَافِر (لِرَبِّهِ لَكَنُود) لَكَفُور يَجْحَد نعمته تعالى (وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ) أَيْ كُنُوده (لَشَهِيد) يَشْهَد عَلَى نَفْسه بِصُنْعِهِ (وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْر) أَيْ الْمَال (لَشَدِيد) الْحُبّ لَهُ فَيَبْخَل بِهِ (أَفَلَا يَعْلَم إِذَا بُعْثِرَ) أُثِيرَ وَأُخْرِجَ (مَا فِي الْقُبُور) مِنَ الْمَوْتَى أَيْ بُعِثُوا (وَحُصِّلَ) بُيِّنَ وَأُفْرِزَ (مَا فِي الصُّدُور) الْقُلُوب مِنَ الْكُفْر وَالْإِيمَان (إِنَّ رَبّهمْ بِهِمْ يَوْمئِذٍ لَخَبِير) لَعَالِم فَيُجَازِيهِمْ عَلَى كُفْرهمْ أُعِيدَ الضَّمِير جَمْعًا نَظَرًا لِمَعْنَى الْإِنْسَان وَهَذِهِ الْجُمْلَة دَلَّتْ عَلَى مَفْعُول يَعْلَم أَيْ إِنَّا نُجَازِيه وَقْت مَا ذُكِرَ وَتَعَلَّقَ خَبِير بِيَوْمَئِذ وَهُوَ تَعَالَى خَبِير دَائِمًا لِأَنَّهُ يوم المجازاة

قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی! یعنی وہ گھوڑے جو جہاد میں دوڑتے ہیں جو سینے سے آواز نکالتے ہیں یعنی یہ سینے کی آواز ہے جب وہ دوڑتے ہیں یا اس وقت نکلتی ہے۔ پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں یعنی وہ گھوڑے آگ نکالتے ہیں۔ اپنے سم مار کر جب وہ پتھریلی زمین پر چلتے ہیں یعنی وہ گھوڑے جو صبح کے وقت اپنے سواروں کے ہمراہ دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو وہ اڑاتے ہیں تو اس کا مطلب صبح یعنی اڑانا اس کے ذریعے یعنی اپنے دشمن کی جگہ پر یا اس وقت پر غبار اڑاتے ہیں اپنی شدید حرکت کی وجہ سے پھر وہ اس کے ہمراہ یعنی اس غبار کے ہمراہ اس کے درمیان میں جاتے ہیں "جمعا" سے مراد دشمن ہے یعنی وہ ان کے درمیان میں ہو جاتے ہیں یہاں پر فعل کا عطف اسم ہے کہ وہ فعل کی تاویل میں ہے کہ جب دوڑتے ہیں آواز نکالتے ہیں اور حملہ کرتے ہیں۔ بے شک انسان یعنی کافر شخص اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے جو اپنے پروردگار کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اور بے شک وہ اس بات پر یعنی اپنے :

شکرے پن پر گواہ ہے اپنے آپ کے خلاف اپنے کیے کی گواہی دے گا۔اور بے شک وہ بھلائی کی محبت میں یعنی مال کی محبت میں شدید ہے یعنی اسے شدید محبت ہے اور وہ اس میں بخل سے کام لیتا ہے۔کیا وہ علم نہیں رکھتا کہ جب اٹھایا جائے گا اور نکالا جائے گا اس چیز کو جو قبروں میں ہے اور حاصل کیا جائے گا یعنی بیان کر دیا جائے گا وہ جو سینوں کے اندر ہے کفر یا ایمان۔بے شک ان کا پروردگار ان کے بارے میں اس دن خبر رکھتا ہوگا یعنی وہ انہیں جاننے والا ہے اور ان کے کفر کا بدلہ وہ انہیں دے گا۔ضمیر کا اعادہ جمع کے طور پر کیا گیا ہے۔لفظ ''انسان'' کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے یہ جملہ دلالت کرتا ہے علم کے مفعول پر یعنی ہم اس کی جزا دیں گے اس وقت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے اور لفظ خبیر متعلق ہے لفظ **یَوْمَئِذٍ** کے۔ویسے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ خبیر ہے لیکن اس دن جو کہ بدلہ کا دن ہوگا اس کے لیے بطور خاص اس کا تذکرہ کیا۔

اغراض مفسر

الْخَيْل تَغْدُو فِي الْغَزْو ،،العادیات،، کی تفسیر کردی یعنی وہ گھوڑے جو جہاد میں دوڑتے ہیں۔

وَتَضْبَح:۔اس طرف اشارہ کیا کہ ،،ضبحا،، مفعول مطلق ہے اور اس سے پہلے فعل ،،تضبح،، محذوف ہے۔

هُوَ صَوْت أَجْوَافهَا إِذَا عَدَتْ:۔،،ضبحا،، کا معنی بتادیا یعنی یہ سینے کی آواز ہے جب وہ دوڑتے ہیں یہ اس وقت نکلتی ہے۔

الْخَيْل تُورِي النَّار:۔،،الموریات،، کی تفسیر کردی یعنی وہ گھوڑے جو آگ نکالتے ہیں۔

بِحَوَافِرِهَا إِذَا سَارَتْ فِي الْأَرْض ذَات الْحِجَارَة بِاللَّيْلِ:۔متعلق نکال کر بتادیا یعنی اپنے سم کے ساتھ جب وہ پتھریلی زمین پر چلتے ہیں۔

الْخَيْل تُغِير عَلَى الْعَدُوّ وَقْت الصُّبْح بِإِغَارَة أَصْحَابهَا:۔،،المغیرات،، کی تفسیر کردی یعنی وہ گھوڑے جو صبح کے وقت اپنے سواروں کے ہمراہ دشمن پر حملہ کرتے ہیں۔

هَيَّجْنَ:۔،،اثرن،، کا معنی بتادیا اس کا مطلب ھیج یعنی اڑانا ہے۔

بِمَكَانِ عَدْوهنَّ أَوْ بِذَلِكَ الْوَقْت:۔اس طرف اشارہ کی کہ ،،با،، ظرفیت کی ہے اور ،،ہ،، ضمیر میں دو احتمال نکال کر بتادیئے (۱) مکان یعنی اپنے دشمن کی جگہ پر (۲) یا زمان یعنی اس وقت پر۔

غُبَارًا بِشِدَّةِ حَرَكَتهنَّ:۔،،نقعا،، کا معنی بتادیا یعنی غبار۔،،بشدۃ،، سے سبب نکال کر بتادیا یعنی اپنی شدید حرکت کی وجہ سے،

بِالنَّقْعِ:۔،،ہ،، ضمیر کا مرجع نکال کر بتادیا، یعنی اس غبار کے ہمراہ اس کے درمیان میں جاتے ہیں۔

مِنَ الْعَدُوّ:۔،،جمعا،، کا بیان بتادیا یعنی دشمن۔

أَيْ صِرْنَ وَسَطه: آیت کی تفسیر نکال کر بتادی یعنی وہ ان کے درمیان میں ہو جاتے ہیں۔

وَعَطْف الْفِعْل عَلَى الِاسْم لِأَنَّهُ فِي تَأْوِيل الْفِعْل أَيْ وَاللَّاتِي عَدَوْنَ فَأَوْرَيْنَ فَأَغَرْنَ:۔صرف

تحقیق بتادی، کہ یہاں پر فعل کا عطف اسم پر ہے کہ وہ فعل کی تاویل میں ہے کہ جب دوڑتے ہیں' آواز نکالتے ہیں اور حملہ کرتے ہیں۔

الْكَافِرِ:۔اس طرف اشارہ کیا کہ انسان پر الف لام عہد خارجی کا ہے یعنی انسان سے مراد کافر شخص۔

لَكَفُور يَجْحَد نعمته تعالى:۔،،كَنُوده،، کا معروف معنی بتادیا یعنی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرہ ہے جو اپنے پروردگار کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا۔

أَيْ كَنُوده:۔،،ذلک،، کا مشار الیہ بتادیا۔

يَشْهَد عَلَى نَفْسه بِصُنْعِهِ:۔یعنی اپنے ناشکرے پن پر گواہ ہے اپنے آپ کے خلاف اپنے کیے کی گواہی دے گا۔

أَيْ الْمَال:۔،،الخیر،، کا معنی مرادی بتادیا یعنی مال۔

الْحُبّ لَهُ:،،شدید،، کا مفعول نکال کر بتادیا۔

فَيَبْخَل بِهِ:۔نتیجہ نکال کر بتادیا یعنی جب محبت شدید ہوجائے تو انسان بخل سے کام لیتا ہے۔

أُثِيرَ وَأُخْرِجَ:۔،،بعثر،، کا معنی بتادیا کہ جب اٹھایا جائے گا اور نکالا جائے گا۔

مِنْ الْمَوْتَى أَيْ بُعِثُوا:۔،،ما،، کا بیان نکال کر بتادیا یعنی مردے جب اٹھائے جائیں گے۔

بُيِّنَ وَأُفْرِزَ:۔،،حصل،، کا معنی بتادیا یعنی بیان کردیا جائے گا۔

الْقُلُوب مِنْ الْكُفْر وَالْإِيمَان:۔،،القلوب،، سے،،الصدور،، کا معروف معنی اور من الکفر والایمان سے،،ما،، کا بیان بتادیا یعنی وہ جو سینوں کے اندر ہے کفر یا ایمان۔

لَعَالِم:۔،،خبیر،، کا معنی بتادیا۔

فَيُجَازِيهِمْ عَلَى كُفْرهمْ: نتیجہ نکال کر بتادیا کہ وہ ان کے کفر کا بدلہ انہیں دے گا۔

أُعِيدَ الضَّمِير جَمْعًا نَظَرًا لِمَعْنَى الْإِنْسَان:۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ انسان کا لفظ مفرد ہے جبکہ اس کی طرف راجع ہونے والی ضمیر جمع ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ لفظ "انسان" کے معنیٰ کی رعایت کرتے ہوئے ضمیر کا اعادہ جمع کے طور پر کیا گیا ہے (کیونکہ انسان لفظا مفرد ہے لیکن معنا جمع ہے)۔

وَهَذِهِ الْجُمْلَة دَلَّتْ عَلَى مَفْعُول يَعْلَم أَيْ إِنَّا نُجَازِيه وَقْت مَا ذُكِرَ: یہاں سے ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ،،یعلم،، فعل متعدی ہے لیکن عبارت میں اس کا مفعول موجود نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ،،یعلم،، کا مفعول محذوف ہے اور اس کے حذف پر یہ جملہ،،**إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِير**،،دلالت کرتا ہے اور محذوف مفعول،،**إِنَّا نُجَازِيه**،، ہے۔اصل عبارت یہ ہے ،،**أَفَلَا يَعْلَم إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُور وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُور إِنَّا نُجَازِيه**،،۔

وَتَعَلُّق خَبِير بِيَوْمَئِذ: ۔ یہاں سے ترکیبی احتمال بتا دیا۔

وَهُوَ تَعَالَى خَبِير دَائِمًا لِأَنَّه يوم المجازاة: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں فرمایا،، بے شک ان کا پروردگار ان کے بارے میں اس دن خبر رکھتا ہوگا،، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس دن خبیر ہوگا اس سے پہلے نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ویسے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ خبیر ہے لیکن اس دن جو کہ بدلہ کا دن ہوگا اس کے لیے بطور خاص اس کا تذکرہ کیا۔

101 =سورة القارعة

سورہ القارعہ مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، گیارہ آیتیں، چھتیس کلمے، ایک سو باون حرف ہیں۔

(الْقَارِعَة) الْقِيَامَة الَّتِي تَقْرَع الْقُلُوب بِأَهْوَالِهَا(مَا الْقَارِعَة) تَهْوِيل لِشَأْنِهَا وَهُمَا مُبْتَدَأ وَخَبَر خَبَر القارعة(وَمَا أَدْرَاك) أَعْلَمَك (مَا الْقَارِعَة) زِيَادَة تَهْوِيل لَهَا وَمَا الْأُولَى مُبْتَدَأ وَمَا بَعْدهَا خَبَره وَمَا الثَّانِيَة وَخَبَرهَا فِي مَحَلّ الْمَفْعُول الثَّانِي لأدرى(يَوْم) نَاصِبه دَلَّ عَلَيْهِ الْقَارِعَة أَيْ تَقْرَع (يَكُون النَّاس كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوث) كَغَوْغَاء الْجَرَاد الْمُنْتَشِر يَمُوج بَعْضهمْ فِي بَعْض لِلْحَيْرَة إِلَى أَن يدعوا للحساب(وَتَكُون الْجِبَال كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوش) كَالصُّوفِ الْمَنْدُوف فِي خِفَّة سَيْرهَا حَتَّى تَسْتَوِي مَعَ الْأَرْض(فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينه) بِأَنْ رَجَحَتْ حَسَنَاته على سيئاته(فَهُوَ فِي عِيشَة رَاضِيَة) فِي الْجَنَّة أَيْ ذَات رِضًى بِأَنْ يَرْضَاهَا أَيْ مَرْضِيَّة لَهُ(وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينه) بِأَنْ رَجَحَتْ سَيِّئَاته على حسناته(فأمه) فمسكنه (هاوية)(وما أدراك ما هيه) أي ما هاويةهي (نار حامية) شَدِيدَة الْحَرَارَة وَهَاء هِيَه لِلسَّكْتِ تُثْبَت وَصْلًا ووقفا وفي قراءة تحذف وصلا

دہلا دینے والی یعنی وہ قیامت جو ہولناک ہونے کی وجہ سے دلوں کو لرزا دے گی۔ وہ دہلا دینے والی چیز کیا ہے یہ اس کی ہولناکی کی طرف اشارہ ہے اور یہ دونوں مبتدا اور خبر ہیں اور القارعہ کی خبر ہے اور تمہیں کیا پتہ یعنی کیا علم کہ دہلا دینے والی چیز کیا ہے یہ اس کی ہولناکی کا مزید تذکرہ ہے اور اس میں پہلا "ما" مبتدا ہے اور اس کے بعد والی "ما" خبر ہے۔ دوسرا "ما" اور اس کی خبر ادری کے مفعول ثانی کے محل میں ہے۔ اس دن یہ منصوب ہے اس لفظ القارعہ دلالت کرتا ہے یعنی وہ چیز جو دہلا دے گی۔ لوگ ہوں گے یوں جیسے پھیلے ہوئے پتنگے ہوتے ہیں یعنی پھیلے ہوئے ٹڈی دل کا لشکر، وہ ایک دوسرے کے اوپر گر رہے ہوں گے حیرت کی وجہ سے۔ یہاں تک کہ انہیں حساب کے لیے بلایا جائے گا۔ اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہوں گے یعنی وہ اون جسے دھنا گیا ہو اور وہ چلنے میں ہلکی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر آجاتی ہے۔ پس جس شخص کا نامہ اعمال بھاری ہوگا یعنی جس کی نیکیاں اس کے گناہوں

سے وزنی ہوں گی۔ پس وہ شخص راضی رہنے والی زندگی میں ہوگا یعنی جنت میں ہوگا کہ وہ اس سے راضی ہوگا یعنی وہ اس کے لیے پسندیدہ ہوگی۔ اور جن لوگوں کا نامہ اعمال ہلکا ہوگا یعنی ان کے گناہ ان کی نیکیوں سے بھاری ہوں گے تو اس کا ٹھکانہ یعنی اس کا مسکن حاویہ (جہنم) ہوگا اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیا ہے یعنی حاویہ سے مراد کیا ہے یہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے یعنی شدید گرمی والی یہاں پر لفظ حاویہ میں موجود "ہ" سکتہ کے لیے ہے۔ وصل اور وقف دونوں صورتوں میں یہ ثابت رہے گی۔ ایک قراءت کے مطابق وصل کی صورت میں یہ حذف ہو جائے گی۔

اغراض مفسر

الْقِيَامَة: مفسر نے ،،القارعہ،، کی تفسیر کر دی کہ اس سے مراد قیامت ہے۔

الَّتِی تَقرَعِ الْقُلُوب بِأَهوَالِهَا: ۔ قیامت کو القارعہ کہنے کی وجہ بتادی کہ وہ ہولناک ہونے کی وجہ سے دلوں کو لرزادے گی۔

تَهوِيل لِشَأنِهَا: یہاں سے ،،القارعہ،، کو دوسری بار ذکر کرنے کی وجہ بتادی کہ اس کی ہولنا کی کا مزید تذکرہ ہے۔

بروز حشر مخلوق کے انتشار کا عالم: آیت مقدسہ میں میدان محشر کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جس طرح پتنگے شعلے پر گرنے کے وقت منتشر ہوتے ہیں اور ان کے لئے کوئی ایک جہت معیّن نہیں ہوتی ہر ایک دوسرے کے خلاف جہت سے جاتا ہے یہی حال روز قیامت خلق کے انتشار کا ہوگا۔

وَهُمَا مُبتَدأ وَخَبَر خَبَر القارعة: ۔ صرفی تحقیق بتادی کہ ،،ما،، اور ،،القارعہ،، دونوں مبتدا اور خبر ہیں اور دونوں مل کر القارعہ کی خبر ہے۔

أَعْلَمَكَ: ۔ یہاں سے ،،ادراک،، کا معنی مراد ی بتادیا۔

زِيَادَة تَهوِيل لَهَا: ،،القارعہ،، کو استفہام کے بعد ذکر کرنے کی وجہ بتادی، کہ یہ اس کی ہولنا کی کی طرف اشارہ ہے۔

وَمَا الْأُولَى مُبْتَدأ وَمَا بَعْدهَا خَبَره وَمَا الثَّانِيَة وَخَبَرهَا فِي مَحَلّ الْمَفْعُول الثَّانِي لأدرى: ترکیبی احتمال بتادیا کہ اس میں پہلا "ما" مبتدا ہے اور اس کے بعد والا "ما" خبر ہے۔ دوسرا "ما" اور اس کی خبر ،،ادریٰ،، کے مفعول ثانی کے محل میں ہے۔

نَاصبه دَلّ عَلَيْهِ الْقَارِعَة أَيْ تَقرَع: ۔ ،،اذ،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ منصوب ہے اس پر لفظ القارعہ دلالت کرتا ہے یعنی وہ چیز جو دہلا دے گی۔

كَغَوغَاء الْجَرَاد الْمُنْتَشِر يَمُوج بَعْضهمْ فِي بَعْض لِلْحِيرَة إِلَى أَن يدعوا للحساب: ۔ پھیلے ہوئے پتنگے کی تمثیل نکال کر بتادی یعنی پھیلے ہوئے ٹڈی دل کا لشکر، وہ ایک دوسرے کے اوپر گر رہے ہوں گے حیرت کی وجہ سے یہاں تک کہ انہیں حساب کے لیے بلایا جائے گا۔

كَالصُّوف المَنْدُوف فِى خِفَّة سَيرِها حَتّٰى تَستوِى مَعَ الأَرْض:۔دھنی ہوئی اون کی تمثیل نکال کر بتادی یعنی وہ اون جسے دھنا گیا ہو اور وہ چلنے میں ہلکی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر آجاتی ہے۔

بِأَنْ رَجَحَتْ حَسَنَاتُه على سيئاته:۔میزان بھاری ہونے کی صورت نکال کر بتادی یعنی جس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے وزنی ہوں گی۔

فِى الجَنَّة:۔ظرف نکال کر بتادیا۔

مومن اور کافر کے میزان کا عالم: بروز حشر مومن کی نیکیاں اچھی صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی تو اگر وہ غالب ہوئیں تو اس کے لئے جنت ہے اور کافر کی برائیاں بدترین صورت میں لاکر میزان میں رکھی جائیں گی اور تول ہلکی پڑے گی کیونکہ کفار کے اعمال باطل ہیں ان کا کچھ وزن نہیں تو انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

اعمال کا وزن کیسے ممکن ہے؟ یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ وزن ٹھوس چیزوں کا کیا جاتا ہے جبکہ انسان کے اعمال مثلا نیت، اخلاص، ریاکاری وغیرہ کوئی ٹھوس چیز تو نہیں ہے پھر ان کا وزن کس طرح ممکن ہوگا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ آج کے جدید سائنسی دور میں مختلف کیفیات کا وزن کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی ٹھوس نہیں ہیں مثلا انسان کے جسم میں بخار ایک کیفیت ہے اور تھرمامیٹر کے ذریعہ اس کے جسم کی حرارت کا وزن کیا جاتا ہے اسی طرح آلات کے ذریعے کمرہ اور فضاء کا درجہ حرارت کی پیمائش کی جاتی ہے اور یہ سب چیزیں ٹھوس نہیں ہیں، جب مخلوق میں اتنی طاقت ہے کہ وہ کیفیات کا وزن کرسکتی ہے تو خالق کائنات کے لئے یہ کون سا مشکل کام ہے۔

أىْ ذَات رِضَى بِأَنْ يَرْضَاها أىْ مَرْضِيَّة لَهٗ:۔یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہوا،،عِيشَة رَاضِيَة،،راضی یعنی پسند کرنے والی زندگی، حالانکہ زندگی راضی یعنی پسند کرنے والی نہیں ہوتی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ،،راضیۃ،،اسم فاعل،،مرضیۃ،،اسم مفعول کے معنی میں ہے یعنی پسندیدہ زندگی۔ بلاغت کی اصطلاح میں اسے اسنادی مجازی کہا جاتا ہے۔

بِأَنْ رَجَحَتْ سَيِّئَاته على حسناته:۔میزان ہلکے ہونے کی صورت نکال کر بتادی یعنی جس کی برائیاں اس کی نیکیوں سے وزنی ہوں گی۔

فمسكنه:۔یہاں سے ایک سوال کا جواب دیا کہ جہنم کو،،ام،،یعنی ماں کیوں کہا گا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے،،مسکنہ،،نکال کر جواب دیا کہ،،ام،،یہاں مسکن،،کے معنی میں ہے کیونکہ ام یعنی ماں اپنے بچے کا مسکن یعنی ٹھکانہ ہوتی ہے۔

أى ما هاوية هى:۔یہاں سے،،هى،،کا مرجع نکال کر بتادیا یعنی،،هاويه،،۔

شَدِيدَة الحَرَارَة: یہاں سے،،نار حامية،،کا معنی مرادی بتادیا یعنی شدید گرمی والی۔

وَهاء هِيَه لِلسَّكتِ تُثبت وَصلًا ووقفا وفى قراءة تحذف وصلا:۔ یہاں سے ،،حاویہ،، کی لغوی تحقیق بتا دی، کہ لفظ حاویہ میں موجود''ہ'' سکتہ کے لیے ہے، وصل اور وقف دونوں صورتوں میں یہ ثابت رہے گی۔ایک قراءت کے مطابق وصل کی صورت میں یہ حذف ہو جائے گی۔

102 =سورة التكاثر

سورہ تکاثر مکیہ ہے،اس میں ایک رکوع،آٹھ آیتیں،اٹھائیس کلمے،ایک سوبیس حرف ہیں۔

(أَلهاكُمُ) شَغَلَكُمْ عَنْ طَاعَةِ اللّٰه (التَّكَاثُر) التَّفَاخُر بِالْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَاد وَالرِّجَال(حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ)بِأَن مُتُّمْ فَدُفِنتُمْ فِيهَا أَوْ عَدَدْتُمُ الْمَوْتٰى تَكَاثُرًا(كَلَّا)رَدع(سَوْفَ تَعلَمُونَ)(ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعلَمُونَ) سُوءَ عَاقِبَةِ تَفَاخُرِكُمْ عِنْد النَّزْعِ ثُمَّ فِى الْقَبْرِ(كَلَّا)حَقًّا(لَوْ تَعلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِين) عِلْمًا يَقِينًا عَاقِبَةَ التَّفَاخُرِ مَا اِشْتَغَلْتُمْ بِهِ(لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ) النَّار جَوَاب قَسَم مَحْذُوف وَحُذِفَ مِنْهُ لَام الْفِعْل وَعَيْنه وَأُلْقِيَتْ حَرَكَتهَا عَلَى الراء (ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا) تَأْكِيد (عَيْنَ الْيَقِين) مَصْدَر لِأَنَّ رَأَى وَعَايَنَ بِمَعْنًى وَاحِد(ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ) حُذِفَ مِنْهُ نُون الرَّفْع لِتَوَالِى النُّونَات وَوَاو ضَمِير الْجَمْع لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ (يَوْمَئِذٍ) يَوْم رُؤْيَتهَا (عَنِ النَّعِيم) مَا يُلْتَذُّ بِهِ فى الدنيا من الصحة والفراغ والأمن والمطعم والمشرب وغير ذلك

تمہیں غافل کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مشغول کر دیا ہے کثرت نے یعنی اموال' اولاد اور مردوں کے حوالے سے ایک دوسرے پر فخر کرنے نے ۔ یہاں تک کہ تم قبر کی زیارت کرو یعنی تم مرجاؤ گے اور تمہیں دفن کر دیا جائے گا یا تم اپنے مردوں کو زیادہ شمار کرو گے ۔ ہرگز نہیں یہ ردع کے لیے ہے یعنی عنقریب تم جان جاؤ گے ۔ پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان جاؤ گے یعنی تمہارے ایک دوسرے پر فخر کرنے کا برا انجام کیا ہے پھر قبر میں ۔ درحقیقت تم جان جاؤ گے یقینی علم یعنی ایسا علم جو یقینی ہو جو ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرنے کا انجام ہوگا اس نے تمہیں مشغول رکھا۔ پھر تم ضرور ''جحیم'' کو دیکھو گے یعنی آگ کو۔ یہ محذوف قسم کا جواب ہے اور اس میں سے ''لام فعل'' کو حذف کر دیا گیا ہے اور ''ع'' کو بھی اور اس کی حرکت ''ر'' کو دے دی گئی ہے ۔ پھر تم اسے ضرور بلضرور دیکھو گے ۔ یہ تاکید کے لیے ہے عین یقین کے ساتھ یہ مصدر ہے کیونکہ لفظ رای اور لفظ عاین ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے ۔ پھر تم سے سوال کیا جائے گا یہاں پر نون رفع کو محذوف کر دیا گیا ہے کیونکہ نون ایک دوسرے کے بعد آ رہے ہیں اور ''و'' ضمیر جمع کو بھی کیونکہ یہاں پر دونوں ساکن اکھٹے ہو گئے ہیں ۔ اس دن یعنی جس دن اسے دیکھو گے ۔ نعمتوں کے بارے میں یعنی دنیا میں انسان ،صحت ،فراغت ،امن ،کھانے پینے وغیرہ کے حوالے سے جن چیزوں سے لذت حاصل کرتا تھا۔

اغراض مفسر

شغلکم عن طاعۃ اللہ: یہاں سے ،،الھاکم،،کا معروف ومشہور معنی نکال کر بتادیا۔

التفاخر بالأموال والأولاد والرجال: یہاں سے ،،تکاثر،،کا مرادی معنی نکال کر بتادیا،یعنی مال،اولاد اور رجال پر باہم فخر کرنے نے تم کو غافل کر دیا۔

کثرتِ مال کی حرص: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کثرت مال کی حرص اور اس پر تفاخر کرنا مذموم ہے اور اس میں مبتلا ہو کر آدمی سعادت اُخرویہ سے محروم رہ جاتا ہے کیونکہ موت کے وقت تک حرص تمہارے دامن سے وابستہ رہی۔حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردے کے ساتھ تین ہوتے ہیں دولوٹ آتے ہیں ایک اس کے ساتھ رہ جاتا ہے ایک مال دوسرا اس کے اہل واقارب تیسرا اس کا عمل،عمل ساتھ رہ جاتا ہے باقی دونوں واپس ہو جاتے ہیں۔دانا وہ ہے جو اچھے اعمال کو اپنا ساتھی بنائے۔بروز حشر نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا جو اللہ تعالی نے تمہیں عطا فرمائی تھیں صحت وفراغ دامن وعیش ومال وغیرہ جن سے دنیا میں لذتیں اٹھاتے تھے پوچھا جائے گا یہ چیزیں کس کام میں خرچ کیں،ان کا کیا شکر ادا کیا۔اور ترک شکر پر عذاب کیا جائے گا۔

بأن متم فدفنتم فیھا أو عددتم الموتی تکاثرا: زیارت قبور یعنی مر کر قبر میں جانے کی دو صورتیں نکال کر بتا دیں یعنی موت کی صورت میں تم نے قبروں کی زیارت کی یعنی تم قبروں میں چلے گئے یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم نے اپنے مردوں کو بار بار قبروں میں دفن کیا اور ان کی موتوں اور ان کے دفن کو شمار کرتے رہے اور قبروں کی بار بار زیارت کرتے رہے۔

سوال: سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں دفن ہونے کو قبر کی زیارت کہا گیا حالانکہ زیارت ایک ساعت میں ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے جبکہ مردہ قبر میں کافی عرصہ رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے پھر قبر میں دفن کو قبر کی زیارت کیوں کہا گیا؟

جواب:۔اس کا جواب یہ ہے کہ مردہ قبر میں ہزار سال بھی ٹھہرا رہے تو جب بروز حشر اسے اٹھایا جائے گا تو اسے یہ عرصہ ایک ساعت ہی محسوس ہوگا اس لئے اسے قبروں کی زیارت کہا گیا۔

ردع: یہاں سے ،،کلا،،کی نحوی تحقیق بتادی کہ یہ حرف ردع ہے یہ تنبیہ اور زجر یعنی ڈانٹ ڈپٹ کے لئے آتا ہے۔

سوء عاقبۃ تفاخرکم: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تعلمون فعل متعدی بیک مفعول ہے لیکن آیت میں اس کا مفعول موجود نہیں؟مفسر علیہ الرحمہ نے مفعول نکال کر اعتراض کا جواب دیا،یعنی تم اپنے تفاخر کے برے انجام کو عنقریب جان لو گے۔

عند النزع ثم فی القبر: اپنے تفاخر کے برے انجام کو جان لینے کا ظرف نکال کر بتادیا یعنی نزع کے وقت بھی اور قبر میں بھی جان لو گے۔

حقا: اس طرف اشارہ کیا کہ کلا حقا کے معنی میں ہے یعنی یقینا۔

علما یقینا عاقبۃ التفاخر:۔یہاں سے ،،علم،،کا مفعول محذوف نکال کر بتادیا۔

مَا اِشْتَغَلْتُمْ بِهٖ: یہ عبارت اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،**لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْن**،،لو کی وجہ سے یہ جملہ شرطیہ ہے لیکن اس کی جزا موجود نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے ،،**مَا اِشْتَغَلْتُمْ بِهٖ**،، جزا نکال کر اعتراض کا جواب دیا۔ یعنی اگر تم علم یقین جان لیتے تو تفاخر مال میں مشغول نہ ہوتے۔

النّار: یہاں سے ،،**الجحيم**،،کا معروف اور آسان معنی بتادیا۔

جَوَاب قَسَم مَحْذُوف: ترکیبی احتمال بتادیا کہ ،،**لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْم**،،جواب قسم ہے اور اس کی قسم ،،**والله**،،محذوف ہے اصل جملہ یہ ہے،،**والله لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْم**،،۔

وَحُذِفَ مِنْهُ لَامُ الْفِعْلِ وَعَيْنُه وَأُلْقِيَتْ حَرَكَتُهَا عَلَى الراء: یہاں سے،،**لَتَرَوُنَّ**،،کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی،کہ یہ اصل میں **لترء یون** تھا **لام** اور **عین** کلمہ یعنی **یا** اور **همزه** حذف کردیئے گئے اور **یا** کی حرکت **راء** کو دے دی،،**لَتَرَوُنَّ**،،ہوگیا۔

تَأْكِيد: ترکیبی احتمال بتادیا کہ دوسرا،،**لَتَرَوُنَّ**،، پہلے ،،**لَتَرَوُنَّ**،،کی تاکید لفظی ہے۔

مَصْدَر: ترکیبی احتمال بتادیا کہ،،**عين اليقين**،،میں عین مصدر ہے اور یہ ،،**لَتَرَوُنَّ**،،کا مفعول مطلق ہے۔

لِأَنَّ رَأَى وَعَايَنَ بِمَعْنًى وَاحِد: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،**عين**،،**لَتَرَوُنَّ**،،کا مفعول مطلق کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ مفعول مطلق کے لئے فعل کے ساتھ مشابہت ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں ایسا نہیں یعنی یہاں **رای** تو مفعول مطلق بن سکتا ہے عین نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ **رَأَى** اور **عَايَنَ** دونوں ہم معنی ہیں (رای اور عین آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں) اور مفعول مطلق ہونے کے لئے معنوی مشابہت کافی ہے لفظی مشابہت ضروری نہیں،

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تعریفات: () کسی خبر کو سن کر یا دلائل میں غور وفکر کرنے سے جو یقین حاصل ہوتا ہے اسے علم الیقین کہتے ہیں۔ مثلا ہمیں نبی کریم ﷺ کی نبوت کا یقین، علم الیقین کہلائے گا۔

() کسی چیز کو دیکھ کر جو یقین حاصل ہو اسے عین الیقین کہتے ہیں مثلا صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کی نبوت کا یقین، عین الیقین کہلائے گا

() اور تجربے سے جو یقین حاصل ہو اسے حق الیقین کہتے ہیں۔ مثلا نبی کریم ﷺ کو اپنی نبوت کا یقین، حق الیقین کہلائے گا۔

حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِتَوَالِي النُّوْنَاتِ وَوَاوُ ضَمِيْرِ الْجَمْعِ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ: یہاں سے ،،**لَتُسْأَلُنَّ**،،کی صرفی تحقیق نکال کر بتادی۔ کہ اس کی اصل لتسئلونن تھی نون اعرابی تین نون کے جمع ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور واو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگیا اور واو پر دلالت کے لئے ضمہ کو باقی رکھا۔

يَوْمَ رُؤْيَتِهَا: یوم کا مضاف الیہ نکال کر بتادیا۔

مَا يُلْتَذُّ بِهٖ فِي الدنيا من الصحة والفراغ والأمن والمطعم والمشرب وغير ذلك: یہاں سے

نت کی تعریف نکال کر بتادی یعنی ہر وہ چیز جس سے دنیا میں لذت حاصل کی جاتی ہو جیسے صحت، فراغت، امن، کھانا، پینا وغیرہ۔

103 =سورة العصر

سورہ والعصر جمہور کے نزدیک مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، تین آیتیں، چودہ کلمے، اڑسٹھ حرف ہیں۔

(وَالعَصْر) الدَّهر أَوْ مَا بَعْد الزَّوَال إِلَى الغُرُوب أَوْ صَلَاة العَصْر (إِنَّ الإِنْسَان) الجِنس (لَفِي خُسْر) فِي تِجَارَته (إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات) فَلَيْسُوا فِي خُسْرَان (وَتَوَاصَوْا) أَوْصَى بَعْضهمْ بَعْضًا (بِالْحَقّ) الإِيمَان (وتواصوا بالصبر) على الطاعة وعن المعصية

عصر یعنی زمانے کی قسم ہے یا زوال سے لے کر غروب آفتاب تک کے وقت کی یا اس سے مراد نماز عصر ہے۔ بے شک انسان یعنی جنس انسان خسارے میں ہے تجارت کے اعتبار سے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے یہ لوگ خسارے میں نہیں ہیں جنہوں نے وصیت کی یعنی ان میں سے ایک نے دوسرے کو تلقین کی حق کی یعنی ایمان کی اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی یعنی اطاعت کے اوپر (گامزن رہنے) اور نافرمانی (سے بچنے کی تلقین کی)۔

اغراض مفسر

الدَّهر أَوْ مَا بَعْد الزَّوَال إِلَى الغُرُوب أَوْ صَلَاة العَصْر: مفسر علیہ الرحمہ نے عصر میں تین احتمال نکال کر بتا دیئے (۱) پہلا یہ کہ اس سے مراد زمانہ (نبوی) ہے (۲) دوسرا یہ کہ اس سے مراد بعد زوال سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے (۳) تیسرا یہ کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔

عصر کے متعدد معانی کی تفصیل: عصر کے متعدد معانی ہیں جن میں سے ایک عصر زمانہ کو کہتے ہیں اور زمانہ چونکہ عجائبات پر مشتمل ہے اس میں احوال کا تغیر وتبدل ناظر کے لئے عبرت کا سبب ہوتا ہے اور یہ چیزیں خالق حقیقی کی قدرت وحکمت اور اس کی واحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ زمانہ کی قسم مراد ہو، اور عصر اس وقت کو بھی کہتے ہیں جو غروب سے قبل ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ خاسر کے حق میں اس وقت کی قسم یاد فرمائی جائے جیسا کہ رابح کے حق میں ضحٰی یعنی وقتِ چاشت کی قسم ذکر فرمائی گئی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عصر سے نماز عصر مراد ہو سکتی ہے جو دن کی عبادتوں میں سب سے پچھلی عبادت ہے اور سب سے لذیذ۔ راجح تفسیر وہی ہے جو حضرت مفسر علیہ الرحمہ نے اختیار فرمائی کہ زمانہ سے مخصوص زمانہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مراد ہے جو بڑی خیر وبرکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ فضیلت وشرف والا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک کی قسم یاد فرمائی جیسا کہ **لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ** میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکن ومکان کی قسم یاد فرمائی ہے اور جیسا کہ **لَعَمْرُكَ** میں آپ کی عمر شریف کی قسم یاد فرمائی اور اس میں شانِ محبوبیت کا اظہار ہے۔ انسان کو خسارے میں اس لئے کہا کہ اس کی عمر جو اس کا راس المال ہے اور اصل پونجی ہے وہ ہر دم گھٹ رہی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو حق اور صبر سے وابستہ رہے ان

تکلیفوں اور مشقتوں پر جو دین کی راہ میں پیش آئیں یہ لوگ بفضل الٰہی ٹوٹے میں نہیں ہیں کیونکہ انکی جتنی عمر گذری نیکی اور طاعت میں گذری تو وہ نفع پانے والے ہیں۔

اَلْجِنس: انسان پر الف لام جنسی ہے یعنی حقیقت انسان یا ماہیت انسان خسارے میں ہیں۔ایک قول کے مطابق انسان پر الف لام عہدی ہے اب ترجمہ ہوگا بعض انسان خسارے میں ہیں اور اس سے مراد بعض افراد ہیں اور وہ عاص بن وائل، ابولہب، ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبد المطلب ہیں۔

الف لام کی اقسام: الف لام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی

اسمی کی تعریف: وہ الف لام جو اَلَّذِیْ کے معنی میں ہو جیسے **اَلضَّارِبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضَرَبَ** اور **اَلْمَضْرُوْبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضُرِبَ**۔ یاد رہے کہ یہ الف لام صرف اسم فاعل اور اسم مفعول پر آتا ہے۔

حرفی کی تعریف: وہ الف لام جو اَلَّذِیْ کے معنی میں نہ ہو جیسے اَلْحَسَنُ۔

الف لام حرفی کی اقسام جرفی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) الف لام زائدہ۔ (۲) الف لام غیر زائدہ۔

زائدہ کی تعریف: وہ الف لام جو اپنے مدخول کے معنی میں زیادتی پیدا نہ کرے اور یہ علم یعنی نام وغیرہ پر داخل ہوتا ہے جیسے النعمان، الحسن وغیرہ۔

غیر زائدہ کی تعریف: وہ الف لام جو اپنے مدخول کے معنی میں زیادتی پیدا کرے۔ جیسے اَلرَّجُلُ (خاص مرد)۔

زائدہ کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لازمی۔ (۲) عارضی۔

لازمی کی تعریف: لازمی وہ الف لام ہے جو اپنے مدخول سے جدا نہ ہوتا ہو۔ جیسے اسم جلالت اللہ کا الف لام۔

عارضی کی تعریف: عارضی وہ الف لام ہے جو اپنے مدخول سے جدا ہو سکتا ہو۔ جیسے اَلْمَدِیْنَۃُ کا الف لام۔

ا، ل، غیر زائدہ کی اقسام: اسکی پانچ اقسام ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد خارجی (۴) عہد ذہنی (۵) عہد حضوری۔

الف لام جنسی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد فقط جنس ہو اور افراد کا اعتبار نہ ہو۔

جیسے **اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَۃِ**، یعنی جنس مرد جنس عورت سے بہتر ہے،،

الف لام استغراقی: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد جنس کے تمام افراد ہوں۔ جیسے **اِنَّ الانسَانَ لَفِیْ خُسْر** (بے شک ہر انسان خسارے میں ہے) اس مثال میں اَلْاِنْسَان کا الف لام استغراقی ہے۔ اور اسی کو تفسیر میں مفسر نے جنسی قرار دیا ہے یعنی جنس انسان خسارے میں ہے۔

الف لام عہد خارجی: وہ الف لام جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور اس کا مدخول متکلم اور مخاطب دونوں کے نزدیک متعین ہو۔ جیسے **فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ** (تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی) اس مثال میں اَلرَّسُوْل پر عہد خارجی کا

الف لام ہے،اور الرسول سے خاص اور معین رسول ہے اور وہ حضرت موسیٰ ہیں۔

الف لام عہد ذہنی : وہ الف لام ہے جس کے مدخول کے بعض افراد مراد ہوں اور وہ بعض کوئی غیر معین فرد ہو۔ جیسے أخاف أن يأكله الذئب (میں خوف کرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھالے)۔اس مثال میں الذئب پر عہد ذہنی کاالف لام ہے۔

الف لام عہد حضوری: وہ الف لام ہے جس کے مدخول سے مراد وہ فرد ہو جو فی الوقت موجود و حاضر ہو۔ جیسے اَلْيَوْمَ أكملت لكم دينكم (آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا) اس میں الیوم پر عہد حضوری کاالف لام ہے،

فِي تِجَارَتِه: یہاں سے خسر کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی اپنی تجارت میں خسارہ پانے والے ہیں۔

فلیسوا في خسران: یہاں سے مستثنیٰ نکال کر بتادیا کہ ایمان اور عمل صالحہ والے خسارے میں نہیں۔

أوصى بعضهم بعضا: اس طرف اشارہ کیا کہ تواصوا باب تفاعل سے مشارکت کے لئے ہے یعنی دونوں طرف والے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔

الإيمان: یہاں سے حق کی تفسیر کردی کہ اس سے مراد ایمان ہے۔

على الطاعة وعن المعصية: یہاں سے صبر کا متعلق نکال کر بتادیا۔

سوال:۔ یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ،،وتواصوا بالحق ،،تمام تواصی بالخیر کوشامل ہے اس میں تواصی بالصبر بھی آجاتا ہے پھر،،وتواصوا بالصبر ،،کوالگ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب:۔اس کا جواب یہ ہے کہ ،،تواصی بالصبر ،،کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اسکی اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور بلاغت میں اسے ذکر الخاص بعد العام کہتے ہے۔

سوال:۔سورہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں (۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) تواصی بالحق (۴) تواصی بالصبر خاص طور پر کیوں بیان فرمائیں۔

جواب: اس کی حکمت یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح یہ دونوں انسان کے اپنے ساتھ مخصوص ہیں اور تواصی بالحق اور تواصی بالصبر یہ انسان کے غیر کے ساتھ خاص ہیں، جب یہ چاروں جمع ہو جائیں تو گویا انسان نے اللہ کا حق بھی ادا کردیا اور بندوں کا حق بھی ادا ہو گیا اور ایسا شخص کبھی خسارے میں نہیں رہتا۔

104 سورة الهمزة

سورہ ہمزہ مکیہ ہے،اس میں ایک رکوع ،نو آیتیں،تیس ،کلمے،ایک سوتیس ،حرف ہیں۔

(ويل) كلمة عذاب أو واد في جهنم (لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ) أي كثير الهمز واللمز أي الغيبة نزلت فيمن كان يغتاب النبي صلى الله عليه وسلم والمؤمنين كأمية بن خلف والوليد

بن المُغِيرَة وَغَيرهمَا(الَّذِى جَمَعَ) بِالتَّخفِيفِ وَالتَّشدِيد (مَالًا وَعَدَّدَهُ) أحصَاهُ وَجَعَلَهُ عُدَّة لِحَوَادِث الدَّهر(يَحسَب) لِجَهلِهِ (أَنَّ مَاله أَخلَدَهُ) جَعَلَهُ خَالِدًا لا يموت(كَلَّا) رَدع (لَيُنبَذَنَّ) جَوَاب قسم مَحذُوف أَى لَيُطرَحَنَّ (فِى الحُطَمَة) الَّتِى تحطم كُلّ مَا ألقى فيها(وَمَا أَدرَاكَ) أعلمك (مَا الحُطَمَة)(نَار اللَّه المُوقَدَة) المُسعَرَة(الَّتِى تَطَّلِع) تشرف (عَلَى الأَفئِدَة) القُلُوب فتحرقها وَأَلمهَا أَشَد مِن أَلَم غَيرهَا لِلُطفِهَا(إِنَّهَا عَلَيهِم) جَمَعَ الضَّمِير رِعَايَة لِمَعنَى كُلّ (مُؤصَدَة) بِالهَمز وَبِالوَاو بَدله مُطبَقَة(فِى عَمَد) بِضَمِّ الحَرفَين وَبِفَتحِهِمَا (مُمَدَّدَة) صِفَة لما قبله فتكون النار داخل العمد

بربادی ہے یہ لفظ عذاب کے لیے استعمال ہوتا ہے یا جہنم کی ایک وادی ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو منہ پر عیب بیان کرے اور غیر موجودگی میں عیب بیان کرے یعنی بکثرت سامنے اور غیر موجودگی میں عیب چینی کرتا ہو یعنی غیبت کرتا ہو۔ یہ آیت ان لوگاوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی اکرم ﷺ اور اہل ایمان کی غیبت کیا کرتے تھے جیسے امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ وہ شخص جس کو جمع کیا اس کو تخفیف اور شد کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔ مال کو یعنی اس کی گنتی کی اور اسے شمار کیا اور اسے زمانے کے حادثات سے بچنے کا ذریعہ سمجھا۔ وہ یہ گمان کرتا تھا اپنی جہالت کی وجہ سے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا یعنی اسے ایسا بنا دے گا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسے موت نہیں آئے گی۔ ہرگز نہیں یہ رفع کے لیے ہے۔ انہیں پھینکا جائے گا یہ محذوف قسم کا جواب ہے یعنی انہیں ضرور ڈالا جائے گا اس میں جو ہر چیز کو توڑ دیتی ہے جو بھی اس میں ڈالی جاتی ہے اور تمہیں کیا پتہ یعنی کیا علم کہ وہ کیا چیز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جو جلائی گئی ہے بھڑکائی گئی ہے۔ جو جھانکے گی یعنی آئے گی دلوں پر یعنی قلوب پر اور انہیں جلا دے گی اور اس کی تکلیف دیگر اعضاء کی تکلیف کے مقابلے میں زیادہ شدید ہوتی ہے کیونکہ یہ لطیف ہوتا ہے۔ بے شک وہ ان لوگوں پر یہاں پر جمع کی ضمیر ہے تاکہ ''کل'' کے معنی کی رعایت کی جاسکے بند کر دی جائے گی۔ یہاں پر لفظ ہمزہ کے ذریعے ہے لیکن اسے ''و'' سے بدل دیا گیا ہے یعنی جس چیز کو طبق کے طور پر رکھا گیا ہو۔ ستونوں میں ان دونوں حروف پر پیش بھی پڑھی گئی ہے اور زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ لمبے لمبے یہ اپنے سے پہلے لفظ کی صفت ہے وہ آگ ان ستونوں کے اندر ہوگی۔

اغراض مفسر

كَلِمَة عَذَاب أَو وَاد فِى جَهَنَّم: مفسر علیہ الرحمہ نے ،، ویل ،، میں دو احتمال نکال کر بتا دیئے (۱) یہ کلمہ عذاب ہے جو بددعا کے لئے استعمال ہوتا ہے (۲) یہ جہنم کی ایک سخت ترین وادی کا نام ہے، جس میں بدترین جہنمیوں کو عذاب دیا جائے گا۔

شان نزول: یہ آیتیں ان کفار کے حق میں نازل ہوئیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر زبان طعن

کو لتے تھے اور ان حضرات کی غیبت کرتے تھے مثل اخنس بن شریق واُمیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ وغیرہم۔

أي كَثِير الهَمز وَاللَّمز أي الغِيبَة: یہاں سے ہمزہ اور لمزہ کی تفسیر کردی کہ یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اس لئے ان میں کثرت والا معنی پایا جاتا ہے مفسر علیہ الرحمہ نے **الغيبة** نکال کران دونوں کا معنی نکال کر بتادیا یعنی بہت زیادہ غیبت اور بہتان تراشی کرنے والے۔

نَزَلَتْ فِيمَنْ كَانَ يَغْتَاب النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِين كَأُمَيَّة بن خَلَف وَالْوَلِيد بن الْمُغِيرَة وَغَيرهمَا: یہاں سے شان نزول نکال کر بتادیا کہ یہ سورہ امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ اور مومنین کی بہت زیادہ غیبت اور بہتان تراشی کیا کرتے تھے۔

بِالتَّخْفِيف وَالتَّشْدِيد: یہاں سے جمع کی صرفی تحقیق بتادی کہ یہ تخفیف یعنی ثلاثی مجرد سے بھی پڑھا جاسکتا ہے اور تشدید یعنی ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل سے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

أحْصَاهُ: یہاں سے عددہ کا معنی مرادی بتادیا۔

وَجَعَلَهُ عُدَّة لِحَوَادث الدَّهر: مال جمع کرنے کا سبب نکال کر بتادیا کہ حوادث زمانہ کی وجہ سے مال جمع کرتا رہتا ہے۔

لِجَهْلِهِ: اس کے گمان کا سبب نکال کر بتادیا کہ اپنی جہالت کی وجہ سے وہ ایسا گمان رکھتا ہے۔

جَعَلَهُ خَالِدًا لا يموت: آیت کی تفسیر کردی کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا اور اس کو موت نہیں آئے گی۔

رَدْع: یہاں سے کلا کی تفسیر کردی کہ یہ حرف ردع ہے اور تنبیہ کے لئے آیا ہے۔

جَوَاب قَسَم مَحْذُوف: مفسر علیہ الرحمہ نے آیت میں **لينبذن** کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ جواب قسم ہے اور اس کی قسم ,,**والله**،، محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے ,,**والله لينبذن**،،۔

أيْ لَيُطْرَحَنَّ: یہاں سے **لينبذن** کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔

الَّتِي تُحَطِّم كُلّ مَا أُلقِي فيها: یہاں سے الحطمۃ کی تفسیر یا تعریف کردی کہ یہ وہ آگ ہے جو اپنے اندر ڈالی گئی ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے، اور اسے خاکستر کردیتی ہے۔

أعْلَمَكَ: یہاں سے ,,**أَدْرَاكَ**،، کا معنی مرادی نکال کر بتادیا۔

الْمُسَعَّرَة: یہاں سے ,,**الْمُوقَدَة**،، کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔

تُشْرِف: یہاں سے ,,**تَطَّلِع**،، کا معنی مرادی نکال کر بتادیا۔

الْقُلُوب: یہاں سے ,,**الْأَفْئِدَة**،، کا معروف معنی نکال کر بتادیا۔

فَتُحْرِقهَا: نتیجہ نکال کر بتادیا کہ یہ آگ دلوں کو جلادے گی۔

وَأَلَمُهَا أَشَدّ مِنْ أَلَمِ غَيْرِهَا لِلُطْفِهَا: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ جہنم کی آگ تو پورے بدن کو جلائے گی پھر دل کا ذکر کیوں کیا گیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ دل کے لطیف اور نرم و نازک عضو ہونے کے سبب اس کو دیگر اعضاء سے اذیت زیادہ ہوگی اس لئے خاص طور پر اسی کا ذکر کیا گیا۔

جہنم کا مختصر ذکر: حدیث شریف میں ہے جہنم کی آگ ہزار برس دھونکی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تا آنکہ سفید ہوگئی پھر ہزار برس دھونکی گئی حتی کہ سیاہ ہوگئی تو وہ سیاہ اور اندھیری ہے۔ یہ آگ ظاہر جسم کو بھی جلائے گی اور جسم کے اندر بھی پہنچے گی اور دلوں کو بھی جلائے گی دل ایسی چیز ہیں جن کو ذرا سی گرمی کی تاب نہیں تو جب آتش جہنم کا ان پر گزر ہوگا اور موت آئے گی نہیں تو کیا حال ہوگا۔ جہنم کے دروازوں کی بندش آتشیں لوہے کے ستونوں سے مضبوط کر دی جائے گی کہ کبھی دروازہ نہ کھلے۔ بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ دروازے بند کر کے آتشیں ستونوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں گے۔

جَمْعَ الضَّمِيرِ رِعَايَةً لِمَعْنَى كُلٍّ: یہ عبارت بھی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ علیھم کی ھم ضمیر کل کی طرف راجع ہے جبکہ کل واحد ہے اور ھم ضمیر جمع، لہذا راجع و مرجع میں مطابقت موجود نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ کل اگرچہ لفظاً واحد ہے لیکن معنوی طور پر جمع ہے کہ اس سے مراد ہر غیبت و بہتان تراش مراد ہے لہذا معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ھم ضمیر جمع لائی گئی، اب راجع و مرجع میں مطابقت بھی قائم ہوگئی اور اعتراض بھی نہ رہا۔

بِالْهَمْزِ وَبِالْوَاوِ: یہاں سے ،،مُؤْصَدَة،، کی لغوی تحقیق بتا دی کہ یہ ہمزہ کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے اور واؤ کے ساتھ بھی۔

بَدَله مُطْبَقَة: دونوں لغتوں کے اعتبار سے اس کا معنی نکال کر بتا دیا یعنی بند ہونے والی۔

بِضَمِّ الْحَرْفَيْنِ وَبِفَتْحِهِمَا: یہاں سے ،،عَمَد،، کی لغوی تحقیق بتا دی کہ یہ ،،ع اور م،، کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور دونوں کے فتحہ کے ساتھ بھی۔

صِفَة لما قبله: مفسر علیہ الرحمہ نے آیت میں ،،مُمَدَّدَة،، کا ترکیبی احتمال بتا دیا کہ یہ ماقبل کی صفت ہے۔

فتكون النار داخل العمد: نتیجہ یا تفسیر نکال کر بتا دی کہ یہ آگ ستونوں کے اندر تک داخل ہو جائے گی۔

سورة الفيل= 105

سورۃ الفیل مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، بیس ۲۰ کلمے، چھیانوے حرف ہیں۔

(أَلَمْ تَرَ) اِسْتِفْهَام تَعَجُّب أَيْ اِعْجَبْ (كَيْفَ فَعَلَ رَبُّك بِأَصْحَابِ الْفِيل) هُوَ مَحْمُود وَأَصْحَابه أَبْرَهَة مَلِك الْيَمَن وَجَيْشه بَنَى بِصَنْعَاء كَنِيسَة لِيَصْرِف إِلَيْهَا الْحَاجّ عَنْ مَكَّة فَأَحْدَثَ رَجُل مِنْ كِنَانَة فِيهَا وَلَطَّخَ قِبْلَتهَا بِالْعَذِرَةِ اِحْتِقَارًا بِهَا فَحَلَفَ أَبْرَهَة لَيَهْدِمَنَّ الْكَعْبَة فَجَاءَ مَكَّة بِجَيْشِهِ عَلَى أَفْيَال الْيَمَن مُقَدَّمهَا مَحْمُود فَحِين تَوَجَّهُوا لِهَدْمِ الْكَعْبَة

أَرْسَلَ اللّٰه عَلَيهِمْ مَا قَصَّهُ فِي قَولِه(أَلَمْ يَجْعَل) أَيْ جَعَلَ (كَيدَهمْ) فِي هَدم الكَعْبَة (فِي تَضْلِيل) خَسَارَة وَهلَاك(وَأَرْسَلَ عَلَيهِمْ طَيْرًا أَبَابِيل) جَمَاعَات قِيلَ لَا وَاحِد لَهُ كَأَسَاطِير وَقِيلَ وَاحِده أُبُول أَو إِبَال أَو إِبِّيل كَعُجُولٍ وَمِفتَاح وَسكِّين(تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِن سِجِّيل) طِين مَطْبُوخ(فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ) كَوَرَقِ زَرْعٍ أَكَلَتْهُ الدَّوَابّ وَدَاسَتْهُ وَأَفْنَتْهُ أَيْ أَهْلَكَهُمْ اللّٰه تَعَالَى كُلّ وَاحِد بِحَجَرِه المَكْتُوب عَلَيْهِ اِسْمه وَهُوَ أَكْبَر مِن العَدَسَة وَأَصْغَر مِنَ الحِمَّصَة يَخْرِق البَيْضَة وَالرَّجُل وَالفِيل وَيَصِل إِلَى الأَرْض وَكَانَ هٰذَا عَام مولد النبي صلى الله عليه وسلم

کیا تم نے نہیں دیکھا یہ سوال تعجب کرنے کے لیے ہے۔ یعنی تم اس بات پر حیرانگی کا اظہار کرو۔ کہ کیسا سلوک کیا تمہارے پروردگار نے اصحاب فیل کے ساتھ۔ فیل سے مراد محمود نامی ہاتھی ہے اور اس کے اصحاب سے مراد یمن کا بادشاہ ابرہہ ہے اور اس کا لشکر ہے۔ ابرہہ نے صنعاء میں ایک گرجا گھر بنایا تا کہ حاجی مکہ کو چھوڑ کر اس کی طرف جائیں تو بنی کنانہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے اس میں پیشاب اور پاخانہ کر دیا اور اس گندگی کو اس کی دیواروں پر مل دیا تا کہ اسے حقیر قرار دے تو ابرہہ نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ خانہ کعبہ کو گرا دے گا تو وہ اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف آیا اور اس کے آگے ہاتھی چل رہے تھے جن میں سب سے آگے محمود تھا تو جب وہ خانہ کعبہ کو گرانے کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس چیز کو بھیج دیا جس کا قصہ اس نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے۔

''کیا اس نے نہیں بنا دیا۔ اس نے بنا دیا ان کے ''مکر'' کو یعنی خانہ کعبہ کو گرانے کے منصوبے کو ''تضلیل'' یعنی خسارہ اور ہلاکت اور اس نے بھیجا ان لوگوں کے اوپر ابابیل کو گروہوں کی شکل میں۔ ایک قول کے مطابق اس لفظ کی کوئی واحد نہیں ہوتی جیسے لفظ ''اساطیر'' کی کوئی واحد نہیں ہوتی۔ ایک قول کے مطابق اس کی واحد ابول' ابال یا ابیل ہے جیسے لفظ عجول ہوتا ہے اور لفظ مفتاح ہوتا ہے اور جیسے لفظ سکین ہوتا ہے۔ اس نے ان لوگوں کے اوپر کنکریوں کی طرح پتھر برسائے یعنی جو پکائی گئی مٹی سے بنتے ہیں تو اس نے انہیں یوں کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہوتا ہے یعنی اس کھیت کا پتہ جسے کسی جانور نے کھا لیا ہو اور پھر اسے اپنے پاؤں کے نیچے روند کر خراب کر دیا ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو اس پتھر کے ذریعے ہلاکت کا شکار کر دیا جس پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ پتھر مسور کے دانوں سے بڑا اور چنے کے دانوں سے چھوٹا تھا اور یہ لوہے کی ٹوپی، آدمی اور ہاتھی کو پھاڑ کر زمین تک چلا جاتا تھا۔ یہ واقعہ اس سال ہوا جب نبی اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی تھی۔

اغراض مفسر

اِسْتِفْهَام تَعَجُّب أَيْ اِعْجَب: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ پیچھے ''ا'' حرف استفہام ذکر کیا گیا اور استفہام لاعلمی کی دلیل ہے جبکہ اللہ جل وعلا عالم الغیب ہے وہ استفہام اور سوال سے پاک ہے؟ تو مفسر علیہ الرحمہ نے یہ

عبارت نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں استفہام اپنے معنی میں نہیں بلکہ استفہام تعجب کے لئے ہے یعنی آپ اس واقعہ پر تعجب کریں۔

هُوَ مَحْمُود وَأَصْحَابه أَبْرَهَة مَلِك الْيَمَن وَجَيْشه بَنَى بِصَنْعَاء كَنِيسَة لِيَصْرِف إِلَيْهَا الْحَاجّ عَنْ مَكَّة فَأَحْدَثَ رَجُل مِنْ كِنَانَة فِيهَا وَلَطَّخَ قِبْلَتهَا بِالْعَذِرَةِ اِحْتِقَارًا بِهَا فَحَلَفَ أَبْرَهَة لَيَهْدِمَنَّ الْكَعْبَة فَجَاءَ مَكَّة بِجَيْشِهِ عَلَى أَفْيَال الْيَمَن مُقَدَّمهَا مَحْمُود فَحِين تَوَجَّهُوا لِهَدْمِ الْكَعْبَة أَرْسَلَ اللّٰه عَلَيْهِمْ مَا قَصَّهُ فِي قَوْله: یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ نے فیل اور اصحاب کی تفسیر کر دی کہ ہاتھی کا نام محمود تھا اور اصحاب، ملک یمن کا بادشاہ ابرہہ اور اس کا لشکر تھا اس نے صنعاء میں ایک کنیسہ یعنی عبادت خانہ تعمیر کروایا تاکہ لوگوں کو خانہ کعبہ سے اس طرف پھیر دے۔ بنی کنانہ کے ایک آدمی نے اس میں پیشاب کر دیا اور اس کے قبلہ کو حقارت کی نیت سے پیشاب کے ساتھ آلودہ کر دیا، اس پر ابرہہ نے قسم کھائی کہ وہ خانہ کعبہ کو گرا کر رہے گا، چنانچہ وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ یمن کے ہاتھیوں پر مکہ آیا سب سے آگے اس کا ہاتھی محمود تھا جب وہ کعبہ کو گرانے کی نیت سے آگے بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ بھیجا جو اگلے کلام میں بیان فرمایا۔

سورہ میں ہاتھی والوں سے کون مراد ہیں؟ ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے، ابرہہ یمن وحبشہ کا بادشاہ تھا اس نے صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) بنایا تھا اور چاہتا تھا کہ حج کرنے والے بجائے مکہ مکرمہ کے یہیں آئیں اور اسی کنیسہ کا طواف کریں عرب کے لوگوں کو یہ بات بہت شاق تھی، قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے موقع پا کر اس کنیسہ میں قضائے حاجت کی اور اس کو نجاست سے آلودہ کر دیا اس پر ابرہہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبہ کے ڈھانے کی قسم کھائی اور اس ارادے سے اپنا لشکر لے کر جس میں بہت سے ہاتھی تھے اور ان کا پیش رو ایک بڑا عظیم الجثہ کوہ پیکر ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا ابرہہ نے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر اہل مکہ کے جانور قید کر لئے ان میں دو سو اونٹ عبد المطلب کے بھی تھے عبد المطلب ابرہہ کے پاس آئے تھے، ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا اور مطلب دریافت کیا آپ نے فرمایا میرا مطلب یہ ہے کہ میرے اونٹ واپس کئے جائیں ابرہہ نے کہا مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں اور وہ تمہارا تمہارے باپ دادا کا معظم ومحترم مقام ہے تم اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے اپنے اونٹوں کے لئے کہتے ہو آپ نے فرمایا میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں انہی کے لئے کہتا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے عبد المطلب نے قریش کو حال سنایا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزین ہوں چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور عبد المطلب نے دروازہ کعبہ پر پہنچ کر بارگاہ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی اور دعا سے فارغ ہو کر آپ اپنی قوم کی طرف چلے گئے ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکروں کو تیاری کا حکم دیا اور ہاتھیوں کو تیار کیا لیکن محمود ہاتھی نہ اٹھا اور کعبہ کی طرف نہ چلا جس طرف چلاتے تھے چلتا تھا جب کعبہ کی

طرف اس کا رخ کرتے تھے بیٹھ جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندے ان پر بھیجے جو سمندر کی جانب سے فوج در فوج آئیں ہر ایک کے پاس تین کنکریاں تھیں دو دونوں پاؤں میں ایک منقار میں، چھوٹے چھوٹے سنگریزے گراتے تھے جن سے وہ ہلاک ہو جاتے تھے۔ جس سپاہی پر وہ پرند سنگریزہ چھوڑتے وہ سنگریزہ اس کے خود کو توڑ کر سر سے نکل کر جسم کو چیر کر ہاتھی میں گذر کر زمین پر پہنچتا ہر سنگریزہ پر اس شخص کا نام لکھا تھا جو اس سنگریزہ سے ہلاک کیا گیا۔ جس روز یہ واقعہ ہوا اسی سال اس واقعہ سے پچاس روز کے بعد سید عالم حبیب خدا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

أي جَعَلَ: یہ بھی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ حرف استفہام لاعلمی کی دلیل ہے جبکہ اللہ جل وعلا عالم الغیب ہے وہ استفہام اور سوال سے پاک ہے؟ تو مفسر علیہ الرحمہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ آیت میں استفہام اپنے معنی میں نہیں بلکہ استفہام تقریری ہے یعنی اللہ نے ان کو ،، **جَعَل** ،، (نشان عبرت) بنادیا۔

فِي هدم الكَعْبَة: یہاں سے ،، **کید**، مصدر کا متعلق نکال کر بتادیا یعنی ان کے کعبہ کو گرانے کے ناپاک ارادہ کو۔

خَسَارَة وَهلَاك: یہاں سے ،، **تضلیل**، مصدر کا متعلق نکال کر بتادیا۔

جَمَاعَات قِيلَ لَا وَاحِد لَهُ كَأَسَاطِير وَقِيلَ وَاحِده أَبُول أَوْ إِبَال أَوْ إِبِّيل كَعُجُولٍ وَمِفْتَاح وَسِكِّين: یہاں سے ابابیل کی لغوی تحقیق نکال کر بتادی کہ یہ جمع ہے۔ اور اس کے واحد میں چار احتمال بتادیئے کہ ایک قول میں اس کا واحد آتا ہی نہیں جیسے ،، **اساطیر** ،، جمع ہے اور اس کا واحد نہیں آتا۔ (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا واحد ،، **أَبُول** جیسے **عُجُول** ،، آتا ہے۔ (۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا واحد ،، **إِبَال** جیسے **مِفْتَاح** ،، آتا ہے۔ (۴) چوتھا قول یہ ہے کہ اس کا واحد ،، **إِبِّيل** جیسے **سِكِّين** ،، آتا ہے۔

طِين مَطْبُوخ: یہاں سے ،، **سجیل** ،، کا معنی بتادیا یعنی پکی ہوئی مٹی۔

كَوَرَقِ زَرْع أَكَلَتْهُ الدَّوَابّ وَدَاسَتْهُ وَأَفْنَتْهُ: یہاں سے ،، **کعصف ماکول** ،، کی تفسیر کردی کہ وہ کھیتی کے پتے جس کو جانور چر گئے ہوں اور اس کھیتی کو فنا کر دیا ہو۔

أي أَهْلَكَهُمُ اللهُ تَعَالَى كُلّ وَاحِد بِحَجَرِه الْمَكْتُوب عَلَيْهِ اِسْمه: مفسر علیہ الرحمہ نے مشبہ نکال کر بتا دیا کہ ہاتھی والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ایسے پتھر سے ہلاک کیا جس پر ہلاک ہونے والا کا نام لکھا ہوتا تھا۔ مشبہ بہ وہ کھیتی ہے جس کو جانور چر جائیں اور اسے فنا کردیں اور مشبہ اصحاب فیل ہیں جن کو کنکریوں کے ساتھ ہلاک کرکے برباد کردیا۔

وَهُوَ أَكْبَر مِنَ الْعَدَسَة وَأَصْغَر مِنَ الحِمَّصَة يَخْرِق الْبَيْضَة وَالرَّجُل وَالْفِيل وَيَصِل إِلَى الْأَرْض: مفسر علیہ الرحمہ نے کنکری کی تفسیر کردی کہ یہ مسور کے دانے سے بڑی اور چنے کے دانے سے تھوڑی چھوٹی تھی۔ جو سر پر خود کو، آدمی کو اور ہاتھی کو چیرتی ہوئی زمین میں دھنس جاتی تھی۔

وَكَانَ هٰذَا عَام مولد النبي صلى الله عليه وسلم: مفسر علیہ الرحمہ نے مذکورہ وقوعہ کا سن نکال کر بتادیا کہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے سال پیش آیا۔

106 = سورة قريش

سورۃ القریش بقول اصح مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، چار آیتیں، ستر ہکلمے ،جھتر حرف ہیں۔

(لِإِيلَافِ قريش(إِيلَافِهِمْ) تَأْكِيد وَهُوَ مَصْدَر آلَف بِالْمَدّ (رِحْلَةَ الشِّتَاء) إِلَى الْيَمَن (و رِحْلَة (الصَّيْف) إِلَى الشَّام فِي كُلّ عَام يَسْتَعِينُونَ بِالرِّحْلَتَيْنِ لِلتِّجَارَة عَلَى الْمُقَام بِمَكَّة لِخِدْمَةِ الْبَيْت الَّذِي هُوَ فَخْرهمْ وَهُمْ وَلَد النَّضْر بن كِنَانَة(فَلْيَعْبُدُوا) تَعَلَّقَ بِهِ لِإِيلَافِ وَالْفَاء زَائِدَة (رَبّ هذا البيت)(الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوع) أَيْ مِنْ أَجْله (وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْف) أَيْ مِنْ أَجْله وَكَانَ يُصِيبهُمْ الْجُوع لِعَدَمِ الزَّرْع بِمَكَّة وَخَافُوا جَيْش الفيل

قریش کی رغبت کی وجہ سے ان کی وہ رغبت یہ تاکید ہے اور لفظ الف کا مصدر ہے اور یہ مد کے ساتھ آتا ہے جو سردیوں کے سفر کے لیے ہے جو یمن کی طرف ہوتا ہے اور گرمیوں کے سفر کے لیے ہے جو شام کی طرف ہوتا ہے اور یہ ہر سال ہوتے ہیں اور وہ لوگ ان دونوں سفروں کے ذریعے تجارت میں مدد لیتے ہیں تاکہ وہ مکہ میں رہائش رکھ سکیں اور بیت اللہ کی خدمت کر سکیں اور یہ ان کے لیے فخر کا باعث ہے اور اس سے مراد نضر بن کنانہ کی اولاد ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ عبادت کریں یہ لفظ متعلق ہے ''ایلاف'' کے اور اس میں ''ف'' زائد ہے اس گھر کے پروردگار کی۔ جو انہیں کھلاتا ہے بھوک کی حالت میں یعنی اس کی وجہ سے اور وہ انہیں امن میں رکھتا ہے انہیں خوف کے حوالے سے یعنی اس کی وجہ سے ورنہ وہ انہیں بھوک بھی پہنچا سکتا ہے کیونکہ مکہ میں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور انہیں ہاتھیوں کے لشکر کا خوف بھی ہو سکتا ہے۔

اغراض مفسر

تَأْكِيد وَهُوَ مَصْدَر آلَف بِالْمَدّ: یہاں سے دوسرے ،،ایلاف،، کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ یہ پہلے ایلاف کی تاکید لفظی ہے اور ،، **آلف فعل ماضی** ،،باب افعال کا مصدر ہے۔

إِلَى الْيَمَن: یہاں سے ،،**رحلة**،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

رِحْلَة: یہاں سے ،،**الصيف**،، کا مضاف محذوف بتادیا اور اس طرف اشارہ کیا کہ ،**الصيف**، کا ،**الشتاء**، پر عطف ہے۔

إِلَى الشَّام: یہاں سے دوسرے ،،**رحلة**،، کا متعلق نکال کر بتادیا۔

فِي كُلّ عَام يَسْتَعِينُونَ بِالرِّحْلَتَيْنِ لِلتِّجَارَة عَلَى الْمُقَام بِمَكَّة لِخِدْمَةِ الْبَيْت الَّذِي هُوَ فَخْرهمْ وَهُمْ وَلَد النَّضْر بن كِنَانَة: یعنی ہر سال میں دونوں تجارتی سفروں سے بیت اللہ کی خدمت کے لئے مکہ میں

نام کے لئے مدد لیتے تھے جوان کے لئے باعث فخر تھی اور وہ نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔

قریش پر اللہ کے انعامات کا ذکر: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں ان میں سے ایک نعمتِ ظاہرہ یہ ہے کہ اس نے قریش کو ہر سال میں دو سفروں کی طرف رغبت دلائی ان کی محبت ان میں ڈالی جاڑے کے موسم میں یمن کا سفر اور گرمی کے موسم میں شام کا، کہ قریش تجارت کے لئے ان موسموں میں یہ سفر کرتے تھے اور ہر جگہ کے لوگ انہیں اہلِ حرم کہتے تھے اور ان کی عزت و حرمت کرتے تھے یہ امن کے ساتھ تجارتیں کرتے اور فائدے اٹھاتے اور مکہ مکرمہ میں اقامت کرنے کے لئے سرمایہ بہم پہنچاتے۔ بسبب حرم شریف کے اور بسبب اہلِ مکہ ہونے کے کہ کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا باوجود یہ کہ اطراف وحوالی میں قتل وغارت ہوتے رہتے ہیں، قافلے لٹتے ہیں، مسافر مارے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی طرف کوئی میلی آنکھ بھی نہ اٹھاتا تھا۔

تَعَلَّق بِهِ لِإِيلَافِ وَالْفَاء زَائِدَة: ترکیبی احتمال نکال کر بتادیا کہ ،، **ایلاف** ،، ای ،، **فلیعبدوا** ،، کا متعلق مقدم ہے اور ،، **فلیعبدوا** ،، پر فازائدہ ہے۔

أَيْ مِنْ أَجْلِه: یہاں سے ،، **جوع** ،، کا مضاف محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

أَيْ مِنْ أَجْلِه: یہاں سے ،، **خوف** ،، کا مضاف محذوف تھا نکال کر بتادیا۔

وَكَانَ يُصِيبُهُمُ الْجُوعُ لِعَدَمِ الزَّرْعِ بِمَكَّةَ وَخَافُوا جَيْشَ الفيل: ان کے بھوک اور خوف کا سبب نکال کر بتادیا۔ کہ بھوک زراعت نہ ہونے کی وجہ سے تھی اور خوف اصحاب فیل کی وجہ سے تھا۔

107 = سورة الماعون

سورۃ الماعون مکیہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نصف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی عاص بن وائل کے بارے میں اور نصف مدینہ طیبہ میں عبداللہ بن اُبی سلول منافق کے حق میں۔ اس میں ایک رکوع، سات آیتیں، پچیس کلمے، ایک سو پچیس حرف ہیں۔

(أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ) بِالْجَزَاءِ وَالْحِسَابِ أَيْ هَلْ عَرَفْتَه وَإِنْ لَمْ تَعْرِفْهُ(فَذَٰلِكَ) بِتَقْدِيرِ هُوَ بَعْدَ الْفَاءِ (الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ) أَيْ يَدْفَعُهُ بِعُنْفٍ عَنْ حَقِّه(وَلَا يَحُضُّ) نَفْسَه وَلَا غَيْرَه (عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ) أَيْ إِطْعَامِه نَزَلَتْ فِي الْعَاصِي بن وائل أو الوليد بن المغيرة(فويل للمصلين)(الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ) غَافِلُونَ يُؤَخِّرُونَهَا عن وقتها(الذين هم يراؤون) فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا(وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ) كَالْإِبْرَةِ وَالْفَأْسِ والقدر والقصعة

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین یعنی یوم حساب اور یوم جزاء کو جھٹلاتا ہے یعنی کیا تم اسے جانتے ہو یا تم اسے نہیں جانتے تو یہ وہ شخص ہے یہ ''تقدیری'' اعتبار سے ''ھو'' ہے جو ''ف'' کے بعد ہے جو یتیم کو پرے کرتا ہے اور اسے دور کردیتا ہے یعنی اس کے حق سے اسے دور کرتا ہے اور وہ ترغیب نہیں دیتا اپنے آپ کو بھی اور دوسرے کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی (یعنی مسکین کو کھانا کھلانے کی) یہ آیت

عاص بن وائل یا شاید ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں یعنی وہ ان سے غافل ہیں اور ان کے وقت سے زیادہ تاخیر سے ادا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دکھاوے کے لیے ایسا کرتے ہیں یعنی نماز میں بھی اور دیگر اعمال میں بھی اور یہ لوگ منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں کو جیسے سوئی، کلہاڑا، ہنڈیا، پیالہ (یعنی وہ کسی کو نہیں دیتے)

اغراض مفسر

بِالْجَزَاءِ وَالْحِسَابِ: یہاں سے ،،الدین،، کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا یعنی جزا و حساب۔

أَيْ هَلْ عَرَفْتَه وَإِنْ لَمْ تَعْرِفْهُ: مفسر علیہ الرحمہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ اریت میں رویت علمیہ مراد ہے۔ یعنی آپ اس کو جانتے ہیں یا نہیں۔

رویت کی اقسام رویت کی دو قسمیں ہیں (۱) رویت بصر یعنی آنکھ سے کسی چیز کو دیکھنا۔ (۲) رویت علم یعنی علم کے ذریعے کسی چیز کو جان لینا۔

بِتَقْدِيرِ هُوَ بَعْدَ الْفَاءِ: ترکیبی احتمال بتا دیا کہ اسم اشارہ سے پہلے اور فا کے بعد ھو مبتداء محذوف ہے اور اسم اشارہ اس کی خبر ہے۔

أَيْ يَدْفَعُهُ بِعُنْفٍ عَنْ حَقِّهِ: یہاں سے ،،یدع،، کا معروف و مشہور معنی بتا دیا یعنی جو یتیم کو اس کے حق سے سختی کے ساتھ دور کر دیتا ہے۔

نَفْسَه وَلَا غَيْرَه: ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ لا یحض فعل متعدی ہے اس کا مفعول مذکور نہیں مفسر علیہ الرحمہ نے مفعول نکال کر بتا دیا۔

أَيْ إِطْعَامِهِ: اس طرف اشارہ کیا کہ ثلاثی مجرد، ثلاثی مزید فیہ کے معنی میں ہے، لازم، متعدی کے معنی میں ہے، طعام، اطعام کے معنی میں ہے یعنی کھانا، کھلانا کے معنی میں ہے۔

نَزَلَتْ فِي الْعَاصِي بن وائل أو الوليد بن المغيرة: شان نزول میں دو احتمال تھے مفسر علیہ الرحمہ نے نکال کر بتا دئے کہ یہ آیت عاص بن وائل یا ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔

غَافِلُونَ يُؤَخِّرُونَهَا عن وقتها: یہاں سے ساھون کا آسان اور مشہور معنی نکال کر بتا دیا۔

فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا: یہاں سے ،،یراءون،، کا متعلق محذوف تھا نکال کر بتا دیا کہ نماز وغیرہ میں ریا کاری کرتے ہیں۔

كَالْإِبْرَةِ وَالْفَأْسِ والقدر والقصعة: مفسر نے ماعون کی تمثیل نکال کر بتا دیں۔ جیسے سوئی کلہاڑی، ہانڈی، پیالہ وغیرہ

شرعی مسئلہ: علماء نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر میں ایسی چیزیں اپنی حاجت سے زیادہ رکھے جن کی ہمسایوں کو حاجت ہوتی ہے اور انہیں عاریۃً دیا کرے۔

108 = سورۃ الکوثر

سورۃ الکوثر جمہور کے نزدیک مدنیہ ہے، اس میں ایک رکوع، تین آیتیں، دس کلمے، بیالیس حرف ہیں۔

(إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ) يَا مُحَمَّد (الْكَوْثَر) هُوَ نَهر فِي الْجَنَّة هُوَ حَوضه تَرِد عَلَيْهِ أُمَّته وَالْكَوْثَر الْخَير الْكَثِير مِنَ النُّبُوَّة وَالْقُرْآن وَالشَّفَاعَة ونحوها(فَصَلِّ لِرَبِّك) صَلَاة عِيد النَّحر (وَانْحَرْ) نُسُكك(إِنَّ شَانِئَك) أَيْ مُبغِضك (هُوَ الْأَبْتَر) الْمُنْقَطِع عَنْ كُلّ خَيْر أَوْ الْمُنْقَطِع الْعَقِب نَزَلَتْ فِي الْعَاصِي بْن وَائِل سَمَّى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْتَر عِنْد مَوْت إِبْنه القاسم

بیشک ہم نے تمہیں عطا کیا یعنی اے محمد! کوثر! اس سے مراد جنت میں موجود ایک نہر ہے یا یہ آپ کا حوض ہے جس پر آپ کی امت آئے گی اور الکوثر خیر کوثر کو کہتے ہیں جیسے نبوت قرآن پاک اور شفاعت وغیرہ۔

تو تم اپنے پروردگار کے لیے نماز ادا کرو یعنی عید قربان کے موقع پر نماز ادا کرو قربانی کرو اپنے قربانی کے جانور کی۔ بے شک تمہارا دشمن یعنی تم سے بغض رکھنے والا وہ ''ابتر'' ہوگا یعنی ہر بھلائی سے منقطع ہو جائے گا یا اس کی اولاد باقی نہیں رہے گی۔ یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی اکرم ﷺ کو ابتر کہا تھا۔ اس وقت جب آپ کے صاحبزادے قاسم انتقال کر گئے تھے۔

اغراض مفسر

اللہ تعالیٰ واحد ہے پھر جمع کی ضمیر کیوں ذکر ہوئی؟ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے پھر اس نے آیت میں اپنے لئے ،،إِنَّا،، یعنی جمع کی ضمیر کیوں ذکر کی؟

جواب:؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ،،انا،، یعنی جمع کی ضمیر سے کبھی جمعیت مراد ہوتی ہے اور کبھی تعظیم کے لئے جمع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے چونکہ اللہ رب العزت واحد ذات ہے اس لئے یہاں جمعیت مراد نہیں ہو سکتی لہذا یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کی ضمیر تعظیم کے لئے ہے۔

يَا مُحَمَّد: یہاں سے ،،كَ،، ضمیر کا مخاطب نکال کر بتا دیا۔

سوال: ،،اعطینك،، اور ،، آتینك،، دونوں کا معنی ایک ہے یعنی کسی کو عطا کرنا پھر کیا وجہ ہے کہ آیت کریمہ میں اعطینك استعمال کیا گیا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ایتاء کا معنی ہے کوئی چیز کسی کو عطا کرنا لیکن ضروری نہیں کہ اس کو مالک بھی کر دیا ہو وہ چیز واپس بھی لی جا سکتی ہے، جبکہ اعطاء کا معنی کسی کو کوئی چیز اس طرح دینا کہ اس کو ہمیشہ کے لئے اس کا مالک بنا دیا جائے۔ اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ محبوب ہم نے آپ کو خیر کثیر کا ملک بنا دیا نبوت، شفاعت، جنت، امت، سیادت، حشمت، عزت، عظمت،

شہرت، کوثر، مقام محمود، ہر چیز آپ کی ملکیت میں دے دی جو دیا اب واپس نہیں لیا جائے گا ہر چیز کا آپ کو ہمیشہ کے لئے مالک بنا دیا۔ اس لئے اللہ رب العزت نے محبوب کے لئے ،،اعطینا ک،، کا صیغہ ارشاد فرمایا۔

هُوَ نَهر فِى الجَنَّة هُوَ حَوضه تَرِد عَلَيهِ أُمَّته وَالكَوثَر الخَير الكَثِير من النُّبُوَّة وَالقُرآن وَالشَّفَاعَة ونحوها: کوثر کی تفسیر میں دو احتمال تھے مفسر علیہ الرحمہ نے دونوں نکال کر بتا دیئے (۱) پہلا یہ کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے، جس پر نبی کریم ﷺ کی امت سیراب ہونے کے لئے آئے گی۔ (۲) دوسرا یہ کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے کہ محبوب ہم نے آپ کو خیر کثیر یعنی نبوۃ، قرآن، شفاعت وغیرہ عطا فرمائیں۔

کوثر کی تفصیل: مطلب یہ کہ اے محبوب ہم نے آپکو فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر افضل کیا، حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، کثرت امت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی کوئی انتہا نہیں۔ محبوب کفار لاکھ کہتے رہیں پر حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، آپکی اولاد میں بھی کثرت ہوگی اور آپ کے متبعین سے دنیا بھر جائے گی، آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہوگا، قیامت تک پیدا ہونے والے عالم اور واعظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے رہیں گے، بے نام ونشان اور ہر بھلائی سے محروم تو آپ کے دشمن ہیں۔

صَلَاة عِيد النَّحر : ،،فصلی،، کا مفعول مطلق نکال کر بتا دیا کہ عید الضحی کی نماز ادا کریں۔

کیا غیر اللہ کو رب کہا جا سکتا ہے؟ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے سوا مخلوق کو بھی رب کہا سکتا ہے؟

ایک ضروری قاعدہ: جواب سمجھنے سے پہلے یہ ضابطہ ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) الف : جب رب کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد ہے حقیقی پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

(۲) ب : جب کسی بندے کو رب کہا جاوے تو اس کے معنی ہوں گے مربی، محسن، پرورش کرنے والا۔

،،الف،، کی مثال یہ آیات ہیں: **اَلحَمدُ لِلهِ رَبِّ العٰلَمِينَ**

ساری حمدیں اللہ کے لئے ہیں جو جہان کا رب ہے۔ (پ1، الفاتحہ)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کو رب کہا گیا اس لئے معنی ہوگا حقیقی پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

،،ب،، کی مثال ان آیتوں میں ہے:

ارجِع اِلٰى رَبِّكَ فَسئَلهُ مَا بَالُ النِّسوَةِ الّتِى قَطَّعنَ اَيدِيَهُنَّ

اپنے رب (بادشاہ) کی طرف لوٹ جا پھر اس سے پوچھ کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے (پ۱۲، یوسف ۵۰)

قَالَ مَعَاذَ اللهِ اِنَّه رَبِّىٓ اَحسَنَ مَثوَاىَ

فرمایا یوسف نے اللہ کی پناہ وہ بادشاہ میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔ (پ12، یوسف23)

ان آیات میں بندے کو رب کہا گیا ہے اس لئے یہاں معنی ہوگا پرورش کرنے والا محسن۔

نفی علم غیب کے بارے میں قاعدہ:

(۱) الف : قرآن شریف میں جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہلوایا گیا ہے کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ وہاں انکل، حساب، قیاس، اندازے سے جاننا مراد ہے۔ یعنی میں اندازے یا قیاس سے یہ نہیں جانتا۔ (۲) ب : اور جہاں اسکے خلاف ہے وہاں وحی، الہام کے ذریعہ سے علم دینا مراد ہے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے: (وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ)

اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات نجوم، رمل، قیاس، حساب، انکل سے معلوم نہیں ہو سکتے میں باوجودیکہ پیغمبر ہوں اور پیغمبر کی عقل تمام دنیا سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے لیکن میری کامل عقل ان باتوں کے جاننے کے لئے کافی نہیں میں بھی عقل سے یہ چیزیں نہیں جانتا تو تم کیسے جان سکتے ہو۔ مجھے یہ علم وحی کے ذریعہ ہوا اور تم صاحب وحی نہیں تو ایسی باتوں میں عقل پر زور نہ دیا کرو، اس کی تفسیر اسی آیت کے آخر میں یوں ہو رہی ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (پ26، الاحقاف:9)

میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

معلوم ہوا کہ آخرت کی پکڑ اور نجات وغیرہ وحی سے معلوم ہوتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آتی ہے اس لئے اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی۔ درایت کے معنی ہیں عقل سے جاننا، خدا تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہتے کیونکہ وہ عقل سے پاک ہے، اس کا علم عقلی نہیں حضوری ہے۔ اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ

اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جاں فزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ ایمان تفصیل وار۔ (پ25، الشوریٰ:52)

اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور ایمان کو عقل، قیاس، اندازے سے معلوم نہ فرمایا۔ بلکہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ یہاں بھی درایت کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی ورنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظہور نبوت سے پہلے عبادات کرتے تھے ایمان سے خبردار تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں توحید، رسالت، احکام سے واقف ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی پیدائش سے چند گھنٹے بعد قوم سے فرمایا۔

قال اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ؟ ۰

فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی اور نبی فرمایا۔(پ16،مریم30:)

جب کلمۃ اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ بچپن میں رب سے بے خبر نہیں تو جو حبیب اللہ ہوں وہ کیسے بے خبر ہوں گے۔لہٰذا اس آیت کے معنی وہ ہی ہیں جو عرض کیے گئے یعنی قیاس سے معلوم کرنا۔

'' ب '' کی مثال اس آیت میں ہے:لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ

تاکہ بخش دے اللہ تمہارے طفیل تمہارے وہ گناہ جو اگلے ہیں اور پچھلے ہیں۔(پ26،الفتح2:)

یہاں تمہارے گناہ سے مراد امت کے وہ گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور کے ذمہ کرم پر ہے جیسے وکیل کہتا ہے میرا مقدمہ فتح ہوگیا یعنی وہ مقدمہ جس کی پیروی میرے ذمہ ہے نہ یہ مطلب کہ میں اس میں گرفتار ہوں کیونکہ نبی گناہ سے معصوم ہیں۔

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ؟؟ہم نے تم کو کوثر دے دیا۔(پ30،الکوثر1:)

() وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ؟؟ہم نے تمہارا ذکر اونچا کر دیا۔(پ٠،الانشراح:)

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے انجام سے باخبر کیے گئے ہیں مگر یہ علم وحی کا ہے نہ کہ محض عقلی،لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اپنی امت کے انجام کی بھی خبر رکھتے ہیں قرآن میں حضور کو شاہد فرمایا اور گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ سے خبردار ہو۔اسی لئے فرمایا: حسن حسین

نُسُکَکَ:یہ عبارت اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،، انحر ،،فعل متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں مفسر نے نسک نکال کر جواب دیا کہ مفعول محذوف ہے،یعنی اپنے جانور کی قربانی کریں۔

أَیْ مُبْغِضَکَ:یہاں سے،، شانئک،،کا مرادی معنی نکال کر بتا دیا۔

الْمُنْقَطِعِ عَنْ کُلِّ خَیْرٍ أَوِ الْمُنْقَطِعِ الْعَقِبِ:مفسر علیہ الرحمہ نے،،ابتر،،کے معنی میں دو احتمال نکال کر بتا دیئے (۱) پہلا یہ کہ ہر خیر سے محروم آدمی کو ابتر کہتے ہیں۔(۲) دوسرا یہ کہ جس کی نسل منقطع ہو جائے یعنی اس کی کوئی مرد اولاد نہ ہو،اسے ابتر کہتے ہیں۔

نَزَلَتْ فِی الْعَاصِی بن وَائِل سَمَّی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَبْتَرَ عِنْد مَوْت اِبْنه الْقَاسِم:شان نزول نکال کر بتا دیا کہ عاص بن وائل نے نبی کریم ﷺ کو آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم کے وصال پر ابتر کہا تو یہ سورہ نازل ہوئی۔

سورہ کوثر کا شانِ نزول :جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت قاسم کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو ابتر یعنی منقطع النسل کہا اور یہ کہا کہ اب ان کی نسل نہیں رہی ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہ رہے گا یہ سب چرچا ختم ہو جائے گا۔اس پر سورہ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی تکذیب کی اور ان کا ایسا بالغ رد فرمایا،کہ وہ خود تو بے نام و نشان ہو گئے لہٰذا سرکار

دو عالم ﷺ کے نام کی دھومیں پورے عالم میں مچی ہوئی ہیں اور انشاء اللہ مچی رہیں گی۔

109 = سورۃ الکافرون

سورۃ الکافرون مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، چھ آیتیں، چھبیس کلمے، چورانوے حرف ہیں۔

(قل يا أيها الكافرون)(لَا أَعْبُد) فِي الْحَال (مَا تَعْبُدُونَ) مِنَ الأصنام(وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ) فِي الْحَال (مَا أَعْبُد) وَهُوَ اللّٰه تَعَالَى وَحْده(وَلَا أَنَا عَابِد) فِي الِاسْتِقْبَال (مَا عَبَدتُّمْ)(وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ) فِي الِاسْتِقْبَال (مَا أَعْبُد) عَلِمَ اللّٰه مِنْهُمْ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِطْلَاق مَا عَلَى اللّٰه عَلَى وَجْه الْمُقَابَلَة(لَكُمْ دِينكُمْ) الشِّرْك (وَلِيَ دِين) الْإِسْلَام وَهٰذَا قَبْل أَنْ يُؤْمَر بِالْحَرْبِ وَحَذَفَ يَاء الْإِضَافَة الْقُرَّاء السَّبْعَة وَقْفًا وَوَصْلًا وَأَثْبَتَهَا يَعْقُوب فِي الحالين

تم فرمادو اے کافرو! میں عبادت نہیں کروں گا یعنی کسی بھی حال میں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو یعنی ان بتوں کی اور نہ ہی تم لوگ عبادت کرو گے اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جو وحدہ لاشریک ہے اور نہ ہی میں عبادت کروں گا مستقبل میں بھی جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرو مستقبل میں بھی جس کی میں عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کو ان کے بارے میں یہ بات معلوم تھی کہ وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور لفظ ''ما'' اللہ تعالیٰ کے لیے مطلق کے طور پر استعمال ہوا ہے اور یہ مقابلے کے طور پر ہے۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے جو شرک ہے اور میرے لیے میرا دین ہے جو سلام ہے اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب آپ کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہاں پر اضافت میں ''ی'' کو حزف کیا گیا ہے۔ سات قاریوں کے نزدیک وصل اور وقف دونوں صورتوں میں' جبکہ یعقوب نامی قاری نے اس کو دونوں حالتوں میں برقرار رکھا ہے۔

اغراض مفسر

فِي الْحَال: نکال کر اس طرف اشارہ کیا کہ اعبد فعل مضارع حال کے معنی میں ہے مستقبل نہیں۔

مِنَ الأصنام: ،،ما،، کا بیان نکال کر بتادیا، یعنی بت۔

فِي الْحَال: اس طرف اشارہ کیا کہ اسم فاعل میں حال والا معنی ہے۔

وَهُوَ اللّٰه تَعَالَى وَحْده: ،،ما،، کی تفسیر کردی کہ اعبد پر ما سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا فِي الِاسْتِقْبَال: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے سورت میں ،،وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُد،، کی تکرار ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں الفاظ کی کوئی تکرار نہیں کیونکہ پہلا جملہ ،،وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُد،، میں زمانہ حال والا معنی ہے، اور دوسرے ،،وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُد،، میں

زمانہ مستقبل والا معنی ہے، لہذا اب اعتراض نہ رہا۔

عَلِمَ اللّٰهُ مِنهُمۡ أَنَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم مستقبل میں ایمان لانے والے نہیں ہو سرکار دو عالم ﷺ نے زمانہ مستقبل میں ان کے ایمان کی نفی کیوں اور کیسے فرمائی۔ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ اللہ رب العزت کے علم میں ان کے بعض کفار زمانہ مستقبل میں ایمان نہیں لائیں گے اس لئے ان کے ایمان کی نفی کی گئی۔

وَإِطۡلَاق مَا عَلَى اللّٰه عَلَى وَجه الۡمُقَابَلَة: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،ما اعبد،، میں ما سے مراد اللہ تعالی ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا جبکہ ،،ما،، کلام عرب میں غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اس لئے اللہ تعالی پر اس کا اطلاق درست نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ علی وجہ المقابلہ ما کا اطلاق اللہ تعالی پر ہوا یعنی فصاحت و بلاغت کی اصطلاح میں یہاں مشاکلت کی رعایت کی گئی ہے کہ سابق میں ما سے مراد کفار کے خدا یعنی بتوں کے لئے ما کا لفظ آیا لہذا یہاں بھی اسی مشاکلت کی وجہ سے اللہ تعالی کے لئے ما کا لفظ مذکور ہوا جو کہ فصاحت و بلاغت کے عین مطابق ہے، لہذا اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

الشِّرۡك: کفار کے دین کی تفسیر کردی یعنی دین شرک۔

الۡإِسۡلَام: محمد عربی ﷺ کے دین کی تفسیر کردی یعنی دین اسلام۔

وَهٰذَا قَبۡل أَنۡ يُؤۡمَر بِالۡحَرۡبِ: مفسر علیہ الرحمہ آیات میں تعارض کی تطبیق بیان فرما رہے ہیں کہ مذکورہ آیت میں مشرکین کو ان کے دین پر قائم رہنے کی رخصت دی گئی جبکہ اس کے برعکس دوسری آیت میں بیان ہوا کہ ،،**اقتلوا المشركين حيث ثقفتموهم**،، مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی پاؤ،، دونوں آیات میں بظاہر تعارض ہے تو مفسر نے اس کی تطبیق قائم کرتے ہوئے فرمایا مذکورہ آیت میں ان کو دین پر قائم رہنے کی رخصت کا حکم ،،**اقتلوا**،، آیت سے پہلے کا تھا۔

وَحَذۡف يَاء الۡإِضَافَة الۡقُرَّاء السَّبۡعَة وَقۡفًا وَوَصۡلًا وَأَثۡبَتَهَا يَعۡقُوب فِي الۡحَالَيۡن: مفسر علیہ الرحمہ نے لفظ ،،**دین**،، کی لغوی تحقیق بتادی کہ یہ اصل میں ،،**دینی**،، یعنی میرا دین، تھا ساتوں قرائتوں میں ،،یا،، کو وقف اور وصل کی وجہ سے حذف کیا گیا لیکن یعقوب کی قرات میں وقفا اور وصلا دونوں حالتوں میں ،،یا،، کو باقی رکھا گیا۔

سورہ کافرون کا شانِ نزول : قریش کی ایک جماعت نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے دین کا اتباع کیجئے ہم آپ کے دین کا اتباع کریں گے ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ غیر کو شریک کروں کہنے لگے تو آپ ہمارے کسی معبود کو ہاتھ ہی لگا دیجئے ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، اس پر یہ سورہ شریفہ نازل

ہوئی اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ حرام میں تشریف لے گئے وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضور کے اصحاب کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے

110 =سورة النصر

سورہ نصر مدنیہ ہے، اس میں ایک رکوع، تین آیتیں، سترہ کلمے، ستر حرف ہیں۔

(إِذَا جَاءَ نَصر اللّه) نَبِيّه صَلَّى اللّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَعْدَائِهِ (وَالْفَتْح) فَتْح مَكَّة(وَرَأَيْت النَّاس يَدْخُلُونَ فِي دِين اللّه) أَيْ الْإِسْلَام (أفواجا) جماعات بعد ما كَانَ يَدْخُل فِيهِ وَاحِد وَاحِد وَذَلِكَ بَعْد فَتْح مَكَّة جَاءَهُ الْعَرَب مِنْ أَقْطَار الْأَرْض طائعين(فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبّك) أَيْ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِهِ (وَاسْتَغْفِرْهُ إنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) وَكَانَ صَلَّى اللّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْد نُزُول هَذِهِ السُّورَة يُكْثِر مِنْ قَوْل سُبْحَان اللّه وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِر اللّه وَأَتُوب إلَيْهِ وَعَلِمَ بِهَا أَنَّهُ قَدْ اِقْتَرَبَ أَجَله وَكَانَ فَتْح مَكَّة فِي رَمَضَان سَنَة ثَمَان وَتُوُفِّيَ صَلَّى اللّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَبِيع الْأَوَّل سنة عشر

جب اللہ کی مدد آ گئی یعنی نبی اکرم ﷺ کے پاس آپ کے دشمنوں کے خلاف، اور فتح بھی آ گئی یعنی فتح مکہ بھی آ گئی اور تم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں یعنی اسلام میں افواج کی شکل میں یعنی جماعتوں کی شکل میں یعنی وہ ایک ایک کر کے اس میں داخل ہو رہے ہیں اور یہ فتح مکہ کے بعد ہوا جب عرب زمین کے مختلف کونوں سے فرمانبردار ہوتے ہوتے آپ کے پاس آ گئے۔ اگر تم اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ تسبیح بیان کرو یعنی اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کو شامل رکھو اور اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس سورت کے نزول کے بعد بکثرت یہ پڑھا کرتے تھے۔ "سبحان اللہ و بحمدہ، استغفر اللہ واتوب الیہ" "اللہ کی ذات پاک ہے حمد اس کے لیے مخصوص ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں" اس سورت سے آپ کو پتہ چل گیا تھا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے فتح مکہ رمضان کے مہینے میں ۸ھ ہجری میں ہوئی تھی اور نبی اکرم ﷺ کا وصال ربیع الاول کے مہینے میں ۱۰ھ ہجری میں ہوا۔

اس سورت کے نازل ہونے پر حضرت عمر کے تاثرات: اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللهَ وَاَتُوبُ اِلَيه " کی بہت کثرت فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع میں بمقامِ منیٰ نازل ہوئی اس کے بعد آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ " نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد اسی ۸۰ روز سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں تشریف رکھی پھر آیۃ الکلالۃ " نازل ہوئی اس کے بعد حضور پچاس روز تشریف فرما رہے پھر آیت "وَاتَّقُوْا يَوْماً تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى

اللہ "نازل ہوئی اس کے بعد حضور اکیس روز یا سات روز تشریف فرما رہے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل اور تمام ہو گیا تو اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں زیادہ تشریف نہ رکھیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سورت سن کر اسی خیال سے روئے، اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا چاہے دنیا میں رہے چاہے اس کی لقاء قبول فرمائے اس بندہ نے لقائے الٰہی اختیار کی، یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ پر ہماری جانیں، ہمارے مال، ہمارے آباء، ہماری اولادیں سب قربان۔

اغراض مفسر

نَبِيِّه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَعْدَائِهِ: یہاں سے ایک ترکیبی احتمال بتا دیا کہ ،،نصر،، فعل متعدی کا مصدر ہے اور اس کا مفعول بہ محذوف ہے اور وہ نبیہ ہے، یعنی نصر اللہ میں لفظ اللہ نصر کا فاعل مضاف الیہ ہے اور نبیہ اس کا مفعول بہ۔

فَتْح مَكَّة: اس طرف اشارہ کیا کہ فتح پر الف لام عہدی ہے اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

اعتراض: جب کوئی فعل واقع ہو چکا ہو تو اس کے لئے فعل ماضی لایا جاتا ہے مکہ ابھی فتح نہیں ہوا تھا پھر اس کے لئے ماضی کا صیغہ ،،جاء،، کیوں استعمال ہوا؟

جواب: جب کسی کام کا ہونا یقینی اور محقق ہو تو وہ ایسا ہے جیسا ہو گیا فتح مکہ یقینی تھی اس لئے ماضی کا صیغہ جاء ذکر کیا گیا۔

أَيْ الإِسْلَام: یہاں سے ،،دین اللہ،، کی تفسیر کردی یعنی اسلام۔

جماعات بعد ما كَانَ يَدْخُل فِيهِ وَاحِد وَاحِد وَذٰلِكَ بَعْد فَتْح مَكَّة جَاءَهُ الْعَرَب مِنْ أَقْطَار الْأَرْض طائعين: مفسر علیہ الرحمہ نے افواجا کی تفسیر کردی کہ پہلے لوگ ایک ایک کر کے داخل اسلام ہوتے تھے فتح مکہ کے بعد اب جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہوں گے۔

أَيْ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِهِ: یہاں سے ،،ھو،، ضمیر کا حال نکال کر بتا دیا۔

وَكَانَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْد نُزُول هٰذِهِ السُّورَة يُكْثِر مِنْ قَوْل سُبْحَان اللّٰه وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِر اللّٰه وَأَتُوب إِلَيْهِ وَعَلِمَ بِهَا أَنَّهُ قَدْ اِقْتَرَبَ أَجَله وَكَانَ فَتْح مَكَّة فِي رَمَضَان سَنَة ثَمَان وَتُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَبِيع الْأَوَّل سنة عشر: اس سورت کے نازل ہونے کے بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْه " کی بہت کثرت فرمائی۔ اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے، فتح مکہ رمضان آٹھویں ہجری میں ہوا اور نبی کریم ﷺ کا وصال دسویں ہجری ربیع الاول میں ہوا۔

111 = سورۃ المسد

سورہ ابی لہب مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، بیس کلمے، ستر حرف ہیں۔

(لَمَّا دَعَا النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قومه وَقَالَ إِنِّي نَذِير لَكُمْ بَيْن يَدَيْ عَذَاب شَدِيد فَقَالَ عَمّه أَبُو لَهَب تَبًّا لك أَلِهٰذا دعوتنا نزل (تَبَّتْ) خَسِرَتْ (يَدَا أَبِي لَهَب) أَيْ جُمْلَته وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْيَدَيْنِ مَجَازًا لِأَنَّ أَكْثَر الْأَفْعَال تُزَاوَل بِهِمَا وَهٰذِهِ الْجُمْلَة دُعَاء (وَتَبَّ) خَسِرَ هُوَ وَهٰذِهِ خَبَر كَقَوْلِهِمْ أَهْلَكَهُ اللّٰه وَقَدْ هَلَكَ وَلَمَّا خَوَّفَهُ النَّبِيّ بِالْعَذَابِ فَقَالَ إِنْ كَانَ مَا يقول بن أَخِي حَقًّا فَإِنِّي أَفْتَدِي مِنْهُ بِمَالِي وَوَلَدِي نزل (مَا أَغْنَى عَنْهُ مَاله وَمَا كَسَبَ) أَيْ وَكَسْبُهُ أَيْ وَلَده مَا أَغْنَى بِمَعْنَى يغني (سَيَصْلَى نَارًا ذَات لَهَب) أَيْ تَلَهُّب وَتَوَقُّد فَهِيَ مَآل تَكْنِيَته لِتَلَهُّبِ وَجْهه إِشْرَاقًا وَحُمْرَة (وَامْرَأَته) عَطْف عَلَى ضَمِير يَصْلَى سَوَّغَهُ الْفَصْل المفعول وَصِفَته وَهِيَ أُمّ جَمِيل (حَمَّالَة) بِالرَّفْعِ وَالنَّصْب (الْحَطَب) الشَّوْك وَالسَّعْدَان تُلْقِيه فِي طَرِيق النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فِي جِيدهَا) عُنُقهَا (حَبْل مِنْ مَسَد) أَيْ لِيف وَهٰذِهِ الْجُمْلَة حَال مِنْ حَمَّالَة الْحَطَب الَّذِي هُوَ نَعْت لِامْرَأَتِهِ أَوْ خَبَر مُبْتَدَأ مقدر

جب نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں تمہیں عذاب شدید کا ڈر سنانے والا ہوں تو ابولہب نے کہا کہ تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا ؟ برباد ہو گئے یعنی خسارے کا شکار ہو گئے ابولہب کے دونوں ہاتھ یعنی اس کا پورا وجود۔ یہاں پر مجازی طور پر دونوں ہاتھوں کے ذریعے تعبیر کی گئی ہے کیونکہ اکثر افعال انہی دونوں ہاتھوں کے ذریعے انجام دیے جاتے ہیں اور یہ جملہ دعا کے طور پر ہے اور وہ خسارے کا شکار ہو گیا یہ اس کی خبر ہے جیسا کہ لوگ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاکت کا شکار کیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو جب نبی اکرم ﷺ نے اسے عذاب کا خوف دلایا تو وہ بولا میرا بھتیجا جو کہہ رہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو میں اس کے بدلے میں اپنا مال اور اپنی اولاد فدیے کے طور پر دے دوں گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کا مال اور اس نے جو کمایا ہے۔ وہ اسے بے نیاز نہیں کر سکے گا یعنی اس کی اولاد۔ یہاں پر اغنیٰ لفظ یغنی کے معنی میں ہے۔ عنقریب وہ پہنچ جائے گا آگ تک جو انگاروں والی ہے یعنی اسے اس میں جلایا جائے گا تو یہ اس کا انجام ہے جو اس نے کنیت اختیار کی تھی اس کے چہرے کی چمک اور سرخی کی وجہ سے اور اس کا عطف ضمیر کے اوپر ہے جو لفظ 'یصلیٰ' کے اندر ہے۔ مفعول اور اس کی صفت میں فصل کی وجہ سے یوں لایا گیا ہے۔ وہ عورت ام جمیل ہے اور وہ اٹھانے والی ہے اس کو رفعہ اور نصب دونوں طرح سے پڑھا

جا سکتا ہے لکڑیوں کے گٹھے کو یعنی کانٹوں کو اور سعدان نامی بوٹی کو جسے وہ نبی اکرم ﷺ کے راستے میں ڈال دیا کرتی تھی اس کی گردن میں ''مسد'' سے بنی ہوئی رسی ہے یعنی کھجور کی چھال سے بنی ہوئی۔ یہ جملہ ''حمالۃ الحطب'' کا حال بن رہا ہے جو اس عورت کی صفت کے طور پر آیا ہے یا پھر اس مقدر مبتدا کی خبر ہے۔

اغراض مفسر

لَمَّا دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْمَہٗ وَقَالَ إِنِّی نَذِیرٌ لَکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیدٍ فَقَالَ عَمُّہٗ أَبُو لَھَبٍ تَبًّا لَکَ أَلِھٰذَا دَعَوْتَنَا نَزَلَ: اس صورت کا شان نزول نکال کر بتا دیا کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں تمہیں عذاب شدید کا ڈر سنانے والا ہوں تو ابولہب نے کہا کہ تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا؟

سورہ ابی لہب کا شانِ نزول جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر عرب کے لوگوں کو دعوت دی ہر طرف سے لوگ آئے اور حضور نے ان سے اپنے صدق وامانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا ''إِنِّی لَکُمْ نَذِیرٌ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیدٍ'' اس پر ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت شریف نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ ابولہب تو تباہ ہو جائے۔

خَسِرَتْ: یہاں سے تبت کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا۔

أَیْ جُمْلَتُہٗ وَعَبَّرَ عَنْھَا بِالْیَدَیْنِ مَجَازًا لِأَنَّ أَکْثَرَ الْأَفْعَالِ تُزَاوَلُ بِھِمَا وَھٰذِہِ الْجُمْلَۃُ دُعَاءٌ: یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ ابولہب کی پوری ذات کی ہلاکت کی بجائے اس کے ہاتھوں کی ہلاکت کو کیوں بیان کیا گیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کی ذات کی بجائے ہاتھوں کا ذکر مجازا ہوا کیونکہ اکثر افعال ہاتھوں سے ہوتے ہیں لیکن مراد اس کی ذات ہے اور یہ جملہ بددعائیہ ہے۔

خَسِرَ ھُوَ: یہاں سے ،، تب،، کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

ابولہب کا نام اور حضور اکرم سے اس کا رشتہ: ابولہب کا نام عبدالعزیٰ ہے یہ عبدالمطلب کا بیٹا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا تھا بہت ہی گورا خوبصورت آدمی تھا اسی لئے اس کی کنیت ابولہب یعنی شعلے کا باپ ہے اس کے گال انگارے کی طرح دہکتے تھے اور اسی کنیت سے وہ مشہور تھا۔ دونوں ہاتھوں سے مراد اس کی ذات ہے۔

مروی ہے کہ ابولہب نے جب پہلی آیت سنی تو کہنے لگا کہ جو کچھ میرے بھتیجے کہتے ہیں اگر سچ ہے تو میں اپنی جان کے لئے اپنے مال و اولاد کو فدیہ کر دوں گا، اس آیت میں اس کا رد فرمایا گیا کہ یہ خیال غلط ہے اس وقت کوئی چیز کام آنے والی نہیں۔

وَھٰذِہِ خَبَرٌ کَقَوْلِھِمْ أَھْلَکَہُ اللّٰہُ وَقَدْ ھَلَکَ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جوا ہے اعتراض یہ ہے کہ پیچھے فعل

بمعنی ،، تبت ،، ذکر کیا گیا کہ ابی لہب ہلاک ہوا پھر دوبارہ ،، تب ،، کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ پہلے تبت سے بددعاء مراد ہے اور دوسرے تب سے اس کی ہلاکت کی خبر ہے اور یہ اسلوب عربی محاورے میں عموما استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا اور وہ ہلاک ہو گیا، یعنی اللہ اس کو ہلاک کرے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ (یاد رہے کہ دعا اور بددعا عموما ماضی کے صیغے سے دی جاتی ہے)۔

وَلَمَّا خَوَّفَهُ النَّبِيُّ بِالعَذَابِ فَقَالَ إِنْ كَانَ ما يقول بن أخِي حَقًّا فَإِنِّي أَفْتَدِي مِنْهُ بِمَالِي وَوَلَدِي نزل: اگلی آیت کا شان نزول نکال کر بتا دیا کہ جب نبی کریم ﷺ نے ابولہب کو عذاب کا خوف دلایا تو اس نے کہا کہ اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو میں اپنی اور اپنی اولاد کی طرف سے فدیہ دے دوں گا (اور عذاب سے جان چھڑا لوں گا) تو اگلی آیت نازل ہوئی۔

أَيْ وَكَسبهُ أَيْ وَلَده: یہاں اس طرف اشارہ کیا کہ ماکسب میں ما مصدریہ ہے اور ،، کسب کا فعل ،، مصدر کے معنی میں ہے۔ اور ولدہ نکال کر کسبہ کی تفسیر کر دی کہ اس سے مراد اس کی اولاد ہے جو اس کے کام نہ آسکی۔

مَا أَغْنَى بِمَعْنَى يغنى: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ عذاب اور عذاب سے نجات کا تعلق مستقبل سے ہے جبکہ آیت کریمہ میں فعل ماضی ،، أغنى ،، ذکر کیا گیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ ماضی یہاں مضارع کے معنی میں ہے ،، أغنى ،، یہاں ،، يغنى ،، کے معنی میں ہے۔

أَيْ تَلَهَّب وَتوقد:

فَهِيَ مَآل تَكْنِيَته لِتَلَهُّبِ وَجهه إشرَاقًا وَحُمرَة: یہاں سے اس کی کنیت کی علت نکال کر بتا دی کہ اس کے چہرے کے شعلہ کی طرح دمکنے اور سرخ ہونے کے سبب اس کا انجام بھی یہی ہوا کہ وہ شعلوں کے عذاب میں جلا کر دیا گیا۔

عَطف عَلَى ضَمِير يَصْلَى: یہاں سے ،، **وامراته** ،، کا ترکیب ی احتمال نکال کر بتا دیا کہ اس کا عطف ،، **سيصلى** ،، کے فاعل ،، ھو ،، ضمیر پر ہے۔

سَوَّغَهُ الفَصْل المفعول وَصِفَته: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،، امراته ،، کا عطف ،، سیصلی ،، کی ،، ھو ،، ضمیر مستتر پر ڈالنا درست نہیں کیونکہ نحوی اصول ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل مستتر پر اسم ظاہر کا عطف کیا جائے تو ایک اور ضمیر مرفوع منفصل کی تکرار ضروری ہے اور اس اسم ظاہر کا عطف اس ضمیر مرفوع منفصل پر ڈالا جائے تا کہ عطف جائز ہو جائے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ جب فعل کے بعد مفعول اور اس مفعول کی صفت آجائے جو فعل اور اسم ظاہر کے درمیان فصل پیدا کر دے تو اسم ظاہر کا عطف ضمیر مستتر پر ڈالنا جائز ہے۔

وَهِيَ أُمّ جَمِيل: یہاں سے ،، **امراته** ،، کی تفسیر کر دی یعنی اس کی بیوی ام جمیل بھی آگ میں ڈالی جائے گی۔

ابولہب کی بیوی کا حضور سے عناد: اُم جمیل بنت حرب بن اُمیہ ابوسفیان کی بہن جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت عناد وعداوت رکھتی تھی اور باوجود یہ کہ بہت دولتمند اور بڑے گھرانے کی تھی لیکن سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں انتہا کو پہنچی تھی کہ خود اپنی سر پر کانٹوں کا گٹھا لا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں ڈالتی تا کہ حضور کو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو ایذا و تکلیف ہو اور حضور کی ایذا رسانی اس کو اتنی پیاری تھی کہ وہ اس کام میں کسی دوسرے سے مدد لینا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ وہ رسی جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی تھی، ایک روز یہ بوجھ اٹھا کر لا رہی تھی کہ تھک کر آرام لینے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی ایک فرشتے نے بحکم الٰہی اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا وہ گری اور رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مرگئی۔

بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ: یہاں سے ،،**حمالۃ**،، کے دو ترکیبی احتمال بتا دئے (۱) پہلا یہ کہ اسے رفع کے ساتھ پڑھا جائے اس صورت میں یہ ،،**امراتہ**،، کی صفت واقع ہوگی، یا مبتدا محذوف کی خبر ہوگی جیسے ،**ھی حمالۃ الحطب**،(۲) دوسرا یہ کہ اسے نصب کے ساتھ پڑھا جائے اس صورت میں یہ ،**اعنی** ،فعل محذوف کا مفعول واقع ہوگی ،یعنی **اعنی حمالۃ الحطب**

الشَّوْكَ وَالسَّعْدَانَ تُلْقِيهِ فِي طَرِيقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یہاں سے ،،**حمالۃ الحطب** کا معنی نکال کر بتا دیا یعنی کانٹے اور کانٹے دار گھاس کو ڈھونڈتی تھی اور نبی کریم ﷺ کے راستے میں بچھا دیتی تھی۔

عُنُقِهَا: یہاں سے ،،**جیدھا**،، کا معروف ومشہور معنی نکال کر بتا دیا۔

أَيْ لِيف: یہاں سے ،،**مسد**،، کا معروف ومشہور معنی نکال کر بتا دیا، یعنی چھال کی رسی۔

وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ الَّذِي هُوَ نَعْتٌ لِامْرَأَتِهِ أَوْ خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مقدر: یہاں سے ،،**فی جیدھا حبل من مسد**،، جملہ کی ترکیب نکال کر بتا دی، کہ **فی جیدھا** ،، ثابت کے متعلق ہو کر خبر مقدم اور **حبل** موصوف **من مسد** ثابت کے متعلق ہو کر صفت ،موصوف اور صفت مل کر مبتدا موخر ،مبتداء اپنی خبر مقدم سے مل کر **حمالۃ الحطب** کا حال **حمالۃ الحطب** ذوالحال اپنے حال سے مل کر **امراتہ** کی صفت یا مبتداء مقدر **ھی** کی خبر جیسا کہ سابق میں بیان ہوا۔

نبی کریم ﷺ کا معجزہ: جب سورۃ "تَبَّتْ یَدَا" نازل ہوئی اور ابولہب اور اُس کی بیوی "اُم جمیل" کی اس سورۃ میں مذمت اُتری تو ابولہب کی بیوی اُم جمیل غصہ میں آپے سے باہر ہوگئی۔ اور ایک بہت بڑا پتھر لے کر وہ حرم کعبہ میں گئی۔ اُس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تلاوت قرآن فرما رہے تھے اور قریب ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ "اُم جمیل" بڑبڑاتی ہوئی آئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور مارے غصہ کے منہ میں جھاگ بھرتے ہوئے کہنے لگی کہ بتاؤ تمہارے رسول کہاں ہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے میری اور میرے شوہر کی ہجو کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے رسول شاعر نہیں ہیں کہ کسی کی ہجو کریں۔ پھر وہ غیظ و

غضب میں بھری ہوئی پورے حرم کعبہ میں چکر لگاتی پھری اور بکتی جھکتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈھونڈتی پھری۔ مگر جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی تو بڑبڑاتی ہوئی حرم سے باہر جانے لگی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ میں تمہارے رسول کا سر کچلنے کے لئے یہ پتھر لے کر آئی تھی مگر افسوس کہ وہ مجھے نہیں ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے وہ کئی بار گزری مگر میرے اور اُس کے درمیان ایک فرشتہ اس طرح حائل ہو گیا کہ آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود وہ مجھے نہ دیکھ سکی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

112 = سورۃ الاخلاص

سورہ اخلاص مکیہ ہے ایک قول میں مدنیہ ہے اس میں ایک رکوع، چار یا پانچ آیتیں، پندرہ کلے، سینتالیس حرف ہیں۔

سئل النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَبّه فَنَزَلَ (قُلْ هُوَ اللّٰه أَحَد) فَاَللّٰه خَبَر هُوَ وَأَحَد بَدَل مِنْهُ أَوْ خَبَر ثَانٍ(اللّٰه الصَّمَد) مُبْتَدَأ وَخَبَر أَيْ الْمَقْصُود فِي الْحَوَائِج عَلَى الدَّوَام(لَمْ يَلِد) لِانْتِفَاءِ مُجَانَسَته (وَلَمْ يُولَد) لِانْتِفَاءِ الحدوث عنه(وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَد) أَيْ مُكَافِئًا وَمُمَاثِلًا وَلَهُ مُتَعَلِّق بِكُفُوًا وَقُدِّمَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مَحَطّ الْقَصْد بِالنَّفْيِ وَأُخِّرَ أَحَد وَهُوَ اِسْم يكن عن خبرها رعاية للفاصلة

نبی کریم ﷺ سے رب کے بارے میں سوال کیا گیا تو یہ سورت نازل ہوئی تم فرما دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ یہاں لفظ ''اللہ'' خبر ہے ھو کی۔ اور احد اس کا بدل بن رہا ہے یا دوسری خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے یہ مبتدا اور خبر ہے یعنی ہمیشہ ہر ضرورت میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے اور اسی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ اس نے کسی کو جنم نہیں دیا کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں اور نہ ہی اسے جنم دیا گیا ہے کیونکہ اسے کوئی حادثہ لاحق نہیں ہو سکتا اور اس کا کوئی بھی ہمسر نہیں ہے یعنی کوئی اس کے برابر اور کوئی اس کی مثل نہیں ہے۔ یہاں پر لفظ ''لہ کفواً'' سے متعلق ہے اور اسے اس سے مقدم کیا گیا ہے تا کہ نفی سے جو مقصود ہے اس کا مرکز صرف وہی ذات ہے اور لفظ احد کو موخر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ وہ ''یکن'' کا اسم ہے۔ اس کو اس کی خبر سے موخر کیا گیا ہے تا کہ فصل کا خیال رکھا جا سکے۔

اغراض مفسر

سئل النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَبّه فَنَزَلَ: شان نزول نکال کر بتا دیا، کہ نبی کریم ﷺ سے رب تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا تو یہ سورہ نازل ہوئی۔

شانِ نزول: کفارِ عرب نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ ربُّ العزت عزّ وعلا تبارک وتعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے کوئی کہتا تھا کہ اللہ کا نسب کیا ہے، کوئی کہتا تھا کہ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا لوہے کا ہے یا لکڑی کا ہے کس چیز کا ہے؟ کس نے کہا وہ کیا کھاتا ہے، کیا پیتا ہے، ربوبیت اس نے کس سے ورثہ میں پائی اور اس کا کون وارث ہوگا؟ ان کے جواب

میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنے ذات وصفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح کی اور جاہلانہ خیالات واوہام کی تاریکیوں کو جن میں وہ لوگ گرفتار تھے اپنی ذات وصفات کے انوار کے بیان سے مضمحل کر دیا۔

فَاللّٰه خَبَر هُوَ وَأَحَد بَدَل مِنهُ أَو خَبَر ثَانٍ: یہاں سے ترکیبی احتمال نکال کر بتا دیا کہ ،،**ھو**،،مبتداء ہے اور ،،**اللہ**،، اس کی خبر ہے اور ،،**احد**،، کی ترکیب میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ ،،**اللہ**،، کا بدل ہے دوسرا یہ کہ ،، **احد**،، دوسری خبر ہے۔

مُبتَدَأ وَخَبَر: ترکیبی احتمال نکال کر بتا دیا۔ کہ یہ دونوں آپس میں مبتداء خبر ہیں یعنی اللہ مبتدا اور الصمد اس کی خبر ہے۔

أَي المَقصُود فِي الحَوَائِج عَلَى الدَّوَام: یہاں سے صمد کا معنی بتا کر اس طرف اشارہ کیا کہ ،،صمد،، مصدر بمعنی مفعول ہے اسی لئے ،،مقصود،، نکالا۔ یعنی وہ ذات کہ جو تمام حاجات میں ہمیشہ ہی مقصود ہو۔

لِانتِفَاءِ مُجَانَسَته: نہ جنے کا سبب نکال کر بتا دیا کہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں۔

لِانتِفَاءِ الحدوث عنه: وہ نہ جنا گیا کا سبب نکال کر بتا دیا۔

أَي مُكَافِئًا وَمُمَاثِلًا : یہاں سے ،، **کفوا**،، کا ترکیبی احتمال بتا دیا کہ کفوا مصدر بمعنی لفاعل ہے یعنی اس کی ہمسری اور اس کی مماثلت کرنے والا کوئی نہیں۔

وَلَهُ مُتَعَلِّق بِكُفُوًا: یہاں سے ،،لہ،، کا ترکیبی احتمال بتا دیا کہ یہ کفوا کے متعلق ہے۔

وَقُدِّمَ عَلَيهِ لِأَنَّهُ مَحَطّ القَصد بِالنَّفيِ: ۔ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،،لہ،، جار مجرور ،،کفوا،، کے متعلق ہے اسے مقدم کیوں کیا گیا؟ مفسر نے اس کا جواب دیا کہ یہاں پر لفظ ''لہ کفواً'' سے متعلق ہے اس سے افادہ حصر کے لئے مقدم کیا گیا ہے تا کہ نفی سے جو مقصود ہے اس کا مرکز صرف وہی یعنی اللہ کی ذات ہے۔

وَأُخِّرَ أَحَد وَهُوَ اِسم يكن عن خبرها رعاية للفاصلة : یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ ،، **لم یکن** ،،فعل ناقص ہے ،، **کفوا**،، اس کی خبر اور ،، **احد**،، اس کا اسم ہے اور ضابطہ ہے کہ فعل ناقص کا اسم فعل ناقص کی خبر سے موخر نہیں ہو سکتا جبکہ آیت مذکورہ میں ایسا ہوا کیوں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ رعایت فاصلہ کی وجہ سے اسم کو خبر سے مقدم کیا گیا، اور یہ فصاحت کے عین مطابق ہے۔

سورہ اخلاص کے فضائل: احادیث میں اس سورت کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اس کو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے یعنی تین مرتبہ اس کو پڑھا جائے تو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے۔ ایک شخص نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے فرمایا اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔ (ترمذی باب فضائل القرآن)

113 = سورۃ الفلق

سورۂ فلق مدنیہ ہے ایک قول میں یہ مکیہ ہے ''وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ'' اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، تئیس کلمے، چوہتر حرف ہیں

(قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) الصُّبْحِ(مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ) مِنْ حَيَوَانٍ مُكَلَّفٍ وَغَيْرِ مُكَلَّفٍ وَجَمَادٍ كَالسُّمِّ وَغَيْرِ ذَلِكَ(وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ) أَيْ اللَّيْلِ إِذَا أَظْلَمَ وَالْقَمَرِ إِذَا غَابَ(وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ) السَّوَاحِرِ تَنْفُثُ (فِي الْعُقَدِ) الَّتِي تَعْقِدُهَا فِي الْخَيْطِ تَنْفُخُ فِيهَا بِشَيْءٍ تَقُولُهُ مِنْ غَيْرِ رِيقٍ وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيّ مَعَهُ كَبَنَاتِ لَبِيدِ الْمَذْكُورِ(وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ) أَظْهَرَ حَسَدَهُ وَعَمِلَ بِمُقْتَضَاهُ كَلَبِيدِ الْمَذْكُورِ مِنَ الْيَهُودِ الْحَاسِدِينَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذِكْرُ الثَّلَاثَةِ الشَّامِلِ لَهَا مَا خَلَقَ بَعْدَهُ لِشِدَّةِ شَرِّهَا

تم فرمادو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کو پیدا کرنے والی ذات سے لفظ فلق کا مطلب صبح ہے۔ ہر چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے یعنی وہ مکلف حیوان ہو یا غیر مکلف ہو یعنی جمادات کو جیسے زہر اور اس کے علاوہ دیگر چیزیں اور اندھیرا ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوب جائے یعنی وہ رات جب تاریک ہو جائے یا جب چاند غروب ہو جائے اور پھونکنے والی عورت کے شر سے بھی سحر کرنے والے لوگوں سے جو پھونک مارتے ہیں گرہوں میں یعنی جو انہوں نے دھاگوں میں گرہیں لگائی ہوئی ہوتی ہیں اور جس میں وہ پھونک مارتے ہیں جو تھوک کے بغیر ہوتی ہے زمخشری نے یہ بات کہی ہے کہ وہ تھوک کے ساتھ ہوتی ہے جس طرح لبید کی بیٹیاں جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔ حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے یعنی اپنے حسد کو ظاہر کرے اور وہ عمل کرے جو اس کا تقاضا ہے یعنی وہ لبید ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے جو حسد کرنے والے یہودیوں میں سے ایک تھا جو نبی اکرم ﷺ سے حسد کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کا ذکر کیا ہے جو اس میں شامل تھے ان کے شر کی شدت کی وجہ سے ان کے بعد ان جیسے پیدا نہیں کیے گئے۔

اغراض مفسر

الصُّبْحِ: یہاں سے ،، **الفلق** ،، کے متعدد اقوال میں سے ایک قول نکال کر بتا دیا۔

سوال:۔ رب کی پناہ مانگنے کے لئے صبح کا رب کیوں کہا گیا؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پناہ مانگنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی حالت خوف، حالت امن میں تبدیل ہو جائے اس کی وحشت اس کے سکون میں بدل جائے، اور اس چیز پر صبح صحیح معنی میں دلالت کرتی ہے کیونکہ صبح اندھیرے کو نور میں بدل دیتی ہے تاریکی کو روشنی میں تبدیل کر دیتی ہے اس لئے مناسب تھا کہ حصول پناہ کے لئے صبح کا رب کہا جائے۔ قادری

دیگر مفسرین کے نزدیک رب فلق کے ساتھ پناہ کیوں مانگی گئی: تعوذ میں اللہ تعالیٰ کا اس وصف کے ساتھ ذکر اس لئے ہے اللہ تعالیٰ صبح پیدا کر کے شب کی تاریکی دور فرماتا ہے تو وہ قادر ہے کہ پناہ چاہنے والے کو جن حالات سے خوف ہے ان کو دور فرمائے نیز جس طرح شب تار میں آدمی طلوع صبح کا انتظار کرتا ہے ایسا ہی خائف آدمی، امن وراحت کا منتظر رہتا ہے علاوہ بریں صبح اہل اضطرار واضطراب کی دعاؤں کا اور ان کے قبول ہونے کا وقت ہے تو مراد یہ ہوئی کہ جس وقت ارباب کرب وغم کو کشائش دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں میں اس وقت کے پیدا کرنے والے کی پناہ چاہتا ہوں، ایک قول یہ بھی ہے کہ فلق جہنم میں ایک وادی ہے۔

مِنْ حَيَوَانٍ مُكَلَّفٍ وَغَيْرِ مُكَلَّفٍ وَجَمَادٍ كَالسُّمِّ وَغَيْرِ ذَٰلِكَ: یہاں سے ،، ما،، کا بیان نکال کر بتا دیا۔ یعنی حیوان مکلف اور غیر مکلف کے شر سے اور جمادات کے شر سے جیسے زہر وغیرہ سے میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

أَيِ اللَّيْلِ إِذَا أَظْلَمَ وَالْقَمَرِ إِذَا غَابَ: یہاں سے ،، غاسق ،، کی تفسیر میں دو احتمال ذکر دیئے (۱) یعنی رات جب اندھیری ہو جائے (۲) یا چاند جب وہ چھپ جائے۔

السَّوَاحِرِ تَنْفُثُ: یہاں سے ،، النفاثات ،، کا موصوف محذوف تھا نکال کر بتا دیا یعنی وہ جادوگرنیاں جب وہ پھونکیں۔

الَّتِي تَعْقِدُهَا فِي الْخَيْطِ تَنْفُخُ فِيهَا بِشَيْءٍ. تَقُولُهُ مِنْ غَيْرِ رِيقٍ وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ مَعَهُ كَبَنَاتِ لَبِيدٍ الْمَذْكُورِ: یہاں سے ،، نفاثات فی العقد ،، کی تفسیر کر دی یعنی وہ گرہیں جو دھاگوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اور ان میں کسی چیز کے ساتھ پھونکا جاتا ہے بغیر تھوک کے۔ اور امام زمخشری نے فرمایا تھوک کے ساتھ جیسا کہ لبید مذکور کی لڑکیاں۔

لبید کی لڑکیاں جادو کا کام کرتی تھیں: آیت کا مطلب یہ ہے کہ جادوگر عورتیں جو ڈوروں میں گرہ لگا کر ان میں جادو کے منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہیں جیسے کہ لبید کی لڑکیاں، کہ یہ جادو کے عمل میں اپنے باپ کی معاون ہوتی تھیں اور مشہور ومعروف جادوگرنیاں تھیں۔

أَظْهَرَ حَسَدَهُ وَعَمِلَ بِمُقْتَضَاهُ كَلَبِيدٍ الْمَذْكُورِ مِنَ الْيَهُودِ الْحَاسِدِينَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ حسد دل کی جلن کا نام ہے اس سے محسود کو کیا نقصان ہو سکتا ہے لہذا اس کو شر کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ یعنی اپنے حسد کو ظاہر کرے اور حسد کے تقاضوں پر عمل کرے جیسے یہودی حاسدین میں سے لبید مذکور جو نبی کریم ﷺ سے حسد کرتا تھا، اور پھر حسد کا اظہار حضور نبی کریم پر جادو کر کے کیا، لہذا اب اعتراض نہ رہا۔

حاسد کی تعریف: حسد والا وہ ہے جو دوسرے کے زوال نعمت کی تمنا کرے، یہاں حاسد سے یہود مراد ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کرتے تھے یا خاص لبید بن اعصم یہودی۔ حسد بدترین صفت ہے اور یہی سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان

میں ابلیس سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے۔ یعنی آسمان اور زمین کا سب سے پہلا گناہ حسد ہے اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے آمین۔

وَذَكَرَ الثَّلَاثَةَ الشَّامِلَ لَهَا مَا خَلَقَ بَعْدَهُ لِشِدَّةِ شَرِّهَا: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ پہلی آیت میں فرمایا،، **قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ**،، میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کیا،، جب اس میں تمام شرور کا ذکر آچکا تو اس کے بعد تین شرور دوبارہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مفسر نے اس کا جواب دیا کہ مذکورہ تین شرور کے شر کی شدت کی وجہ سے ان کا دوبارہ ذکر کیا گیا تا کہ ان کے شدت شر کا اظہار ہو۔

سورہ فلق اور سورہ ناس کا شانِ نزول: یہ سورت اور سورۃ الناس جو اس کے بعد ہے جو اس وقت نازل ہوئی جب کہ لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا اور حضور کے جسم مبارک اور اعضاءِ ظاہرہ پر اس کا اثر ہوا قلب و عقل و اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا چند روز کے بعد جبریل آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کوئیں میں ایک پتھر کے نیچے داب دیا ہے، حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے کنوئیں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا اس کے نیچے سے کھجور کے گابھے کی تھیلی برآمد ہوئی اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے شریف جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چلّہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پتلہ جس میں گیارہ سوئیاں چبھی تھیں یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکلا اور حضور کی خدمت میں حاضر کیا گیا اللہ تعالی نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں پانچ سورۂ فلق میں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل تندرست ہو گئے۔

اعتراض: یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تھا تو پھر حضور نبی کریم کی ساری شریعت مشکوک ہو جائے گی کیونکہ ہو سکتا ہے جادو کے اثر سے آپ ﷺ سے عقائد و احکام میں کیا کیا تبدیلیاں کروائی گئی ہوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جادو کا اثر حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اور جسم بشری کی حد تو موثر رہا مثلا آپ کو بخار چڑھ جاتا چہرہ انور کا زرد ہو جاتا لیکن منصب نبوت، عقائد اور شرعی احکام میں کسی قسم کا اثر اور خلل واقع نہیں ہوا جیسا کہ آپ ﷺ میدان جہاد میں زخمی بھی ہوئے، خون بھی جاری ہوا آپ کی جسمانی تکالیف عام لوگوں سے زیادتی ہوتی تھی کفار نا ہنجار سے پتھر کھا کر لہو لہان بھی ہوئے لیکن اس کے باوجود آپ کی نبوی حیثیت میں کوئی اثر اور خلل نہیں آیا، حکیم الامت فرماتے ہیں حضور کے جسم مبارک اور اعضاءِ ظاہرہ پر جادو کا اثر ہوا قلب و عقل و اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا کیونکہ اللہ کریم کا فیصلہ ہے کہ آپ جو بولتے ہیں اللہ کی مرضی و منشاء سے بولتے ہیں اور وہی کہتے ہیں جس کی آپ کو وحی کی جاتی ہے۔

جادو کا عمل عموما کس وقت کیا جاتا ہے؟ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی طرف نظر کر کے ان سے فرمایا اے عائشہ اللہ کی پناہ لو اس کے شر سے یہ اندھیری ڈالنے والا ہے جب ڈوبے (ترمذی) یعنی آخر ماہ میں جب چاند چھپ جائے تو جادو کے وہ عمل جو بیمار کرنے کے لئے ہیں اسی وقت میں کئے جاتے ہیں

مسئلہ شرعیہ : تعویذ اور عمل جس میں کوئی کلمہ کفر یا شرک کا نہ ہو جائز ہے خاص کر وہ عمل جو آیات قرآنیہ سے کئے جائیں یا احادیث میں وارد ہوئے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اسماء بنت عمیس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعفر کے بچوں کو جلد جلد نظر ہوتی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ ان کے لئے عمل کروں حضور نے اجازت دی۔

مسئلہ شرعیہ : گنڈے بنانا اور ان پر گرہ لگانا آیات قرآن یا اسماء الٰہیہ دم کرنا جائز ہے۔ جمہور صحابہ و تابعین اسی پر ہیں اور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضور معوذات پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔ دم اور تعویزات کی مکمل بحث کے لئے ہماری کتاب ،،حق پر کون جلد دوم،، کا مطالعہ فرمائیں۔

114 = سورة الناس

سورۃ الناس بقول اصح مدنیہ ہے ،اس میں ایک رکوع، چھ آیتیں، بیس ۲۰ کلمے، اناسی حرف ہیں۔

(قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس) خَالِقهِمْ وَمَالِكهمْ خُصُّوا بِالذكر تشريفا لهم ومناسبة للاستعاذة من شر الموسوس فى صدورهم(ملك الناس)(إِلَه النَّاس) بَدَلَانِ أَوْ صِفَتَانِ أَوْ عَطفَا بَيَان وَأَظْهَر الْمُضَاف إِلَيْهِ فِيهِمَا زِيَادَة لِلْبَيَانِ(مِنْ شَرّ الْوَسْوَاس) الشَّيْطَان سُمِّيَ بِالْحَدَثِ لِكَثْرَةِ مُلَابَسَته لَهُ (الْخَنَّاس) لِأَنَّهُ يَخْنِس وَيَتَأَخَّر عَنْ الْقَلْب كُلَّمَا ذُكِرَ اللَّه(الَّذِي يُوَسْوِس فِي صُدُور النَّاس) قُلُوبهمْ إِذَا غَفَلُوا عَنْ ذِكْر اللَّه(مِنْ الْجِنَّة وَالنَّاس)بَيَان لِلشَّيْطَانِ الْمُوَسْوِس أَنَّهُ جِنِّيّ وَإِنْسِيّ كَقَوْلِهِ تَعَالَى شَيَاطِين الْإِنْس وَالْجِنّ أَوْ مِنْ الْجِنَّة بَيَان لَهُ وَالنَّاس عَطْف عَلَى الْوَسْوَاس وَعَلَى كُلّ يَشْتَمِل شَرّ لَبِيد وَبَنَاته الْمَذْكُورِينَ وَاعْتَرَضَ الْأَوَّل بِأَنَّ النَّاس لَا يُوَسْوِس فِي صُدُورهمْ النَّاس إِنَّمَا يُوَسْوِس فِي صُدُورهمْ الْجِنّ وَأُجِيبَ بِأَنَّ النَّاس يُوَسْوِسُونَ أَيْضًا بِمَعْنًى يَلِيق بِهِمْ فِي الظَّاهِر ثُمَّ تَصِل وَسْوَسَتهمْ إِلَى الْقَلْب وَتَثْبُت فِيهِ بِالطَّرِيقِ الْمُؤَدِّي إِلَى ذَلِكَ والله تعالى أعلم

تم فرمادو میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں یعنی ان کے خالق اور مالک کی۔ یہاں پر بطور خاص انسانوں کا ذکر ان کے شرف کی وجہ سے کیا گیا ہے اور مناسبت یہ بھی ہے کہ لوگوں کے شر سے پناہ مانگی جارہی ہے جو ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ یہ دونوں بدل ہیں اور یہ دونوں صفت ہیں یا یہ دونوں

عطف بیان ہیں اور مضاف کو ظاہر کر دیا گیا ہے ان دونوں کے اندرتا کہ بیان زیادہ ہو۔ وسوسے ڈالنے والوں کے شر ۔ے
یعنی وہ شیطان جسے حدث سے موسوم کیا گیا ہے چونکہ وہ بکثرت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ دبکتا ہے یعنی اس لیے کہ سکڑتا
ہے اور دل سے پیچھے ہٹ جاتا ہے جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ جو لوگوں کے دلوں کے اندر وسوسے ڈالتا ہے
یعنی اس وقت جب وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہوتے ہیں۔ جنوں میں سے اور انسانوں میں سے یہ بیان ہے کہ یہ شیطان
ہے جو دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ یہ جن میں ہوسکتا ہے اور انسان بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: شیاطین
الانس والجن (انسانوں اور جنوں سے تعلق رکھنے والے شیاطین) یا اس کا تعلق صرف جنوں سے بھی ہوسکتا ہے جو اس کا بیان
ہوگا اور لفظ الناس کا عطف وسواس کے اوپر ہوگا یا ہر وہ چیز جو لبید اور اس کے بیٹوں کے شر پر مشتمل ہو، جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔
پہلی بات پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ لوگ دوسرے لوگوں کے سینوں میں وسوسے نہیں ڈالتے بلکہ لوگوں کے سینوں میں
وسوسے تو جنات ڈالتے ہیں جس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ لوگ بھی ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اس معنی
کے اعتبار سے جو ظاہر کے اندر اس کے لائق ہو تو پھر وہ وسوسہ دل تک پہنچ جاتا ہے اور وہاں پر ثابت رہ جاتا ہے۔ اس طریقے
کے اعتبار سے جو اس کی طرف لے کر جا رہا ہو۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

اغراض مفسر

خَالِقِهِمْ وَمَالِكِهِمْ: یہاں سے رب کا معنی مرادی نکال کر بتا دیا یعنی لوگوں کا خالق و مالک۔

خُصُّوا بالذكر تشريفا لهم ومناسبة للاستعاذة من شر الموسوس في صدورهم: یہ عبارت ایک
سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ آیت کریمہ میں ،، **أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ** ،، میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں ،، رب
کی نسبت خاص طور پر انسان کی طرف کیوں کی گئی حالانکہ وہ تو تمام مخلوق کا رب ہے؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کے دو جواب
دیئے (۱) پہلا یہ کہ انسان کی شرافت وعظمت کی وجہ سے اس کا خصوصیت کے ذکر کیا گیا۔ (۲) دوسرا یہ کہ آیت میں وسوسے ڈالنے
والے کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے اور اس کا تعلق چونکہ انسان سے تھا کہ اسی کے دل میں وسوسہ ڈالا جاتا ہے اور اسی کو پناہ کی
ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اسی مناسبت سے انسان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا۔

بَدَلَانِ أَوْ صِفَتَانِ أَوْ عَطْفَا بَيَانٍ: یہاں سے ،، **ملك الناس إِلٰهِ النَّاسِ** ،، میں تین ترکیبی احتمال نکال کر
دیئے (۱) پہلا یہ کہ یہ دونوں آپس میں مبدل منہ، بدل ہیں (۲) دوسرا یہ کہ یہ دونوں موصوف، صفت ہیں۔ (۳) تیسرا یہ کہ پہلا
بیکن اور دوسرا عطف بیان ہے۔

وَأَظْهَرَ الْمُضَافَ إِلَيْهِ فِيهِمَا زِيَادَةً لِلْبَيَانِ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ جب
،، رب الناس ،، میں الناس کا ذکر ہو چکا تو آگے دونوں مقام یعنی ،، ملک الناس اور الٰہ الناس ،، میں الناس اسم ظاہر ذکر کرنے کی

کثرت کی اصول وضوابط کی رو سے ضمیر ذکر کردی جاتی ؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ بیان کی زیادتی کی وجہ سے مضاف الیہ،، الناس،، یعنی انسان کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ سابق میں لوگوں کا رب کہا گیا جبکہ رب کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے جیسے بادشاہ اور باپ کو رب (پالنے والا یا پرورش کرنے والا) کہا گیا اس لئے،، مالک الناس،، کہا گیا کیونکہ جو مالک ہوتا ہے وہ رب (پالنے والا) بھی ہوتا ہے لیکن اس کے بعد،، الہ الناس،، کہہ کر وہ اعلیٰ صفت بیان کردی جس نے غیر اللہ کو بالکلیہ خارج کر دیا کیونکہ رب اور مالک کے لئے الہ ہونا ضروری نہیں۔ اور جو،، الہ،، ہوتا ہے وہ،، رب،، بھی ہوتا ہے اور،، مالک،، بھی اور وہ صرف اللہ کی ذات ہے

الشَّيطَان سُمِّيَ بِالْحَدَثِ لِكَثْرَةِ مُلَابَسَته لَهُ: یہاں سے ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ وسواس مصدر ہے اور مصدر میں معنی حدثی ہوتا ہے (یعنی وسواس کا معنی وسوسہ ڈالنا ہے) حالانکہ شیطان وسوسہ نہیں بلکہ وسوسہ ڈالنے والا ہوتا ہے پھر اس کو وسواس یا وسوسہ کیسے کہا گیا؟ مفسر علیہ الرحمہ نے وسواس کی وجہ تسمیہ نکال کر بتادی کہ مصدر چونکہ تعدد اور کثرت کے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس لئے شیطان کو وسواس کہا گیا کہ کثرت کے ساتھ وسوسہ اندازی کرتا ہے۔

لِأَنَّهُ يَخْنس وَيَتَأَخر عَنِ الْقَلْب كُلَّمَا ذُكِرَ اللّٰه: وسواس کے معنی کا سبب نکال کر بتا دیا وسواس پیچھے ہٹ جانے کو کہتے ہیں شیطان چونکہ چھپ جاتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو تو اس لئے اسے وسواس کہتے ہیں۔

قُلُوبهمْ: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آیت میں صدور یعنی سینے کا ذکر ہوا جبکہ وسوسہ کا محل دل ہے سینہ نہیں؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ آیت میں ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے سینہ بول کر دل مراد لیا ہے دل کا ظرف سینہ ہے، لہذا اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

إِذَا غَفَلُوا عَنْ ذِكر اللّٰه: وسوسہ ڈالنے کا ظرف نکال کر بتادیا کہ شیطان اس وقت وسوسہ ڈالتا ہے جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔

بَيَان لِلشَّيطَانِ الْمُوَسْوِس أَنَّهُ جِنِّيّ وَإِنْسِيّ كَقَوْلِهِ تَعَالَى شَيَاطِين الْإِنْس وَالْجِنّ أَوْ مِنَ الْجِنَّة بَيَان لَهُ: یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ،، **مِنَ الْجِنَّة وَالنَّاس**،، یہ شیطان کا بیان ہے یعنی وسوسہ ڈالنے والا شیطان جنوں سے بھی ہے اور انسانوں سے بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،، **شَيَاطِين الْإِنْس وَالْجِنّ أَوْ مِنَ الْجِنَّة**،، یہاں بھی **من الجنة** شیطان کا بیان ہے۔

شیطان،، جنوں سے بھی ہے اور انسانوں سے بھی: شیطان کی عادت ہے کہ انسان جب غافل ہوتا ہے تو اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دبک رہتا ہے اور ہٹ جاتا ہے۔ شیطان جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی جس طرح شیاطین جن، انسانوں کو وسوسے میں ڈالتے ہیں ایسے ہی شیاطین انس بھی ناصح بن کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں پھر اگر آدمی ان وسوسوں کو مانتا ہے تو اس کا سلسلہ بڑھ جاتا ہے اور خوب گمراہ کرتے ہیں اگر اس سے متنفر ہوتا

ہے تو ہٹ جاتے ہیں اور دبک رہتے ہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ شیاطین جن کے شر سے بھی پناہ مانگے اور شیاطین انس کے شر سے بھی۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب کو جب بسترِ مبارک پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں دستِ مبارک جمع فرما کر ان میں دم کرتے اور ،، **سورۂ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد وَقُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الفَلَقِ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس** ،، پڑھ کر اپنے مبارک ہاتھوں کو سرِ مبارک سے لے کر تمام جسمِ اقدس پر پھیرتے جہاں تک دستِ مبارک پہنچ سکتے یہ عمل تین مرتبہ فرماتے۔

وَالنَّاس عَطْف عَلَى الْوَسْوَاس: یہاں سے **والناس** کا ترکیبی احتمال بتادیا کہ اس کا عطف **الوسواس** پر ہے۔

وَعَلَى كُلّ يَشْتَمِل شَرّ لَبِيد وَبَنَاته الْمَذْكُورِينَ: مفسر علیہ الرحمہ نے سورہ مذکورہ کا مصداق نکال کر بتادیا کہ بہر صورت یہ سورہ لبید اور اس کی مذکورہ لڑکیوں کے شر کو شامل ہے۔

وَاعْتَرَضَ الْأَوَّل بِأَنَّ النَّاس لَا يُوَسْوِس فِي صُدُورهمْ النَّاس إِنَّمَا يُوَسْوِس فِي صُدُورهمْ الْجِنّ وَأُجِيبَ بِأَنَّ النَّاس يُوَسْوِسُونَ أَيْضًا بِمَعْنَى يَلِيق بِهِمْ فِي الظَّاهِر ثُمَّ تَصِل وَسْوَسَتهمْ إِلَى الْقَلْب وَتَثْبُت فِيهِ بِالطَّرِيقِ الْمُؤَدِّي إِلَى ذَلِكَ وَاللّٰه تَعَالَى أَعْلَم: یہاں سے مفسر علیہ الرحمہ ایک اعتراض اور اس کا جواب بیان فرما رہے ہیں، اعتراض یہ ہے کہ دلوں میں وسوسے شیاطین جن ڈالتے ہیں نہ کہ انسان پھر آیت میں انسان کی طرف وسوسہ کی نسبت کیوں کی گئی؟ مفسر علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا کہ انسان بھی وسوسہ ڈالتے ہیں لیکن وہ ایسے طریقہ سے وسوسہ ڈالتے ہیں جو انسان کے مناسب ہو مثلاً غیبت کر کے یا چغلی کر کے یا گلے شکوے کر کے سامنے والے کے دل میں غلط فہمی ڈال دینا اور دوسرے کو بدگمان کر دینا یہ بھی ایک طرح کا وسوسہ ہے۔

تمت بالخیر